صبح ولادت سے شام ہجرت تک
معارج النبوت
جلد دوم
حضرت مولانا ملا معین الدین الواعظ الکاشفی الہروی رحمۃ اللہ
مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ - لاہور

صبح ولادت سے شام ہجرت تک
معارج النبوة
فی
مدارج الفتوة
مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

کتاب ــــــــــــــ معارج النبوّت
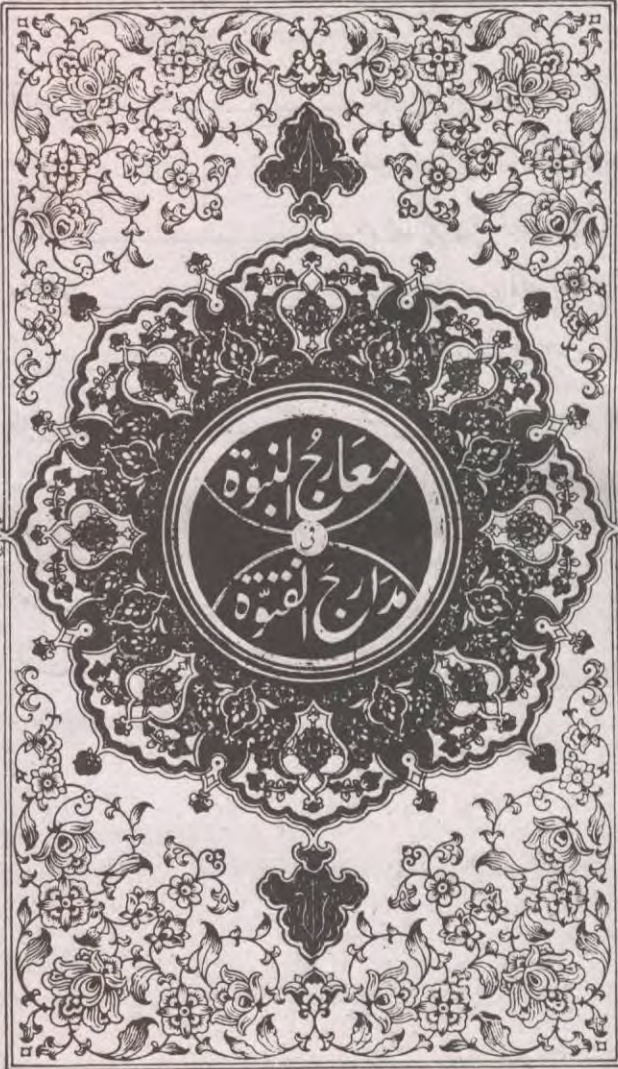
مصنف ــــــــــــــ علامہ مُلّا معین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ ــــــــــــــ مولانا حکیم محمد اصغر صاحب۔ فاروقی

موضوع ــــــــــــــ سیرت خواجہ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

رکن ــــــــــــــ دوم۔سوم، ولادت سے ہجرت تک

طابع ــــــــــــــ لکمائن پرنٹنگ پریس۔ لاہور

ناشر ــــــــــــــ مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

سالِ طبع اردد ــــــــــــــ سنہ ۲۰۰۰

صفحات ــــــــــــــ ۶۱۶

قیمت ــــــــــــــ ۱۸۰ روپے

موضوعات و عنوانات کتاب

★★★

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رکن دوم

ولادت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم

اس رکن (دوم) میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادتِ طیبہ کا ذکرِ جمیل ہوگا میلادِ پاک کے ابتدائی حالات۔ شواہد۔ دلائل اور واقعات بیان کئے جائیں گے آپ کی رضاعت سے لے کر نزولِ وحی کے واقعات کی تفصیل ہوگی۔ یہ رکن سات بابوں پر مشتمل ہوگا۔ باب اوّل چھ فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن میں وہ بشارتیں بیان کی گئی ہیں جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تشریف آوری کی شاہد عادل ہیں۔"

اگرچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تشریف آوری کی بشارتوں کو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے لیکن ان بیحد حساب بشارتوں میں سے ہم چند ایک کا بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ بشارتیں صحیح روایات سے ثابت ہو چکی ہیں۔ صحفِ آدم علیہ السّلام میں بہت سی ایسی بشارتیں ملتی ہیں جن کے متعلق ماہرانِ فنون تاریخ وسیر اور احادیث واخبار کے محققین نے یوں تحقیق کی ہے کہ حضرت جلال احدیت جل ذکرہٗ نے صحائفِ آدم صفی اللہ علیہ السّلام میں اس انداز سے ذکر فرمایا ہے جس میں حضور کے کمالات اوصاف حسن وجمال کی تعریف اور نعت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی بیان کی گئی ہے۔ فرمایا کہ میں وہ خدا ہوں جو ذوالجلال والاکرام کے اوصاف سے متصف ہوں۔ ساکنانِ حرم مکہ اور مسجد حرام میرے ہی بندے اور میرے ہی عبادت گذار ہیں۔ اس گھر کے زائرین میرے مہمان ہیں۔ اس خطہ زمین کو اہل آسمان و اہلِ زمین سے زیارت کرنے والوں کو معمور کرتا ہوں۔ مشتاقانِ شوق کے سلسلے لبیک کہتے ہوئے آسمانوں کے اکناف اور زمینوں کے گوشوں سے کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ میرے گھر کے زائر ژولیدہ مو اور گرد آلود چہروں کے ساتھ برہنہ پا کفن بردوش کائناتِ ارضی کے گوشے گوشے سے جمع ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی مجنوں کی طرح یہ لوگ کوہ وبیابان میں سرگردان رہتے ہیں اور کبھی لیلیٰ کی طرح

حرم کے خلوت کدوں میں جاگزین ہوتے رہتے ہیں یہ عاشق افتاں خیزاں۔ آنکھوں سے آنسو بہاتے اور اپنے مطلوب کی تلاش میں لَبَّیْکَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ کے نعرے بلند کرتے ہوئے جمع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے نعروں کی گونج آسمانوں کی پہنائیوں کو معمور کردیتی ہے۔ ان کی تسبیح کے آوازے زمین کی گہرائیوں سے لے کر آسمانوں کی بلندیوں کو چھوتے رہتے ہیں۔

اے آدم! جو شخص میرے اس گھر کی زیارت سے مشرف ہوگا اسے میری زیارت نصیب ہوگی اور وہ میرے ہی خوانِ احسان پہ مہمان ہوگا اور میرے ہی کرم و احسان سے محظوظ ہوگا اور اسے میں اپنے وصال سے مشرف فرماؤنگا۔ ایک وقت آئے گا کہ تیری اولاد میں سے ایک سلیم القلب اور کریم النفس انسان آئے گا جس کا نام ابراہیمؑ ہوگا وہ میرے گھر کی تعمیر کرے گا۔ اسے ظاہری عمارت کی شکل دے گا۔ آبِ زمزم کا چشمہ اسی حرم کی حدود میں ظاہر ہوگا۔ میں ابراہیم کو حرم کے تمام مناسک اور شعائر سکھاؤنگا پھر دنیا کے ہر گوشے سے چنیدہ اور مخصوص لوگوں کو اس سرزمین میں آباد کروںنگا یہ لوگ میرے گھر کا احترام کریں گے اور اس کی عزت و توقیر میں اضافہ کرتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ تیرے فرزند ارجمند تک جو تیری اولاد سے افضل ترین ہوگا پہنچے گا۔ اس کا نام نامی مُحَمَّدؐ ہوگا۔ وہ حسن و جمال میں بدر کامل ہوگا اور اوصاف و کمال میں انسانوں کا امام اور پیشوا ہوگا۔ اس شہر کی امامت اور پیشوائی اسی پیغمبر اور عالی ہمت ہستی کو بخشی جائے گی وہ اس گھر کے احترام کو زندہ کرے گا اور قیام قیامت تک اسے میری عبادت گاہ اور زیارت گاہ بنادیگا۔ وہ برگزیدہ پیغمبر خاتم الانبیاء ہوگا۔ رسول آخر الزمان ہوگا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

حضرت عبدالرحمٰن بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام نے یہ گفتگو سننے کے بعد کہا۔

صلّوا علیہ ما طلع الشمس و القمر ‌‌ ‌ صلّوا علیہ ما ظہر البدر و الہلال

مقصود آفرینش و مخدومِ کائنات ‌ ‌ سر دفتر مودّت و دیباچۂ کمال

آں بادشاہ تحت لعمرک کہ ملک او ‌ ‌ باہیچ بادشاہ نپذیرد فنۂ انتقال!

گیسوئے اوست آیت واللیل را سواد ‌ ‌ رخسار اوست سورۂ والشمس را مقال

از عین احمد ست کہ اعیاں پدید شد — دال است ہم بدین الف و حا و میم و دال

مندرجہ بالا عبارت حضرت آدم علیہ السّلام کے صحیفہ کا اقتباس ہے جسے عجمی زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے دوسری وہ روایات جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اوصاف و کمالات کے متعلق انبیاءِ کرام کے صحائف اور آسمانی کتابوں میں عبرانی یا سُریانی زبان میں ملتے ہیں۔ وہ زبان عربی میں منتقل ہو چکے ہیں ہم حضرت نوحؑ کے صحائف سے لے گئی عربی عبارت پیش کرتے ہیں اسی طرح دوسری کتابوں میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اوصاف جن الفاظ میں بیان گئے گئے ہیں ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اَمّا ذِکرُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فی صحف نوح علیہ السّلام عَبدٌ امین السماء جزیل العطاء دائم البکاء دائم الذکر رؤف القلب طویل الحزن عظیم الرجاء قلیل المن کثیر الحیاء کثیر الوفاء کاتم السر۔ امّا فی صحف ابراھیم علیہ السّلام عبد کان الوفاء حکیمًا رؤفًا قائمًا فی امر اللہ کریمًا مصادقا موقنا بوعداللہ مستمرًا فی عبادۃ اللہ ملتمسا برضاء اللہ ودودًا وافیا امّا فی التوراۃ عبدٌ قاطع الشھوات وغافرُ الحشرات وکاتم المصیبات صوام النھار خاشعا منیبا قوام اللیل خاضعًا قریبا زاھدًا فی السر بین اھلہ غریبا امّا فی الزبور عبدٌ شریف الھمۃ حبیب الفقراء لطیفۃ العطیۃ طبیب الاغنیاء جمیل الحشرۃ تقی الاتقیاء سھلا عند المعاھدۃ عدلا عند المقاسمۃ سباق عند المعاملۃ شجاعا عند المقاتلۃ یعظم الکبیر یعظم وقارہ یقرب الصغیر لشدۃ افتقارہ ویشکر الیسیر لقلۃ اعتذارہ ویرحم الاسیر برؤیۃ اضطرارہ یسام عن غیر ضحک امی غیر کاتب ولا قاری ومتواضع عن غیر عجز متواصل الاحزان دائم الفکر من غیر حزن امّا فی الانجیل عبدٌ باسط الکفین بطی الغضب بذول السّلام رزین العقل سخی النفس سریع الحلم شریف الضمیر صبیح الوجہ طیب الکلام طویل الصمت طلق الوجہ حبیب الانام عظیم الخطر قلیل الضحک قلیل التنعم قلیل الملام کثیر الفکر کثیر التبسم لطیف الطبع ملیح القول واسع الخلق صبور النظر اور بعض روایات عبدٌ لیس بأکولٍ ولا بخیلٌ ولا حریصٌ ولا ختولٌ ولا خداعٌ ولا سبّابٌ ولا طماعٌ ولا طعانٌ ولا غیابٌ ولا عجولٌ ولا غیاظٌ ولا غدارٌ ولا فحاشٌ ولا کسولٌ ولا نصابٌ ولا مکارٌ ولا بلوعٌ۔

فصل دوم

تورات میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تذکرہ

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ تو درشت خو ہوں گے اور نہ ہی سخت دل۔ بازار میں بلند آواز سے کسی کو نہ بلائیں گے۔ بدی کا بدلہ بدی میں نہیں دیں گے بلکہ جرائم کو قلم عفو سے معاف فرما دیا کریں گے آپ کی امت بے پناہ اوصاف کی مالک ہو گی وہ اللہ کی تکبیر اور تذکیر بلند کرتے رہیں گے ان کے آزار نیم پنڈلی تک ہوں گے۔ وہ چہار اندام (یعنی ہاتھ۔ پاؤں۔ منہ اور مسح) کا وضو کریں گے۔ ان کے منادی یعنی موذن فضا میں اذانیں دیں گے۔ بلند عمارتوں اور میناروں پر کھڑے ہو کر خدا کی تکبیر کہیں گے۔ ان کے اوصاف جنگ اور نماز میں ایک جیسے ہوں گے وہ رات کے وقت اللہ کی تسبیح بیان کرنے کھڑے ہوں گے۔ نبی آخر الزّمان مکّہ میں پیدا ہوں گے مدینہ میں جائیں گے آپ کی حکومت مدینہ سے لے کر شام تک وسیع ہو گی۔ معلوم ہونا چاہیئے یہ میرا بندہ محمدؐ ہو گا جس کا نام متوکل ہو گا اسے اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھاؤں گا جب تک تمام ٹیڑھے راستے اس کے دینِ مستقیم پہ نہ آ جائیں گے اور باطل دین اسکے دینِ حق سے سیدھے نہ ہو جائیں گے۔ یہ اس طرح ہو گا کہ وہ تمام مخلوقات کو دین توحید کی طرف دعوت دے گا۔ اس کی دعوت کی برکات سے بے نور آنکھوں کو روشنی۔ بے بہرہ کانوں کو قوتِ سماعت اور محجوب دلوں کو بصیرت عطا کروں گا۔ لوگوں کے معاملات سے حجاب کے سارے اندھیرے اٹھ جائیں گے۔

بنور رسول اللہ اشرقت الدنیا　　ففی نورہ کل یجیی ویذھب

شد آن مہ منظر انجم مواکب　　غبار مرکبش شمس کحل کواکب
بطلعت شمسۂ ایوان افلاک　　بجبہت ماہ شاور رواں لولاک

زبور میں یوں لکھا ہے۔ جامعہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو یوں خطاب ہوا فاضت الرحمۃ علیٰ شفتیك من اجل ذلك بارك اللہ علیك الیٰ آخرہ یہ خطاب اس موضوع کی دلیل ہے کہ اس کی رحمت کے سمندروں کا شیریں پانی اور اس کے فضل وکرم کے ٹھنڈے چشمے تیرے لب و دندان کے مرہون منت ہیں۔ اے سید الانبیاء۔ اے سندِ اصفیاء ازل سے ابد تک تیرے یہ چشمے اور یہ سمندر موجزن ہیں۔ یہ تیرے وہ الفاظ ہیں جو ابدار موتیوں کی طرح تیرے لطف و عنایت کے ترجمان ہیں میں خیر و برکت کی ساری اصناف کا مالک ہوں میں ہزارہا ہزار احوال و آمال تیرے تابع کر رہا ہوں چنانچہ تیغ ہمت کو نیامِ عزم سے باہر نکال لیں اور مردانگی کے بازو کی قوت سے زمانہ کے منکرین کی بدبختیوں کے سر قلم کر دے اور اپنی فصیح البیان زبان کو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سے کبھی خاموش نہ رکھیں۔ مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ تیری حمد وثناء دنیا بھر کے تعریف کرنے والوں کی تعریفوں پہ حاوی ہو گی۔ آپ اعلائے کلمۃ اللہ میں کوشاں رہیں آپؐ کا بازوئے نبوت ناموسِ شریعت کی قوت سے مضبوط ہوگیا ہے۔ دنیا بھر کے شہنشاہوں کی گردنیں اور زمانے بھر کے سرکشوں کے سر آپ کے قبضۂ اقتدار اور اختیار کے سامنے خم ہو جائیں گے

ظفرت بفخر لا ینال المرسل	بعز علاك العرش والفرش لاقط
ظہور رسول اللہ اضحی من الضحیٰ	فنحن بہ الاعداء طرًا نغابط

اے از توکشادہ لطف معبود	بر خلق درِ خزائنِ جود
از دولت تو وجود دارد !	ہر چیز کہ گشتہ است موجود
ہم مدح تو بود ذکر موسیٰؑ !	ہم نعت تو بودہ درود داؤد
بازار محامدِ صفاتت	ہر نکتہ نمودہ درّ منضود

انجیل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ

انجیل میں خطاب : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل میں خطاب ہوا۔ اے

بتول کے بیٹے! اور مُبَشِّراً بِرَسُولٍ کی بشارت دینے والے مبشر. سنو! اور دل کے کانوں سے سنو! اور اس پر ایمان و یقین کے ساتھ عمل کرو! میں تمہارا خداوند تمہیں سے خطاب کر رہا ہوں کہ تمہارے وجود کے درخت کو بہارِ فطرت کے ساتھ میں قدرت کی نہر کے کنارے پہ ازدواجی تعلقات اور انسانی امتزاجی کے تکلفات کے بغیر ہی کائناتِ ارضی میں لگایا ہے اور تمہاری ذات کے بوستان کے پودے کو نبوت کے درجۂ کمال تک پہنچایا ہے. میرے آستانہ عبودیت میں معتکف ہو جاؤ! اور میری وحدانیت اور فردانیت کا اعتراف کرو. انجیل کے احکامات کو قبول کرو. اپنے متبعین (حواریوں) کو میری خداوندی اور الوہیت سے واقف کرو اور پھر محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کی بشارت سناؤ. وہ عربی النسل. ہاشمی النسب اولاد عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام موعودِ انبیاء ہوگا. مقصودِ اصفیاء ہوگا. اس کے اوصاف و کمالات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اونٹ کی سواری کرے گا. اگر اس کی کئی ایک منکوحات (ازواج مطہرات) ہونگی لیکن سلسلۂ نسل صرف ایک ہی زوجہ سے جاری ہوگا. قیامت کے دن جنت الفردوس میں تمہاری ماں مریمؑ کا رفیق ہوگا. حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے حضور سرور کائناتؐ کی ایک دُختر نیک اختر ہوگی جو خاتونِ جنت ہوگی اور بانوئے حجلۂ کرامت ہوگی. اس کے صدفِ عصمت اور درجِ عفت کے دو موتی پرورش پائیں گے جو گوشوارہ عرش اور مرکز دائرہ فرش ہوں گے. یہ دونوں زندگی بھر قواعد دین و اسلام کو جاری کریں گے. عاقبت الامر جرعۂ شہادت نوش کریں گے. انہیں انہی کی قوم شہید کرے گی جو دین کے معاملات میں افراط و تفریط میں مبتلا ہو جائے گی. اس کا قبلہ بیت الحرام ہوگا حج کے مواقع پر احرام باندھے گا. حقیقت میں زمین و آسمان کا مرکز. جمیع مذنبین کا شفیع اور دعا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ کے منشور کا دیباچہ ہوگا. وہ صاحبِ مقامِ محمود ہوگا. حوضِ کوثر کا مالک ہوگا. سجادہ اخلاص بقدم اختصاص بچھائے گا. زبان بے زبان قرآن آیات سے مزین ہوگی ذکرِ خداوندی وردِ زبان ہوگا. جب آنکھیں خواب آلود ہونگی. دل بیدار ہوگا. غافل نہیں ہوگا مقامِ شفاعت پہ تباہ حال گناہ گاروں کی خبر گیری کرے گا قیامت کی صبح کو. ارباب کرامت کی ہزاروں زبانیں نفسی نفسی کی آوازوں سے ہانپ رہی ہوں گی. مگر صرف اسی کو زبان معجز بیان امتی امتی کی صدائے شفاعت سے معمور ہوگی. صورِ اسرافیل کی دہشتناک آواز اِنَّ اللہ

يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ کا مقدمہ ہوگی اس دن تمام چھوٹے بڑے یَوْمَ یُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ کے ڈر کے سہمے ہوئے اسی دن دامن شفاعت میں پناہ پائیں گے ایک اور روایت میں یوں آیا ہے۔ کہ اس خطاب کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا۔ عیسیٰ! تم بھی نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرو۔ ان پر ایمان لاؤ اور اپنے آپ کو ان کا امتی کہو جو شخص بھی ان کا زمانہ پائے ان پر ایمان لائے۔ اگر میرے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے نہ دنیا ہوتی نہ آدمؑ نہ بہشت نہ دوزخ کو پیدا کیا جاتا۔ یہ دنیا و عقبیٰ کبھی ظہور میں نہ آتے۔

تا شبے نیست صبح ہستی زاد — آفتابے چو او ندارد یاد!
فیض فضل خداست دایۂ او — فرِّ پرِ ہمائے سایہ او
اوست نقد ینۂ خزانۂ جود — ہمہ عالم طفیل او مقصود

یہ تھا اوصاف کمال محمدیؐ اور نعت جلال و جمال احمدیؐ کا ترجمہ جو توریت اور انجیل میں بر سبیل تعظیم و تکریم آیا ہے۔ سید الابرار کے فضائل اور کمالات میں ہزاروں دوسری روایات دوسری آسمانی کتابوں اور صحائف میں جا بجا ملتی ہیں۔ ہم اس موقعہ پر صرف انہیں پر اکتفا کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التكلان ولنعم

عقبہ کل النبیین یترب — ولا مرسل الا لاحمد یخطب
بتوراۃ موسیٰ نعتہ وصفاتہ — وانجیل عیسیٰ فی المدایح یطنب

توئی شاہ ایوان ختم الرسل — توئی ماہ تاباں ہادی السبل
بہ پیش تو آدم چو خاکے براہ — ز شرم تو یوسفؑ چو آبے بچاہ
نجات از تو بود آنکہ نوحؑ نجی! — ز ظلمت بنور تو شد ملتجی!
ز نور تجلی ست یک لمعہ دید — کہ موسیٰؑ در آمد بگفت و شنید
مسیح از کف ساختے مرہمش — کہ تا مردہ جان یافتے از دمش
توئی شاہ داین جملہ خیل تو اند — تو مقصود و اینہا طفیل تو اند

وہب بن منبہ کی روائیت!

وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ مَیں نے آسمانی کتابوں کے مطالعہ کے دوران پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پیغمبر صاحبِ کتاب کو خطاب فرمایا۔ اے پیغمبر اٹھو! اور اپنی امت کے مجمع میں اعلان کرو۔ اے آسمان بگوشِ ہوش سُن لے۔ اے زمین تم خاموش ہو کر سنو! کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بنی اسرائیل کا حال بیان کرے میں نے ان کو اپنی گوناگوں نعمتوں سے پرورش دی۔ اپنی مہربانیوں سے نوازا اور تمام خلائق سے بڑھ کر اِن پہ انعام و اکرام کئے۔ یہ لوگ بھیڑ بکریوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ تمام کو جمع کیا اور خطرات سے محفوظ کیا مگر انہوں نے اس نعمت کا شکریہ ادا نہ کیا بلکہ یہ آپس میں لڑتے رہے ان لوگوں پہ افسوس ہے میں نے جس دن آسمان و زمین کو پیدا کیا ہر چیز کا ایک ایک وقت مقرر کر دیا۔ اگر بنی اسرائیل کو علمِ غیب ہے تو انہیں کہو کہ یہ بتائیں کہ حضورؐ کی بعثت کب ہوگی اور آپ کا دین دنیا کے دوسرے دینوں پر کب غالب ہوگا۔ دوسرے دین کب منسوخ ہوں گے۔ اس کے معاونین اور انصار کون لوگ ہوں گے۔ سُن لو! مَیں اپنا امیؐ رسول بھیجوں گا۔ وہ بڑے تسکین و وقار سے اُٹھے گا بازاروں میں اونچی آوازیں نہیں لگائے گا۔ بیہودہ باتوں سے اجتناب کرے گا۔ نیکیوں میں سبقت کرے گا ایسے میں پسندیدہ اوصاف سے اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کروں گا۔ اس کی زبان لوگوں کے لئے تسکینِ دل و جان بناؤں گا۔ اس کا ضمیر تقویٰ کا معدن ہوگا۔ اس کی سیرت عدل و انصاف کا آئینہ دار ہوگی۔ اس کی ملت اسلام پہ ہوگی۔ اسے دنیا بھر کی قوموں میں ممتاز مقام دوں گا۔ فقر سے غنا جہالت سے ہدایت تک پہنچاؤں گا۔ حضورؐ کی برکت سے اُن کے متفرق دلوں کو یکجا کروں گا۔ ان کی مختلف طبیعتوں کو شیر و شکر بنا دوں گا۔ اس کی امت کو اخلاص و اطاعت کی وجہ سے بہترین امت بنا دوں گا۔ مسجدوں میں نمازیں پڑھیں گے۔ بسا اوقات تسبیح و تحمید و تمجید میں مصروف رہیں گے۔ اللہ کی رضا پہ اپنے مال و دولت۔ اولاد۔ ثروت سے دست بردار ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں کفار سے جہاد کریں گے۔ ان کی صفیں نماز اور جہاد میں یکساں طور پر مربوط و منصوص ہوں گی وہ ارکان نماز پوری طرح ادا کریں گے۔ جہاں کہیں جائیں گے اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور کمال کا اقرار کریں گے۔ راتوں کو نماز میں ادا کریں گے۔ دن کو اس کے

احکام کی اتباع کریں گے۔ دن کی روشنی میں میدان جنگ میں دشمنوں کے مقابلے میں شیر غرّاں کی طرح آئیں گے۔ رات کے وقت اپنے اللہ کے حضور گڑ گڑا کر التجائیں کریں گے۔ یہ مقام میرے فضل و کرم کی عطا ہے مَیں جسے چاہوں دُوں گا کیونکہ مَیں مالک فضلِ عظیم اور کرم عمیم ہوں۔

فصل سوم

ظہورِ قُدسی کی بشارتیں

اس فصل میں وہ بشارتیں درج کی گئی ہیں جن کا تعلق ملائکہ اور انبیاء علیہم السّلام سے ہے۔ ایسی بشارتیں حد و حساب سے باہر ہیں۔ لیکن ہم صرف پندرہ بشارتوں کو بیان کریں گے۔ یہ بشارتیں معتبر کتابوں سے لی گئی ہیں ہر ایک واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے کمال رتبہ اور اعلیٰ درجہ کا اظہار کرتا ہے۔

واقعہ جبرائیل امین علیہ السّلام : تاج المذکرین اور ثمار الفرادلیس میں یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی درج ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السّلام نے کہا۔ یا مُحَمَّدْ۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت وجود عطا فرمایا تو مجھے اٹھارہ ہزار سال عرش مجید کے نیچے ساکن ہونے کا حکم دیا پھر مجھے پوچھا مَنْ خَلَقَکَ (جبرائیل تمہیں کس نے پیدا کیا ہے) مَیں نے کہا۔ اے پروردگار من انت الواحد القہار العزیز الجبار المعبود فی اللّیل والنّہار وانا العبد الذلیل الخاضع المنقاد بعد ازاں پھر مجھے پورے اٹھارہ ہزار سال کوئی خطاب نہ کیا گیا۔ پھر دریافت فرمایا۔ مَنْ خَلَقَکَ وَمَنْ اَنَا (جبرائیل تمہیں کس نے پیدا کیا اور مَیں کون ہوں؟) مَیں نے کہا۔ اے پروردگار انت خالقی و رزاقی ومحیی و ممیتی و باعثی و وارثی وانا العبد الضعیف المساکین المستکین پھر اٹھارہ ہزار سال مجھے خطاب سے نہ نوازا گیا۔ پھر مجھے خطاب ہوُا اور مجھے پوچھا گیا "مَیں کون ہوں اور تم کون ہو؟" مَیں نے عرض کی۔ انت اللہ الخالق البارئ وانا العبد العابد الخاضع الخاشع پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جبرائیل تم نے صحیح کہا۔ میں نے جرأت کرتے ہوئے عرض کی۔ اے اللہ مجھے پیدا کرنے سے پہلے تُونے کوئی اور مخلوق بھی پیدا فرمائی ہے۔ حکم ہوُا۔ سامنے دیکھو۔ مَیں نے

اس نور کے دائیں بائیں جنوب وشمال میں نور کے اِردگرد چار ہالے دیکھے۔ مَیں نے دریافت کیا یا اللہ۔ یہ نور کون ہے اس کی ضیاؤں سے میری آنکھیں چندھیائی جا رہی ہیں۔ فرمایا۔ یہ نور اس شخص کا ہے جس کی خاطر مَیں نے تجھے پیدا کیا ہے۔ تمام فرشتوں اور دوسری مخلوقات کو صرف اسی کی برکت سے پیدا کروں گا۔ اور اس کے وجود گرامی کو ان سب پر مشرف و مکرم بنا دیا ہے عرش۔ کرسی۔ لوح و قلم۔ بہشت۔ دوزخ اسی ہستی کے طفیل عالم وجود میں آئیں گے۔ حبیبی و صفیی و نبیی و سیرتی و خلقی مُحَمَّدُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے دریافت کیا۔ یا اللہ۔ یہ چار نور کے ہالے کون ہیں۔ فرمایا۔ آپؐ کے دائیں طرف آپ کے وزیر ابا بکر صدیق اکبر ہیں۔ بائیں طرف آپؐ کے مشیر عمرؓ بن الخطاب ہیں۔ آپ کے آگے آپ کے حبیب عثمانؓ بن عفان اور آپؐ کے پیچھے آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت علی المرتضیٰؓ ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

ثمار الفرادیس میں پیچھے کی جگہ حضرت عثمانؓ بن عفان بیان کی گئی ہے اور سامنے حضرت علی المرتضیٰؓ تشریف فرما ہیں۔ مَیں نے دریافت کیا۔ اے اللہ۔ یہ پانچ افراد کتنے برگزیدہ ہیں۔ یہ میرے دوست ہوں گے جو ان کو دوست رکھے گا مَیں اسے دوست رکھوں گا۔ جو ان سے دشمنی رکھتے گا میں اس سے دشمنی کروں گا۔ ان کے دوستوں کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن۔ ان کے دوستوں کو بہشت میں اپنی رضا دوں گا۔ اور ان کے دشمنوں کو دوزخ کی آگ میں اپنے قہر میں مبتلا کروں گا۔ واللہ المنقذ من الضلال۔

بشارت حضرت آدم صفی اللہ علیہ السّلام: ریاض المذکرین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا

ان آدم لما نظر الی ساق العرش رای مکتوبا علیہ لا الٰہ الا اللہ مُحَمَّدُ الرسول اللہ من اذنب ذنبا فلا مغفرۃ ولا توبۃ لہ الا بالصلوٰۃ علی مُحَمَّدَ عبدہٗ وَرَسُولہ (سب سے پہلی بار جب حضرت آدمؑ نے عرش اعلیٰ پر نگاہ ڈالی تو لکھا پایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدُ الرَّسُولُ اللہِ جو گناہ کا مرتکب ہو گا اس کا گناہ اس وقت تک معاف نہ کیا جائے گا جب تک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر درود نہ پڑھ لے) مَیں نے پوچھا۔ یا اللہ۔ محمدؐ کون ہیں۔ فرمایا یہ آپ کی اولاد میں سے ایک نامور فرزند ہیں۔ ان کے نام کا پہلا حرف میم میرے صفت

ملک سے ماخذ ہے۔ دوسرا حرف ح میرے حِلم سے لیا گیا ہے دوسری میم میرے مجد و کرم سے لی گئی ہے اور دال میرے دین کی علامت ہے۔ مَیں اپنے ملک۔ حِلم و مجد اور دینِ اسلام کی قسم کھاتا ہوں۔ آپ کی اتباع سے میرے نبیؐ پر درُود پڑھے گا مَیں اسے جنّت میں داخل کروں گا۔ جب تک سیّد برگزیدہ اور نورِ دودیدہ کی اتباع نہ کی جائے گی اور اس پر درود نہ پڑھے گا بہشت میں داخل نہ ہونے دُوں گا۔

اے مظہرِ اسمِ قل ہواللحق — نامِ تو ز نامِ اوست مشتق
تو سایۂ نورِ کردگاری — کز روزِ ازل بزرگواری
چوں مظہرِ ملک و حِلم و مجدی — بر تختِ وصالِ اہلِ وجدی
ہر کس کہ قدم نہد براہت — در پردہ درآید از پناہت
بکشائے کفِ امید واری — تا حاجتِ عالمے برآری

بشارت اوّل حضرت آدم علیہ السّلام :

شرح تعرّف میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ سیّدنا آدمؑ نے پایۂ عرش پر کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ دیکھا تو سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا رتبہ ذہن و قلب میں مرتسم ہو گیا۔ بہشت میں داخل ہوئے تو مشرق و مغرب۔ در و دیوار۔ اشجار و انہار غرضیکہ ہر طرف اسمِ محمّد کی جلوہ فرمائیاں ہیں۔ ایک دن حضرت شیث علیہ السّلام سے اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ مَیں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو نامِ محمّدؐ سے آراستہ نہ ہو حتیٰ کہ عرش و کرُسی۔ لَوح و قلم۔ مدارجِ جنان منازلِ رضوان کو اسمِ محمّدؐ سے مزیّن پاتا ہوں حضرت شیث علیہ السّلام نے اپنے والد مکرّم سے پُوچھا۔ آیا آپ بلند مرتبت ہیں یا محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ حضرت آدم علیہ السّلام خاموش رہے مگر تیسری بار دریافت کرنے پر فرمایا۔ بیٹیا محمّدؐ رسول اللہ کی تعریف میں میری ایک بات ہی یاد رکھ لو جو مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے لَولَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ وَلَا الدُّنْيَا وَلَا الْاٰخِرَةَ وَلَا السَّمٰوٰتِ وَلَا الْاَرْضَ وَلَا الْعَرْشَ وَلَا الْكُرْسِيَّ وَلَا اللَّوْحَ وَلَا الْقَلَمَ وَلَا الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ يَا اٰدَمُ۔ اے آدم یہ اجرامِ علویہ اور اجسامِ سفلیہ تو تمہاری خاطر بنائے گئے ہیں مگر تم میرے حبیب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے ہو۔

بشارت چہارم۔ حضرت آدم علیہ السلام: سیر گازرونی میں کعب الاحبار کے حوالے سے یہ روایت لکھی گئی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے وجود منور کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصباحِ نور سے ضیا بخشی گئی تو سرکارِ دو عالم کا نورِ نبوت حضرت آدم علیہ السلام کی جبین پُرنور سے درخشاں ہونے لگا۔ حضرت آدم علیہ السلام اس نور کی بصیرت سے چیونٹی کے قدموں کی آواز سُن سکتے ہیں۔ آپ نے بارگاہ ربّ العزت میں عرض کی۔ یا اللہ۔ یہ زمزمہ کیا ہے۔ فرمایا۔ یہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسبیح کا زمزمہ ہے جو تمہارے خمیر میں ملایا گیا تھا۔ وہ تمہارا فرزند ہوگا اور تم اس کے باپ۔

اے خوشا حال آنچناں فرزند   کہ پدر را باوست استظہار

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ نورِ محمدی کو اپنے مقام سے اٹھا کر مغفرت و غفران کے دریا کی طرح رواں کیا گیا پھر یہ نور پوری تابانیوں کے ساتھ پانچ سو سال کی مسافت طے کر کے حضرت آدمؑ کے پاس پہنچا۔ خواب سے بیدار ہوئے تو اس نور کی شعاعوں کو دیکھنے سے آنکھیں چندھیا گئیں اور آنکھوں کا نور بے نور ہونے لگا۔ پوچھا یا اللہ۔ یہ کیسا نور ہے جو ہر روشنی کو خیرہ کرتا جاتا ہے۔ حکم ہوا۔ یہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں اس کے رتبہ کو اعلیٰ علیین سے بُلند تر کر دوں گا۔ اس کی امت سے اپنے بہشت کو بھر دُوں گا۔ اس کا کلام ساری دنیا سے افصح ہوگا۔ اس پہ قرآن نازل کروں گا جو کبھی متروک نہ ہوگا اس کے بعد ہر پیغمبر کے لئے ایک ایک کرسی بچھا دی گئی۔ ان کرسیوں سے سب سے اونچی کرسی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لائی گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی سے نور کی ضیاء نکلتی اور ہر نبی اپنے لئے مخصوص کرسی پہ براجمان ہوتی جاتی۔ جب سرکار دو عالم کی کرسی پہ نور کی بارشیں ہونے لگیں تو حضرت آدمؑ نے دیکھا کہ ستر ہزار شعاعیں اس کرسی پہ نور سے ابھر رہی ہیں۔ ملائکہ ملکوت ان انوار کی برکات سے نوازے جا رہے ہیں۔ آپ کا اسم گرامی عرشِ اعظم کے پردوں پہ منقش ہے۔ ہر طرف سے مشک و عنبر کی خوش کُن خوشبو کے جھونکے آ رہے ہیں۔ آسمان و زمین کی حرکتیں مسرت و شادمانی کا گہوارہ بن گئیں ہیں۔ ہر مخلوق سے یہ آواز آ رہی ہے کہ یہ نور سرورِ پیغمبراں ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آدمؑ! تمہیں صدہا مبارک ہو کہ یہ نورِ مجسم تمہارے

بیٹے ہوں گے۔ دربار خداوندی سے صدا آئی۔ یہ بندہ میرا پسندیدہ اور حبیب ہے۔ یہ دین حقیقت پر مبعوث ہوگا۔ شفاعتِ کبریٰ کے اختیارات کا مالک ہوگا اور میرے خاص بندوں میں سے ہوگا وہ دنیا والوں کے لئے نور ہوگا جو اس نور کی اتباع کرے گا بہشت میں جگہ پائے گا۔ آسمانوں پر اسے احمد کے نام سے پکارا جاتا ہے زمین پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سمندروں میں ماحی کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا۔ یا اللہ سمندروں میں آپ کا نام ماحی کیوں ہے۔ فرمایا۔ آپ کے وجود سے کفر و شرک کی سیاہیاں محو ہو جائیں گی۔ آپ کا زمانہ قیامت کے قریب تر ہوگا۔ وہ ذکر میں اوّل پیغمبراں ہوگا اور بعثت میں آخرین انبیاء ہوگا۔ کوئی پیغمبر آپ سے بلند رتبہ نہ ہوگا اور کوئی امت امتِ محمدیہ سے اعلیٰ نہ ہوگی۔ میرے حبیبؐ کی امت ہمیشہ پاک ہوگی اس کا نور آسمان و زمین کے درمیان ستاروں کے نور کی طرح درخشاں ہوگا۔

اسی طرح دوسری بار حضرت آدم علیہ السلام پر نورِ محمدی کو جلوہ گر کیا گیا وہ ایسا دکھائی دیا کہ اسے نورانی خلعت اور شرف و مجد کے لباس سے مزین فرما دیا گیا ہے وہ پیغام رسالت پہنچانے لگے اور اپنے ساتھیوں کو علم و حلم رحمت و شفقت کا خوگر بناتے گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے آپؐ کی امت کے مہاجر و انصار۔ ابرار و اخیار پر اللہ کے انعامات کی بارشیں ہوتی دیکھیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو دائیں ہاتھ حضرت اسماعیلؑ کو بائیں جانب اور باقی انبیاء کو خدمت میں کھڑے پایا اور حضورؐ کی تعظیم میں دست بستہ دیکھا تو انتہائے مسرت سے اتنے مسکرائے کہ مشرق و مغرب آپ کی مسکراہٹ کی نورانیت سے روشن ہو گئے۔ نہایت خوشی سے عرض کی۔ یا اللہ۔ میرے لئے بس اتنا فخر ہی کافی ہے کہ آپ میری اولاد میں سے ہیں حضرت آدم نے یہ کہتے ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح و نصرت کے لئے دعا کی اور آپ کے وجودِ پاک پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے اظہارِ افتخار کیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

بشارت پنجم حضرت آدم علیہ السلام : حضرت عبدالرحمٰن بن زید انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں نسل انسانیت کا بہترین فرد ہونگا۔ مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم فضیلت میں مجھ سے بڑھ کر ہوں گے۔ فضیلت کی وجوہات میں سے ایک تو یہ ہے کہ آپ کی رفیقۂ حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا شیطان کے مقابلہ میں آپ کی مددگار رہیں جبکہ میری بیوی حوّا شیطان کی مددگار بنی اور میری لغزش کا سبب بنی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے شیطان (نفس) کو بھی مسلمان بنا دیا جبکہ میرا شیطان (نفس) اسی طرح کفر و عصیان پر قائم رہا۔

بشارت ششم حضرت آدم علیہ السّلام: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ اور حوّا جنت کے تخت پہ جلوہ فرما تھے اور اپنی ابدی زندگی پہ نازاں تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السّلام آئے تاکہ حضرت آدمؑ کو جنّت کے منازل اور محلات کی سیر کو آئے حضرت جبرائیل آپ کا ہاتھ پکڑے ایک ایسے محل کے سامنے آئے جس کی ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی کی تھی۔ دروازے زرد اور اخضر کے بنے ہوئے تھے محل کے اندر تخت بچھے تھے جن پر یاقوت سُرخ سے لکھا ہُوا تھا۔ ہر تخت پہ ایک نورانی محراب بنی ہوئی تھی اس تخت پہ ایک حسن و جمال کا پیکر جلوہ فرما تھا جس کے سر پہ ایک نورانی تاج ضیا پاشیاں کر رہا تھا۔ کانوں میں موتی حلقۂ گوش تھے۔ گردن میں نورانی حمائل اویزاں تھی۔ حضرت آدمؑ اس ملیح و صبیح حسُن کے پیکر کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے اور انگشت بدنداں ہو گئے۔ حوّا کے حسن و جمال کو فراموش کرتے ہوئے کہنے لگا۔ اللہ یہ کون ہے؟ فرمایا۔ یہ حضرت فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ عنہا کی صورت ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بیٹی ہوں گی۔ سر پہ یہ نورانی تاج آپ کے والد کا سایۂ نور ہے۔ یہ نورانی ہار آپ کے شوہرِ نامدار حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ کانوں کے دو آویزے شہزادگان حسنین رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے نظر اٹھا کر دیکھا تو پانچ دروازے کھلے نظر آئے۔ ہر دروازہ پہ ایک ایک کتاب پڑھی ہے جس پہ کلمۂ نور سے لکھا ہوا ہے اَنَا الْمَحْمُوْدُ وھٰذا مُحَمَّدٌ۔ دوسری پہ انا العلی وھٰذا علی لکھا ہُوا ہے تیسری کتاب پہ اَنَا الفَاطِمَ وھٰذِہٖ الفَاطِمَہ لکھا ہُوا ہے چوتھے پہ اَنَا الْحَسَنُ وھٰذَا الْحَسَن لکھا دیکھا۔ پانچویں پہ مَنّی لاِحُسَان وَھٰذَا الْحُسَیْن لکھا پایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے حضرت

آدم علیہ السلام کو کہا۔ ان اسماء گرامی اور کلمات نامی کو یاد کر لیں شاید ایک دن ان کی برکات سے آپ کے مسائل حل ہوں جب کہ ایک وقت آیا کہ تین سو سال تک ایک ابتلا میں آکر مدتوں روتے رہے حتیٰ کہ ندائے غیب سے یہ راہنمائی حاصل ہوئی تو آپ نے کہا یامحمود ویا علیٰ الا علی ویا فاطر ویا محسن ویا منک الاحسان اسالک بالجملۃ اور پھر کہا بحق محمد و علی وفاطمۃ والحسن والحسین ان تغفرلی وتقبل توبتی بالفور جناب باری تعالیٰ سے آواز آئی۔ اے آدم۔ اگر ان پانچ ناموں کی وساطت سے اپنی ساری اولاد کے گناہوں سے مغفرت چاہتے تو آج میں تمہاری یہ دعا بھی قبول کر لیتا۔ یہی وجہ ہے کہ فرمایا۔ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ ؕ

بشارت حضرت شیث علیہ السلام:

خلاصۃ الحقائق میں لکھا ہے کہ جب حضرت آدمؑ زمین پر وارد ہوئے تو خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ اپنے بیٹے حضرت شیثؑ سے عہد لیں اور وصایا و مواثیق پر کاربند کریں کہ وہ نورِ کامل السرور سید الانبیاء اور گوہرِ اوہر سند الاصفیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی صورت بھی ناراض نہ کریں اور یہ وصایا نسلاً بعد نسلاً جاری رہیں چنانچہ جب تک حضرت شیث علیہ السلام زندہ رہے ان کی زبان پر درودِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جاری رہا۔

بشارت حضرت نوح علیہ السلام:

حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مصروف تھے تو حکم ہوا اس کشتی کے ۱۲۴۰۰۰ (ایک لاکھ چوبیس ہزار) تختے بنائے جائیں اور ان پر تمام انبیاء کرام کے اسماء گرامی تحریر کئے جائیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی مدد سے یہ اسماء گرامی مرتسم کر دیئے گئے۔ دوسرے دن جب کام شروع کیا تو دیکھا کہ تمام اسماء محو ہو چکے ہیں بڑے متفکر ہوئے۔ دوسرے دن لکھے تو ایسا ہی واقعہ دیکھا۔ تیسرے روز وحی آئی اور حکم ہوا کہ ان تمام اسماء انبیاء کا آغاز ہمارے نام نامی سے کرو اور ختم میرے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پر کرو۔ اس طرح یہ کشتی اللہ کی پناہ میں رہی اور شیطان کے حملے ناکام ہو گئے۔ حضرت نوحؑ اسی غیبی تعلیم کی روشنی میں انبیاء کرام کے اسماء گرامی کو لکھتے گئے۔ خدائے رب العٰلمین کے نام سے آغاز کیا جب آخرین اسم گرامی محمد رسول اللہ کندہ کیا گیا تو غیب سے آواز آئی یا نوحؑ

الآن قد تمت سفینتك (اب تمہاری کشتی مکمل ہوگئی ہے)۔
کشتی کے تمام تختے جوڑ دیئے گئے تو آخر میں صرف چار تختوں کی جگہ باقی رہ گئی۔ حضرت جبرائیل سے مشورہ کیا کہ ان چار تختوں پہ کن اسمار گرامی کو لکھا جائے۔ حضرت جبرائیل نے فرمایا۔ اے شیخ الانبیار! سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار دوست ہوں گے۔ ان تختوں پہ ان کے نام لکھ دیئے جائیں۔ یہ چار نام اسلام کے درخشاں ستارے ہیں۔ ان اسمار کی برکت سے آفاتِ سماوی سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔
چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ عظیم الشان کشتی انبیارِ کرام کے اسمار گرامی اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں سے معمور ہوگئی۔ ان پاکیزہ ناموں کی برکت سے اس تاریخی طوفان میں تباہ ہونے سے بچ گئی اسی طرح اگر انسان اللہ تعالیٰ کی محبت۔ انبیار علیہم السلام کی تصدیق۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور چہار صحابہ رسولؐ کی اُلفت سے آراستہ نہ ہوگا اور اس کے دل پہ یہ اسمار نقش نہ ہونگے تو طوفانِ برزخ سے اپنے آپ کو سلامت نہیں لے جا سکے گا۔

چہ غم خوریم کہ در دلِ غم خدا داریم — درون سینہ ہمہ مہر مصطفےٰ داریم
براہِ صدق و صفا میرویم تا مقصود — کہ رہنمائے چو یاران مصطفےٰ داریم
بذیل رحمتش از مہر این خجستہ فریق — بروز حشر ہمہ دست التجا داریم

بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام: حضرت ابو امامہ رضؓ باہلی نے حضور علیہ السلام کی حدیث بیان کی ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بہشت کو خواب میں دیکھا۔ بہشت کی وسعت زمین و آسمان دونوں کی وسعت کے برابر ہے۔ آپ نے پوچھا۔ یہ مبارک جگہ اور پر امن مقام کس کی ملکیت ہے۔ آواز آئی۔ اُعِدَّتْ لمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اُمَّتِہٖ (اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت کے لئے تیار کیا گیا ہے) جنت کے باغوں کی جڑوں کی تلاش کی گئی تو وہ شہادت ان لا الٰہ الا اللہ بنائی گئی تھیں کونپلیں دیکھی گئیں تو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ سے بنی تھیں۔ پھلوں کو دیکھا گیا تو وہ سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ سے بنائے گئے تھے۔ خواب سے بیدار ہوئے تو اپنی قوم کو بلا کر سارا واقعہ بیان کیا۔ قوم نے پوچھا کہ یا خلیل اللہ ہمیں محمد رسول اللہ اور ان کی امت کا پورا پورا تعارف کرائیں تاکہ ان کی جلالت

اور قدر و منزلت کا ہمیں بھی علم ہو۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کما حقہٗ شانِ مصطفیٰ بیان نہ کر سکے اللہ کے حضور میں سجدہ ریز ہوئے اور جلال و عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیان کی توفیق چاہی، حضرت جبرائیل امین آئے اور کہا ابراہیمؑ سر اٹھاؤ! غم نہ کرو حضرت جبرائیلؑ نے خواب کا سارا واقعہ سنایا اور قوم کے اشتیاق کا اظہار کیا۔ چونکہ مجھے مناظر شمائل، محاسن اور فضائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کما حقہٗ معلوم نہ تھے مجھے جواب میں تامل تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مکمل طور پہ بیان کرنا تو میرے بھی اختیار سے باہر ہے۔ ہاں۔ ربِ ذوالجلال سے دریافت کرتا ہوں۔ دربار خداوندی میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو حکم ملا۔ جبرائیل! محمدؐ میرے رسولؐ ہیں نبی ہیں وصی ہیں۔ میری مخلوق کے بہترین فرد ہیں۔ میں نے اپنے بندوں کی طرف بہترین انتخاب اور اعلیٰ ترین بعثت کیا ہے اور کائناتِ ارضی و سماوی سے بہتر ہیں۔ آپ کی امت سابق اور اواخر انبیاء کی امتوں سے بہترین ہے مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے اور مجھے اپنے مجد و کرم کی قسم ہے میں نے اپنے محبوب کو برگزیدہ خلق کیا اور اس کی امت کو آسمان و زمین کی پیدائش سے بیس ہزار سال پہلے پیدا فرمایا اور میدان حشر میں وہ تمام امتوں میں سے پہلے اور عمدہ صورت میں اٹھیں گے۔ جرداً مرداً غرمحجلین متوجین ناعمین مبرورین مغبوطین یغبطھم الانبیاء وامھا قیامت کے دن وہ تمام برائیوں سے مبرّا ہوں گے۔ تمام نوجوان ہوں گے خوبصورت ہوں گے ان کے ہاتھ پاؤں اور چہرے نوری ہوں گے یہ نور ان کے وضو کی ضیاؤں کی وجہ سے ہوگا۔ ان کے سروں پہ تاج ہوں گے۔ ان کی نعمتیں مقرر ہوں گی وہ خوش و خرم ہوں گے۔ ان کی حالت انبیاء معظم کی طرح ہوگی۔ تمام امتوں کے درجوں سے بڑھ کر درجہ ہوگا۔ وہ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارد گرد ہوں گے۔ ان کی پیشانیوں پر قلمِ قدرت سے یہ کلمہ ثبت ہوگا انی انا اللہ لا الٰہ الا انا اے جبرائیل، یہ مختصر سی تعریف ہے جو تم نے رسولِ مقبول اور ان کی امت کے بارے میں سنی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام واپس آئے اور حضرت ابراہیم نے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا یارب اجعلنی من امتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ "اے اللہ مجھے امتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بنا۔"

زہے طفلے کہ عالم شد طفیلش	خلیل از سفرہ انداز ان خیلش
مراد کن فکان مقصود کونین!	کمان ابروئے بزم قاب قوسین

بشارت حضرت یوسف علیہ السّلام: حضرت یوسف علیہ السّلام کو چاہِ کنعان میں بعض غیبی احوال واضح ہوئے چنانچہ درجات جنّت حور و قصور دیکھے عرشِ مجید کو ملائکہ کی نوری جماعتوں کے ساتھ دیکھا۔ عرش کے ارد گرد کے ماحول کو ملاحظہ کیا۔ بہت سے ملائکہ کو مشغول استغفار پایا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپ کی امّت کے تعلق کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے بتایا۔ حضور نبی الرحمۃ وشفیع الامّۃ حضرت یوسف علیہ السّلام نے نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی برکت سے اس مصیبت سے نجات چاہی۔ اللہ تعالیٰ نے اس نام کی برکت سے کنوئیں میں ایک ایسا درخت پیدا کیا جس کی شاخیں کناروں کو چھو رہی تھیں۔ میوے لگے پکے اور حضرت یوسف علیہ السّلام کی صبر و قناعت کا ثمرہ بن کر خوراک بنے اور پھر حضور پرنور کی برکت سے اس چاہ قناعت سے نجات پائی اور حضرت کی دولت اور عزّت و منزلت کے" مقامات پر پہنچے۔

بشارت حضرت موسیٰ علیہ السّلام: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، وماکنت بجانب الطُّورِ اِذْ نَادَیْنَاہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب سیّدنا موسیٰ علیہ السّلام کو تورات کی الواح عطا ہوئیں تو آپ مسرّت وسرور میں وادیٔ طور میں کھڑے ہو کر بارگاہِ الٰہی میں عطا کہنے لگے۔ اے اللہ! تو نے مجھے اتنی بڑی نعمت سے نوازا ہے جو اس سے پہلے کسی کے حصّے نہیں آئی۔" وحی آئی۔" موسیٰ! مَیں نے اپنے بندوں کے دلوں پر نگاہ کی تو تمہارے دل سے متواضع مجھے کوئی بھی دل نہ ملا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہیں اپنی رسالت اور کلام سے سرفراز فرمایا فَخُذْ مَا اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشَّاکِرِیْنَ۔" مَیں نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے۔ لے لو۔ اور شکر گذار بن جاؤ"۔ مزید فرمایا وَمُتْ عَلَی التَّوْحِیْدِ وَعَلٰی حُبِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اور توحید اور حُبّ محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر زندگی کا خاتمہ کر دو۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دریافت کیا۔ یا اللہ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کون ہیں جن کی محبّت تیری توحید کے ساتھ وابستہ ہے اور جس کا اسمِ گرامی موت کے وقت بھی ضروری ہے۔ فرمایا۔ موسیٰ! محمد رسول اللہ وہ ہیں جن کا نام نامی تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے ہی عرش عظیم کے کنگروں پہ لکھ دیا تھا۔ فرمایا اے موسیٰ! تم چاہتے ہو کہ مَیں تمہارے نزدیک اتنا رہوں جتنی تمہاری بات تمہاری زبان ہے۔ تمہارا

خیال دل سے۔ تمہارا روح بدن سے۔ تمہارا نور بصیرت آنکھ سے۔ تمہاری سماعت کان سے۔ تمہاری آنکھوں کی سیاہی۔ تمہاری آنکھوں کی سفیدی سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ یا اللہ۔ میری آرزو اور میری تمنّا تو یہی ہے کہ مَیں تیرے قریب تر رہوں۔ فرمایا۔ موسیٰؑ! پھر میرے محبوب محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر بے پناہ درُود پاک پڑھا کرو۔ اور بنی اسرائیل کو یہ پیغام پہنچا دو کہ جو بھی میرے دربار میں آئے گا" اور اس کے دِل میں جناب محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رسالت کا انکار ہوگا اسے دوزخ کے شعلوں کے حوالے کر دیا جائے گا اور اسے حجابات میں چھپا دیا جائیگا وہ میرے دیدار کی دولت سے محروم رہ جائے گا اور مرُدود بنا دیا جائے گا۔ کوئی فرشتہ اس پہ رحم نہیں کرے گا۔ کوئی نبی شفاعت نہیں کرے گا۔ فرشتے ان کے لئے جہنّم کے دروازے کھول دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی۔ یا الٰہی۔ مجھے بتایا جائے کہ محمّد رسول اللہ کون ہیں جن کے درُود کے بغیر تیرا تقرب مجھے نصیب نہیں ہو سکتا۔ فرمایا۔ اے موسیٰؑ۔ اگر مَیں حضرت محمّد رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور ان کی امّت کو پیدا نہ کرتا۔ تو مَیں جنّت و دوزخ۔ آفتاب و ماہتاب لیل و نہار۔ ملائکہ مقربین۔ انبیاء مرسلین حتیٰ کہ تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔ اگر تم بھی نبوّت محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا اقرار نہیں کرو گے اور اس پہ درُود نہ پڑھو گے تو تمہیں بھی آتشِ دوزخ میں پھینک دیا جائے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ اے اللہ۔ مَیں محمّد صلیّ اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نبوّت پہ ایمان لاتا ہوں اور ان کی رسالت و فضیلت کی گواہی دیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ بے پناہ درُود پڑھوں گا مگر ایک سوال کرنے کی اجازت چاہتا ہوں مجھے اس سوال کا جواب مِلنا چاہیئے۔ کیا مَیں تیرا زیادہ محبوب ہوں یا محمّد صلیّ اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ فرمایا۔ موسیٰؑ تم میرے کلیم ہو۔ محمّد میرے حبیب ہیں۔ کلیم وہ ہوتا ہے جو اللہ سے محبّت کرے لیکن حبیب وہ ہوتا ہے جسے مَیں چاہُوں۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کی کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے۔ فرمایا۔ کلیم وہ ہے جو اللہ سے محبّت کرے اور جو چیز اللہ کو پسند ہو اُسے بجا لائے مگر حبیب وہ ہوتا ہے خدُا اس سے محبت کرے اور جو وہ چاہے خدا وہ کرے۔ کلیم رات بھر قیام کرتا ہے اور دن بھر روزہ رکھتا ہے۔ متواتر چالیس روزے رکھتا ہے۔ چالیس راتیں بیدار رہتا ہے پھر جا کر وادیٔ سینا پہ آ کر مجھ سے ہم کلام ہو سکتا ہے حبیب وہ ہوتا ہے کہ اپنے بستر استراحت پہ آرام فرما رہا ہو اور خدا جبرائیل علیہ السّلام کو اس کے

دروازے پر بھیجے اور اسے آنکھ جھپکتے اوپر لے آئے اور اسے وہ مقام حاصل ہو کہ میری کسی مخلوق کو نصیب نہ ہوا۔ اے موسیٰ! مَیں نے تم سے اس وقت کلام کیا جب تم طورِ سینا پر تھے۔ مگر مَیں نے اپنے حبیب سے اس وقت گفتگو کی جب وہ قابَ قوسَینِ اَو اَدنیٰ کے مقام پر تھا۔

با تلی السّمَاءِ تکلّم بربہ — وجبریل نائی والحبیب مقرب

بعزّت سیّدنا علی کل اتہ — وما آتنا فیما النبیّون ترغب

بشارت حضرت داؤد علیہ السّلام :

حضرت داؤد علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی۔ اے اللہ۔ مَیں جب زبور کی تلاوت کرتا ہوں تو مجھے ایک نور نظر آتا ہے۔ میرا محراب خوشی سے جھُومنے لگتا ہے اور میرا قلب و جگر انتہائی راحت محسوس کرتا ہے۔ میرا حجرہ منوّر ہو جاتا ہے۔ اللہ! وہ نور کیسا ہے؟ فرمایا۔ یہ نورِ محمّدی ہے۔ مَیں نے اسی نور کی طفیل دنیا۔ آخرت۔ آدم۔ حوّا۔ جنّت اور دوزخ کو پیدا فرمایا تھا۔ حضرت داؤدؑ نے بلند آواز سے نام محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم لیا تو پرندے۔ جنگلی وحشی کوہ و دشت بیاباں اور صحرا سے ایک گونج آئی کہ صدقت یا داؤد اے داؤد۔ آپؑ نے صحیح کہا۔ اسی مضمون کو کلامِ الٰہی سے بیان کیا۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ۔ اس دن کے بعد جب کبھی زبور کی تلاوت فرمانے لگتے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لیتے

بشارت حضرت سلیمان علیہ السّلام :

ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السّلام اپنے لاؤ لشکر سمیت اصطخر سے یمن جا رہے تھے۔ یہ لشکر ہوا میں اُڑتا جا رہا تھا کہ مدینہ پاک کی سرزمین کے نزدیک ہو کر گذرا تو فرمانے لگے۔ ان ھٰذہ دار ھجرۃ نبی اٰخرالزمان طوبیٰ لمن اٰمن بہٖ واتبعہ یہ مقام نبی آخر الزّمان کا دار الہجرت ہے وہ بڑا خوش نصیب ہوگا جو آپ کی اتباع کرے اور آپ پر ایمان لائے گا۔ وادی مدینہ سے گذر کر جب آپ سرزمین مکّہ میں پہنچے تو نیچے دیکھا کہ مشرکین مکّہ ہزاروں بُت خانے آباد کر رہے ہیں حضرت سلیمان علیہ السّلام اس مقام سے خاموشی سے آگے بڑھ گئے تو کعبۃ اللہ بارگاہِ ربّ العزّت

میں رویا اور عرض کی کہ اے اللہ۔ یہ تیرے پیغمبر جن کے پاس اولیاء اللہ کا ایک لشکر ہے اور تیرے نیک بندوں کا مجمع ہے۔ وادی مکہ سے گذر گئے اور قدم رنجہ نہیں فرمایا نہ نماز ادا کی نہ تسبیح و ذکر کیا حالانکہ مشرکین اپنے بتوں کو پوج رہے ہیں خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔ اے کعبہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تیری سرزمین کو سجدہ کرنے والوں سے بھر دیا جائے گا اور اپنا آخرین کلام قرآن مجید اسی سرزمین پہ نازل کروں گا اور اپنا عظیم اور پیارا نبی اسی شہر میں مبعوث کروں گا۔ وہ نبی مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو گا۔ میں ایک ایسی جماعت بھیجوں گا جو تعمیر کعبہ میں مصروف ہو جائے گا اور پھر لوگ کعبۃ اللہ کا طواف کریں گے اور زیارت کو آیا کریں گے حتیٰ کہ اس خطۂ پاک کو پُر امن بنا دُوں گا اور اس سرزمین سے بتوں کی الائش اور نجاست کو صاف کر دیا جائے گا اور شیاطین یہاں سے بھاگ جائیں گے اور مشرکین کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام اس وادی میں تشریف لائے اور کعبۃ اللہ میں نماز و قیام فرمایا اور کعبہ کے پاس ہی پانچ ہزار اونٹ۔ پانچ ہزار گائے اور بیس ہزار دُنبے قربان کئے اور اپنی قوم کے معززین کو خطاب کرتے ہوئے بتایا یہ وہ مقام ہے جہاں نبیٔ عربی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پیدا ہوں گے۔ اللہ کی نصرت اور تائید انہیں حاصل ہو گی آپ کا حکم اور تازیانہ مخالفین پہ نافذ ہو گا۔ آپ کی ہیبت اور شوکت سے مخالف ایک ماہ کی راہ تک دُور رہیں گے۔ دُور و نزدیک کے لوگ اپنے بیگانے سب حکمِ حق پہ ایمان لائیں گے کرنے والوں کے تحفے اور پیغامِ رسالت کی راہ میں کھڑے ہونے والی رکاوٹیں ان کے مقاصد کے سامنے نہ ٹھہر سکیں گے۔

وہ کتنے خوش نصیب لوگ ہوں گے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بعثت کے وقت موجود ہوں گے اور دولتِ ایمان سے مالا مال ہوں گے۔ حاضرین نے دریافت کیا۔ یا نبی اللہ! آپ کے اور نبی آخر الزمانؐ کے درمیان کتنا عرصہ ہو گا۔ آپ نے بتایا۔ تقریباً ایک ہزار سال ؑ یہ بشارت دینے کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور وادیٔ نمل سے گذرتے ہوئے آگے بڑھے۔ (عرائس از ثعلبیؒ)

بشارت حضرت شعیب علیہ السّلام

آپ نے اپنی قوم کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو ایسے سوار دکھائے ہیں۔ ایک گدھے پہ سوار تھا

اور ایک اُونٹ پہ۔ گدھا سوار ماہتاب وآفتاب کے حسن کا مالک تھا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے مگر شتر سوار آفتاب و ماہتاب کے حسن کو شرما رہا تھا یہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔

بشارات حضرت عیسیٰ علیہ السّلام :

امام ثعلبی نے عرائس میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے حواریین مچھلی کا شکار کر رہے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا وہاں سے گذر ہُوا۔ آپ نے پُوچھا کیا کر رہے ہو۔ کہنے لگے مچھلی کا شکار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ آؤ۔ میرے ساتھ مِل کر انسانوں کا شکار کریں۔ انہوں نے پوچھا۔ اے نوجوان! تمہارا کیا نام ہے اور کیا کام کرتے ہو؟ آپ نے بتایا۔ مَیں عیسیٰ ابنِ مریمؑ ہوں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ انہوں نے دریافت کیا۔ کیا آپ سے بڑھ کر کسی اور رسول کو مرتبہ ملا۔ فرمایا۔ ہاں۔ پیغمبر آخرالزمان صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ اگر مَیں ان کے نعلین پا میں کھڑا ہو سکوں تو میری خوش قسمتی ہے چنانچہ سارے حواری آپ پر ایمان لے آئے اور اتباع کرنے لگے۔ انہیں جہاں بھوک لگتی؛ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے مانگتے۔ آپ زمین پہ ہاتھ مارتے اور ہر ایک کے لئے دو دو روٹیاں نکال کر دیتے اور بھوک دُور کرتے جب کوئی پیاسا ہوتا تو زمین سے صاف اور ٹھنڈا پانی نکال پلتے اور پیاس بُجھاتے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے حواریین ایک دوسرے سے مِل کر رہتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے اس معجزہ پہ فخر کرتے اور کہا کرتے۔ اے ابنِ مریمؑ! بھلا ہم سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے۔ جس وقت ہم چاہتے ہیں کھانا مِل جاتا ہے جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو مِل جاتا ہے ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور اتباع کرتے ہیں۔ اس کھاتے۔ پانی اور ایمان اور اتباع کی دولت سے ہمارے دِل تمام دنیاوی آلائشوں سے پاک ہو گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے بتایا۔ تم میں سے افضل وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے کمائے اور اس محنت کی کمائی سے کھائے اس کے بعد وہ کاشت کاری کرتے اور محنت سے روزی کما کر کھاتے۔

۲ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی زبان سے یہ الفاظ درج ہیں "مَیں اپنے ربّ اور تمہارے ربّ کی طرف جا رہا ہے۔ مَیں فارقلیط کے ربّ کی طرف جا رہا ہوں۔ وہ فارقلیط جو میری شہادت دے گا جس طرح میں اس کی حقّانیت کی گواہی دے رہا ہوں۔ وہ تمہارے

لئے تمام چیزوں کی وضاحت کرے گا۔" فارقلیط سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس کے معنیٰ احمدؐ کے معنیٰ سے بڑے قریب ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں یوں ہے کہ پہلی امتیں ہمیشہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام لیواؤں کی تکذیب کرتی رہتی تھیں۔ یہودی تو ہر معاملہ میں آپ پہ الزام تراشی کیا کرتے تھے حتیٰ کہ حضورؐ تشریف لائے تو عصمتِ مریمؑ اور دیگر واقعات کی تصدیق فرمائی اور یہودیوں کے الزامات اور بہتانوں کو رد فرمایا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور اپنی امت کو بھی ہدایت کر دو کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو دوزخ و بہشت کو پیدا نہ کیا جاتا جب میں نے عرش کو پانی پہ نصب کیا تو وہ کانپنے لگا اور چکر کھانے لگا۔ میں نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس پہ لکھ دیا تو اس کے برکات سے ساکن ہو گیا۔ جب عرشِ معلّیٰ کا اضطراب کلمہ پاک کی برکات سے تسکین پا سکتا ہے تو بندۂ مومن کا دل اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ کی روشنی میں خوف و قلق، خشیت و دہشت سے بھی سکون پائے گا۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اسی نکتہ کی تصدیق ہے۔

فصل چہارم

متقدمین حکماء اور علماء اقوامِ عالم کی شہادتیں

قدیم زمانہ کے مؤرخین، سیرت نگار اور تذکرہ نگار حضرات نے اپنی مشہور و معروف تصانیف سے اہلِ علم کی معلومات میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنی نگارشات کے موتی بکھیرے ہیں رنگین عبارات کے دریا بہا دیئے ہیں۔ ان واقعات میں بادشاہ کشور کشادہ صاحبقرآن وخسرو عالی لائے بادشاہ نشاں مسمی بہ حمیر بن وردع وملقب بہ ملک تبع جو زمانہ قدیم کے شہنشاہوں سے برتر سمجھا جاتا ہے۔ اور اپنی عقل و دیانت کی وجہ سے صدیوں ممتاز جہاں رہا ہے کے حالات کو بڑی

تفصیل سے بیان کیا گیا ہے چنانچہ محمد اسحاق اپنے مغازی میں لکھتے ہیں کہ تبع ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک تھا جنھوں نے کائنات ارضی پر اپنا قبضہ کر رکھا تھا اس کے پاس اس زمانہ میں بہت بڑا لشکر تھا جس کی تعداد ایک سو تینتیس ہزار سوار اور ایک سو تیرہ ہزار پیادہ سپاہی پر مشتمل تھی۔ یہ شخص رسم جہاں کشائی۔ تدبیر جہاں بانی۔ تعمیر و ویرانی اور تسخیر ممالک کے تمام اصولوں کو جانتا تھا۔ اس کے دانشمند وزراء اور معروف اراکین سلطنت بڑے دانش مند زمانہ تھے۔ ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہوئی تھی۔ یہ پرشکوہ لشکر ایک دفعہ مکہ مکرمہ کے نواح سے گذرا تو اہل مکہ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور ان کے استقبال و خاطر و مدارات کی طرف خیال تک نہ کیا۔ اہل مکہ کے اس رویہ سے بادشاہ بڑا کبیدہ خاطر ہوا اور ان کے متکبرانہ رویہ پہ بڑا غضبناک ہوا۔ اس نے اپنے خاص وزیر سے علیحدگی میں مشورہ کیا اور اہل مکہ کے اس ناروا سلوک کی وجہ معلوم کی۔ تو وزیر نے بتایا۔ اے بادشاہ سلامت! آپ تو اقوام عالم کی خصوصیات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اہل عرب دراصل اپنی جہالت پہ ہی نازاں ہیں چونکہ اس خطہ پاک کو اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ کا خطاب حاصل ہے وہ اسی فخر و تکبر میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ کعبۃ اللہ کو برباد و مسمار کر دیا جائے اور اہل مکہ کا قتل عام کیا جائے۔ یہ خیال آتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے سر میں شدید درد مسلط کر دیا۔ اس کے ناک۔ کان۔ منہ اور دانتوں سے خون بہنے لگا۔ حکماء و اطباء کے علاج کارگر نہ ہوئے اور یہ شدت تیز سے تیز تر ہوتی گئی حتیٰ کہ اسی تکلیف سے موت کے کنارے جا پہنچا۔ بادشاہ نے وزیر کو بلا کر کہا کہ میں مختلف ممالک کے چار ہزار حکماء سے علاج کرا چکا ہوں لیکن بیماری دور نہیں ہوئی بلکہ ان اطبا نے اپنے عجز کا اعتراف کر لیا ہے۔ بادشاہ کی بے بسی دیکھتے ہوئے ایک بہت دانا نے جو نگاہ بصیرت کا مالک تھا۔ کہا۔ اگر بادشاہ مجھے اپنے دل کا حال بلا کم و کاست بتا دے تو میں علاج کر سکتا ہوں اور میں جو بھی سوال کروں اس کا جواب سچ دے تو اسے صحت ہو سکتی ہے۔ بادشاہ نے دانا کی ساری شرطیں مان کر علیحدہ کمرے میں بلایا۔ دانا بادشاہ سے مختلف سوالات کرتا رہا جب بات یہاں تک آ پہنچی کہ بادشاہ کو کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے اور اہل مکہ کے قتل عام کرنے کا ارادہ ظاہر کرنا پڑا۔ دانا نے فوراً کہا کہ آپ کی بیماری کی جڑ تو یہی خیال ہے۔ اے بادشاہ وقت! یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ اس گھر کا مالک غیب و اسرار کا جاننے والا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس ارادے کو اپنے دل سے نکال دو

تاکہ دین و دنیا کی نعمتیں آپ کے حصہ میں آئیں۔ بادشاہ نے اپنے خیالات بدلے۔ توبہ کی۔ کعبۃ اللہ اور اہلِ مکہ کے لئے نیک ارادے کا اظہار کرنے لگا۔ ابھی دانا کمرے سے باہر نہیں گیا تھا کہ بادشاہ شفایاب ہوگیا چنانچہ بادشاہ اس واقعہ کے بعد اپنے دین سے تائب ہوکر دامنِ اسلام میں آگیا اور مِلّت ابراہیمی میں شامل ہوگیا۔ کعبۃ اللہ کی تعظیم و اکرام کرنے لگا۔ علماء مکّہ سے زیارت کے طریقے اور حج کے مناسک معلوم کئے۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اہلِ مکّہ کی عظیم الشان دعوت کی چنانچہ مکّہ کے تمام امیر و غریب۔ ادنیٰ و اعلیٰ۔ اس ضیافت میں شریک ہوئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ضیافت میں پانی کی جگہ شہد خالص دیا جائے۔ سارا دن یہی کام کرتا۔ مجاورانِ کعبہ کا خصوصی احترام کرتا۔ غلافِ کعبہ ریشم نایاب سے تیار کرایا گیا مگر خواب میں دیکھا کہ یہ ریشمی غلاف کعبۃ اللہ کے شایانِ شان نہیں ہوسکتا۔ کوئی اور کپڑا مہیا کیا جائے۔ دوسرے دن خوشبودار کپڑا تیار کیا گیا لیکن پھر بھی یہی خواب دیکھی کہ یہ کپڑا شایانِ شان نہیں۔ تیسرے روز سات پردوں والا غلاف تیار کیا گیا جس میں بُردِ یمانی اور حریر استعمال ہوا تھا۔ اس خدمت کا صلہ یہ مِلا کہ قیامت تک غلافِ کعبہ کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑے کا انتخاب کیا جاتا ہے چنانچہ وقت کے بادشاہ ہمیشہ کعبۃ اللہ کے لباس کو تیار کرنا اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ بتوں کو کعبۃ اللہ سے ہٹا دیا جائے اور ناپاک عورتوں کا داخلہ بند کر دیا جائے اور کعبۃ اللہ کے در و دیوار کو قربانی کے خون سے آلودہ نہ کیا جائے۔ اس نے کعبۃ اللہ کا ایک بہت بڑا دروازہ بنوایا۔ اس پر مضبوط سا تالا لگا کر چابی مجاوران کعبہ کے حوالے کر دی۔ پھر وہاں سے مدینہ منوّرہ کا رُخ کیا۔ ان دنوں مدینہ کے شہر کو چراغاں کیا گیا۔ روشنیوں سے شہر کو بقعۂ نور بنا دیا گیا۔ ہر طرف پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ چار ہزار حکماء میں سے نہایت عقل مند حکیم جس کا نام شامول تھا۔ حکم دیا کہ اس شہر کے مستقبل کے متعلق ایک نقشہ تیار کیا جائے اور مجھے بتایا جائے کہ اس کی تعمیر و ترقی کے لئے کیا کرنا چاہیئے حکماء نے حساب لگا کر بتایا کہ ایک وقت آئے گا کہ اس شہر میں نبی آخر الزّمان ہجرت کر کے قیام فرما ہوں گے۔ شامول کی۔ ان باتوں کے بعد بادشاہ کے حکماء نے عہد کیا کہ ہم لوگ اس شہر کو بارونق بنا کہ قیام کریں اور اس آخر الزّمان نبیؐ کا انتظار کریں اور عہد و مواثیق کئے کہ اگر ہماری موت کے بعد وہ نبی آخر الزّمان تشریف لائیں تو ہماری اولاد

اس کی اتباع کرے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے وزیرِ اعظم عمیاریسا کو بلایا کہ ان لوگوں سے اس موضوع پر گفتگو کی جائے۔ ان علماء و حکماء نے بتایا کہ ہمارا علم یہی بتاتا ہے کہ یہ مبارک موضع اور متبرک شہر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجرت گاہ ہوگا۔ اس نبی آخر الزماں کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں عصا ہوگا۔ اونٹنی پر سوار ہوگا۔ صاحبِ قرآن و قبلہ ہوگا۔ صاحبِ لواء اور منبر ہوگا اور لوگوں کو لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھائے گا مکہ میں پیدا ہوگا۔ مدینہ میں ہجرت کرکے قیام کرے گا اور یہی شہر اس کا مدفن ہوگا۔ اب ہمارا فیصلہ تو یہی ہے کہ اسی شہر میں قیام کرلیں ہوسکتا ہے کہ ہماری اولاد میں سے کسی کو اس نبی کی زیارت نصیب ہو تو وہ دولتِ ایمان و اتباع سے بہرہ ور ہوسکے۔ وزیرِ اعظم ان کی گفتگو سن کر دل ہی دل میں کہنے لگا کہ میں بھی اسی شہر میں قیام کروں گا مگر بادشاہ کے سامنے ان حضرات کی گفتگو بیان کی تو بادشاہ نے بھی یہی نیت کرلی لیکن ظاہری طور پر اس ارادہ کا اظہار اس لئے نہ کرسکا کہ اس کے پاس ایک عظیم لشکر اور کثیر ہمراہی تھے۔ ہوسکتا تھا کہ ان میں مخالفت ہو جاتی۔ البتہ اس نے یہ حکم دیا کہ ان چار ہزار حکماء کے لئے علیحدہ علیحدہ مکانات تعمیر کردیئے جائیں اور ان مکانات میں ان حکماء کو خوب صورت کنیزیں دے دی جائیں تاکہ افزائش نسل کا سلسلہ جاری رہ سکے اور ہر ایک کے لئے زندگی کی تمام سہولتیں مہیا کردی گئیں تاکہ کوئی دل برداشتہ ہوکر شہر چھوڑ کر نہ جائے۔ ایک نہایت نفیس کتاب میں ایک خط تحریر کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام نامی اور اسم گرامی سے معنون تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔

"الی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ خاتم النبیین ورسول رب العالمین من تبع بن حمیر بن وردع "اما بعد یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فانی آمنت بک وبکتابک الذی انزل اللہ علیک وعلی دینک وسنتک وامنت بربک ورب کل شئ ماجاء من ربک من شرائع الایمان والاسلام وانا قبلت ذلک فان ادرکتک فیھا ونعمت وان لم ادرکتک فاشفع لی یوم القیمۃ ولا تنسنی فانی من امتک الاولین وتابعتک قبل مجیئک وقبل ارسالی اللہ تعالی ایاک وانا علی ملتک وملۃ ابیک ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام"

اس کے بعد اس پر سونے کی مہر ثبت کردی کہتے ہیں کہ اس مہر پر یہ کلمہ منقوش تھا۔

لله الامر من قبل و من بعد ویومئذٍ یفرح المؤمنون۔ خط کو شامول کے سپرد کیا اور اس کی حفاظت کرنے کی وصیت کی اور کہا کہ اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری سے شرفیاب ہو جاؤ اور اس پیغمبر کی بعثت کا زمانہ تمہیں میسّر آجائے تو اس مخلصانہ خط کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص ملازمین کے سپرد کرنا وگرنہ اپنی اولاد کے سپرد کریں اور انہیں اس کی حفاظت کی تاکید کریں نسلاً بعد نسلاً اسی طرح کرتے رہیں یہاں تک کہ اس سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیمیا اثر نگاہِ رحمت کے سامنے پیش ہو۔ ان مہمات سے فارغ ہونے کے بعد تبّع شہر حبیب[۳] کے باشندوں سے رخصت ہوا اور مدینہ سے کوچ کر کے ہندوستان کے تقلستان تک پہنچا۔ وہاں اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور وہیں سپردِ خاک ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس کے یوم وفات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت تک پورے ایک ہزار سال کا زمانہ تھا

پیش از رسیدن تو بہ پیش از ہزار سال تبّع در آرزوئے تبع بودن تو بود!

وہ انصار جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت اور مدد کی۔ تبع کے ان چار ہزار حکماء کی اولاد سے تھے جنہوں نے مدینہ میں قیام کیا اور تبع کا وہ خط اُن کے بیٹوں اور بیٹوں سے اولاد تک منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت ابوایوبؓ انصاری رضی اللہ عنہ جو شامول کے اکیسویں[۲۱] بیٹے تھے تک پہنچا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منوّرہ کی طرف متوجہ ہونے کی خبر پہنچی۔ اس نامہ نامی اور صحیفہ گرامی کو ایک معتبر شخص جس کی کنیت ابویعلیٰؓ تھی کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے بھیجا۔ جب اس نے قبیلہ بنی سلیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو ابویعلیٰ ہے اور تبع کا خط تیرے پاس ہے وہ شخص بڑا حیران ہوا حالانکہ وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتا نہیں تھا۔ اُس نے کہا آپ کون ہیں۔ مجھے آپ کے چہرہ پہ جادو کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا۔ فرمایا۔ انا محمّد بن عبداللہ ھات الکتاب۔ میں محمّد بن عبداللہ ہوں۔ خط دیجیے۔ ابویعلیٰ نے انتہائی اخفا سے خط سپردہ میں لپٹا ہوا تھا۔ نکالا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔ جب آپ خط کے مضمون سے مطلع ہوئے تو زبان سے تین مرتبہ اس کلمہ کو فرمایا۔ مرحبا باخ الصالح۔ ابویعلیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضری سے شرفیاب

ہو چکا تو آپ نے اسے واپسی کا حکم فرمایا تاکہ اہلِ یثرب کو سید عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قدوم میمنت لزوم سے آگاہ کرے۔ ابو لیلی جسے ملتا یہ خوش خبری سناتا۔ ہر شخص نے اسے اپنی حیثیت کے مطابق عطیات دیئے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تشریف آوری پہ فرحاں و نازاں تھے اور زبانِ حال سے کہتے تھے۔

رسید آں شہ رسید آں شہ بیارائید ایوان را فرو برید ساعد ہا برائے خوب کنعاں را

ہلہ یاران کہ بخت آمد گہ ایثار رخت آمد سلیمانے بتخت آمد برائے عزل شیطاں را

بگو پیشش مناجاتت بگو اسرار حاجاتت سلیماں خود ہمیداند زبان جملہ مرغاں را

مرثد بن کلال کا خواب۔

ماہرینِ فن سیرت و تاریخ نے لکھا ہے کہ مرثد بن کلال صاحب جاہ جلال اور عظیم المرتبت بادشاہ تھا۔ ایک رات اس نے ایک خوفناک خواب دیکھا جس کی دہشت سے اس کا آرام و راحت جاتا رہا۔ بیدار ہونے کے بعد اس کا دل و دماغ اس خواب کے نقوش سے بالکل خالی تھا یعنی اسے اپنا خواب بھول گیا اور نسیان کی وجہ سے اس کی تشویش خاطر میں مزید اضافہ ہو گیا اور انتہائی رنج سے اس نے سارا ماجرا اپنی ماں کو سنایا جو فن کہانت میں ید طولیٰ رکھتی تھی۔ خواب کی فراموشی کے باعث وہ بھی تعبیر سے قاصر رہی اس نے تمام کاہنوں کو جمع کر لیا۔ سب نے بیک زبان کہا کہ اگر خواب یاد ہوتا تو یقیناً ہم اس کی تعبیر بتا سکتے تھے۔ جب عروس خواب کا چہرہ پردہ حجابات میں مستور ہے تو اس کی تعبیر دینا اور اس مشکل عقدہ کو ناخن تدبیر سے سکون بے حد دشوار امر ہے۔ کاہن اعترافِ عجز کے بعد منتشر ہو گئے اور اس مسئلہ کے حل اور اس کی ماہیت کی دریافت کے لئے (جو مرثد کے لئے بعید اہمیت کا حامل تھا) اس نے اپنی تمام تر توجہ مرکوز کر دی تھی حتیٰ کہ ایک روز نہایت انقباض اور پریشانی کی حالت میں شکار کو نکل کھڑا ہوا اور گھوڑا ایک ہرن کے تعاقب میں دوڑا دیا یہاں تک کہ اپنے خدام اور لشکر وحشم سے دور جا نکلا۔ زیادہ دوڑ دھوپ، قلبی اضطراب اور تمازتِ آفتاب کے باعث بدحال ہو گیا وہ کسی سایہ کی تلاش میں تھا تاکہ قدرے استراحت کر سکے۔ اسی اثنا میں ایک پہاڑ کے دامن میں جا پہنچا وہاں ایک دو گھروں پہ اس کی نظر پڑی جو ایک غار کے پاس واقع

تھے۔ اس نے دیکھا کہ ایک بڑھیا اس کے استقبال کے لیے چلی آرہی ہے اس نے چندے وہاں اس سے ٹھہرنے کی درخواست کی مرتبد کلاں نے اس بڑھیا کی التماس پر وہاں نزول اجلال فرمایا اطمینان اور سکون سے بسترِ استراحت پر جا لیٹا حتیٰ کہ نیند نے معاً اسے اپنی آغوش میں لے لیا جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو اس نے ایک دوشیزہ کو دیکھا جو حسن و جمال میں یکتائے روزگار تھی اور کمال عشوہ و ناز سے اس کے سرہانے جلوہ افروز تھی۔ موزوں شکل و شمائل اور حسن حشر ساماں کے ساتھ بیش بہا مختلف سنہری اور روپہری زیورات سے آراستہ و پیراستہ تھی اس کے رخساروں کے گرد ایسا ہالہ بنا ہوا تھا جس سے صباحت اور ملاحت کی تراوش ہوئی تھی۔ گویا وہ ایک ایسے آفتاب درخشندہ کی مثال تھی جس کی نقاب کے اندر سے ضیا پاشیاں ہو رہی تھیں اس کے خمیدہ ابرو اس کی پیشانی کے فلک پر قوس قزح کی طرح دمک رہے تھے اس کے گھنگھریالے بال بنفشہ کی طرح اس کے چمنستان رخسار کے کنارے حلقہ کئے ہوئے تھے اور اس کا یاقوتی دہن ہنگام تبسم ہوا کے جھونکوں سے کھلے ہوئے انار کی طرح باصرہ نواز تھا۔ اس کی زلفوں کی کمندیں مجروح دلوں کے شکار کے لئے صیادوں کے دام کے مشابہ تھے اس کی زیبائی میں اضافہ کرنے والے چمکدار دانت سلک مروارید کی طرح اس کے دہن کے عقیق کی ڈبیہ میں ایسے لگتے تھے گویا فیروزہ رنگ آسمان کے برج میں پروین جگمگا رہے ہوں اور ناظر کے سرور و انبساط میں اضافہ کا باعث تھے۔

بمروارید دنداںہائے پُر نور   صدف را آب دنداں دادہ از دور

دو شکر چوں عقیق آب دادہ   دو گیسو چوں کمند تاب دادہ

فسونگر کردہ بر خود چشم خود را   زبان بستہ برابرو چشم بد را

مختصر یہ کہ یہ خوبرو دوشیزہ مرتبد کی خواب گاہ کے میں آئی اور اس سے سلسلہ تکلم شروع کیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے شاہ نامدار خدا کرے آپ تمام تفکرات اور پریشانیوں سے محفوظ رہیں اور اپنی تمام آرزوؤں اور تمناؤں سے بہرہ ور ہوں۔ کیا آپ کھانا تناول فرمائیں گے۔ مرتبد کو اس انداز گفتگو سے اپنا بھولا بسرا خواب یاد آیا لیکن اسے اندیشہ ہوا کہ مبادا کوئی دشمن میری اس تنہائی کے سبب مجھ پر غالب آجائے اور راج شاہی سے اس بہانے مجھے قعرِ ذلت و پستی میں پھینک دے۔ یہ سوچ کر اس نے بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا اور کوئی جواب نہ دیا اس دوشیزہ

نے جو عقل و دانش اور فہم و فراست سے بہرہ وافر رکھتی تھی۔ شاہ ذیجاہ کے خاطر عاطر کو زنگ اندیشہ سے دھو دیا۔ جب اس نے اسے ہر طرح مطمئن کر دیا تو بادشاہ کی ثناء اور تعریف شروع کر دی کہ اے شاہ ذیمرتبت! اور اے شہنشاہ عالم آرا تمام روئے زمین باہمہ فربہی و لاغری آپ کے تن نازنین پہ فدا ہے اور آپ کے سراپردہ عظمت و جلال پہ نظر بد نہ لگے اور نہ کوئی آنچ آئے اے بادشاہ سلامت! کسی قسم کے اندیشہ کو خاطر میں نہ لائیے اور کسی طرح کی سراسیمگی کا بار آزار اپنے دل نازک پہ نہ اٹھایئے۔ ہمیں آپ کی عہد میمنت سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں اور ہماری آرزوؤں کے کنگروں تک رسائی آپ کی اور محض آپ کی مرہون منت ہے۔ جب مرثد کا دل ہر قسم کے وسوسوں اور اندیشوں سے خالی ہوگیا تو دستر خوان چُنا گیا جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو اس لڑکی نے خالص دُودھ کا پیالہ پیش کیا تاکہ بادشاہ نوش جان کرے۔ بادشاہ اس حسینہ کی شیریں بیانی فصیح الکلامی اور اس کے رنگ ڈھنگ سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے عزم مصمم کر لیا کہ قانون الٰہیہ کے مطابق اسے اپنے حریم ناز میں باریاب کرے گا۔ اس نے اس سے پوچھا کہ اے پاکیزہ نہاد! تیرا نام کیا ہے اس نے کہا میرا نام عقیرا ہے۔ بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ تُو نے جس کو بادشاہ کے نام سے یاد کیا اور گوئے دعا اس کے میدان ثناء میں پھینکا تو یقیناً تو اس کا نام ونسب اور اسم ولقب بھی جانتی ہوگی اس نے جواب دیا بیشک شاہ جہاں جواں بخت سلیمان تخت فلک صدر ملک قدر سند عزّ و جلال مرکز دائرہ اقبال مرثد بن کلال کہ جس نے تمام عالی مرتبہ کاہنوں کو اس مشکل عقدہ کے حل کے لیے جو اس کے خاطر عاطر میں پنہاں تھا جمع کیا لیکن ان سے اس مسئلہ کا حل نہ ہوا اور کسی شخص نے اس کا راز دلی آشکارا نہ کیا اور نہ ہی اس کے خدشے سے اسے نکالا۔ شاہ نے سوال کیا۔ اے عقیرا کیا تو اس حقیقت پنہاں سے باخبر ہے اور ان اسرار نہانی سے پردہ اٹھا سکتی اس نے کہا۔ ہاں۔ اے بادشاہ سلامت! آپ نے ایک خواب دیکھا ہے خواب پریشان کُن تھا میں اس خواب کی حقیقت اور اس کی تعبیر سے پوری طرح باخبر ہوں۔ مرثد یہ بات سن کر کھل اٹھا۔ جس طرح نسیم سحر کے چھُو جانے سے پھُول کھِل اٹھتا ہے انتہائی مسرّت کے عالم میں اس نے کہا کہ اے عقیرا! اس عروس زیبا کے رُخ سے نقاب اٹھا۔ عقیرا بولی! آپ نے یہ خواب دیکھا ہے کہ بگولوں پہ بگولے اُٹھ رہے ہیں اور آسمان کی طرف رواں دواں ہیں اور اس کے اندر آگ کے

شعلے چمک رہے ہیں اور اس سے چاروں طرف دُھواں پھیل رہا ہے اس کے بعد آپ نے ایک نہر دیکھی جو چشمہ آفتاب سے زیادہ روشن اور آب دار موتی کی طرح رواں ہے۔ ہاتفان غیبی کا آواز آپ کی سماعت سے ٹکرا رہا ہے کہ وہ لوگوں کو یہ پانی پینے کی دعوت دے رہے ہیں کہتے ہیں کہ جو شخص بطور عدل و انصاف شفاف پانی سے ایک چلّو بھر پانی پی لے وہ سیراب ہو جائے اور جو بہ سبیل جور و جفا اس پانی کو نوشِ جام کرے وہ حرص و آز کا شکار ہو جائے اور محرومی اور نقصان میں مبتلا ہو گا

مرثد نے تعریف کی اور کہا بیشک مجھے جو خواب نظر آیا وہ یہی تھا۔ اب تو اسکی تعبیر بتا!

عقیرا نے تعبیر بتانی شروع کی کہ وہ بگولے جو اٹھ رہے تھے وہ ملوک اور سلاطین اور وہ دُھواں جو فضا میں منتشر ہو رہا تھا وہ مخالفوں کی نمود ہے اور جو آگ کے شعلے چمک رہے تھے وہ دوست ہیں جو نور بکھیر رہے ہیں اور وہ جو پانی کی نہر بہہ رہی تھی اس سے مراد علمِ نافع ہے اور شریعت شارح اور وہ ہستی پیغمبر شافع سے عبارت ہے جس نے اس نہر سے اندازہ کے مطابق پانی پیا وہ مطیعِ خدا اور برگزیدہ ہے اور جس نے حیوانوں کی طرح پانی پیا وہ حرص و آز کا مظہر ہے سے جھگڑالو گنہگار کی طرف اشارہ ہے یعنی جو صاحب عدل و انصاف ہو گا اس کو تتبع کرے گا اور وہ گمراہی اور ضلالت کی وادی کی تشنگی سے محفوظ و مامون رہے گا اور جو افراط و تفریط کا مرتکب ہو گا اس کی مخالفت کرنا جہالت وکسالت کے سمندر میں غرق ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔

مرثد نے سوال کیا کہ یہ پیغمبر صُلح و آشتی کے ساتھ مبعوث ہونگے یا جنگ و جدال کیساتھ؟ اس نے جواب دیا قسم ہے اس خدائے عز و جل کی کہ جس نے آسمان کو بلندی کے ساتھ تخلیق فرمایا اور آسمان سے زمین پہ بارش نازل ہوئی کہ یہ پیغمبر برحق مخالفین حکم الٰہی کی خون ریزی کی رسم کو بالکل ختم کر دیں گے اور شاہوں کی اولاد کو کنیز اور غلام بنالیں گے۔

مرثد نے پُوچھا اے عقیرا! یہ پیغمبر لوگوں کو کس بات کی دعوت دیں گے۔ بولی کہ نماز، روزہ صلہ رحمی، بُت شکنی۔ جُوئے سے اور فال گیری اجتناب۔ اور تمام معاصی اور گناہوں سے پرہیز و احتراز کی دعوت دیں گے۔

پُوچھا ان کا کس قبیلہ سے تعلق ہو گا ؟

عقیرا بولی مُضر بن نزار کی نسل سے ہوں گے اور ان کی اپنے قبیلہ سے زبردست جنگیں ہوں گی یہاں تک کہ ان کا بے دریغ کشت و خون ہو گا۔

مرثد بولا جب یہ پیغمبر اپنے خاندان کُنبہ اور قبیلہ کو تباہ و برباد کر دیں گے تو ان کی استمداد اور معاونت کون کرے گا ؟

عقیرا نے کہا اطراف و جوانب کے اشراف کہ ان کی نگاہ بصیرت کحل توفیق و تحقیق سے روشن اور نور ایمان و معرفت سے منور ہو گی وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوامر کو گوش حق نیوش سے سُنیں گے اور جس چیز کی طرف رہنمائی کریں گے بدل و جان اسے تسلیم کریں گے اور آپ کے احکام پر "سمعنا و اطعنا" کا نعرہ لگائیں گے اس کے احسان کی بشارت پر ہزار جان سے فدا ہونگے جب طرفین سے سوال و جواب کا خاتمہ ہو گیا اور گفتگو کی بساط لپیٹ دی گئی۔ ملک مرثد کو عقیرا کے ساتھ اسم مناکحت کا رجحال دل و جان سے اُبھرا اور وہ تفکر میں غرق ہو گیا عقیرا نے فراست سے سمجھ لیا اور یوں گویا ہوئی۔ اے بادشاہ ذی جاہ !

میرا منگیتر ایک مرد غیور اور بے باک ہے اور اس ضمن میں اصرار، نقصان اور ہلاکت کا مُوجب ہو گا۔ پھر بادشاہ سلامت خاوندی کے خیال سے در گزر لے اور فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی لشکر و سپاہ سے جا ملے اور ایک سو اصیل اُونٹ ہدیہ کے طور پر عقیرا کے پاس بھیجے اور اس داستان کو صفحہ روزگار پر قیامت تک کے لئے بطور یادگار چھوڑا۔

۳- شاہ سیف بن ذی الیزن کی بشارت

محققین فن تاریخ و ناقلان مفن و آثار نے اپنے الفاظ و گوہر بار کے ذریعے اس طرح اظہار خیال فرمایا کہ سیف بن ذی الیزن سلاطین یمن کے خانوادے سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک مدت تک گردش روزگار کے باعث ملک، دربار شاہی تخت و تاج سے محروم رہا اور اپنے ملک و وطن

کو خیرباد کہہ کر دیارِ غیر میں جا پڑا اور دورِ زمانہ نے مصائب و آلام کے در اس پہ وا کر دیئے اس کی حکومت سے معزولی اور جلاوطنی کا سبب یہ تھا کہ جب ملکِ یمن پہ ابرہہ کا قبضہ ہو گیا جیسا کہ سورہ اَلَمْ تَرَ میں بیان ہوا اس نے اپنے اثر و تسلط کے بعد ظلم و ستم شروع کر دیا اور عدل و انصاف کا دروازہ حاجت مندوں پہ بند کر دیا اور بادشاہوں اور بے گناہوں کو اس پہ پابند و سلاسل کر دیا۔ اسی زمانے میں حمیر کے بادشاہوں میں ذی النیرن عقل و شعور اور شجاعت و تہور میں تمام بادشاہوں میں ممتاز تھا۔ اس کے حریم نازہ میں ایک مہ لقا تھی کہ زہرہ کی مانند آسمانِ حسن پہ فضل و کمال کے ترانے گاتی تھی اور آفتابِ مشرق کی طرح اوجِ دلبری پہ اپنا ایوانِ شرف تعمیر کرتی تھی اور بادشاہ کا اس حرم محترم سے ایک فرزند ارجمند تولّد ہوا اس کا نام سیف تھا اور ابھی اس فرزندِ دلبندہ کی شیر خواری کا زمانہ بھی ختم نہ ہوا تھا کہ ابرہہ کا دستِ ہوس اس کی ماں پہ جا پڑا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ غیور ذی النیرن نے اس کو چھوڑ دیا اور کمال حسرت اور غیرت سے وہاں سے چل کھڑا ہوا۔ وطنِ عزیز سے مفارقت اختیار کی اور بادیہ پیمائے عرصۂ جہاں ہوا۔ سب سے پہلے روم گیا اور دربارِ قیصری میں فریادی ہوا چونکہ قیصر، ابرہہ کی طرح عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا گویا ابرہہ کا ہم مسلک تھا لہٰذا اس کی طرف اس نے توجہ نہ کی ذی النیرن روم سے محروم لوٹا اور نوشیروان کی طرف ایران کا رُخ کیا اور اپنی پُر درد داستان اس کو سنائی۔ نوشیروان نے اس کے خاندان کی عظمت اور ابرہہ کی حرکت شنیعہ کے باعث اس سے اظہار ہمدردی کیا مگر چونکہ سرزمین ایران سے یمن تک پہنچنے میں سمندر حائل تھا یا دہشتناک جنگل و صحرا بنا بریں، اسے اس کی امداد کی کوئی راہ سجھائی نہ دی۔ فی الوقت ذی النیرن کو دس ہزار درہم انعام کے طور پہ عطا کیے۔ ذی النیرن نے یہ رقم لے کر اپنی پگڑی میں ڈال لی اور اسے تقسیم کرتا ہوا جب اپنی قیام گاہ پہ پہنچا تو اس کے پاس ایک حبّہ بھی نہ بچا۔ جب نوشیروان نے یہ بات سنی تو کہا ذی النیرن ودودمان اربابِ احسان سے تعلق رکھتا ہے اُس کے اِس اقدام میں کوئی نہ کوئی ضرور اثر ہے۔ جب اس کے بارے میں اس سے استفسار کیا تو ذی النیرن نے کہا۔ معاذ اللہ۔ ان درموں کے لٹانے سے اظہارِ تحقیر مقصود نہیں تھا بلکہ اس سے غرض یہ تھی کہ شاہ عالی وقار کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہم اس ملک سے

آئے ہیں کہ جس کی خاک سرتا پا زر وسیم ہے۔ ہم سونے چاندی کے لئے اس شہ والا تبار کے ہاں نہیں آئے بلکہ ہمارا منشا یہ تھا کہ لشکر و سپاہ سے ہم کو خوش کر کے ہماری سلطنت میں ہمیں واپس بھیجا جاتا تاکہ ہم تیغِ ابدار کے زخم دشمن کو لگا کر بھڑکتی ہوئی آتشِ دل کو فرو کر سکتے اور اپنی غصہ کی آندھی سے ابرہہ کے تاج و تخت کو خاک کے برابر کر دیتے نوشیرواں نے اس کے عذر کو قبول کیا اور اس کی دل جوئی کی اور اصلاح کار کی طرف متوجہ ہوا لیکن قضا نے اس کو مہلت نہ دی اور ذی النیزن کی دلی مراد بر نہ آئی اور اس نے عالم جاودانی کی طرف کوچ کیا۔ ذی النیزن کا لڑکا ابرہہ کے گھر پروان چڑھتا رہا اور اس کی ماں کے بطن سے ابرہہ کے دو اور لڑکے پیدا ہوئے ایک یکسوم دوسرا مسروق۔ سیف بچپن سے یہ سمجھتا تھا کہ میں ابرہہ کا لڑکا ہوں اور یہ میرے حقیقی بھائی ہیں۔ چونکہ وہ ہر بات میں ان پر فضیلت رکھتا تھا لہٰذا وہ ان کے سامنے کبھی نہ جھکتا۔ ایک روز اثنا گفتگو میں اس کے بھائی نے اس کی سرزنش کی اور کہا تو ہمارا غلام ہے تو کس منہ سے ہمارے ساتھ مقابلہ کی بات کرتا ہے۔ سیف اس بات پر بھڑک اٹھا تلوار اٹھالی اور ماں کے پاس آیا اور کہا سچی سچی بات بتا کہ میرا باپ کون ہے ورنہ میں تجھے بھی اور اپنے آپ کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ اس کی ماں رو پڑی اور کہنے لگی۔ اے میری آنکھوں کے نور اور اے میرے دل کے سرور۔ تو شرافت و نسب میں تمام شاہزادوں سے اعلیٰ ہے اور تیرا باپ ذی النیزن تھا۔ شاہانِ یمن میں سے، قدرتی حالات ایسے ہوئے کہ یہ بدقوم، پلید صورت۔ بد سیرت۔ بدنہاد ہم پر غالب آگئے اور آزادوں کو غلام اور شاہزادوں کو اسیر کر لیا اور تتر بتر کر دیا۔ ابرہہ نے تیری ماں کو جبراً قہراً تیرے باپ سے چھینا اور اب تیرا باپ اسی غم میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے۔ سیف نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ اس نے کس ملک کی راہ لی۔ اس نے بتایا کہ میں نے سنا ہے کہ اس نے ایران کا رخ کیا ہے۔ اس کے بعد اس کا کوئی پتہ نہ چلا کہ وہاں سے وہ کہاں گیا اور اس کا کیا بنا۔ سیف نے کہا کہ میں بھی رخصت ہوتا ہوں تاکہ ان حبشیوں سے نجات حاصل کروں جو مجھے غلام کہتے ہیں۔ اس کے بعد اپنی ماں کو الوداع کہا اور حسبِ مقدور اسلحہ۔ سواری اور روپیہ پیسہ لے کر اپنے باپ اور اس انصاف پسند بادشاہ یعنی اپنے باپ

کے خدام کے ساتھ جو باقی رہ گئے تھے روم کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ جب قیصر کے دربار میں پہنچا تو قیصر نے ان کی کوئی پذیرائی نہ کی۔ روم سے محروم و مایوس ہو کر پھر وہ شاہِ عادل نوشیرواں کے پاس آیا۔ جب اپنا حال بادشاہ سے بیان کیا تو اس نے پہچان لیا کہ یہ ذی الیزن کا بیٹا ہے اس کی عقل و فہم اور پختہ رائی کا پتہ تو اسی وقت حکم فرمایا کہ اس کو میرے پاس لایا جائے اور اس کی دل نواز باتیں سُنیں تو اس کے باپ کے حق خدمت اور اس کے کمال عقلی اور شرف حسب و نسب کے باعث سیف کو نوازا اور پوری عزت و اکرام سے پیش آیا اور فی الفور دس ہزار روپے انعام دیئے اس نے بھی باپ کی طرح سارے روپے لٹا دیئے اور باپ ہی کی طرح کا جواب دیا۔ نوشیرواں کو جب اس کا پتہ چلا تو کہا اصل سے خطا نہیں ہوتی تب اسے یقین ہو گیا کہ یہ ذی الیزن ہی کا لڑکا ہے پس نوشیرواں نے ارکینِ سلطنت سے مشورہ کیا کہ اس کا باپ ہمارے دربار میں آیا اور بے نیل مرام لوٹا اور آخر کار سفرِ آخرت اختیار کیا۔ اب اس کا بیٹا مظلوم اور سوگوار غم دیدہ اور ستم رسیدہ ہمارے پاس پہنچا ہے اس کے باپ کا ہم پر حق ہے اب بتاؤ کہ کیا کیا جائے کہ اسے اس کی سلطنت میں شاد کام بھیجیں اور اسے اور اس کے خانوادے کو حبشہ کے ظلم و ستم سے نجات دلائیں۔ سب نے کہا ہمارے لشکر کا ولایت حبش تک پہنچنے کا راستہ بے حد دشوار گزار ہے۔ نوشیرواں نے قاضی القضاۃ کی طرف رُخ کیا اور پوچھا کہ اس سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ایسے بہت سے جنگ باز اور بہادر سپاہی ہمارے پاس موجود ہیں کہ جنھیں قتل کا مستوجب قرار دیا گیا ہے اور جو شاہی حکم سے قید میں پڑے ہوئے ہیں اگر رائے عالی یوں ہو تو انہیں قید سے نکال کر اور اسلحہ جنگ دے کر انہیں شہزادے کے ساتھ بھیجا جائے اگر یہ دریا میں غرق ہو جائیں یا کسی جنگل میں ہلاک ہو جائیں تو وہ جس سزا کے مستحق تھے گویا وہ سزا ان کو مل گئی اگر ان کی سعی مشکور ہو گئی اور وہ کامیابی سے ہم کنار ہو جائیں تو یہ شہزادہ اپنے مستقر پر واپس ہو جائے گا اور یوں ان لوگوں کی یہ خدمت ان کے گناہوں اور تقصیرات کا کفارہ ہو جائے گی۔ نوشیرواں نے موبد موبدان (قاضی القضاۃ) کی رائے سے اتفاق کیا کہ ان تمام لوگوں جن کو پھانسی کا حکم ہو چکا ہے آزاد کر دیا جائے۔ چنانچہ ان سے ایک لشکر ترتیب دیا گیا اور ان کو مسلح کر کے سیف

کے ہمرکاب یمن کی جانب بھیجا گیا ان میں ایک ایسا آدمی بھی تھا کہ جس کی عمر ایک سو سال سے متجاوز ہو چکی تھی اور آج تک سرزمین عجم میں اس کی کمان کو کوئی بھی زہ نہ کر سکا تھا اور وہ تیراندازی اور معرکہ پردازی میں ایران کے دلیروں میں یگانہ تھا اور راستہ مارنے اور قافلوں کو لوٹنے کی وجہ سے ایک مدت سے نوشیرواں کی قید میں پڑا تھا۔ اسے ابہروز کامگار کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ عرب اسے وہروز کہا کرتے تھے نوشیرواں نے کہا بہروز اس لشکر کا سپہ سالار ہوگا لیکن سیف کی سرکردگی میں۔ القصہ سیف مداین کے لشکر کے ساتھ ساحل دریائے فارس تک جا پہنچا۔ وہاں کشتی میں بیٹھے اور مقدر نے ساتھ دیا چنانچہ سلامتی سے دریا پار کر کے عدن میں داخل ہوئے جب اس بات کا چرچا عدن میں ہوا کہ نوشیرواں نے سیف کو نوازا ہے اور اسے اپنی فوج عطا کی ہے تو یہ سنتے ہی حمیر کے شاہزادے اور یمن کے عرب قبائل اس کی طرف دوڑ پڑے اور اس کی واپسی اور ملاقات سے بہت خوش ہوئے۔ ابرہہ کے مرنے کے بعد یمن کی سلطنت اس کے بیٹے مکتوم کے ہاتھ لگی اور اس کی وفات کے بعد اس کے بھائی مروق کو حکمرانی نصیب ہوئی جب اس نے فوج کی آمد کی خبر سنی تو اس سے بہت متاثر ہوا اور بہروز کے پاس ایک قاصد بھیجا اور اسے پیغام دیا کہ یہ لڑکا یعنی سیف آپ کو اور نوشیرواں کو دھوکہ دے کر مقابلہ پر اُتر آیا ہے مجھے شرم آتی ہے کہ میں آپ سے مقابلہ کروں۔ اب اگر آپ واپس چلے جائیں تو زادِ وراہ (یعنی اخراجات جنگ و سفر) حاضر ہیں اگر اس ملک میں آپ قیام کرنا چاہیں تو ہر طرح کے اسباب عیش و طرب آپ کے لئے حاصل ہوں گے جب قاصد نے بہروز کو یہ پیغام دیا تو اس نے ایک مہینہ کی مہلت طلب کی۔ مروق نے اس کی درخواست قبول کر لی اور اس ایک ماہ میں کئی حمیری سیف سے آملے اور میعاد مقررہ کے بعد بات جنگ پر آٹھہری مروق نے اپنے بیٹے کو دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ سیف سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا بہروز نے بھی اپنے بیٹے کو ان کی نبرد آزمائی کے لئے مقرر کیا۔ اٹھارہ ہزار سپاہ باہم مقابل ہوئی۔ عجمیوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ مروق نے راہِ فرار اختیار کی۔ مروق کا بیٹا اس جنگ میں مارا گیا بہروز کا لڑکا ان کا تعاقب کرنے لگا وہ بھی اتفاق سے کسی دشمن کے ہاتھوں قتل ہو گیا مروق نے اپنے بیٹے کے غم میں دوسرے روز تمام اہل حبشہ کو اکٹھا کیا۔ بہروز کیا تھا

جنگ کے لئے ایک لاکھ آزمودہ کار آدمی تیار ہو گئے۔ بہروز پانچ ہزار حمیری تیر اندازوں اور آٹھ سو عجمیوں کو لے کر مسروق کے مقابلہ کے لئے نکلا اس نے ایک کپڑا منگوایا اور اپنے ابروؤں پہ باندھ لیا اس طرح کہ اس سے اس کے ابروئے چشم چھپ گئے۔ جب دونوں کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے اور حمیری بادشاہ جو سیف کی حمایت میں آئے تھے انہیں بہروز نے اطرافِ لشکر میں متعیّن کیا تاکہ وہ حبشہ کے لشکر کو مشغول رکھیں اس کے بعد بہروز نے اپنی کمان کا چلّہ چڑھایا اور مسروق جو حبشہ کا بادشاہ تھا قلب لشکر میں بہروز کے ساتھ مقابلہ میں ڈٹ گیا۔ اس کے سر پہ تاج تھا اس تاج پہ ماتھے کی سمت آفتاب کی مانند چمکدار یاقوت آویزاں تھے جس سے نگاہ خیرہ ہوتی تھی۔ بہروز کی کبر سنی کی وجہ سے بصارت کمزور تھی اور اسے دشمنوں کی صفیں جیسا کہ چاہیئے تھا نظر نہ آتی تھیں پوچھا کہ حبشہ کا بادشاہ کس سواری پہ فروکش ہے اسے بتایا گیا کہ وہ ہاتھی پہ سوار ہے اس نے کہا کہ اس لڑائی کا کوئی لطف نہیں کہ ہاتھی ایک عظیم المرتبت سواری ہے اس پہ مسروق ہاتھی سے اُتر آیا اور گھوڑے پہ سوار ہو گیا۔ بہروز نے کہا کہ اب بھی وہ بات نہیں کہ گھوڑا اعزو شرف کی سواری ہے حتیٰ کہ مسروق خچر پہ سوار ہو گیا اب اس نے کہا کہ وقت آگیا ہے کہ روئے زمین کو اس ناپاک خبیث حبشی سے پاک کر دیا جائے خچر گدھے کی اولاد ہے اور گدھا ذلت اور بدبختی کا مرکب ہے اور جو شخص گھوڑے سے خچر پہ آبیٹھے وہ سریر آرائے سلطنت نہیں ہو سکتا (یا دہ حکومت کے لائق نہیں) اس نے حکم دیا کہ کمان کا رُخ مسروق کی طرف کر دیا جائے۔ بہروز نے کہا کہ جب تیر اپنے مقام پر پہنچے اگر سپاہِ حبشہ اپنی جگہ سے حرکت میں آجائیں اور لڑائی سے دست بردار ہو کر پراگندہ حال اور جان سے بیزار بادشاہ کے اِرد گرد جمع ہونے لگیں تو سمجھو کہ تیر نشانہ پہ جا بیٹھا ورنہ بصورت دیگر فوراً دوسرا تیر میرے حوالے کیا جائے جب بہروز نے تیر جو فتح مندی کا پیغام ہے ا چھوڑا اس کا تیر ایسا صحیح نشانہ پہ لگا کہ اس یاقوت کو جو مسروق کے ماتھے پہ لٹک رہا تھا۔ دو ٹکڑے کرتا ہوا اس کے بھیجے سے پار ہو گیا۔

عناں اجل از کمین کمان | در آمد بپرواز جولان کنان
زشستش چناں زو قدر بر نشان | کہ احسنت گفتش قضا ز آسمان

معا مسروق نچر سے گر پڑا اور حبشہ کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ اچانک ایرانی حمیریوں اور حبشیوں میں ایک شور برپا ہوگیا۔ حبشی راہِ فرار اختیار کر گئے اور ایرانیوں نے حبشیوں کے لشکر کا تعاقب کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ ساری روئے زمین کو ان سیاہ فاموں کے خون سے لالہ زار بنا دیا اس کے بعد فتح و نصرت کے شادیانے بجاتے سیف ذوالیزن مظفر و منصور یمن کے قصرِ عمان میں (کہ اس زرنشاں سواق نیلگوں یعنی آسمان) کے نیچے اس عمارت کی نظیر نہیں تھی۔ سیف بکمال استحکام تخت نشین ہوگیا۔ بھروز نے مداین میں نوشیرواں کے ہاتھ فتح کی خوشخبری بھیجی۔ نوشیرواں نے بھروز کو لکھا کہ یمن کی سلطنت ذی الیزن کے حوالے کر کے ایران کی فوج کے ساتھ وطن لوٹ آئے بھروز نے تعمیل حکم کرتے ہوئے کئی قیمتی مشورے سیف کو دیئے اور نوشیرواں کی خدمت میں روانہ ہوا۔ یمن کی مکمل حکومت سیف کے زیرِ نگیں آگئی اطراف و اکناف کے تمام اکابر رؤسا اور شرفا تہنیت کے لئے سیف ذوالیزن شاہِ یمن کے پاس آنے لگے حتیٰ کہ تمام قریش کے سردار مبارکباد دیتے ہوئے نہایت فرح و انبساط کے ساتھ دوڑے دوڑے ایوان عالی کے آستاں کی زمین بوسی کے لئے اکٹھے ہوگئے اور بادشاہِ حکومت پناہ کی ملازمت سے سرفراز ہونے لگے اور رؤسا قریش میں سے عبدالمطلب بن ہاشم و وہب بن عبدِ مناف و زہیر بن امیہ عبدالشمس و طلحہ بن خویلد عبداللہ بن جدعان اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی ان سربلندوں میں مجمع میں جو سینۂ ادب پر ہاتھ باندھے کھڑے تھے چلے آئے۔ عبدالمطلب نے تحائف اور ہدیئے پیش کر کے اس دِل پسند بادشاہ کو اس انداز سے تبریک دی کہ اس کے رفقار کی ستائش بھی اس میں شامل تھی چنانچہ ساری انجمن سے غلغلۂ تعریف اُوجِ علیین تک جا پہنچا اس طرح اس کے شرفِ حسب و نسب کا بادشاہ کو پتہ چلا۔ اس نے کہا اہلاً وسہلاً عبدالمطلب تو تو میرا خواہرزادہ ہے اور ہمارے تلطف اور مہربانی کا مستحق ہے کیونکہ بادشاہ کی ماں بھی قبیلہ بنی نجار کے شرفار میں سے تھی بادشاہ نے ان کی تشریف آوری پر بطور اظہارِ مسرت۔ اشرافِ قریش کی ضیافت کی اور اعلیٰ و ارفع ماکولات و مشروبات سے ان کی تواضع کی حتیٰ کہ ایک مہینہ تک ان کو واپس جانے کی اجازت نہ ملی۔

سیف حضرت عبدالمطلب کو حضورؐ کی بعثت کی بشارت دیتے ہیں :-

مدت مذکور کے اختتام پر سیف ذی الیزن نے ایک روز عبدالمطلب کو اپنی خلوت خاص میں باریابی کا شرف عطا کیا اپنے مخفی خزانوں کے اسرار میں سے ایک رازِ پنہاں سے پردہ اٹھایا کہنے لگا کہ ایک عرصہ ہوا غیبی امور میں سے ایک اہم بات اور امر مشیئت جس کے وقوعہ میں ذرّہ برابر شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہمارے آئینہ ضمیر میں منعکس ہوا ہے لیکن اس کے اظہار سے میں اندیشہ ناک ہوں کہ کہیں اغیار اس سرِ خفی سے آگاہ نہ ہو جائیں اس لئے آشکار اطوار پر میں اس کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا تھا چونکہ آپ اس کے محرم ہیں اور ان انوار کے مطلع ہیں لہٰذا آپ سے میں یہ راز بیان کرتا ہوں۔

سرے کہ مرا باتست با غیر تو چوں گویم　　　تو دانی و من دانم اظہار نمیخواہم

اور یہ ایک ایسا راز ہے کہ جس سے اہلِ بصیرت اور اربابِ راز ہی باخبر ہو سکتے ہیں مجھے امید ہے کہ آشناؤں اور بیگانوں کے سامنے اس راز بستہ سے آپ بھی پردہ نہ اٹھائیں گے اور اس عروس باپردہ پہ نامحرموں کو راہ نہیں دیں گے جب تک کہ اس کے ظہور کا وقت نہ آئے۔ ویسے ضرورت کے موقع پہ دلہن کا پردہ بھی نامناسب ہے۔ اے سردارِ قریش! اور اے سرور وانبساط کے منبع آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اسرارِ خفی و رازہائے پنہانی میں سے ایک راز عنقریب پردۂ ظہور پہ رونما ہوگا جو نہ صرف زندوں کے لئے بلکہ مُردوں کے واسطے بھی فخر و مباہات کا موجب ہے اور اہلِ ارض کے ساکنوں کے لئے بھی قوت اور قدرت میں اضافہ کا سبب ہوگا۔ مکہ شریف کے باشندوں کے لئے عام طور پہ اور آپ کے لئے خاص طور پہ یہ عبدالمطلب کو اس سربستہ راز آشکارا ہونا جو اس کی سربلندی کا ذریعہ ہوگا نہایت مستحسن نظر آیا عبدالمطلب نے کہا کہ اے سلطان رفیع الشان رعایا برایا کا نوازنا۔ آپ کی ذات والاصفات پہ منحصر ہے لہٰذا از راہِ کرم اس مستورِ حقیقت کا اجمالی طور پہ تذکرہ فرمائیں اور اربابِ رحمت پہ کرم کے دروازے وا فرمائیں ع:

بداں کرم کہ تو داری امیدواری ہست

بادشاہ نے فرمایا کہ اے صدر حرم اور اے سردار محترم! مکہ مکرم کے حرم کی چار دیواری میں ایک

ایک بزرگ مہمان خانۂ عدم سے اپنا قدمِ کرم بارگاہِ شہود میں رکھیں گے اور عرصۂ جہاں کو اپنے وجود باجود سے منور فرمائیں گے۔ ان کی دیگر علامتوں میں ایک علامت یہ ہوگی کہ اُن کے دونوں کندھوں کے درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کی طرح ایک خوب صورت تِل ہوگا جو جنّ و اِنس کے لئے امن و امان کا ضامن ہوگا اس کے نور کے ظہور کی وجہ سے ظلمت اور تاریکی کا خاتمہ ہوجائیگا اس سعید شخصیّت کی وجہ سے آپ اور آپ کے بعد آنے والوں پہ فخر و مباحات سے آسمانوں کے قبہّ کے کِنگرہ سے جا ٹکرائے گا اور قیامت تک نسلاً بعد نسلاً آپ کے اور آپ کی اولاد کے خاندان دیگر مخلوقات کے مقابل بزرگی و برتری قائم اور باقی رہے گی۔ عبدالمطّلب نے کہا میری بزرگی اور مقام بلند کا کیا کہنا ہے کہ آپ کی محفل گرامی سے بہترین خلعت و اکرام اور عزت و احترام کا اعزاز لیکر لوٹ رہا ہوں ورنہ مجلس عالی کا رعب داب اور شکوہ دائماً اور متواتر رہتا تو اس حقیقت کا اس سے پہلے اس طرح اعلان ہوتا کہ لوگوں کے لئے اس میں شکوک و شبہات کی قطعاً گنجائش نہ ہوتی۔ بادشاہ نے کہا کہ اے دودمان عرب کے بادشاہ اور اے آسمان ادب کے چاند اب وقت آگیا ہے کہ وہ سعادت مآب فرزندِ آدمؑ کی طرح برگزیدہ شیثؑ کی سی نسبت رکھنے والا اِدریسؑ کی سی پاکدامنی کا حامل نوحؑ کا سا دائمی دینِ الٰہی ملت ابراہیمیؑ کا عبا پوش۔ اسماعیلؑ کی مانند راہِ خدا میں اپنے آپ کو پیش کرنے والا۔ یعقوبؑ کا سا محبت والا۔ یوسفؑ کا سا خوب صورت۔ موسیٰؑ کی مانند اللہ سے کلام کرنے والا۔ داؤدؑ کی سی طلاقت لسانی اور سلیمانؑ کی سی حشمت اور لقمانؑ کی سی حکمت اور سکندرؑ کی سی حکومت یحییٰؑ کی سی عصمت۔ عیسیٰؑ کی سی طہارت کا حامل رفیع الشان محمدؐ نام صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین عالمِ ظہور میں قدم رنجہ فرمائے گا اور وہ یتیم و غریب ہوگا اور ان کے دادا اور چچا انکی کفالت فرمائیں گے اس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی بعثت کو آشکارا فرمائے گا اور مسندِ نبوت پر بٹھائے گا اور خلعتِ رسالت پہنائے گا اور اس کے باوصف کہ وہ لکھنا پڑھنا نہ جانتے ہوں گے۔ سابقہ صحائف پر منسوخی کا قلم پھیر دیں گے اور اس نبیٔ مبارک کے قدم کی وجہ سے اولیاء اللہ کی ولایت کے جاہ و جلال کا جھنڈا سربلند اور اعداء سب ناچیز ہو جائیں گے اور بُتوں اور بُت پرستوں کا بازار سرد ہو جائیگا وہ اللہ کی عبادت کریں گے امر بالمعروف کرینگے

اور منکرات سے منع فرمائیں گے اور اس سے خود بھی اجتناب کریں گے شیطان کے جہاں جہاں ہونے کا وہم و گمان ہے وہاں وہاں اس کے خلوت خانوں میں شبہ کاری کے لئے سنگ باری کریں گے اور باوجود اس کے کہ محبوبی میں ہوں گے عبادتِ الٰہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرمائیں گے۔ عبدالمطلب نے کہا آپ کی شاہانہ نوازشات سے امید ہے کہ اس حقیقت کی اپنے گوہر بار لفظوں میں صراحت اور تشریح فرمائیں گے۔ سیف بن ذی الیزن نے کہا خداوندِ کعبہ اور رب العزت کی قسم ہے کہ ہمارے یہاں یہ بات پایۂ یقین کو پہنچ گئی ہے کہ ان کے حقیقی دادا آپ ہوں گے اور جو کچھ میں آپ سے کہہ رہا ہوں حق اور عین صداقت تصور فرمائیں کہ میں نے کتبِ آسمانی میں اسی طرح مطالعہ کیا ہے۔ عبدالمطلب فوراً سجدۂ شکر بجا لائے ملک ذی الیزن نے کہا سر اٹھائیے کہ ان اسرار سے کہ جن کا کچھ حصہ آپ پر ظاہر اور روشن ہوگیا اسے مخفی رکھیں عبدالمطلب نے سر سجدہ سے اٹھایا اور پایۂ تختِ شہریار سے عَلَم تقریر بلند کیا کہ ملازمانِ شاہی پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ میرے ایک لڑکا تھا ان کا نام (حضرت) عبداللہ تھا جو جمال صورت اور کمال سیرت سے متصف تھا وہ میرے تمام بچوں میں سے مجھے زیادہ محبوب تھا اس نذر کی بنا پر جو میں نے مانی تھی قرعہ ذبح اس کے نام نکلا اس کا فدیہ سو اُونٹ قرار پایا اس کی شان کے اہتمام میں آمنہ بنتِ وہب بن عبد مناف کو جو زیور عفت و جمال سے آراستہ تھی اس کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیا۔ آمنہؓ کے دورانِ حمل پسرِ دل بند قرۃ العین عبداللہؓ عین عنفوانِ جوانی میں بساطِ زندگی کو لپیٹ کر تختِ حیات سے تختۂ ممات پر منتقل ہوئے یعنی راہی مُلکِ بقا ہوئے اور مجھے غمِ جدائی اور آتشِ اشتیاق میں جلا کر خاکِ سیاہ کر دیا۔ ؎

این چہ سوزست کہ آتش بدل افروخت مرا — کہ چوں زد شعلہ بیکبار فروسوخت مرا

دِل کہ در عشق پتے داد بسے تعلیم — نکتۂ از ورق صبر نیا موخت مرا

اس حسرتناک واقعہ کے بعد آمنہؓ کے فرزند تولد ہوا اور وہ علامات جو حضور شہریار نے بیان فرمائے ان کی ذات میں موجود ہیں۔ ان کے خصائل حمیدہ اور کردار ستودہ کی بنا پر میں نے ان کا (حضرت) محمد نام رکھا ہے اور ابھی کہ ایامِ طفلی کا دَور ہے بزرگی کے انوار اور فضیلت کے آثار اُن کی ناصیۂ اقبال سے ظاہر ہیں جیسا کہ اہلِ شعور اور دانا حضرات اس کا مشاہدہ کرتے

ہیں اور اسی بنا پر بیش از بیش ان کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور اسی محبت کی وجہ سے جو مجھے اس بچے سے ہے میں اُن کو ان کے باپ عبداللہؓ کا قائم مقام سمجھتا ہوں بلکہ عبداللہ کو زندہ تصور کرتا ہوں۔ ؎

زندہ است کسے کہ در دیارش ٭ مانند خلفے بیاد گارش !

عبدالمطلب کے اس واقعہ کے گوش گذار کرنے کے بعد بادشاہ نے اس وصیت میں بڑے مبالغہ سے کام لیا کہ عبدالمطلب اس صورت حال کو خاص و عام سے خصوصًا حاسد یہودیوں سے پوشیدہ رکھنا اور اپنی قوم میں سے بھی کسی کو اس سلسلہ میں اپنا محرم راز نہ بنانا یقین کرو کہ جب اس کی سرداری کا خطبہ منبر سعادت پہ پڑھا جائے گا۔ قریش اس کی مخالفت اور جھگڑے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں گے اور اسے درمیان سے ہٹانا اس کے درپئے ہوں گے اور اسے اس کے کارِ نیک سے منع کرنے کی کوشش کریں گے حتٰیکہ وہ مجبور ہو کے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر جائیں گے اور ان کا دین اس سرزمین میں غلبہ حاصل کرے گا اے کاش! مَیں اس وقت زندگی کے رہوار پہ سوار ہو کر مناصب پہ استوار ہوتا تو اپنے مسلح عساکر ان کے استحکام کے لئے مدینہ بھیجتا اور اس کے دین درست اور طریق مستقیم کی نصرت و حمایت میں کماحقہٗ جدوجہد کرتا لیکن میرا یہ غالب خیال ہے کہ اس شرف سے سعادت اندوز ہونا پردۂ غیب میں مستور ہے اور ان نقوش کی تحریر میرے صفحہ حیات سے بہت پرے ہے ؎

یارب چہ آرزوست کہ روزے ہزار بار ٭ درکام عاشقاں نشکست ست روزگار

گر صد ہزار وعدہ دہد مرترا سپہر ٭ زانہا یکے وفا نکند با تو روزگار

روایت ہے کہ حضور انور کی حفاظت کی وصیت تمام ہونے کے بعد عبدالمطلب اور ان کے ساتھ قریش کے ان دس رؤسا کو جو شاہ مظفر اور سپاہِ لشکر کامران کی مبارکباد دینے آئے تھے شاہانہ انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا یعنی ان میں سے ہر ایک کو دس غلام دس کنیزیں دو یمنی چادریں پانچ رطل سونا۔ دس رطل چاندی۔ ایک رطل مشک۔ آدھ سیر عنبر اور ایک سَو اونٹ عطا فرمائے اور عبدالمطلب کو ان سب کے برابر انعام سے نوازا اور انہیں ان کے وطنِ محبوب اور مسکنِ معروف واجب الاحترام مکہ مکرمہ جانے کی اجازت دی۔ اس شرط پہ کہ ہر سال آئیں اور

تجدید ملاقات کریں اور کما حقۂ ارباب محبت و غایات کے درو فرمائیں لیکن آرزوؤں کے بر آنے سے پہلے قضائے الٰہی سے اسی سال یہ نیک خصائل اور حامل کردار حمیدہ سیف بن ذی الیزن شکار گاہ تمنا میں دام اجل کا شکار ہوگیا اور اسے دوبارہ عبدالمطلب کی ملاقات نصیب نہیں ہوئی لیکن اس کی دل پسند باتیں عبدالمطلب کی خواب تعبیر کے لئے تقویت بخش ثابت ہوئیں جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت سے قبل دیکھا تھا

چوتھا واقعہ عبدالمطلب کا خواب تھا جو مطالب اور مقاصد کے حصول کا ذریعہ تھا اور یہ واقعہ حالات عبدالمطلب کی فصل میں گزرا۔

ربیعۃ بن النصر کا خواب اور اس کی تعبیر

محمد اسحاق اور ان کے علاوہ دوسرے علماء تواریخ نے نقل کیا ہے جب حمیروں کا دور حکومت ختم ہوا اور ربیعہ بن النصر تخت حکومت پہ فائز ہوا اور یمن کی سلطنت پہ اس کو کامل دسترس حاصل ہوگئی تو اس نے ایک رات ایک خواب دیکھا کہ اس سے زیادہ عجیب خواب اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس ہولناک خواب سے وہ سخت ہراساں ہوا اور اس سے دہشت زدہ ہوکر وہ جاگ پڑا اور اتفاقاً اس خواب کو بھول گیا لیکن اس کا خوف و ہراس اس کے دل میں باقی رہ گیا بعضے کہتے ہیں کہ اس نے قصداً اس خواب کو پوشیدہ رکھا تاکہ کاہنوں کی مہارت کا امتحان ہو سکے اور اس کا دل اس کی تعبیر سے تسلی پائے۔ اس نے حکم دیا کہ اطراف و اکناف سے ساحروں منجموں اور کاہنوں کو بلایا جائے جب سب جمع ہوگئے تو کہا کہ میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا ہے اور وہ یاد نہیں رہا۔ اگر تم میں سے کوئی میرے خواب کی تعبیر بیان کرے تو بلند مراتب اور اعلیٰ انعامات سے مخصوص کیا جائے گا۔ سبھوں نے کہا کہ اگر خواب آئینہ دل پہ ظاہر ہوتا تو لازماً ہم فوراً اس کی تعبیر دیتے لیکن خواب کی فراموشی کی وجہ سے اس کی تعبیر ہمارے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ ربیعہ غضبناک ہوگیا اور کہا کہ میں نے تم لوگوں کی تربیت ایسے ہی مشکل مسائل کے حل کے لئے کی ہے اگر یہ واقعہ اسی طرح مبہم رہا تو تمہیں عبرتناک سزا دی جائے گی۔ انہوں نے کہا

کہ اس قسم کی پیچیدگی کو صرف دو کاہنوں کی رائے سے سلجھایا جاسکتا ہے جو کہ اس قسم کے معاملات کے حل کے لئے زیورِ کمال سے آراستہ ہیں اور فنِ کہانت میں یگانۂ روزگار ہیں۔ علم نجوم اور اسرارِ غیبی کی خبریں دینے میں منفرد ہیں ایک کا نام اس میں سے سطیح ہے اور دوسرے کا شق ہے۔ بادشاہ نے قاصد بھیج کر ان دونوں کو بلایا کہ فوراً اس کے حضور میں حاضر ہوں پہلے سطیح کو تنہا بلایا اور کہا میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے اور پھر اسے بھول گیا ہوں مجھے وہ خواب اور اس کی تعبیر بتا! سطیح نے بڑے مقفّیٰ انداز میں جیسا کہ عرب کے کاہنوں کی عادت ہوتی ہے پہلے اس کا خواب اسے بتایا کہ آپ نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ ایک جلی ہوئی سیاہ قیسے تاریکی سے نکل کر سرزمین یمن میں داخل ہوئی ہے اور جو بھی کاسئہ سر نظر آیا اسے جلا کر خاکستر کر دیا اس نے کہا ٹھیک ہے میرا خواب یہی ہے اب اس کی تعبیر بیان کر۔ سطیح نے کہا کہ مجھے سوگند ہے مدینہ سے یمن تک جو دو سنگستان (پتھریلی سرزمین یا پتھریلے پہاڑ) ہیں اور ان میں جو متحرک اور ڈسنے والی مخلوق ہے ان کو پیدا کرنے والے کی کہ تمہاری اس سرزمین میں حبشہ کے لوگ آئیں گے اور یمن کی حکومت پر قبضہ کرلیں گے اس نے کہا اے سطیح یہ ہمارے لئے بہت تشویشناک بات ہے اور اس واقعہ سے ہمارا دل سخت مضطرب ہوا۔ تو یہ بتا کہ کیا یہ حادثہ ہمارے عہد میں وقوع پذیر ہوگا یا ہمارے بعد؟ سطیح نے کہا کہ اس کا وقوع آپ کے زمانہ میں نہیں ہوگا بلکہ آپ کے ستر سال بعد اس کی شروعات ہوں گی یعنی اس فتنہ کے ابتدائی آثار کا ظہور ہوگا۔ بادشاہ نے کہا حبشی یمن پر غلبہ پالیں گے تو کیا سلطنتِ یمن پر ان کا قبضہ دائمی ہوگا؟ کاہن نے کہا نہیں تھوڑے ہی عرصہ میں وہ نیست و نابود اور نگوں سر ہو جائیں گے اور ان کا ملیا میٹ ہونا اور ان کی شکست و ریخت کا سہرا ذوالیزن کی اولاد کے سر ہوگا وہ ایک بادشاہ ہوگا خوش کام اور نجیب کہ ان کے بعد دولت اور مراد کے ساتھ تختِ عدل و داد پر فائز ہوگا اور اس کا ظہور ملک عجم کے بادشاہ نوشیرواں کے تعاون سے ہوگا۔ ذوالیزن کا بیٹا ملک یمن سے شاہِ عجم کے پاس جا کر استمداد کی درخواست کرے گا اور وہاں سے ایران کے پہلوانوں کو کہ جن کے نیزے پرویں شکن اور ان کی تیریں جوزا گداز ہونگی لے آئے گا اور حبشیوں کو کوّوں اور گدھوں کا لقمہ بنا دے گا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اے سطیح یہ بادشاہ ذوالیزن کی نسل اور حمیر کے خانوادے سے تعلق رکھتا ہے یہ سلطنت

اس کی نسل میں دوامًا رہے گی۔ کہا نہیں اس کے ہاتھ سے بھی یہ سلطنت نکل جائے گی۔ پوچھا کہ ان تمام شور ودوتن اور انقلابات روزگار کے بعد یہ ملک کس کے قبضۂ اقتدار میں منتقل ہوگا اور حکومت کس کے ہاتھ جائے گی کہا نبی ذکی وتاتیہ الوحی من العلی اس پیغمبر کے ہاتھ لگے گی جو پاکی اور پارسائی میں سرتاجِ نسلِ آدم اور فخرِ عرب و عجم ہوں گے اور وہ اپنی فضیلت و شرف میں شامی یمنی۔ عراقی اور حجرِ اسود کی ترکیب کا خلاصہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوں گے۔ کردگارِ آفتاب و آسمان اور حامل زمین وزمان اور خالق مکین و مکان کی ان پہ وحی نازل ہوگی۔ پوچھا کہ یہ پیغمبر کس نسل سے ہوں گے کہا کہ قریش کے! غالب بن فہر بن مالک بن نظر کی نسل سے ہوں گے اور یہ ملک قیامت تک ان کی نسل میں رہے گا۔ ربیعہ چونکہ اس ملت موحدہ سے ناواقف اور قیامت کے آنے سے بے خبر تھا لہٰذا اسے حیرت بالائے حیرت کا سامنا ہوا۔ اس نے اس نور کی وضاحت چاہی کہ کیا زمانہ کی کوئی انتہا بھی ہوگی اس نے کہا ہاں اے شاہ کامگار اس کا ایک دن خاتمہ بھی ہوگا اور ان شب و روز کے سرانجام کا بھی ایک روز آئے گا ایسا دن جس دن آدم علیہ السلام کی اگلی پچھلی اولاد کو اکٹھا کیا جائے گا اور خطبۂ لمن الملك اليوم لله الواحد القهار اٹھارہ ہزار جہانوں پر پڑھا جائے گا اور چاند اور سورج کو دنیا سے ناپید کر دیا جائے گا اور ان نیلگوں قبوں کے اجسام کے خول کو بے نیازی کے تیشہ سے منہدم کر دیا جائے گا۔ اور یہ سیمیں ستارے جو میخوں کی طرح لوحِ فلک پہ گڑے ہوئے ہیں ان کو ایک ایک کر کے اکھیڑ دیا جائے گا اور بڑے بڑے کوہان رکھنے والے بختی اونٹوں یعنی پہاڑوں کو زمین کی بساط پہ شطرنج کے ہاتھی کی طرح گھمایا اور پھرایا جائے گا اور جو آج شاہ شطرنج کی مانند عرصۂ گیتی میں عدل و راستی کی راہ پر گامزن ہوا۔ اسے مرگِ حقیقی کی مات سے بچا کر جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے وہ جانا چاہے گا جنت الفردوس میں لے جا کر بٹھا دیا جائے گا اور جو فرزیں کی طرح اس جہان بے بنیاد میں کج رفتار ہوگا اس کے لئے آگے بڑھتے ہوئے پیادے اس کے رُخ زرد پہ سُرخ گھوڑے دوڑادیں گے۔

ربیعہ نے کہا اے سطیح! تو مجھے سراسیمہ کرنے کے لئے یہ باتیں کر رہا ہے یا حقیقت میں ایسا ہوگا۔ سطیح نے قسم اٹھائی "والشفق والغسق والفلق انما انبأتك بالحق" یعنی شفق کی سُرخی

اور رات کی سیاہی اور دن کی سپیدی کی قسم کہ جو کچھ میں نے آپ سے کہا وہ حق و صداقت پر مبنی ہے اور البتہ اس کا وقوع ہوگا جب بادشاہ سطیح کے "مناظرہ ومباحثہ" سے فارغ ہوا تو شق بن صعب بجلی کو کہ وہ بھی ایک زبردست کاہن تھا خلوت میں طلب کیا اور اس سے بھی تعبیر پوچھی اس نے بھی لفظ بلفظ سطیح کی طرح تفصیل سے تعبیر بیان کی اس نے بھی بعثت اولاد آدم علیہ السلام اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خاتمہ کلام کیا۔ چونکہ ربیعہ نے ان دونوں ماہرین فن نجوم کو لفظاً اور معناً ایک دوسرے سے متفق پایا اور اسے شق بجلی نے قیامت کے ہولناک واقعات سے پہلے ہی آگاہ کر رکھا تھا اور ظلم وتشدد کی قیامت میں جو سزا ملے گی اور عدل واحسان کے ثواب وجزا کا اس سے تذکرہ کر دیا تھا اور بہشت اور دوزخ کی اس کو ڈراوا اور بشارت دے چکا تھا لہذا ربیعہ یہ ساری باتیں سن کر بے حد گھبرایا اور زار زار رونے لگا اس کے بعد اس نے بت پرستی ترک کر دی اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا اور رعایا برایا کے ساتھ ظلم وتعدی سے باز آیا اور شفقت اور انصاف کا ہاتھ رعایا کے سر پر رکھا اور اسے یقین ہوگیا کہ حبشی یمن میں ضرور آئیں گے اور ان کی شامت سے بدترین واقعات ظہور میں آئیں گے تو اس نے مصلحت اس بات میں سمجھی کہ اپنے گھر والوں کو کسی دوسرے ملک میں منتقل کر دے چنانچہ دریائے فرات کے کنارے اپنے اہل وعیال کو منتقل کر دیا اور شاپور کے زیر سایہ سرزمین حیرہ میں اقامت اختیار کر لی اور وہاں اس کی اولاد بادشاہت کے درجہ تک پہنچی اُن میں سے ایک نعمان بن منذر تھا کہ جس کا باپ بہرام گور کا مربی تھا اس کے مرنے کے بعد بہرام نے اس کے لڑکے منذر کی خدمت بڑی مستعدی سے سرانجام دی حتیٰ کہ بہرام صاحب تخت وتاج ہوگیا۔

بشارت سطیح اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت مکمل طور پر حقائق سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے سطیح کو ایک روز ملنے آئی اور قبیلہ قریش میں سے ایک شخص تھے عقیل بن عباس جو اس کی زیارت کے لئے گئے اور اس کے ہاں جاتے ہوئے ایک سنہری تلوار اور رومی نیزہ سطیح کے لئے بطور تحفہ لیتے

گئے اور سطیح کا امتحان لینے کے لئے ہدیہ کو مخفی رکھا سطیح نے جیسے ہی عقیل کو دیکھا تو فوراً
ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا دانائے اسرارِ نہاں اور ایفاءِ عہد کرنے والوں اور کعبہ کی قسم کہ آپ
وہ شخص ہیں کہ ایک ہندی تلوار اور رومی نیزہ لے آئے ہیں انہوں نے اس کی تصدیق کی اور
اس کی فہم و فراست کے کمال کا اعتراف کیا پھر اس نے ان سے پوچھا کہ آپ کس قبیلہ سے تعلق
رکھتے ہیں کہا کہ میں بنی جمیح کے قبیلہ کا ایک فرد ہوں اس پر سطیح نے رسم جاہلیت کے مطابق
قسم کھائی اور کہا کہ آپ قبیلہ جمیح سے نہیں بلکہ قبیلہ قصی بن کلاب سے نسبت رکھتے ہیں انہوں
نے اس کی بھی تصدیق کی اور کہا کہ اے سطیح تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک عرصہ دراز سے
تیری دانش و ذہانت اور علم کہانت کی مہارت کی ہم نے شہرت سُن رکھی تھی اور ہمیں آرزو
تھی کہ تیری خدمت میں حاضر ہوں اور تجھ سے مستقبل کے بارے نفع و نقصان پر مشتمل سوالات کریں
استفسارات کریں چنانچہ تجھ سے درخواست ہے کہ ہمارے زمانے میں اور ہمارے بعد جو واقعات رُونما
ہوں گے انہیں بیان کر اور حکومتوں کے انقلاب اور اقوام و ملل کے تغیر و تبدیلی کے بارے میں
پیشین گوئی کر۔ سطیح نے کہا کہ میں وہی کچھ بیان کروں گا جو خدا عزّ و جلّ تعالیٰ نے میرے دل میں القا
فرمایا ہے آپ کو جاننا چاہیئے کہ آپ کی مثال سرکش جانوروں کی سی ہے کہ آپ میں کسی قسم کا قاعدہ
قانون نہیں اب وقت آگیا ہے کہ آپ کا کام تمام ہو اور آپ افسانہ بن جائیں۔ آج آپ یعنی اہلِ
عرب اور اہل عجم بالکل ایک جیسے ہیں۔ فقدانِ بصیرت اور ضلالت و گمراہی میں آپ مبتلا ہیں۔ آپ
میں علم ہے نہ شعور لیکن آپ کی آنے والی نسلیں ایسی ہوں گی کہ جو علم و حکمت سے آراستہ ہوں گی
اور فہم و ذکا سے پیراستہ بتوں کو توڑ پھینکیں گی حتیٰ کہ طلب غنیمت میں شہر روم تک جا پہنچیں گی
اس سے پوچھا گیا کہ اے سطیح اچھی طرح سوچ سمجھ کر بتا بلکہ تحقیق کے ساتھ بتا۔ اس نے
سوگند اٹھائی کہ آپ کی نسل میں ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو بت شکن ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ
کی وحدانیت کی قائل ہوگی یعنی موحد ہوگی اس سے سوال کیا گیا کہ قریش کے بہت سے قبیلے ہیں
اس جماعت کا سردار کس قبیلہ سے ہوگا اس نے کہا بخدا اس کا سردار بنی عبد مناف میں سے
ہوگا کہا ذرا وضاحت کرنا کہ وہ کس شہر سے اٹھے گا اس نے قسم کھا کر کہا کہ وہ پیغمبر شہر مکہ
سے اٹھے گا اور بُت پرستوں کے مسلک کا خاتمہ کر دے گا اور دینِ حق کو اقطاعِ عالم میں پھیلا

دے گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے گا (یعنی وہ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما جائیں گے) اُس کے وصال کے بعد صدّیق رضی اللہ عنہٗ ان کے جانشین ہوں گے اور حضرت صدّیقؓ کے بعد ایک باشکوہ اور پُر ہیبت و جلال شخص ان کی جگہ لے گا اور ان کے بعد ایک بہت باخلاق اور جہاں دیدہ انسان مسند نشین خلافت ہوں گے لیکن (باغیوں کا) ایک گروہ ان کو قتل (شہید) کر دے گا اور ان کا سالارِ کارواں ایک ایسا آدمی ہو گا جو پرہیز گار۔ دانا اور پارسا ہو گا اس کے زمانے میں بڑی جنگیں اور خوں ریزی ہو گی اور وہ اس لئے کہ ایک زبردست اور جنگ جو شخص اس پر خروج کرے گا جب اس کا عہدِ حکومت ختم ہو جائے گا یہ حکومت عباسیوں کے خاندان میں آجائے گی اور وہ ایک عرصۂ دراز تک اس پر فرمانروائی کریں گے اسی طرح مزید چند قرنوں کے حالات اس نے بیان کئے چنانچہ حاضرین کو اس کی علم و آگہی میں کوئی شک و شبہ نہ رہا کہ وہ علمِ نجوم میں یگانۂ روزگار اور منفرد حیثیت رکھتا ہے۔

کتبِ تاریخ میں مرقوم ہے کہ سطیح بنی زیب کے قبیلہ کا کاہن تھا اور ملکِ سبا کا باشندہ تھا اس کی ہیئت عجیب تھی اور وہ یوں کہ اس میں ہڈیاں۔ جوڑ اور بند نہیں تھے اس کے ہاتھ کی ہڈیاں اور انگلیاں تھیں لیکن وہ کھڑے ہونے پر قادر نہیں تھا مگر اس وقت جب وہ غضبناک ہوتا اس وقت وہ کھڑا ہوتا اور بیٹھتا جب لوگ چاہتے کہ وہ اپنی کہانت کا مظاہرہ کرے اور غیبی حالات بیان کرے تو اسے خوب ہلاتے جلاتے جس طرح چھاچھ کی مشک کو ہلایا جاتا ہے اس وقت اس کی سانس رُک جاتی اور وہ غیبی امور کی خبر دینے لگ جاتا اس کے الفاظ فصیح و بلیغ ہوتے جب لوگ چاہتے کہ اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائیں تو اسے فولڈ کر لیتے جس طرح کپڑوں کو تہ کر لیتے ہیں اور صندوق میں رکھ کر اپنے ساتھ لے جاتے کہتے ہیں کہ اس کا چہرہ اس کے سینہ پر تھا یعنی اس کا سر تھا نہ گردن۔ اس کا سالِ ولادت سیل العرم تھا حضورؐ کے زمانۂ ولادت تک اس نے عمر پائی چنانچہ کچھ حال اس کا انشاء اللہ بیان کیا جائیگا اس سیلاب سے جو "سیل العرم" کے نام سے مشہور ہے وہ دیوار جو بلقیس نے ملکِ سبا میں تعمیر کی تھی شکستہ ہو گئی اور اس کی وجہ سے تمام ملک (اہلِ سبا) میں تباہی مچ گئی اور ان کے گھر اور ان کی قیام گاہیں ان کے کفرانِ نعمت کی وجہ سے منہدم ہو گئے یوں سطیح وہاں سے

نکل کر شہر ع م میں ایک موضع مآرب میں اقامت پذیر ہوگیا اور وہاں ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تک زندہ رہا وہب بن منبہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ سطیح سے پوچھا گیا کہ تو نے علم کہانت کہاں سے سیکھا تو وہ بتایا کرتا تھا کہ ایک عورت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ سے کلام کے ہنگام کوہِ طور پر چوری سے غیب کی باتوں پہ آگاہ ہوگئی اس نے مجھے ان رازہائے سربستہ سے باخبر کیا اور میں وہ واقعات لوگوں سے بیان کر دیا کرتا ہوں۔

بخت نصر کا بھولا ہوا خواب اور اُس کی تعبیر: کعب احبار رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ بخت نصر نے بنی اسرائیل میں بڑی خرابی کے بعد کہ بہت سوں کو قتل، قید اور جلا وطن کیا۔ اس نے ایک دہشتناک خواب دیکھا اور اسے بھول گیا اس نے جادوگروں اور کاہنوں کو طلب کیا اور اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا۔ خواب کی تعبیر اس کے بیان کرنے کے بعد ہی ہوسکتی چونکہ خواب اسے بھول چکا تھا اور خوف اور رعب کے اثرات ہی باقی رہ گئے تھے۔ خواب کی تحقیق اور تعبیر کا خواہش مند تھا۔ اس نے کاہنوں سے کہا۔ میں نے تمہاری تربیت اسی قسم کی مہم کے لئے کی ہے۔ اب تمہیں تین روز کی مہلت ہے اگر تم نے میرے خواب کی تعبیر بیان کر دی تو فبہا دگرنہ تم تمام کو قتل کر دوں گا۔ یہ خبر لوگوں میں مشہور ہوگئی۔ انہی دنوں دانیال علیہ السلام اس کی قید میں مقید تھے۔ داروغہ جیل سے کہا گیا تم میرا تذکرہ بادشاہ کے پاس کر سکتے ہو کیونکہ میں اس کا خواب بھی جانتا ہوں اور اس کی تعبیر سے واقف ہوں۔ داروغہ جیل نے یہ بات بخت نصر کو بتائی۔ اس نے دانیال علیہ السلام کو بلایا۔ جب وہ اس کے پاس آئے تو اسے سجدہ نہ کیا جیسا کہ سجدہ کرنے کی قوم کو عادت تھی۔ بخت نصر نے خلوت میں ان سے پوچھا کہ آپ نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا انہوں نے کہا۔ میرا خدا ہے جس نے مجھے خواب کی تعبیر اس شرط پر سکھائی ہے کہ اس کے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کروں اس خوف سے کہ یہ علم مجھ سے ضائع نہ ہو جائے اور تمہارے خواب سے عہدہ برا نہ ہوسکوں اور میرا خون بہا دیا جائے۔ میں نے سجدہ نہیں کیا۔ مجھے علم تھا کہ میرا سجدہ نہ کرنا آپ کے لئے اس رنج و اندوہ سے آسان ہوگا جس میں آپ مبتلا ہیں اور سجدہ کا نہ کرنا آپ کے لئے بھی

اختیار کیا ہے۔ بخت نصر نے کہا۔ میرے نزدیک کوئی شخص بھی آپ سے زیادہ قابلِ اعتماد نہیں کیونکہ آپ نے اپنے خدا کے عہد کو پورا کیا اور میرے نزدیک بہترین شخص وہ ہے جو اپنے خدا تعالیٰ کے عہد کو پورا کرے پھر پوچھا کہ آپ میرے خواب اور اس کی تعبیر کو جانتے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ آپ نے ایک بڑا بت دیکھا ہے جس کا اوپر کا حصہ سونے کا۔ درمیانی حصہ چاندی اور سرین تانبے کے۔ پنڈلیاں لوہے اور اس کے قدم مٹی کے تھے۔ اسی اثنا میں کہ آپ اسے دیکھ رہے تھے اور آپ کی نظر میں وہ بہت خوب صورت اور مرغوب دکھائی دیتا تھا کہ اچانک آسمان سے پتھر گرا اور اس بت کے سر پہ لگا اور اسے ایسا پیس دیا گویا کہ وہ آٹا ہے۔ سونا۔ چاندی۔ تانبا لوہا اور مٹی آپس میں ایسے مل گئے تھے کہ اگر تمام جن و انسان بھی اکٹھے ہو جائیں تو انہیں جدا نہیں کر سکتے تھے اور اس کے اجزا اس طرح متفرق ہو گئے تھے کہ اگر ہوا چلتی تو گمان ہوتا ہے کہ کچھ بھی باقی نہ چھوڑتی۔ آپ اس پتھر کو دیکھ رہے تھے جو آسمان سے گرا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ وہ بڑھ رہا ہے اور بڑا ہو رہا ہے یہاں تک کہ اس نے تمام روئے زمین کو ڈھانپ لیا ہے حتیٰ کہ زمین و آسمان اور پتھر کے سوا آپ کو کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔ بخت نصر نے کہا آپ نے سچ کہا وہ خواب جو مَیں نے دیکھا ہے یہی تھا۔ اس کی تعبیر بیان کیجیے۔ حضرت دانیالؑ نے فرمایا۔ یہ بت سابقہ امتیں ہیں۔ سونا یہ امت ہے جس میں آپ ہیں۔ چاندی وہ امت ہے جو آپ کے بعد ہو گی جس کا مالک آپ کا بیٹا ہو گا۔ تانبا اور لوہا اہلِ روم اور فارس ہیں اور ٹھیکری اہلِ یمن ہیں جن کے بادشاہ روم اور فارس کے ہوتے ہیں لیکن وہ پتھر جس کے ذریعہ اس بت کو کوٹا گیا وہ پیغمبر ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہو گا۔ خدا تعالیٰ ایک پیغمبر عرب میں مبعوث فرمائے گا جو تمام ادیان کو باطل کر دے گا اور تمام روئے زمین کو گھیرے گا۔

اے ناسخ کیش ہبل وے محرم سر ازل
طاؤس باغ لم یزل عنقائے قاف کبریا
در باب کافتادم زرہ شد نامۂ عمرم سیاہ
پشتم ز بار غم دو تاہ دست شفاعت بر کشا

پانچویں فصل

پیغمبرِ آخر الزّمان کی بعثت پر جنّات کی شہادت

خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ابو عامر راہب۔ سیّد انبیاء ورُسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بعثت سے پہلے کفر وضلالت سے منحرف اور دینِ حنیف کی حقیقت اور اس کی جلالت کا اعتراف کرتا تھا اور ملّتِ ابراہیمی کا پیروکار تھا۔ ٹاٹ پہنتا اور اطراف واکنافِ عالم میں پھرتا تھا اور احبارِ یہود اور علمارِ نصاریٰ سے ملّتِ خلیل علیہ السّلام کی تحقیق کرتا تھا تاکہ وہ انہیں نبی آخر الزّماں علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بعثت اور ملّت ابراہیمی کے احیار کی خبر دیں۔ ابو عامر اوصاف کمال اور نعت جمال محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فریفتہ وعاشق تھا خُذِ العِلْمَ مِنْ اَفْوَاہِ الرِّجَالِ کے مقتضیٰ کے مطابق ہمیشہ علماء وفضلا اور ارباب دانش و بینش سے اوصاف و بیان اخلاق محمدی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پوچھتا رہتا تھا اور اپنے اوقات کو اس کے افادہ واستفادہ میں مصروف رکھتا تھا۔ مجلسوں اور محفلوں میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے محاسن ومحامد کے نقوش سامعین کے دلوں پر ڈالتا تھا۔ ایک روز اوس وخزرج کی محفل میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مدح وثنار بیان کر رہا تھا۔ ابو الہیثم خزاعی کہ وہ بھی ایک خدا کی پرستش کرنے والا تھا۔ نے کہا۔ اے ابو عامر! اگر تم انہیں پالو تو کیا تم ان کی صفت اس سے زیادہ کروگے اس نے کہا۔ ہاں۔ خدا کی قسم میں نے جن وانس سے ان کی بہت صفت سُنی ہے گویا کہ وہ میرے مشاہدہ میں ہیں۔ ابو الہیثم نے حیران ہو کر کہا۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ انسانوں میں سے علمار نے آسمانی کتب سے ان کی صفات معلوم کر کے تجھے بتائی ہوں لیکن جنوں سے خبر حاصل ہونا عجیب ہے۔ اب اگر اس سلسلہ میں کوئی خبر جانتے ہو تو کہو۔

ابو عامر نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے سُنا کہ ولایت یمن میں ایک کاہن پیدا ہوا ہے کہ اس فن میں اس کی نظیر نہیں۔ اس کی شوقِ ملاقات نے بے چینی سے گریبان اختیار کو پکڑا۔ ماہِ رجب چونکہ ماہِ حرم ہے تلواریں میان میں ہوتی ہیں میں ملک یمن کو چل دیا۔ ایک رات۔ چاندنی رات تھی اور میں اونٹ ہانکے لئے جا رہا تھا نیند نے مجھ پر غلبہ کیا۔ میں جب بیدار ہوا تو خود

کو ایک نامعلوم بیابان میں دیکھا جس کے اطراف میں آگ دور سے ستاروں کی مانند دکھائی دیتی تھی میں اس آگ کی طرف چل دیا جب میں نزدیک پہنچا آگ کے اردگرد نہایت مہیب شکل وصورت لوگوں کو دیکھا جن کی شکلیں انسانوں جیسی نہیں تھیں میں سمجھ گیا کہ جن ہیں۔ میں بہت ڈرا۔ میرے اونٹ نے مارے ڈر کے بھاگنا شروع کر دیا یہاں تک کہ مارے دہشت کے وہ دو زانوں ہو کر بیٹھ گیا اور سوار اور اونٹ دونوں کے اعضاء پر لرزہ طاری ہو گیا اس حال میں میں نے خود کو اونٹ سے گرا دیا۔ ان میں سے بعض میری طرف بھاگے میں فریاد کرنے لگا اور پناہ چاہی۔ ان میں سے ہی ایک جماعت اس گروہ کو روکنے کے لئے آگئی جنہوں نے ہمارا قصد کیا تھا انہوں نے آکر انہیں ہٹا دیا۔ ان میں سے چار افراد نے آکر مجھے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا کہ تو کون سے قبیلہ سے ہے میں نے کہا۔ قیلہ کے بطن سے قبیلہ غسان سے ہوں اور قیلہ اس عورت کا نام ہے جس کی اولاد قبیلۂ اوس اور خزرج ہیں۔ اس نے کہا۔ اگر ہم تجھے ہلاک کر دیں اور تیرا خون بہائیں تو تیرا کیا خیال ہے۔ میں نے کہا کیا میں تمہاری پناہ میں نہیں آیا؟ انہوں نے مجھ پر رحم کیا پھر انہوں نے میری غرض و غایت پوچھی۔ میں نے تمام صورتِ حال بیان کر دی کہ میرا ارادہ تھا کہ میں جا کر کاہنوں سے غیبی حالات معلوم کروں۔ میں نے کہا غیبی باتوں میں ہم کاہنوں کے اقوال پر اعتماد کرتے ہیں اور وہ تم سے سنتے ہیں اب میں تمہیں بحق قسم دیتا ہوں کہ مجھے آئندہ واقعات کی خبر دو۔ میں چاہتا ہوں کہ بلاواسطہ تم سے خبریں سنوں تینوں نے چوتھے کی طرف اشارہ کیا کہ ہم سب میں وہ زیادہ دانا ہے اس سے سوال کر۔ میں نے اپنا مقصد اس سے دریافت کیا۔ اس نے کہا اے ابو عامر! تیرے لئے عزت و کرامت ہے اس علم کو سیکھنا کہ جو کسی کتاب میں نہیں ہو گا۔ قسم ہے مجھے اس ذات کی جو بیابانوں کے میدان کو آباد کرنے والا اور بارشوں کو برسانے والا ہے کہ یقیناً باریک کمر اونٹوں والے تیز رفتار۔ حضرت کردگار کاریستہ دکھلانے والے آئیں گے۔ کفار کے ساتھ جنگ کے لئے ابھارنے والے ہوں گے۔ آشکارا اور پوشیدہ نیکی کرنے کی سب سے زیادہ نصیحت کرنے والے ہوں گے اور یقیناً آسمان سے ایک کلام اُترے گا جو لوگوں کو نیکی کی اتباع اور برے کاموں سے بچنے پر مشتمل ہو گا۔ جنگجو اور ترش روکے ناک میں فرمانبرداری کی نکیل ڈالے گا۔ تند خو کو نرم کرے گا اور افسانہ گوؤں کو خاموش کر دے گا

اے ابو عامر! یقیناً حق سبحانہٗ وتعالیٰ ناپاک لوگوں کی زیادتی اور ظلم سے غضبناک ہُوا اور وہ وقت قریب پہنچ چکا ہے کہ پردۂ غیب سے ایسے شخص کو مبعوث کریں جو سرکش وجبار بادشاہوں کی گردن توڑنے والا ہو اور سرکش ظالموں کے تکبّر وغرور کو پست کرنے والا ہو۔ ابو عامر نے کہا۔ مَیں نے پوچھا کہ یہ عزیز جو پیدا ہو گا اور دلی خوشی اور سرور کو بڑھائے گا۔ بادشاہ ہو گا یا پیغمبر۔ اس نے کہا۔ پناہ بخدا! کہ وہ سلاطین سے ہو بلکہ وہ شریف النفس لطیف الصفات پیغمبر ہو گا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وہ ایک محبّت وشفقت سے آراستہ۔ حِلم وتواضع۔ دفا وحسنِ خلق اور صدقِ گفتار سے پیراستہ رسول ہو گا۔ معدنِ جود۔ منبع الطاف۔ نافۂ نافِ آہوئے عبد مناف سے کستوری کی سی خوشبُو والا ہو گا۔

ابو عامر نے کہا۔ مَیں نے اس دانا متکلّم سے دریافت کیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جس طرح آپ نے مجھے اس کے حسب ونسب ظاہری سے واقف کیا ہے اس کی شکل وصورت اور ہیئت سے بھی مطلع فرمائیں تاکہ میں اس جگہ سے کافی علم اور پوری معلومات کے ساتھ اپنے وطن کو لَوٹوں۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ یقیناً آپ کا چہرۂ اقدس منوّر اور مصفّا۔ آپ کا قد مبارک نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ کوتاہ وعریض بلکہ بلندی معتدل ہو گی۔ اگر آزردہ ہو گا تو صبر کرے گا۔ انتقام میں جلد بازی نہیں کرے گا۔ چشم مبارک کشادہ۔ دونوں کندھوں کے درمیان مُہرِ نبوّت۔ آپ کی آنکھوں کی سفیدی میں سُرخ ڈورے ہوں گے لکھا پڑھا نہیں ہو گا لیکن حقائق علوم کو جاننے والا ہو گا۔ دین حنیف کے ساتھ مبعوث ہو گا۔ دین میں مداہنت نہیں کرے گا۔ کاہنوں کے اسرار حقائق سے واقف، مقبول ترین وہ بندہ ہے جو اس کی اتّباع کی سعادت سے فیروز مندی وفلاح پائے، اور مقبول وہ غلام ہے جو اس کی دولتِ ملازمت میں دوڑے۔ اس کہنے والے جن نے مجھے کہا۔ اے ابو عامر! چاہیے کہ تو ان باتوں پر یقین کرے اور یہ خبر لوحِ تحقیق سے پڑھی ہوئی سمجھے۔ مَیں نے یہ صحیح حکایت اور صریح روایت ملائکہ ملکوت اور صدر نشینانِ خطائرِ جبروت سے سُنی ہے اور اس علم کو حاصل کرنے میں مشقّت اور رنج برداشت کئے ہیں۔

سالہا خون خوردہ ام شہباز بردز آوردہ ام تا بدانستم حدیثِ عشق را تفسیر چیست

ابو عامر کہتا ہے کہ ان مقدّمات کی تکمیل کے بعد وہ گروہ میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ میں وہاں کھڑا رہا، جب صبح ہوئی مَیں نے وطنِ مالوف کا رخ کیا اور یمن جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

حیرت پر حیرت ہے کہ یہ ابو عامر جس نے یہ تمام دلائل و براہین مشاہدہ کئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانۂ دعوت میں مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس کی طلب میں کسی شخص کو بھیجا اور اسے اپنے دین مبین کی دعوت دی، حسد کی وجہ سے مطلقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر ایمان نہ لایا۔ ہر چند اس کے ہم وطنوں نے جنہوں نے کئی مرتبہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفات و محامد سنے تھے اسے کہا کہ کیا تو ہمیں اس صادق پیغمبر کی تصدیق کرنے کی وصیت نہیں کرتا تھا؟ اب ان کی تصدیق کر کے ان پر ایمان کیوں نہیں لاتا۔ چونکہ سعادت ازلی اس کے قرین حال نہیں تھی، کہتا تھا کہ یہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نبی آخر الزماں نہیں ہے جو میرا مقصد و مقصود اور مطلب و مطلوب تھا اور ابھی جمال باکمال مطلع سے ظہور پذیر نہیں ہوا۔ بیت۔

وہ ایں چہ کور لیست کہ در شاہ راہ عشق ‌ ‌ ‌ ‌ با صد ہزار رہبر بیننده رہ گمی

خطیر بن مالک کاہن کی شہادت

قصہ یوں ہوا کہ لہیب بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں تھا کہ منجمین کی باتیں ہونے لگیں۔ لہیب نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب سے پہلے جس شخص کو معلوم ہوا کہ آسمان جنوں سے محفوظ ہو گیا ہے اور وہ چوری چھپے باتیں سننے سے روک دیئے گئے ہیں۔ میں تھا۔ صورت واقعہ یوں ہوئی کہ ایک دو سو ستر سالہ عمر رسیدہ خطیر بن مالک نامی نجومی تھا وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ علم نجوم کا ماہر تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آسمان میں یہ رات ستاروں کی جو لوچھاڑ ہوتی ہے۔ ستارے ٹوٹتے ہیں اس کے متعلق آپ کو کچھ علم ہے ہم خوفزدہ ہیں ایسا نہ ہو کہ اس ضمن میں کوئی ایسا معاملہ ہو کہ جو پریشانی کا باعث ہو۔ اس نے کہا صبح کے وقت آنا تاکہ میں تجھے اس کی خبر دوں کہ یہ کیوں اترتے ہیں۔ ہم صبح کے وقت مقررہ جگہ پر ساتھیوں کے ساتھ گئے۔ ہم نے خطیر کو دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہے جب ہم نے اسے آواز دی تو اس نے ہمیں اشارہ سے چپ رہنے کو کہا۔ اچانک ایک بڑا ستارہ گرا خطیر چیخا اور چند کلمات کہے جو شیطانوں کے عمل کو باطل کرنے پر دلالت کرتے تھے اور ان

کی ذلت و خواری کا متمنی تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا۔ اے گروہ بنی خطان میں تمہیں سچی خبر دیتا
ہوں اور کعبہ اور اس کے ارکان کی قسم کھاتا ہوں کہ لڑاکے شیطانوں کو استراق سمع سے منع کر
دیا گیا ہے اور صاعقہ آگ ان پہ برسائی جاتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ عظیم القدر پیغمبر قرآن کے
ساتھ جس میں حلال وحرام کا بیان ہے ظاہر ہونے والا ہے اس کے دلائل شعاع آفتاب کی طرح
ظاہر و واضح ہوں گے۔ بت پرستی کے دین کو باطل کر دے گا۔ میں نے کہا اے ابا خطیر تم عجیب قصہ
بیان کرتے ہو میری قوم کا کیا حال ہو گا۔ اس نے کہا ان کے لئے سب سے بہتر یہی ہے کہ وہ اس
کی اتباع کریں اور اس کی مخالفت سے پرہیز کریں۔ اس کی نبوت کا اظہار بطحا کی فضا میں ہو گا
اس پر قرآن نازل ہو گا۔ میں نے کہا اے خطیر وہ کون سے قبیلہ سے ہو گا اس نے کہا مجھے زندگی و
عیش کی قسم ہے کہ وہ قریش ہی سے ہو گا اس میں طیش نہیں ہو گا۔ اس کے حکم میں کوئی کھوٹ نہیں
ہو گا۔ بنی قحطان اور دوسرے قبائل سے بہت سا لشکر اس کے پاس جمع ہو جائیگا میں نے پوچھا
کس قبیلہ سے فراہم ہوں گے اس نے کہا قریش سے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ مجھے کعبہ اور
ارکان کعبہ کی قسم کہ بزرگ و برتر ہاشم کی نسل سے ہو گا۔ کفار و فجار کے قتل کے لئے مبعوث
ہو گا۔ یہ قصہ مجھے بڑے بڑے دیووں سے حاصل ہوا ہے۔ پھر اس نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ حق
ظاہر ہو گیا اور دیو آسمان پر جانے سے روک دیئے گئے۔ پھر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا تین
روز کے بعد ہوش میں آیا اور کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ جب یہ حکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی خدمت میں بیان کی گئی فرمایا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ اس نے مقام نبوت سے بات کی ہے وہ قیامت
کے روز اٹھایا جائے گا اور وہ تنہا ایک امت ہو گا۔ وَاللّٰہُ الْھَادِیْ۔

فصل ششم

انبیاء کرام کی زیارت

ہشام بن مالک کہتا ہے کہ امیر المومنین حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے ایک
قریشی کے ساتھ ہرقل شاہ روم کے پاس بطور
قاصد بھیجا تاکہ اسے اسلام کی دعوت دوں۔ جب ہم شہر دمشق میں جو جبلہ بن ایہم غسانی جو ملوک
شام میں سے ہے کا دارالخلافہ ہے پہنچے۔ ہم نے ایک بلند مرتبہ شخص کو دیکھا جو بلند مرتبہ بادشاہوں

کی مانند تخت کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہمارے پاس ایک ترجمان بھیجا۔ اس نے ہم سے حقیقت حال اور مقصد پوچھا۔ ہم نے کہا۔ ہم صرف جبلہ ہی سے بات کریں گے اگر یہ نہ ہو سکا تو ہم جلد واپس چلے جائیں گے۔ القصہ جب ہم اس کی مجلس میں داخل ہوئے۔ ہم نے اسے سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے قبول نہ کی۔ ہم نے دیکھا کہ وہ زرد سیاہ لباس پہنے ہوئے ہے ہم نے اس کی وجہ پوچھی اس نے کہا۔ یہ سیاہ لباس میں نے اس سبب سے پہن رکھا ہے کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک تمہیں شام سے باہر نہ نکال دوں اسے نہیں اتاروں گا۔ ہم نے کہا قسم بخدا، اسی جگہ جہاں تو بیٹھا ہے ہم تجھے گرفتار کریں گے اور اس ملک میں تجھ سے بڑے بادشاہ کو بھی انشاءاللہ قبضہ میں کریں گے کیونکہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بشارت دی ہے اور وعدہ فرمایا ہے جبلہ نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہو جو اس ملک کے مالک بنیں گے کیونکہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دن کو شام تک روزہ رکھیں گے ہم نے کہا ہماری شریعت بھی اسی طرح ہے۔ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ جب ہم نے یہ کہا اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے کہا تمہیں قیصر کے پاس بھیجا گیا ہے۔ روم میں جاؤ دیکھیں وہاں تمہارا معاملہ کیسا ہوتا ہے۔ ایک راہنما کو ہمارے ساتھ کر دیا اور قیصر کے پاس بھیج دیا جب ہم قیصر کے دارالسلطنت میں پہنچے۔ راہنما نے کہا کہ اس شہر میں تمہارا اونٹوں پر سوار رہنا مناسب نہیں۔ شہر میں دوسری سواریاں اختیار کرو۔ ہم نے کہا ہم اسی وضع پر ہرقل کی بارگاہ تک جائیں گے۔ جب یہ بات انہوں نے ہرقل سے کہی۔ ہرقل نے کہا ان کو اختیار ہے۔ ہم تلوار حمائل کئے ہوئے اپنے اونٹوں پر سوار شہر میں داخل ہوئے جب قیصر کے محل کے دروازے کے باہر آئے ہم نے اونٹوں کو بٹھا دیا اور بلند آواز سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہا۔ اس کلمہ کی ہیبت سے قیصر کا محل تند ہوا سے کھجور کے درخت کی مانند لرز اٹھا۔ قیصر نے اس حال میں ہمیں دیکھا اور بالاخانے سے ہمیں دیکھتا تھا۔ جب اس نے یہ واقعہ مشاہدہ کیا ہمارے پاس ایک شخص کو بھیجا اور کہا اپنے دین کا اظہار کرو اور جو سوال بھی تمہارا ہو پیش کرو۔ ہم نے جواب دیا کہ ہمیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے یہ وصیت کی ہے کہ ہم قیصر کے علاوہ کسی سے بات نہ کریں۔ قیصر نے حاضری کی اجازت دیدی۔ جب ہم اندر داخل ہوئے۔ ہم نے دیکھا

کہ وہ تخت پہ بیٹھا ہُوا ہے اور ایک جماعت قوی ہیکل وجسیم اس کے تخت کے سامنے بیٹھی ہوئی ہے اور کچھ کھڑے ہیں۔ یہ بھی بادشاہ کی مانند سُرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جب اس نے ہمیں دیکھا۔ ہنسا اور ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ انہوں نے اپنے دستور کے مطابق ہمیں سلام کیوں نہیں کیا۔ ہم نے کہا، ہمارے لئے تمہیں سلام کہنا جائز نہیں جیسا کہ تمہارے لئے ہمیں سلام کہنا روا نہیں۔ اس نے پوچھا کہ تم اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام کہتے ہو۔ ہم نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ اس نے پوچھا کہ وہ کس طرح جواب دیتا ہے۔ ہم نے جواب دیا۔ اسی لفظ کے ساتھ۔ اس نے پوچھا کہ تمہاری سب سے افضل اور بزرگ بات کون سی ہے ہم نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ جب ہم نے یہ کہا دوسری مرتبہ بالا خانہ محل کے ساتھ لرز اٹھا۔ ہرقل نے کہا جب تم اپنے گھروں میں اس کلمہ کو اپنی زبان سے ادا کرتے ہو تو اس سے یہی خاصیت پیدا ہوتی ہے۔ ہم نے کہا۔ ہم نے کبھی بھی اپنے گھروں میں یہ کیفیت مشاہدہ نہیں کی۔ قیصر نے کہا۔ کاش! یہ کلمہ کہتے وقت تمہارے اوپر گر پڑتے اور میرا بھی آدھا ملک جاتا رہتا۔ ہم نے پوچھا کس سبب سے۔ اس نے کہا آدھے ملک کا جاتے رہنا میرے لئے نبوت و دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آشکارا ہونے سے زیادہ آسان ہے۔

شواہد النبوت میں ہے کہ اس بات کا یہ مفہوم تھا کہ جب یہ لرزہ اور جنبش تمام منازل و مساکن میں محقق ہوتا تو یہ خصائص نبوت سے نہ ہوتا بلکہ حیلوں اور شعبدوں سے ہوتا۔

سیر گازرونی میں ہے کہ یہ جو اس نے کہا کہ اگر یہ لرزہ عام ہوتا تو مَیں اسے پسند کرتا کہ نصف ملک تمہیں دے دیتا کیونکہ نبوت کے مناسب یہ ہے کہ یہ بات ہر جگہ ہوتی وگرنہ یہ حیلہ کے زیادہ قریب ہے۔ ہشام نے کہا اس کے بعد ہرقل نے ہم سے دوسری چیزوں کے متعلق سوال کیے ہماری طرف سے تمام کے شافی جواب دیئے گئے اس کے بعد ہماری نماز اور روزے کے متعلق سوال کیا۔ ہم نے اس کا صحیح صحیح جواب دیا پھر اس نے ہمیں ایک دِل کشا مقام اور روح افزا منزل میں ٹھہرایا اور ہماری خدمت و تواضع میں بہت کوشش کی۔ تین روز کے بعد اس نے ہمیں اپنی مجلس میں طلب کیا اور چند باتیں دریافت کیں جب ہم جواب سے فارغ ہو گئے تو اس نے ایک بڑا زر اندود مربع صندوق منگوایا۔ اس صندوق میں چھوٹے چھوٹے بہت سے خانے تھے اور ہر ایک

کا الگ دروازہ تھا اور ہر دروازہ پر قفل لگا ہوا تھا اس نے ایک دروازہ کو کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ اسے کھولا اس پہ ایک شخص کی تصویر تھی۔ سرخ چہرہ۔ فراخ چشم بلند گردن اور بے ریش۔ بارعب چہرہ تھا۔ اس نے پوچھا جانتے ہو یہ کون ہے۔ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ آدم علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر اس نے دوسرا دروازہ کھولا۔ ایک سیاہ ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ اس ریشم کے ٹکڑے پہ ایک مرد کی تصویر بھی سفید رو۔ گھنگھریالے بال۔ سیاہ چشم۔ بڑا سر اور عمدہ داڑھی تھی۔ اس نے پوچھا جانتے ہو یہ کون ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ نوح علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور ایک دوسرا ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ اس میں ایک سفید رو۔ روشن چشم۔ کشادہ پیشانی۔ ستواں ناک اور سفید داڑھی خنداں و شگفتہ تصویر تھی اس نے پوچھا اسے پہچانتے ہو۔ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ ابراہیم علیہ السلام کی ہیں۔ دوسرا دروازہ کھولا اور دوسرا ٹکڑا نکالا اس پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت تھی اس تصویر کی تعظیم میں اٹھ کھڑا ہو گیا اور پھر بیٹھ گیا اور کہا تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر ہے۔ ہم نے کہا۔ بخدا اسی طرح ہے گویا کہ بعینہٖ یہ آپ ہی ہیں پھر تھوڑی دیر ہمیں دیکھا اور کہا یہ پیغمبر آخرالزمان کی تصویر ہے۔ اس تصویر کو جلد نکالنے میں میرا مقصد تمہارا امتحان تھا۔ پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور سیاہ رنگ کے ریشم کا ٹکڑا نکالا جس پہ گندم گوں۔ سیاہ مو۔ تیز چشم۔ عمدہ نگاہ۔ بند منہ۔ غلیظ لب غضبناک مرد کی تصویر تھی اس نے کہا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہنے لگا یہ موسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اس کے پہلو میں موسیٰ علیہ السلام کی طرح ایک اور تصویر تھی جس کے سیاہ بال۔ کشادہ پیشانی اور گول آنکھیں تھیں۔ اس نے پوچھا اسے جانتے ہو؟ ہم نے کہا۔ نہیں۔ اس نے کہا یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور دوسرا ریشم کا ٹکڑا نکالا اس میں گندم گوں۔ لٹکے ہوئے بال۔ خوب صورت اور غضبناک مرد کی تصویر تھی۔ اس نے کہا۔ یہ لوط علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک اور سفید سرخی مائل صورت دکھائی۔ اس کی گردن تواضع اختیار کرنے والوں کی طرح ایک طرف کو جھکی ہوئی تھی۔ چہرہ خوب صورت تھا۔ اس نے کہا یہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اس کے بعد ایک اور تصویر ظاہر کی جو اسحاق علیہ السلام

ی طرح تھی گمان کے رسیلے ہونٹ پہ تل تھا۔ اس نے کہا یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر ہے
پھر اس نے ایک اور تصویر دکھائی سفید سرخی مائل چمکدار پیشانی جن کے چہرہ پہ تواضع کا اثر ظاہر
تھا خوش قامت۔ ستواں ناک۔ اس نے کہا یہ اسمٰعیل علیہ السلام کی تصویر ہے جو تمہارے پیغمبر
کا جدِ اعلیٰ ہے اس کے بعد آدم علیہ السلام کی تصویر جیسی ایک تصویر دکھائی اور کہا کہ یہ یوسف علیہ السلام
کی صورت ہے۔ اس ریشم کے ٹکڑے سے ایک سفید ٹکڑا باہر نکالا اس پہ ایک سرخ رنگ۔ باریک
ساق۔ مربع شکم۔ میانہ قد۔ جس نے تلوار حمائل کی ہوئی تھی کی تصویر نکالی اور کہا یہ داؤد علیہ السلام
کی تصویر ہے پھر سفید ریشم ہی کے ٹکڑا پہ ایک اور مرد بڑا سر، لمبے پاؤں۔ گھوڑے پہ سوار کی
تصویر دکھائی اور کہا یہ سلیمان علیہ السلام کی تصویر ہے پھر اس نے سیاہ ریشم کے ٹکڑے پر سفید رو
سیاہ ریش۔ گھنے بال۔ نیکو چشم۔ خوبصورت مرد کی تصویر دکھائی اور کہا یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی صورت
ہے۔ انبیاء کی صورتیں ملاحظہ کرنے کے بعد ہم نے قیصر سے پوچھا کہ یہ تصویریں کس طرح حاصل ہوئی
ہیں اور تجھے ان صورتوں سے کیا خصوصیت ہے۔ ہم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت پر
قیاس کرتے ہوئے یقین سے جانتے ہیں کہ تمام تصویریں اپنے اصل کے مطابق ہیں یعنی تمام گذشتہ
انبیاء علیہم السلام۔ ہرقل نے جواب دیا کہ آدم علیہ السلام نے مصورِ حقیقی هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي
الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ سے سوال کیا کہ ان کی اولاد خصوصًا وہ اولاد جو شرف نبوت سے مشرف ہو
اسے دکھائے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ان کی خاطر اور ان کی درخواست کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام
کی تصویریں ان کے پاس بھیجیں اور بلاد مغرب میں آدم علیہ السلام کے خزانہ میں محفوظ تھیں جب
ذوالقرنین وہاں پہنچا انہیں نکال کر دانیال پیغمبر علیہ السلام کے سپرد کیں۔ اس نے انہیں ریشم کے ٹکڑوں
پر منتقل کیا وہاں سے بادشاہوں کے خزانوں میں منتقل ہوئیں اب یہ ہم تک پہنچی ہیں اور یہ بعینہٖ
وہی تصویریں ہیں جو دانیال علیہ السلام تک پہنچی تھیں اس بات سے مجھے پورا اطمینان ہو گیا کہ تمہارے
پیغمبر کی صورت ذات شریف کے موافق اور مطابق ہے اس سے اور باقی صورتوں کی اپنی ذوات
کے ساتھ مطابقت یقینی طور پہ معلوم ہو گئی ہے۔ کاش خدا تعالیٰ مجھے توفیق عنایت فرمائے کہ
سلطنت سے دستِ تصرف کوتاہ کروں اور تمہارے غلاموں کی غلامی میں کمربستہ ہو جاؤں یہاں تک
کہ موت آرزوں کے دامن کو پکڑے اور زندگی کا چراغ۔ موت کی تند و تیز زندگی سے گل ہو جائے

ہشام کہتا ہے کہ ہرقل نے ہمیں واپس روانگی کے وقت انواع واقسام شاہانہ الطاف اور خسروانہ عنایات سے نوازا۔ جب ہم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس واپس آئے۔ ہم نے تمام صورتِ حال بیان کی۔ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے اور فرمایا بیچارہ ہرقل! اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اسے دولتِ اسلام نصیب ہوتی۔ پھر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے کہ اہلِ کتاب نے میری صفات تورات وانجیل میں پڑھی ہیں اور جانتے ہیں اور جانتے ہیں اور حق تعالیٰ نے مجھے اس کی اطلاع دی ہے۔ يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ

برائے تو شد ہر دو عالم مکوّن — زمہر تو منشور ایمان مبرہن
بفیضِ نوال تو گلہائے معنی — شگفتہ بہر سینہ و باغ گلشن
خد نور جمالت بصر گشتہ آگہ — بوصفِ کمالت زبان گشتہ الکن
بتوریت موسٰی و انجیل عیسٰے — صفات کمال تو گشتہ مبیّن
بہنگام ایجاد غیب وشہادت — تو مقصود بالذّات بودی معیّن

حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے صفاتی اسماءِ مبارکہ اور القاب

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کنیت ابوالقاسم ہے کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پہلے صاحبزادے کا اسمِ گرامی قاسم تھا اور عربوں کا طریقہ ہے کہ پہلے فرزند کے ساتھ کنیت اختیار کرتے ہیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا دوسرا فرزند ابراہیم ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوا تو جبرائیل علیہ السّلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کنیت ابوابراہیم رکھی لیکن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اسماءِ مبارکہ قرآن مجید اور احادیث میں جو مذکور ہیں ایک سو اور بعض نے اسمائے الٰہی جلّ وعلاؔ کے مطابق احادیث معتبرہ میں ننانوے اسماء متعیّن فرمائے ہیں اور بعض نے زیادہ بیان کئے ہیں راقم الحروف نے وہ اسماء جو قرآن مجید میں ہیں اور احادیث معتبرہ میں اس

کے مطابق شواہد بے اس نسخہ میں درج کئے ہیں اور وہ آیات اا ان پہ شاہد ہیں ذکر کی ہیں تاکہ اس کی حقیقت پر کسی کو شبہ نہ رہے۔

پہلا محمدؐ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور محمدؐ کا معنی۔ حمد میں لامتناہی یعنی بہت تعریف کیا ہوا۔ محمود۔ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا اور کہتے ہیں کہ شفاعت کی قبولیت کے وقت اکثر آپ کو اس نام سے پکارتے ہیں۔ احمدؐ۔ مبشرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ اور احمدؐ کا معنی حمد میں لامتناہی یعنی بہت تعریف کرنے والا۔ ابوالقاسم جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ المصطفےٰ۔ اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ المجتبیٰ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ المرتضٰی اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ المقتدیٰ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ المختار وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ المفضل وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ المعزر وَتُعَزِّرُوْہُ الموقر وَتُوَقِّرُوْہُ المقرب اَوْ اَدْنٰی المؤید وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا المعلم وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ المحکم حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ العالم فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الحاکم اَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ الخاتم وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ الشاکر وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ الذاکر وَاذْکُرْ رَّبَّکَ الصابر وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ الطاہر طٰہٰ العابد فَاعْبُدْ رَبَّکَ الساجد وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ الشاہد اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا المبشر وَمُبَشِّرًا النذیر وَنَذِیْرًا الداعی وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ السراج وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا المنیر الصاحب مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ الآمر یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ الناہی وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ الراضی لَعَلَّکَ تَرْضٰی القاضی اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا الہادی وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ التالی اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ القاری اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ المہدی وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا المکفی اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ المصلی فَصَلِّ لِرَبِّکَ المنادی سَمِعْنَا مُنَادِیًا المبلغ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ المبین لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ المعلم وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ المذکر اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ المزمل یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ المدثر یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ المطہر وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا المصدق مُصَدِّقٌ لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ المومن اٰمَنَ الرَّسُوْلُ المسبح فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ المرتل وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا المتبتل وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا المتوکل وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ المتہجد وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ المستعذ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ المستغفر فَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِکَ المستقیم

فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ المرسل اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ الرسول یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ النبی یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ المودع
مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی الشهید وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ شَھِیْدًا العزیز عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ
الحریص حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ الرؤف وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ الرحیم رَحِیْمٌ الکریم اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ
البشیر لِلنَّاسِ بَشِیْرًا الامین رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ اللین فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ المبعوث
بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا المعصوم وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ المحفوظ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ
المرفوع وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ المنصور وَیَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا المغفور لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ
الامور فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ الحق لَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْحَقِّ النور لَقَدْ جَآءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ البرہان
لَقَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ البینہ قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ الھدی اِذْ جَآءَھُمُ الْھُدٰی الرحمت
وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ النعمۃ یَعْرِفُوْنَ نِعْمَۃَ اللّٰہِ العبد اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ الفجر
وَالْفَجْرِ الضحی وَالضُّحٰی الظل کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ النجم وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی البدر طٰہٰ مَا اَنْزَلْنَا
الشمس وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا عبد اللہ وَاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ الماحی الحاشر العاقب والاسم
التاسع والتسعون رسول اللہ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ روی
جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہ قال ان لی
اسماء فی السماء وانا محمدٌ وانا احمد وانا الماحی الذی محی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس
علی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعدی نبی قال عباس بن عبد المطلب فی مدح نبینا صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم شعر

اَلَمْ تران اللہ اکرم احمد ۔۔۔ بتفضیلہ واللہ اعلیٰ و امجد
وشق لہ من اسمہٖ لیجلہ ۔۔۔ فذو العرش محمود وھٰذا محمدٌ

اما القابہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الاول صاحب البراق وصاحب التاج وصاحب المعراج
وصاحب الھراوۃ والنعلین وصاحب الخاتم والعلم وصاحب البرھان والحجۃ صاحب
الحوض المورود صاحب المقام المحمود صاحب الوسیلۃ صاحب الفضیلۃ صاحب الدرجۃ
الرفیعہ صاحب الشفاعۃ سید ولد آدم سید المرسلین امام المتقین قائد الغر المحجلین حبیب اللہ
خلیل اللہ العروۃ الوثقی الصراط المستقیم

سابقہ کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء گرامی، توریت میں میذ میذ۔ انجیل میں طاب طاب۔ زبور میں عاقب اور بعض صحیفوں میں روحا اور بعض میں اولایا اور بعض دوسروں میں ایا اور بعض میں فارقلیط اور بعض میں ضحوک اور بعض میں مثقح۔ بعض میں امیدا بعض میں ماذ ماذ اور بعض میں مختار۔ بعض میں روح الحق بعض میں مقیم السنتہ۔ بعض میں مقدّس اور بعض میں حرز الامین۔ بعض میں قثیم۔ بعض میں نبی الملاحتہ اور بعض میں قتال ہے۔ یہ اسماء دراصل صفات کی طرف اشارہ کرتے ہیں لیکن چونکہ سابقہ کتابوں میں ان ناموں کے ساتھ مشہور اور مذکور تھے۔ اسماء میں ان کو شمار کیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آسمانوں میں اسماء، آسمانِ دنیا میں مجتبیٰ۔ آسمان دوم میں مرتضیٰ تیسرے آسمان پہ مزکیٰ۔ چوتھے آسمان میں مجیب۔ پانچویں میں محب۔ چھٹے میں منظہر۔ ساتویں میں مقرب ہے۔

زمینوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء گرامی، طبقہ اولیٰ میں معظم۔ دوسرے میں مبجل تیسرے میں محب۔ چوتھے میں مشرف۔ پانچویں میں مطہر۔ چھٹے میں امین اللہ اور ساتویں میں نور اللہ انواع مخلوقات میں سے ہر نوع میں اسماء گرامی، جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاملین عرش۔ مصطفیٰ کہتے ہیں کروبیان مختار۔ روحانیاں۔ مکرم اور ساق عرش پہ حبیب اللہ دوم۔ کرسی کی پیشانی پر رسول اللہ۔ لوح محفوظ پر صفی اللہ۔ سوم شجرِ طوبیٰ کے اوراق پہ صفوۃ اللہ چہارم۔ لوار الحمد خیرۃ اللہ۔ پنجم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبداللہ۔ ششم۔ دوسرے ملائکہ کے درمیان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عبدالمجید کہتے ہیں۔ ہفتم۔ انبیاء علیہم السّلام کے نزدیک عبدالوہاب ہشتم۔ شیاطین کے نزدیک عبدالقہار۔ نواں جنّات کے نزدیک عبدالرحیم۔ دسواں پہاڑوں کے رہنے والوں کے نزدیک عبدالخالق۔ گیارھواں۔ جنگلات کے رہنے والوں کے نزدیک عبدالقادر۔ بارہواں۔ سمندروں میں رہنے والوں کے ہاں عبدالقدوس۔ تیرہواں۔ زمین کے کیڑے مکوڑوں کے نزدیک عبدالغیاث۔ چودہواں حوش کے نزدیک عبدالرزاق۔ پندرھواں۔ میر کے نزدیک عبداللہ۔ وحوش کے نزدیک عبدالمومن۔ سولھواں۔ پرندوں کے نزدیک آپکا نام عبدالغفار ہے۔ لطیفہ۔ لوگوں کے عرف میں اس لوگوں ہے کہ جب کسی فرزند کے متعلق بہت

اہتمام کرتے ہیں تو اس کی پیدائش سے پہلے اس کا ایک نام رکھتے ہیں اس کے ناموں کی خوبصورتی اور تحسین کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت جلال احدیت چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ کمال محبت رکھتے تھے ان تمام اسماء شریفہ سے ان کو مخصوص فرمایا اور ہر طائفہ میں ایک نام کے ساتھ مخصوص کیا اور اس سے بھی زیادہ لطیف یہ کہ کلامِ مجید میں جس جگہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خطاب فرمایا عزّت و کرامت کے نام سے یاد فرمایا۔ اسم علامت سے یاد نہیں فرمایا جیسا کہ فرمایا یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ ۔ یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ ۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شرافت اور بزرگی کا اظہار ہوتا ہے پھر اربابِ دانش و بینش کے درمیان یہ قاعدہ مقرر ہے کہ کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمی، کیونکہ جب فرزند باپ کے نزدیک عزیز و مکرم ہوتا ہے اس کے لئے بہت سے نام تجویز کرتا ہے۔ لامحالہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے ننانوے نام اپنے اسماءِ حسنیٰ کے مطابق ترتیب فرمائے تاکہ ان کی رفعت جاہ و مرتبہ پہ دلالت کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا جاہ و مرتبہ اور بڑھے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ متحقق ہو۔

کمالاتِ مُصطفوی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم : سنو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپ کی امّت کی برکت مشاہدہ کرو۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو اٹھارہ ناموں سے یاد کیا اور اپنی کتاب کو بھی یعنی قرآن مجید کو آیات سے مخصوص کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بھی ان ناموں سے یاد فرمایا ہے پھر اس امت کے شکستگان کو بھی ان ناموں میں شریک کیا۔ اوّل۔ خود کو نور کہا۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اپنی کتاب کو بھی نور کہا وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ اور اپنے رسولؐ کو بھی نور کہا قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ اور ہمیں بھی اس دولت سے سعادت بخشی فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ دوم۔ خود کو عزیز کہا اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ اپنی کتاب کو بھی عزیز کہا وَاِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ اور اپنے رسول کو بھی عزیز کہا لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ ہم گداگروں کو بھی عزیز کہا وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ سوم۔ خود کو عظیم کہا فَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمِ اپنی کتاب کو بھی عظیم کہا وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ اپنے رسول کو بھی عظیم کہا وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ہمیں بھی عظیم کہا فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا چہارم۔ خود کو کریم کہا بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ

اپنی کتاب کو بھی کریم کہا اِنَّہٗ لَقُراٰنٌ کَرِیْمٌ اپنے رسول کو بھی کریم کہا اِنَّہٗ لَقَولُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ہمیں بھی کریم کہا وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ۔ پنجم۔ خود کو شہید کہا وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا اپنی کتاب کو بھی شہید کہا وَیَتْلُوْہُ شَاہِدٌ اپنے نبی کو بھی شہید کہا وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَہِیْدًا ہم کو بھی شہید کہا وَتَکُوْنُوْا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ۔ ششم۔ خود کو حق کہا ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ اپنی کتاب کو بھی حق کہا حَتّٰی جَآءَھُمُ الْحَقُّ اپنے نبی کو بھی حق کہا یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الْحَقُّ ہم کو بھی حق کہا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔ (۷)۔ خود کو مبین کہا ھُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ اپنی کتاب کو بھی مبین کہا وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ۔ اپنے نبی کو بھی مبین کہا اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ۔ اس کی امت کو بھی مبین کہا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا (۸)۔ خود کو ذوالعلی کہا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اپنی کتاب کو بھی لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ کہا اپنے نبی کو بھی بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ہم کو بھی وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ۔ (۹)۔ خود کو ہادی کہا قُلْ اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ ھُوَ الْھُدٰی اپنی کتاب کو بھی لَارَیْبَ فِیْہِ ھُدًی کہا۔ اپنے رسول کو بھی لَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنْ رَّبِّھِمُ الْھُدٰی۔ اس کی امت کو بھی وَزَادَھُمْ ھُدًی۔ (۱۰)۔ خود کو حاکم کہا حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ بَیْنَنَا اپنی کتاب کو بھی حُکْمًا عَرَبِیًّا اپنے نبی کو بھی اِنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ اس کی امت کو بھی کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ (۱۱)۔ خود کو ذوالرحمۃ کہا۔ وَرَبُّکَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَۃِ اپنی کتاب کو بھی وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُراٰنِ مَاھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ اپنے رسول کو بھی وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اس کی امت کو بھی فَفِیْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ۔ (۱۲) خود کو نذیر کہا فَاَنْذَرْتُکُمْ نَارًا تَلَظّٰی اپنی کتاب کو بھی بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا فَاَعْرَضَ اَکْثَرُھُمْ اپنے نبی کو بھی بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا اس کی امت کو بھی لِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْھِمْ۔ (۱۳) خود کو طاہر کہا طٰہٰ اپنی کتاب کو بھی فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَھَّرَۃٍ اپنے پیغمبر کو بھی وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ہم کو بھی وَیُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ (۱۴)۔ خود کو طیب کہا اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ اپنی کتاب کو بھی وَھُدُوْٓا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ۔ اپنے نبی کو بھی وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ اس کی امت کو بھی یَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ طَیِّبِیْنَ۔ (۱۵)۔ خود کو داعی کہا وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ اپنی کتاب کو بھی داعی کہا اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ اپنے نبی کو بھی وَاِنَّکَ لَتَدْعُوْھُمْ اس کی امت کو بھی یَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ۔ (۱۶)۔ خود کو قائم کہا قَآئِمًا بِالْقِسْطِ اپنی کتاب کو بھی

قِیَامًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا اپنے نبی کو بھی لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ اس کی امت کو بھی قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ سترہواں۔ خود کو صادق کہا وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا اپنی کتاب کو بھی وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ اپنے نبی کو بھی مُصَدِّقٌ لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ اس کی امت کو بھی اَلصَّادِقِیْنَ وَالصَّادِقَاتِ۔ اٹھارہواں۔ خود کو احسن کہا فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ اپنی کتاب کو بھی اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ اپنے رسول کو بھی لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اس کی امت کو بھی وَمَنْ اَحْسَنُ مِمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ تفسیر نسفی میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

اسمِ گرامی کے حروف کی برکات

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بنی آدم کو مکرم مخلوق بنایا وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ اور اس کی کرامت یہ ہے کہ وہ نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل پہ پیدا ہوا ہے چنانچہ اس کا گول سر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میم ہے اور اس کے ہاتھ حا کی مانند ہیں اور جوف دار شکم میم ثانی اور اس کے پاؤں دال کی طرح ہیں یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کافر کو بھی دوزخ میں ڈالیں گے اس کی انسانی شکل کو مسخ کر دیں گے اور شیطانی ہیئت پہ پھیر دیں گے کیونکہ انسانی شکل میرے نام کی شکل پہ ہے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حق تعالیٰ اس بات کو میرے نام کی صورت پہ عذاب نہیں کرتا وہ بندہ جو میرا ہم نام۔ فرمانبردار اور محبّ ہو اس کو کیسے عذاب دے گا اس باب میں ایک الگ فصل لاتے ہیں۔ وَبِاللّٰہِ تَوْفِیْق۔

احادیث میں حضورؐ کے اسمائے گرامی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کے روز تمام اولین و آخرین مخلوق سے ان کے برے اعمال کا مواخذہ ہوگا۔ دو بندوں کو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا کریں گے حق سبحانہٗ و تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے ان دونوں بندوں کو جنت میں لے جاؤ۔ وہ بندے انتہائی مسرت و خوشی سے واہب العطایا کے حضور مناجات کریں گے اور عرض کریں گے کہ خداوندا ہم اپنی ذات میں جنت میں داخل ہونے کی کوئی صلاحیت اور استحقاق نہیں رکھتے اور ہمارے نامۂ اعمال میں جنتیوں کا سا کوئی بھی عمل نہیں ہے۔ ہم اپنے متعلق اس عزت و اکرام

کا سبب معلوم کرنا چاہتے ہیں حکم ہو گا کہ تم جنّت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ میرے کرم سے یہ بات بعید ہے کہ احمد اور محمد جس کا نام ہو اسے دوزخ میں ڈالوں۔

حدیث دوم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ جس گھر میں ان تین ناموں احمد۔ محمد۔ عبداللہ میں سے کسی نام والا شخص ہو اس گھر میں فقر نہیں آتا۔

حدیث سوم ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے روایت کرتے ہیں فرمایا۔ ہر وہ بندۂ مومن جو اپنے فرزند کا نام میرے ساتھ دوستی و محبّت کی بنا پر میرے نام پر رکھتا ہے وہ اور اس کا فرزند میرے ساتھ جنّت میں داخل ہوں گے۔

حدیث چہارم حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا۔ جب بندۂ مومن اپنے بیٹے کا نام محمد رکھتا ہے اور جب وہ لڑکا خود کو محمد پکارتا ہے اور کہتا ہے۔ یا محمد۔ تمام حاملین لبیک یا ولی اللہ سے جواب دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں اے ولی تجھے بشارت ہو کہ تو ہماری مزدوری میں شریک ہے یعنی ہماری طاعات و عبادات میں ہمارے ساتھ شریک ہے اور اس کا اجر تجھے دیا جائیگا اور حق تعالیٰ اسے قیامت کے روز حاملین عرش کا ثواب عنایت فرمائے گا۔

حدیث پنجم عبدالرحمٰن بن عمرو بن جبابہ۔ رشندہ بنت سعید سے وہ امّ کلثوم بنت عُتبہ سے اور وہ اپنی مادر جلیلہ بنت عبدالجلیل سے نقل کرتا ہے اس نے کہا ایک روز مَیں نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میرے ہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے مگر بچپن ہی میں فوت ہو جاتا ہے۔ مجھے آپ کیا حکم فرماتے ہیں۔ فرمایا۔ اس دفعہ جب تجھے حمل ہو جائے تو تہیہ کر لینا کہ اپنے فرزند کا نام محمد رکھے گی۔ مجھے امید ہے کہ وہ لڑکا لمبی عُمر پائے گا اور اس کی نسل میں برکت ہو گی۔ وہ کہتی ہیں مَیں نے ایسا ہی کیا۔ میرا وہ بچہ زندہ رہا اور بحرین میں جو ایک جگہ ہے اس کی اولاد سے زیادہ کسی قبیلہ کے افراد نہیں ہیں۔

وَاللّٰہُ الْھَادِیْ۔

ذکرِ ولادت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

ارضاع۔ فطام اور شق صدر۔ اس باب میں تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل واقعہ ولادت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور اس باب میں عجیب امور کا ظہور۔ اِن واقعات میں سے اکیس واقعات بیان ہوتے ہیں۔

تاریخِ ولادت اور وقتِ سعادت

جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادت باسعادت حکومت نوشیرواں کے بیالیسویں سال میں ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ عنہٗ سے محمّد بن اسحاق رضی اللہ عنہٗ کی روایت کے مطابق عیسیٰ بن مریم علیہما السّلام کے زمانۂ بعث سے خاتم النبییّن صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانۂ ولادت تک چھ سو سال کا زمانہ تھا اور ذوالقرنین کی وفات سے آٹھ سو بیاسی سال۔ داؤد علیہ السّلام کے زمانہ سے ایک ہزار آٹھ سو سال۔ موسیٰ علیہ السّلام کے زمانہ سے دو ہزار تین سو سال گزر چکے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے زمانہ کو مکمّل تین ہزار ستّر سال اور حضرت نُوح علیہ السّلام کے زمانہ کو چار ہزار چار سو ننانوے سال اور آدم علیہ السّلام کے زمانۂ سے چھ ہزار ساٹھ سو پچاس سال گزر چکے تھے اور عام فیل میں بعض کہتے ہیں کہ اسی روز جب واقعہ فیل رونما ہوا اس دولتِ عظمیٰ کا اظہار ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے پچپن روز بعد اور بعض نے چالیس روز بعد کہا ہے اور بعض نے کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ دو سال دو ماہ بعد وقوع پذیر ہوا۔ اور بعض نے زیادہ مدّت بھی لکھی ہے اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ اسی سال وقوع پذیر ہوا۔ بہر حال اس عجیب قضیہ اور بُری بلا کا ذہاع آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نور کے ظہور کی برکت سے ہوا اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی علاماتِ نبوّت میں سے ایک یہ تھا اور مشہور یہ ہے کہ ربیع الاوّل کے مہینہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عالمِ وجود میں آئے اور اکثر کا خیال یہ ہے کہ ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ تھی اور جمہور محدّثین اور اربابِ سیرت و تاریخ نے شب دوشنبہ متعیّن کی ہے اور ایک گروہ کا مسلک یہ ہے کہ ماہِ رمضان تھا اور اس قول کو تقویت اس روایت سے ملتی ہے کہ شبِ عرفہ یا ایّام

مزدلفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا حمل قرار پایا کیونکہ اربابِ سیرت کا اس پہ اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مدّت حمل پورے نو ماہ ہے کم نہ زیادہ اور اگر مناسکِ حج ذوالحجہ میں ادا ہوئے تو یقینی بات ہے کہ نو ماہ رمضان میں مکمل ہوتے ہیں۔ دونوں روایتوں میں مطابقت اس طرح ہو سکتی ہے کہ چونکہ زمانۂ کفر میں کفار نسیہ کرتے تھے یعنی ایام حج میں تاخیر کرتے تھے چنانچہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا النَّسِیٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا جبکہ وہ حرم کے مہینوں کو مقدّم و موٴخر کرتے رہتے تھے ممکن ہے اس سال قریش کا حج مثلاً جمادی الآخر میں ہوا ہو اور ربیع الاوّل میں نو ماہ پورے ہوئے ہوں۔

پس فیصلہ جمہور کے قول کے مطابق ہوگا کہ وہ روز دوشنبہ یا شب دوشنبہ بارہ ربیع الاوّل ہے۔ عام الفیل میں سترہ تاریخ از سال قران علوبین مطابق بیسویں تاریخ نیسان سترہویں ماہ اردے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادت باسعادت متحقق ہوئی۔

اور بزرگانِ اہلِ نجوم نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے طالع نور کو اس طرح استخراج کیا ہے۔ جدّی کا بیسواں درجہ زحل و مشتری عقرب کے درجہ سوم میں تھے اور مریخ بیسویں درجہ سرطان اور قمر اسی برج کے تیرہویں درجہ میں اور شمس حمل میں اور زہرہ۔ ثور میں اور عطارد حمل میں مقام رکھتے تھے اور راس۔ جوزا میں اور ذنب۔ قوس میں تھا۔ اس کے علاوہ اور تحقیق بھی کی ہے۔ واللہ اعلم۔

اور اہلِ نجوم کا متفقہ قاعدہ کلیّہ ہے کہ اکثر کواکب اپنے حدود میں محفوظ تھے اور درجات و نظرات مسعود ایک دوسرے سے اخذ کر رکھے تھے اور نحوست و وبال سے محفوظ تھے جبکہ وہ آسمان سعادت کا خورشید اور مسندِ سیادت کے بادشاہ۔ آسمان سروری کے چاند اور شاہ ایوان مہتری صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مطلع وجود سے نور شہود کا ظہور فرمایا اور اس لُطف انگیز نسیم نے درجات شرافت میں وبال کے معائب اور زحمت کی نحوست سے محفوظ۔ مقامِ حکمت سے چلنا شروع کیا واہ واہ اس قِسم کا ماہِ مُنیر جو مطلع عزّت سے طلوع کرے اور مرحبا ہے اس قِسم کے آفتاب جہانگیر کو جو مشرق عنایت سے چمکے جس کے ظہورِ نور سے ظلمات کفر و عصیاں نورِ ایمان و احسان میں تبدیل ہو جائے اور بد بختی کی سیاہ راتیں۔ نیک بختی کے روشن دنوں

میں تبدیل ہو جائیں۔ فلک الافلاک کے بلند ترین نقطہ سے مرکز کرۂ خاک اور سطح عرشِ معلیٰ سے فرشِ خاک تک آپ کی تشریف آوری کی برکت سے تاریکی زائل ہو جائے۔

ولد النبی و زالت الافلاک — و نای الضلال وادبر الاشراک

تا شبِ نیست صبح ہستی زاد — آفتابے چو او ندارد یاد
فیض فضل خدائے سایۂ او — فرّ پرّ ہمائے سایۂ او
حکمت کن ز حکم لم یزل او — اوّل الفکر آخر العمل او

اربابِ حکمت کا اس پہ بھی اتفاق ہے کہ موسمِ بہار کا آغاز تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پردہ غیب سے عالمِ شہادت میں تشریف لائے اور اس گلدستۂ عالمِ اسرار کو فصلِ بہار میں گلشن سرائے عالمِ ارواح سے اس دنیا میں آراستہ کیا اور اس خاکستری بساط کو سبز آسمانوں کی مانند گلاب و چنبیلی سے آراستہ کیا۔

اے خیمۂ بر فراز نہم آسمان زدہ — بالائے عرش نور رخت سائبان زدہ
بربام چرخ قدر تو بنہادہ نردبان — آتش پس از عروج براں نردبان زدہ
در سایۂ نبوت و ظلِ رسالتت — سکانِ خاک نوبت امن وامان زدہ

اے درویش! اس کوکب سعادت کا طلوع مشرقِ سیادت سے اس وقت ہوا جب سنہری سیمرغ خورشید نے مشرق کے کوہ قاف پہ برج حمل سے پرواز کر دی تھی اور نسیم بہار کا قاصد پروردگار کی جانب سے رحمت کی خوشخبری یُرْسِلُ الرِّیَاحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ کو فَانْظُرْ اِلٰی اٰثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ۔ کے منشور میں وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کے عالی مقام نام لایا۔

باد آمد و از یار من خبر آورد — بہ بلبل از گل و از نسترن خبر آورد
شمیم عشق مشام محمدی بشمود — کہ بادِ صبح ز دلیس قرن خبر آورد

نسیم صبح دم از معبرِ میسازد | کہ از دمیدن جان دربدن خبرآورد
چگونہ زندہ نگردد دلم ببوئے کسے | کہ صبح وشام زجاں سوئے تن خبرآورد

اس مبارک خبر کی فرحت وخوشی سے گلشن سرائے کن فیکون کے مالی اس عالم کون فساد کی زیب زینت میں مصروف ہوئے اور گوناں گوں زیورات سے آراستہ کیا اور باغ کے گلرخوں اور سنبل مویاں گلشن زر وگواہر کے لباس سے آراستہ اور مشکِ عنبر کی خوشبو سے معطر کیا۔

عروس غنچہ را پوشند عماری | گہر بہ لبست گل در پردہ داری
بنفشہ سر بر آورد از لب جوئے | زمین گشت از ریاحین عنبرین بوئے

یہ اس پیغمبر پاکیزہ گوہر کے حضور کے شرف اور آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورِ ظہور کی عالی اثر خبر کا اثر تھا کہ مشاطۂ بہار نے زبرجدی پردہ کے اُفق کی شعاعوں سے صبح کی سفیدی اور شفق کی سُرخی سے نورستہ پھول کی دُلہن کے رخسارہ کو زیورِ حسن وجمال سے آراستہ کر کے نیلوفری جلوہ گاہ اور زرنگاری تماشہ گاہ پہ بٹھایا اور سبزہ تر کے وسمہ سے نیلوفری بنفشہ کے ابروؤں پہ خطِ رعنائی کھینچ کر رنگین شگوفوں سے جواہرات ومرجان سے آراستہ درختوں کی ٹہنیوں کے کانوں میں سنہری گوشوارے پہنائے اور ریشمی چادریں کافوری لباسوں کی مانند پھولوں کے اوراق سے تماشہ گاہ گلزار میں سرسبز وشاداب درختوں پہ ڈالیں۔ حضرتِ حق جل وعلا کے حکم سے قادر مطلق کی قدرت کے خیاط نے ہر ورق سے لاکھوں لباس فاخرہ بعض گول۔ بعض چپٹے۔ سفید۔ سُرخ زرد اور نیلگوں جیسا کہ ہر ایک کے حال کے مناسب تھے تیار کئے اور گل لعل کو زمردین تخت اور فیروزہ رنگ اطلس پہنایا اور نرم ونازک شگوفوں کو حلبی سفید چادر کا لباس پہنایا اور بے برگ درخت جو موسم سرما کے باغیوں کی غارت گری سے برہنہ ہو گئے تھے۔ سبز زردی مائل پتوں کا چغہ پہنایا اور گیندے کے پھول کو صوفیانِ باصفا کی طرح سفید مخمل کی صد خرقہ دوختہ گدڑی سی کر نیلوفر کے آسمانی گدیانوں کے گرد بغیر کسی

شنگاف اور ورز کے اس کی گردن میں ڈال دی۔ لالۂ صحرائی حصّہ کے منقّش اطلس کو مشیّت ایزدی کی سوئی سے سی دیا اور اناریں ریشمی لباس پہنے کھلے ہوئے انار کو سُرخ غلاف سے باہر نکالا اور اس کے سر پر سنہری شمش گوشہ ٹوپی اڑھائی اور زمانہ بھر میں یہ غلغلہ مچایا

آمد بہار اے دوستان منزل سوئے بستاں کنیم　　گرد عروسان چمن خیز بذ تا جولان کنیم
آمد رسولے در چمن کیں طبل را پنہاں مزن　　جانم فدا اے عاشقاں امروز جاں افشاں کنیم

موسم بہار میں ولادتِ مصطفویؐ میں حکمت

جب کہ خواجۂ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والسلام علاماتِ قیامت سے ایک علامت تھے کہ انا والسّاعۃ کھاتین وسطی اور شبابہ سے اشارہ فرمایا اور بہار بھی غایت ظہور پر قیامت پر دلالت کرنیوالی ایک دلیل ہے کہ اذا رایتم الرّبیع فاذکروا النشور اس مناسبت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادت کا موسم بہار میں اختیار کرنے میں یہ حکمت تھی کہ بہار اپنے گلہائے گوناگوں کے حسن وجمال پہ نازاں تھی اور باغات کی خوبصورتی اور گلستان کی زینت پر مغرور تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جلال وجمال اور بھرپور حُسن سے اس کی تازیب کی گئی۔ لاکھوں خوبصورت اور خوشبودار پھولوں کی آبرو کو طہارت و پاکیزگی کے ساتھ اور گھنگھریلے بالوں اور لقائے محمّدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے بے رونق اور بے آب وتاب کر دیا گیا۔

باغ و بہار را بگوے لاف خوشی چہ میزنی　　من بنہایت خوشی چوں برسد بہار من

اے درویش! بہار اشباح، نبات وریاحین کی مربی ہے اور بہار ارواح۔ دل و دین کی زندگی کو مقوی ہے۔ بہار اشباح وہ ہے کہ موسم بہار کی ہوا قوائے طبعی کو اعتدال بخشتی اور بوسیدہ خاک کو زندہ کرتی ہے۔ فَاَحْیَیْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا بہار ارواح وہ ہے کہ قدس کے باغ کے جھونکوں سے محبّت کی نسیم حیات۔ اسرار کی بارش کے توسط سے پژمردہ اور افسردہ دلوں کو ابدی زندگی صفات احدیّت کے ساتھ تر و تازہ رکھتی ہے کہ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً بہارِ اشباح میں بادل کے ماتھکی بادیہ زمستان کے پیاسوں کے لبوں پر پاکیزہ پانی ڈالتے ہیں کہ سُقْنٰہُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ اور بہارِ

میں ساقی خمخانہ محبت سے وحدت کی خالص شراب ۔اکرم کے جام یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ سے بیابان انسانی کے تشنہ لبوں کے کام جان پہ گراتے ہیں وَسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا اور بہارِ اشباح میں صبح کو پیدا کرنے والے کے اسرارِ قلم سے پھولوں کے پیدا ہونے کے عجیب وغریب نقوش کے آثار کا ظہور ہوتا ہے اور زمانہ کے پاکیزہ صفحات پہ ظاہر ہوتے ہیں فَاَنْبَتْنَا بِہٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِیْدِ بہارِ ارواح میں انوار تجلیات ربانی کے آثار ۔انسانی دل کے جہان نما جام کو غیبی صورتوں اور خدائی جمال کے عکس کو قبول کرنے کی صلاحیت بخشتے ہیں وَفِیْۤ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ بہارِ اشباح میں صفت کے مصور بادِ صبا کی قلم سے عجائب گھر میں عجیب وغریب تصویریں کھینچتے ہیں کہ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَھَا وَازَّیَّنَتْ بہارِ ارواح میں وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ جامِ جہاں نما سے وجود میں اور اربابِ شہود کے باطن کا عکس پہ یہ آئینہ ۔مشتاق عاشقوں کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا جمال دکھاتا ہے کہ خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ بہارِ اشباح میں بادِ سحرگاہ کے فراش گلِ لالہ کا خیمہ اور سبزہ کا زمردیں سراپردہ قوائے نامیہ کے رسّوں سے فضائی ہوا میں کھینچ دیتے ہیں کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ بہارِ ارواح میں لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے فراش مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد سے عاشقوں کی ہمت کے سراپردہ کو وصال کے رسّے سے ذوالجلال والافضال کے عرش کے کنگرہ پہ کھینچ دیتے ہیں اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ بہارِ اشباح میں دلکش خوشبو والے پھول یوسفانِ گلہ وبے کی مانند تختِ زمردیں پر تکیہ لگائے بلبلیں جوق درجوق قحط زدہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کی مانند فرستان کے کنعان سے آتی ہیں اور اپنی بے سروسامانی کا رخسارہ یوسف گل کے پتوں پہ ملتی اور روتی ہیں کہ یٰۤاَیُّھَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَھْلَنَا الضُّرُّ فاختۃ ۔بنیابین کو سنہری پیالہ کی خاطر تلاش کرنے والوں کی مانند باغات کے صحن کو کوکو آواز لگا کر غمگین قمری کو مسکین زلیخا کی مانند سیاہ حلقہ گردن کے گرد ڈال کر ملامت کرنے والے تماشہ بینوں کو کہتی ہے فَذٰلِکُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْہِ ۔

قافلہ زن یاسمین وگل بہم　　قافیہ گو قمری وبلبل بہم

سوسن یک روزۂ عیسیٰ زبان	دادہ بصبح از کفِ موسیٰ نشاں
باد نویسندہ بدست امید	قصۂ گل بر ورق مشکِ بید
روزنِ باغ از علمِ سرخ و زرد	پنجہ ہا ساختہ از لاجورد

اسی طرح بہارِ ارواح ہیں جس سے مراد ظہورِ نورِ محمدی اور حضور سرورِ احمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ ایمان کے پھول عارفوں کے دِلوں کے درختوں کے تخت پہ بادشاہوں کی مانند جلوہ گر ہوتے ہیں اُولٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ بلبلیں نیاز کی آواز سے گفتگو کی ٹہنیوں پہ صبح کے وقت نالہ و استغفار میں آتی ہے۔ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً عاشق زار فاختہ۔ بوستان وجد و طرب میں کوبکو جستجو اور رُوبرُو گفتگو کے بعد آتی ہے تاکہ کلام وَتَمَلَّقُوْا اِلٰی بالغان کی طرح محبت کی قمری طرقِ متابعت گردن معاملت میں ڈالے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ ذکر کی عندلیب زبان کی ٹہنیوں پہ آشیاں بناتی ہے۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ وحشی نفس کشت بہشت کی طرف رُخ کرتے ہیں۔ سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ رُوحوں کے پرندے اپنے جسموں میں رنجیدہ ہوتے ہیں وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ طالبین کے وجود کے ذرات۔ شرابِ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی انتہائی مستی سے سرمست ہو کر حبیب کے ساتھ اس عجیب خطاب سے مخاطب ہوتے ہیں۔

آمد بہار اے عاشقاں تا خاک آں بستاں شود	آمد ندائے ز آسماں تا مرغ جاں پرّاں شود
ہم بحر پر گوہر شود ہم شورہ پر گوشہ شود	ہم سنگ لعل کاں شود ہم جسم جملہ جاں شود
دانی چرا چوں ابر شد در عشق چشم عاشقاں	زیرا کہ آں مہ پیشتر در ابرہا پنہاں شود

بعض اربابِ اشارات نے کہا ہے کہ ربیع کی تین اقسام ہیں۔ ربیعِ نبات۔ ربیعِ ابدان اور ربیعِ قلوب۔ ربیعِ نبات آنکھوں کے لئے فرحت و انبساط ہے۔ ربیعِ ابدان دیدۂ عقل کے لئے نظارہ گاہ ہے اور ربیعِ قلوب مشاہدۂ معرفت کے لئے ہے۔ بہارِ نبات میں گل و لالہ ہوتے

ہیں۔ بہار ابدان۔ آہ و نالہ ہے اور بہارِ دِل میں سارا کام عشق کے متعلق ہوتا ہے۔ بہار نبات میں گل و گلزار دیکھتے ہیں۔ بہار ابدان میں فعل و آثار دیکھتے ہیں اور بہار قلوب میں تمام تجلّی دیدار دیکھتے ہیں۔ بہارِ ربیع نبات میں تمام لطائف اور تازگی ہے۔ ربیع ابدان تمام طاعت و عبادت ہے اور ربیع قلوب تمام کی تمام رویت و مشاہدہ ہے۔

اے بہار عاشقاں دیدار تو | وے گل و گلزار جان رخسار تو
باغ و بستانم سر کوئے تو بس | سنبل و ریحان سمن بوئے تو بس
بے توام باغ و گلستان گلخن ست | باتوام زندان بہ از صد گلشن ست
بے تو گل در دیدہ خار آمد مرا | دِل بجنّت بے تو نکشاید مرا
تو زمن شو باغ و لبتان گو مباش | چوں تو جاناں نئی جان گو مباش

رَجَعْنَا اِلَى الْحَدِيْثِ

حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی جائے ولادت

جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا زمانۂ ولادت اگرچہ مختلف فیہ ہے لیکن اس کی جگہ متفق علیہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مبارک مولود آغازِ فطرت سے انتہا خلقت تک جو کہ قضا و قدر کے مرتب اور اطفال مصنوعات کے قواء و قدر کو خلق و امر کے پارچہ میں مقرّر کرنے والے نے لپیٹا۔ طوالع نجوم کی تحریر لکھنے والے ارادت کے طور پر سعادت کی تحریر بر ایام ولیالی کے اوراق کے صفحات پہ لکھی کسی نے مولود حسن طالع یمن موقع۔ طہارتِ اصل نضارتِ نسل، ذکائے فطنت۔ صفائے طینت۔ علوِ نسب اور حسب کی بلندی میں۔ اس کونین کی آنکھوں کی ٹھنڈک خلاصۂ عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بڑھ کر قدم کرم پردۂ عدم سے عالمِ وجود میں نہیں رکھا۔ اصلابِ طیبہ اور ارحام طاہرہ سے منتقل ہوتے ہوئے حرمِ محترم مکّہ سے متعلق بنی ہاشم کی ایک حویلی میں متولد ہوئے۔ دنیا جو فسق و عصیان کی ظلمت سے تاریک ہو چکی تھی کو اپنے نورِ ظہور سے منوّر کر دیا۔

محمّد کا صل ہستی شد وجودش | جہاں گردے ز شادروان جودش

چراغ روشن از نور خدائی — جہاں را دادہ از ظلمت رہائی
طراز خاتمت نقش نگینش! — کلید نہ فلک در آستینش

نقل ہے کہ وہ حویلی جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مولّد ہونے کا شرف حاصل ہے اب مکہ میں محمّد بن یوسف کی حویلی موجود ہے۔ شعب بنی ہاشم میں اس کوچہ میں جسے زقاق المولّد کہتے ہیں اب تک اطراف واکناف کے زائرین اس مبارک مقام سے برکت حاصل کرتے ہیں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ وہ حویلی وراثت کے طور پر انحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ملی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اسے عقیل بن ابی طالب کو عطا فرما دی اور عقیل کی وفات تک اس کی مِلک میں رہی۔ اس کے وفات کے بعد اس کے بیٹوں نے حجاج بن یوسف ثقفی کے بھائی محمّد بن یوسف کے پاس فروخت کر دی اور دوسری روایت یہ ہے کہ عقیل بن ابی طالب نے خود فروخت کی جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے چچا سے پوچھا کہ میں کہاں ٹھہروں۔ اس نے کہا اپنے گھر میں جو آپ کی جائے ولادت بھی ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ھَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مِنَ ظل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بطحا میں نزولِ اجلال فرمایا اور کہا اس گھر کو بھی خریدار کے پاس رہنے دو۔ عبدالملک کے زمانہ خلافت میں وہ گھر محمّد بن یُوسف کو منتقل کر دیا س نے اس گھر کو جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جائے ولادت ہے برکت کے لئے اپنے محل میں داخل کر لیا جو بیضا کے نام سے مشہور تھا۔ بنی امیّہ کی سلطنت ختم ہونے کے بعد ہارون الرشید کی والدہ خیزران جب بیت اللہ شریف کے طواف کے لئے آئی اس گھر کو اس محل سے جدا کر دیا اور وہاں ایک سنہری مسجد انتہائی آراستہ وپیراستہ تعمیر کی تاکہ عبادت گذار بندے پنج وقتہ نماز ادا کریں۔

ولادت کے وقت واقعات کا ظہور

آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے وضع حمل کے وقت ایک با عظمت بڑی آواز سنی جس سے میں بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئی۔ میں نے یوں دیکھا کہ سفید پرندے

پر میرے پیٹ پر ملے گئے ان پروں کے چھونے سے وہ خوف مجھ سے جاتا رہا۔ مَیں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ایک سفید شربت کا بھرا ہوا پیالہ سامنے موجود تھا۔ مَیں نے سمجھا دُودھ ہے مجھ پہ پیاس کا غلبہ تھا مَیں نے اسے پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ اس کے بعد مجھ سے نورِ عظیم ظاہر ہوا۔ میری حویلی اور گھر اس طرح نورانی ہو گیا کہ نور کے سوا کوئی چیز مجھے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ وہاں مَیں نے بلند کھجور کی مانند بلند و بالا اور آفتاب کی مانند چمکدار خوبصورت چہروں والی عورتیں دیکھیں جو دخترانِ عبد مناف کی طرح تھیں۔ میرے گرد پھرتیں اور میری دیکھ بھال کرتی تھیں۔ درد زہ کے وقت مَیں اُن پہ تکیہ کرتی۔ مجھے حیرت تھی کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئی ہیں۔ یہ وقت مجھ پہ بہت دشوار تھا۔ مَیں گھر میں حرکت کی آواز سنتی تھی لیکن کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا تھا۔ مَیں کہتی عبد المطلب موجود ہوتے۔ مَیں نے ایک ریشم کا لمبا کپڑا انتہائی سفید دیکھا جو آسمان سے زمین پہ پہنچا اور مَیں نے آواز سنی کہتے تھے اس فرزند کو لوگوں کی نظروں سے محفوظ رکھو۔ پرندوں کی ایک جماعت دیکھی جو میرے سامنے آتے تھے اور ان کی چونچیں زمرد اور یاقوت کے تھے۔ لوگوں کی ایک جماعت دیکھی جو کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے تھے۔ انتہائی خوف و دہشت سے میرا پسینہ ٹپک رہا تھا جو قطرہ بھی ٹپکتا اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی جس حالت میں میری آنکھوں کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا گیا مجھ پہ زمین کے مشرق و مغرب کے کنارے ظاہر ہو گئے۔ مَیں نے تین علم بلند دیکھے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا الکعبہ کی چھت پہ۔ میرے اردگرد بہت سی عورتیں جمع ہو گئیں تھیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متولد ہوئے۔ مَیں نے دیکھا کہ آپؐ نے سر سجدہ میں رکھا ہوا ہے اس طرح جیسا کہ کوئی شخص دعا کرتا ہے اور انتہائی تضرع وزاری سے حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے سوال کرتا ہے۔ ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے دیکھا۔ مَیں نے دیکھا کہ سفید بادل کا ٹکڑا آسمان سے اُترا ہے اسے لے کر غائب ہو گیا اس کے بعد مَیں نے آواز سنی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کے مشارق و مغارب اور تمام جہان کے گرد گھماؤ تاکہ تمام مخلوقات صورت اور صفت سے پہچان لے پھر پلک جھپکتے بادل چھٹ گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفید صوف میں مَیں نے لپٹا ہوا دیکھا جو دُودھ سے زیادہ صاف اور ریشم سے زیادہ نرم

تھا۔ پھر پہلے سے زیادہ بڑا بادل آیا جس میں سے لوگوں کی باتیں کرنے کی آواز آتی تھی اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ کا احساس ہوتا تھا اور منادی ندا کرتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انس وجن کے گھر پھراؤ اور اسے صفوت آدم علیہ السلام۔ رقت نوح علیہ السلام۔ خلعت ابراہیم علیہ السلام۔ لسانِ اسماعیل علیہ السلام۔ جمالِ یوسف علیہ السلام۔ بشرائے یعقوب علیہ السلام صوتِ داؤد علیہ السلام۔ صبرِ ایوب علیہ السلام۔ زہدِ یحییٰ علیہ السلام اور کرمِ عیسیٰ علیہ السلام عطا کرو پلک جھپکتے وہ بادل بھی چھٹ گیا۔ اسی واقعہ کو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دوسرے طریق پر روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متولد ہوئے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور سر آسمان کی طرف کیا اور دو زانو ہو گئے اپنی انگلیوں کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور انگشتِ سبابہ سے اشارہ کیا گویا کہ تسبیح کہتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی انگشتِ ابہام کو چوستے تھے اس سے دودھ نکلتا تھا۔ پھر قبضہ خاک اٹھا کر کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور سجدہ کیا۔ آپؐ کے ساتھ مجھ سے نور باہر نکلا بصرہ اور شام کے محلات اس نور سے دیکھے۔ پھر سفید بادل کا ٹکڑا آسمان سے اترا اسے اٹھا کہ میری نظر سے غائب کر دیا۔ میں نے منادی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ اسے مشرق ومغرب میں سیر کراؤ اور انبیاء کے پیدا ہونے کی جگہ پر لے جاؤ تاکہ تمام دعا کے اس پر پھونکیں اسے ملتِ حنیفی کا جامہ پہناؤ۔ اسے ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پیش کرو اور تمام دریاؤں سے اسے گزارو تاکہ اہلِ بحار اسے صورت اور صفت سے پہچان لیں۔ سمندروں میں آپؐ کا نام ماحی ہے کہ اس کے زمانہ میں تمام شرک محو ہو جائیں گے۔ ایک لمحہ کے بعد اسے پھیرے گئے۔ سفید صوف میں لپٹا ہوا جیسا کہ بیان ہوا اور ریشم کے سبز ٹکڑے میں رکھا ہوا تھا اور چند چابیاں اس کے ہاتھ پر رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے سنا کہنے والا کہہ رہا تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلیدِ نبوت۔ کلیدِ نصرت اور کلیدِ باد کو حاصل کر لیا۔ پھر ایک اور بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا جو پہلے سے زیادہ عظیم اور نورانی تھا۔ اس کی آواز گھوڑے کی ہنہناہٹ اور پرندوں جیسی سنائی دیتی تھی۔ لوگوں کے باتیں کرنے کی آواز مجھے سنائی دیتی تھی۔ اس بادل کے ٹکڑے نے بھی اسے اپنے ساتھ ملا لیا اور نظر سے اوجھل کر دیا۔ اس مرتبہ پہلے سے زیادہ دیر تک غائب رہا۔ منادی کہتا تھا کہ محمدؐ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اطراف زمین میں سیر کرالاؤ اور تمام روحانی مخلوق اور جنّ و انس کو پیش کیا اور اسے انبیاء و رسل کے دریائے اخلاق میں غوطہ دو۔ پھر اسے لاؤ۔ اب ریشم کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں تھا جس سے آب زلال کے قطرے ٹپک رہے تھے اور کہنے والا کہہ رہا تھا کہ واہ واہ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تمام کو قبضہ میں کر لیا اور اہل دنیا میں سے کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اس کے قبضہ تسخیر میں برضا و رغبت نہ آئی ہو باذن اللہ تعالیٰ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ اس کے بعد مَیں نے تین افراد دیکھے جن کے چہرے اس قدر حسین وجمیل تھے کہ آفتاب کی طرح درخشاں تھے۔ ایک کے ہاتھ میں روپہلی لوٹا تھا جس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ دوسرے کے ہاتھ میں زمرد سبز کا طشت تھا جس کے چار کونے تھے اس کے ہر کونے پہ ایک سفید قولی تھی۔ انہوں نے کہا یہ دنیا کی چار حدیں ہیں جو سمت چاہے اختیار کرے۔ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہاتھ طشت میں رکھا۔ آواز آئی کہ اس نے کعبہ کو پکڑ لیا۔ ہم نے اسے اس کا قبلہ و مسکن بنا دیا۔ تیسرے شخص کے ہاتھ میں ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا تھا اس نے اسے کھولا تو اس میں مہر تھی۔ طشت والے شخص نے محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اٹھا کر طشت میں بٹھا دیا۔ اس لوٹے سے اس پہ پانی ڈالتے تھے۔ سات مرتبہ انہوں نے اسے دھویا اس کے سر اور پاؤں کو انہوں نے بوسہ دیا۔ اس ریشم کے ٹکڑے میں لپیٹ کر ایک رومال سے گویا کہ مشک اذفر سے تھا۔ باندھ دیا پھر طشت والے نے تھوڑی دیر اپنے پروں کے نیچے رکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ دو شخص رضوان اور خازن جنّت تھے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تھوڑی دیر کے بعد اپنے پَر کے نیچے سے نکالا اور اس کے کان میں بہت سی باتیں کہیں مجھے کچھ سمجھ نہ آئی پھر اس کی دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا۔ اے محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تجھے خوشخبری ہو کہ تمام پیغمبروں کا علم تجھے عنایت ہوا اور تیری بہادری کا جھنڈا گاڑھ دیا۔ نصرت و فیروز مندی کی مفاتیح تمہارے ساتھ کر دیں۔ لوگوں کے دلوں میں تیری ہیبت و عظمت ڈال دی یا حبیب اللہ جو بھی ذکر سنے گا۔ لرزاں و ہراساں ہو گا اگرچہ اس نے تجھے نہ دیکھا ہو۔ اس کے بعد مَیں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنا مُنہ اس کے مُنہ پہ رکھا جیسا کہ کبوتر اپنے بچّہ کو خوراک دیتا ہے وہ اسے کچھ دے رہا تھا اور مَیں اسے دیکھ رہی تھی کہ انگلی سے اشارہ کرتا ہے اور زیادہ کی طلب کرتا ہے اس کے بعد

اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تجھے خوشخبری ہو کہ تمام اخلاقِ حسنہ تمہیں بخشے گئے
اس کے سر اور چہرہ پہ تیل ملا۔ سر پہ کنگھی پھیری آنکھوں میں سرمہ لگایا اور میری نظروں
سے غائب کر دیا۔ اس صورتِ حال سے میرے دل پہ بڑا اندوہ طاری ہوا۔ میں حیران رہ گئی
میں نے کہا میری قوم کہاں ہے گویا کہ نیست ہو گئی ہے کیونکہ تین راتوں سے میں یہاں وضع
حمل میں مبتلا ہوں اور میری قوم سے کوئی بھی میرے پاس موجود نہیں۔ اسی اثنا میں وہی شخص
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو میرے پاس لایا۔ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا اور کستوری
کی خوشبو اس سے آرہی تھی۔ اس شخص نے کہا۔ میں نے اسے تمام زمین کے حصّوں میں پیش کیا۔
آدم صفی اللہ کے پاس لے گیا۔ اس نے اسے اپنے سینے کے ساتھ لگایا اور برکت کی دُعا فرمائی اور
کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تجھے بشارت ہو کہ تو میرے اوّلین و آخرین فرزندوں میں سے ہوگا
وہ شخص یہ باتیں کر رہا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو میرے سپرد کر کے جا رہا تھا۔ لوٹتے
ہوئے کہتا ہے۔ اے دنیا و آخرت کی عزّت و شرف! تجھے بشارت ہو کہ تو عروہ وثقیٰ کو پکڑنے والا
ہوا۔ وہ شخص بھی تیرا دامن پکڑے گا اور تیرا حکم مانے گا۔ تیرے محبّین کے گروہ میں شمار ہوگا۔
ان ہی باتوں میں تھے کہ اچانک عبدالمطّلب آئے۔ اسے میں نے یہ حالات بتائے اُسے بھی
چند واقعات پیش آئے تھے اس نے مجھے بتائے۔

حضرت عبدالمطّلب کی حضورؐ کے چہرۂ انور پر نگاہِ اوّلین

عبدالمطلب نے کہا آج رات میں کعبہ میں
دُعا و نیاز میں مصروف تھا اچانک میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نے مقامِ ابراہیمؑ میں سجدہ کیا اور پھر اپنی
اصلی حالت پہ لوٹ گیا۔ زبانِ فصیح سے کہتا تھا اَللّٰہُ اکبر! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے
اس وقت بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا۔ ہُبل جو سب سے بڑا بت تھا میں نے دیکھا
کہ منہ کے بل گرا ہوا ہے اور آواز آئی کہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ایک لڑکا پیدا
ہوا ہے اور اس پہ سحابِ رحمت نازل ہوا ہے۔ عالمِ قدس سے ایک طشت
اسے نہلانے کے لئے لایا گیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم لوگوں کو ضلالت
و گمراہی کی تاریکی سے ہدایت کی روشنی میں لائے گا اور تمام لوگوں کی طرف

مبعوث ہوگا۔ روشن چراغ۔ رسول داعی اور تمام مخلوقات کا ناصح ہوگا۔ اے فرشتو! گواہ رہو کہ مفاتح خزائن اسے دے دی گئیں۔ اس کے روزِ ولادت کو اپنی عید بناؤ اور ہر سال قیامت تک اس روز سے تبرک حاصل کرو۔ عبدالمطلب نے آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا۔ جب میں نے یہ باتیں سُنیں میں متحیر رہ گیا۔ میرے منہ میں زبان سُرخ ہوگئی۔ میں نے خیال کیا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں پہ ہاتھ ملے۔ میں نے محسوس کیا کہ میں تو بیدار ہوں۔ بابِ بنی شیبہ سے بطحا کی طرف نکلا میں نے صفا کو دیکھا کہ کبھی بلند اور کبھی پست ہوتا ہے۔ مروہ اضطراب میں تھا اور اطراف سے سے آواز آتی تھی کہ اے سیدِ قریش کیا بات ہے کہ تو خوفزدہ ہے مجھ میں جواب دینے کی طاقت نہیں تھی۔ پھر میں تیرے گھر کی طرف متوجہ ہوا تا کہ اس فرزندِ ارجمند کو دیکھیں۔ میں اس گھر کے دروازے پہ پہنچا تو ایک سفید پرندہ دیکھا جس نے تیرے دروازہ پہ پر پھیلا رکھے ہیں۔ جن کی روشنی سے مکہ کے پہاڑ منور ہو گئے ہیں۔ سفید بادل تیرے گھر کے اوپر تھا۔ مجھے داخل ہونے سے روکتا تھا۔ میں تھوڑی دیر بیٹھ گیا اور اپنے دل میں کہا جو کچھ میرے مشاہدہ میں آرہا ہے وہ خواب ہے یا بیداری۔ مجھے یہاں کستوری کی خوشبو آتی تھی تیرے گھر میں داخل ہونے کی جرأت نہیں تھی آخر جرأت کر کے گھر میں داخل ہوا اور تجھے اس حال میں پایا۔

عبدالمطلب درِ آمنہ رضؓ پر

منقول ہے کہ جب عبدالمطلب۔ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازہ پہ پہنچا۔ دروازہ کھٹکھٹاہ۔ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خفیف آواز میں جواب دیا۔ عبدالمطلب نے کہا جلد دروازہ کھولو۔ میرا جگر پھٹا جا رہا ہے۔ آمنہ رضی اللہ عنہا نے تیزی سے دروازہ کھولا۔ عبدالمطلب نے پہلے آمنہ رضی اللہ عنہا کی پیشانی کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کا مقام تھی۔ دیکھا۔ اس نور کو آمنہ رضی اللہ عنہا کے چہرہ پہ نہ پایا بے حال ہوگیا۔ اس نے اپنے کپڑے پھاڑ دینا چاہے۔ اس نے کہا واغوثاہ! اے آمنہ رضی اللہ عنہا وہ نور کہاں چلا گیا کہ مجھے اب دکھائی نہیں دیتا۔ اس نے جواب دیا۔ وضع حمل ہوگیا ہے اور وضع حمل کے وقت میں نے عجیب امور مشاہدہ کیے ہیں اور ایک ایک واقعہ عبدالمطلب سے بیان کیا عبدالمطلب نے کہا میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ وضع حمل کا کوئی اثر تجھ سے دکھائی نہیں دیتا۔ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا واللہ میں سچ کہتی ہوں وہ سفید پرندہ جو تو نے دیکھا دودھ پلانے

میں میرے ساتھ جھگڑا کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وہ دُودھ پلائے۔ عبدالمطلب نے کہا محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لاتا کہ میں دیکھوں۔ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ افسوس تو اسے نہیں دیکھ سکتا۔ ایک شخص سبز زمرد کا طشت لے آیا۔ اس میں اسے نہلا کر کہا اس بچّہ کو تین روز تک کسی کو مت دکھانا۔ عبدالمطلب تلوار کھینچ کر آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھے اور کہا مجھے اسے ضرور دکھا ورنہ تجھے یا خود کو ہلاک کر دُونگا۔ آمنہ رضی اللہ عنہا نے جب عبدالمطلب کا مبالغہ و اصرار دیکھا کہا محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فلاں مکان میں صُوف میں لپٹے ہوئے ہیں جا کر دیکھ لو۔ عبدالمطلب جب اس گھر پہ آئے تا کہ جمالِ جہاں آرائے محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم دیکھیں ایک مہیب شخص کو شمشیر بکف دیکھا جو اس کی طرف بڑھا اور کہا لوٹ جاؤ۔ کوئی شخص اسے دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ عبدالمطلب پہ لرزہ طاری ہو گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اس نے چاہا کہ باہر نکل کر قریش کو اس حال سے باخبر کرے۔ جب گھر سے باہر نکلا کوئی بات نہ کر سکا اور ایک قول کے مطابق سات روز تک بات نہیں کر سکا۔

صفیہؓ بنتِ عبدالمطلب کی روایت

صفیہؓ بنتِ عبدالمطلب کہتی ہیں کہ رسول اللہؐ کی ولادت کی رات میں محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی قابلہ تھی آنسرورؐ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادت کے وقت نور ظاہر ہوا جو چراغ کی روشنی پہ غالب آگیا۔ اُس رات چھ علامات مَیں نے مشاہدہ کیں۔ ایک یہ کہ جب بچّہ زمین پہ آیا اس نے سجدہ کیا۔ دوسرا یہ کہ سر اٹھا کر فصیح زبان میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ سوم یہ کہ گھر کو مَیں نے نور سے روشن دیکھا۔ چوتھا یہ کہ جب مَیں نے اسے نہلانا چاہا۔ ہاتف نے آواز دی۔ اے صفیہؓ! تو زحمت نہ اٹھا ہم نے اسے نہلا کر بھیجا ہے۔ پانچویں یہ کہ وہ مختون تھا اور ناف بھی کٹی ہوئی تھی۔ چھٹی یہ کہ مَیں نے اسے لفافہ میں لپٹنا چاہا۔ اس کی پُشت پہ مُہرِ نبوّت دیکھی جو دونوں کندھوں کے درمیان تھی جس پہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہُوا تھا۔ اربابِ اشارات نے ان چھ علامات میں چھ لطائف بیان کئے ہیں۔

لطیفہ اوّل

جب سجدہ کیا۔ مخفی کلام سے بات کی۔ صفیہؓ کہتی ہے کہ مَیں نے اس کے منہ پہ کان لگائے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ کہتا تھا۔ اُمّتی اُمّتی۔ اے درویش!

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شیر خوارگی کے زمانہ میں تجھے فراموش نہیں کیا۔ تجھے امید رکھنی چاہیئے کہ شفاعت کے وقت بھی فراموش نہیں کرے گا۔

دوسرا لطیفہ یہ کہ زبان فصیح سے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰه کہا اور بزرگوں نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شہادت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت سے زیادہ تھی کیونکہ اس نے پنگوڑے میں اپنی والدہ کی پاکدامنی کی گواہی دی تاکہ اس کو تہمت سے پاک کرے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ وآلہٖ وسلم نے اس جگہ خدا تعالیٰ کی پاکی کی گواہی دی تاکہ اس آستانۂ کبریا کو خس وخاشاک کفر سے پاک کرے اور خدا تعالیٰ کی پاکی کی گواہی والدہ کی پاکی کی گواہی سے زیادہ ہے۔

تیسرا لطیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور۔ نورِ چراغ پہ غالب آیا۔ اگر ہماری معرفت کا نور نارِ جہنم پہ غالب آرہے تو کیا تعجب ہے۔

چوتھا لطیفہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مختون اور مسرور پیدا ہوئے یعنی ختنہ کئے ہوئے اور ناف بُریدہ۔ اگر اس کی امت بھی دنیا سے مسرور ومغفور باہر جائیں تو کیا تعجب۔

پانچواں لطیفہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مغسول دنیا میں تشریف لائے اگر آپ کی امت بھی دنیا سے آبِ رحمت سے مغسول جائیں تو کرم خداوندی سے کیا عجب۔

چھٹا لطیفہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مُہرِ نبوت تھی اور اس پہ کلمہ توحید لکھا ہوا تھا۔ کفارِ قریش اور سرکش مشرک غیض وغضب سے چاہتے تھے کہ مکر وفریب سے اسے مٹا دیں۔ نہ مٹا سکے۔ اسی طرح حق تعالیٰ امت کے دلوں کو جن پہ مُہرِ نبوت سے مختوم کیا ہے کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ اگر شیطان لعین اس آخری لمحہ میں اس کو محو کرنے میں کامیاب نہ ہو تو کرم الٰہی سے کیا عجب۔

عثمان بن ابی العاص کی والدہ کی روایت فاطمہ ثقفیہ نے بیان کیا کہ میں آمنہ رضہ کے پاس اس رات موجود تھی جب

وضع حمل ہُوا۔ مَیں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ ستارے زمین کی طرف اس طرح جھکے ہوئے تھے میرا خیال ہُوا کہ وہ زمین پہ گر پڑیں گے۔ وضع حمل کے بعد آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نور مشتعل ہوتا تھا جس سے گھر اس طرح منوّر ہو گیا کہ نور کے سوا کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔

آٹھواں لطیفہ

حضرت عبدالرحمان بن عوف کی والدہ کی روائیت

آپ بیان کرتی ہیں کہ مَیں اس رات آمنہؓ کی قابلہ تھی جب بدنِ روح پرور محمدی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میرے ہاتھ میں پہنچا۔ مَیں نے گوشِ ہوش سے اس کا گریہ و نیاز سُنا۔ غیب سے کسی نے کہا یرحمک ربّک ایسا نور چمکا جس کی کرنوں نے مجھے مشرق و مغرب کا مشاہدہ کرا دیا۔ چنانچہ شام کے بعض محلات کو مَیں نے دیکھا۔ اس کے بعد خوف و دہشت اور لرزہ مجھ پہ طاری مَیں نے دیکھا اچانک میرے دائیں طرف سے روشنی ظاہر ہوئی۔ مَیں نے سنا ایک کہنے والا کہہ رہا تھا۔ اس فرزند دلبند کو کہاں لے جاتے ہو اس نے جواب دیا مغربی مقامات کی سیر کراتا ہوں اور وہاں کی ہر جگہ پہ مَیں اسے لے گیا ہوں۔ پھر وہی خوف اور لرزہ مجھ پہ طاری ہُوا۔ ایک لمحہ کے بعد بائیں طرف روشنی ظاہر ہوئی۔ کہا۔ اس نور دیدہ ارجمند کو کہاں لے گیا تھا۔ فرمایا۔ مشرقی مقامات کی طرف لے گیا تھا اسے اس کے بزرگ دادا ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ اس نے آپؐ کو اٹھایا۔ اپنے سینہ بے کینہ پہ لگایا اور خیر کی دعاؤں کے پھول نچھاور کئے۔ فرمایا۔ اے محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تجھے دنیا و شرفِ آخرت کا مژدہ ہو تو یقیناً عروہ وثقی سے متوسّل ہے جو شخص عزت و دولت سے متفق ہوگا مخالفت کی بساط لپیٹ دے اور تیری نبوّت کی گواہی دے گا۔ کل قیامت کو تیرے احباب اور محبین میں اٹھایا جائیگا اور نفس کی تاریکی اور خواہشات کی پیروی سے دُور رہے گا۔ شفا جو اس خبر کو روایت کرنے والی ہے کہتی ہے کہ مَیں ہمیشہ گذشتہ حالات کی نقدی کو خزانہ متخیلہ میں محفوظ رکھتی تھی اور شاہرہِ انتظار پہ دیدۂ اعتبار لگائے بیٹھی تھی یہانتک کہ آفتاب بعثت احمدی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم دولتِ سروری کے افق سے طلوع ہوا اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہوئی اور کفر و شرک کی بیماری سے شفا پائی۔

نقل ہے کہ ولادت کے دوسرے روز احبار یہود نے عبدالمطلب سے پُوچھا۔

کہ گذشتہ رات تمہارے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے اس نے جواب دیا کہ ہماری ایک عورت کو حمل ہے لیکن وضع حمل کا کوئی علم نہیں انہوں نے کہا ہم نے توریت میں اس طرح دیکھا ہے کہ کل سید الاولین والآخرین وادی مقدس جو زیارت گاہ عرب و عجم ہے کی ولادت ہوگی وہ علم رفیع اور سراج منیر گذشتہ رات متولد ہو گیا ہے۔ عبدالمطلب نے کسی شخص کو آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا تاکہ صورت حالات معلوم کرے۔ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کل ختنہ کیا ہوا اور ناف بریدہ ایسا بچہ پیدا ہوا ہے گویا اسے غسل دیا ہوا ہے وہ آلائش جو بچوں کیساتھ ہوتی ہے سے بالکل پاک وصاف ہے اس سے ایسا نور چمکتا ہے کہ دنیا اس سے منور ہو گی جیسا کہ اس سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا تھا مجھے کسی قسم کی تکلیف پہنچے بغیر متولد ہوا۔ اس نے انگشت اٹھائی اور آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس طرح آواز آئی کہ تین دن تک اسے لوگوں سے پوشیدہ رکھوں۔ جب یہ خبر عبدالمطلب کی مجلس میں پہنچی، علماء یہود نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ توریت کی بات درست نکلی۔ عبدالمطلب گھر گئے اور خبر دریافت کی پھر کمرہ میں بیٹھ گئے۔ لوگوں نے مبارک باد دی۔ آپ نے اونٹ ذبح کیا اور لوگوں کی دعوت کی۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپنے بیٹے کا تم نے کیا نام رکھا ہے۔ آپ نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ انہوں نے پوچھا یہ نام تم نے کیوں اختیار کیا باوجودیکہ تمہارے آباؤ اجداد میں سے کوئی بھی اس نام سے موسوم نہیں ہوا تھا۔ آپ نے کہا تاکہ زمین و آسمان میں اس کی تعریف کی جائے۔ تین روز کے بعد آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گیا۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لیا اور کعبہ میں کھڑے ہو کہ اپنے ہاتھوں پہ سُلا دیا اور یہ رجز پڑھا۔

رجز

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعْطَانِیْ	ھٰذَا الْغُلَامُ الطَّیِّبُ الْاَرْدَان
قد ساد فی المَھْدِ علی الغلمان	اَعیذہٗ بالبیت ذی الارکان
حتی اراہ بالغ البنیان	انت الذی سمیت فی القرآن
اعیذہ من شر ذی شنان	فی حاسد مضطرب العنان

جب عبدالمطلب اس رجز سے فارغ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے گھر واپس لے گئے اور اس کی حفاظت کے لئے آمنہ رضی اللہ عنہا کو تاکید کی اور کہا یہ عظیم الشان فرزند ہوگا۔

حضورؐ کی ولادت کی خبر سے یہودیوں کی پریشانی

نقل ہے کہ یہودیوں کا ایک عالم مکہ میں تھا جس کا نام یوسف تھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبِ ولادت کے دوسرے روز قریش کی مجلس میں آیا۔ اس نے پوچھا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس کے کل لڑکا متولد ہوا ہو۔ انہوں نے کہا عبدالمطلب کے ہوا ہے اس نے کہا اس مولود کو مجھے دکھاؤ اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے اسے آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے اس کے پاس لائے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں دیکھیں اور پھر دونوں کندھوں کے درمیان دیکھا اور زمین پر گر پڑا اور اس کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ قریش کی ایک بہت بڑی جماعت وہاں موجود تھی۔ اس پر ہنستے تھے۔ یوسف نے کہا مجھ پر مت ہنسو اے گروہِ قریش! خدا کی قسم یہ صاحبِ شمشیر پیغمبر ہے تمہیں ہلاک کرے گا اور تم پر اس کے غلبہ کی خبر مشرق و مغرب میں پہنچے گی اس وقت اس کی نبوت تم پر ظاہر اور روشن ہو گی۔ اب بنی اسرائیل سے نبوت منتقل ہوتی ہے۔ یہ خبر مکہ میں پوری طرح مشہور ہو گئی۔

مدینہ کے یہودی ولادتِ مصطفےٰؐ سے کانپ اُٹھے

حسان بن ثابتؓ نے کہا میں گیارہ بارہ سال کا تھا۔ ایک یہودی نے مدینہ میں ایک صبح کو شور مچایا اور پکارا کہ اے یہود! لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ انہوں نے کہا۔ تجھ پر افسوس ہے۔ تجھے کیا ہو گیا ہے اس نے کہا کل ستارۂ احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متولد ہو گیا ہے۔ حسان کہتا ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے مجھے وہ رات یاد تھی میں نے حساب کیا تو اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متولد ہوئے تھے حسان کہتا ہے وہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملا مگر بدبختی کیوجہ سے ایمان نہیں لایا۔

نہ حاصل شد نیک بختی بزور — بہ سرمہ کہ بینا کند چشم کور!
تواں پاک کردن ز زنگ آئینہ — ولیکن نشاید ز سنگ آئینہ

مدینہ والوں میں ولادت کی خبر سے خوشی

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ ایک صبح کو میں ٹیلے پر تھا کہ ایک ایسی

بلند آواز میں نے سنی کہ اس سے بلند آواز آج تک میں نے نہیں سُنی تھی جب میں نے اچھی طرح غور کیا تو مجھے دوسرے ٹیلہ پہ ایک یہودی دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھ میں آگ کا ایک ٹکڑا تھا۔ لوگ اس کے پاس جمع تھے اس کی فریاد کو ناپسند کرتے تھے اور اسے کہتے تھے کہ آخر تجھے ہُوا کیا ہے اس نے کہا کہ کوکب محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلوع کیا۔ اس نے کہا یہ وہ ستارہ ہے کہ اس کے طلوع کا سبب کوئی پیغمبر ہی ہُوا کرتا ہے اور اب نبی آخرالزمان احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی پیغمبر نہیں ہے۔ حسّان رضؓ نے کہا لوگ اس سے ٹھٹھہ کرتے اور اس پہ ہنستے تھے۔ جب یہ خبر قیس بن عدی کے پاس پہنچی کہ اس نے بھی بت پرستی چھوڑ دی تھی اور سیاہ کپڑے پہن رکھے تھے اور عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اس نے کہا۔ سچ کہتا ہے کیونکہ پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت ہے مجھے اس لباس میں تم دیکھتے ہو تو یہ اسی کی خاطر ہے ہو سکتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پاؤں اور ان پر ایمان لاؤں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں اظہار نبوت فرمایا قیس نے مدینہ میں سنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ قیس بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تجدید پہ مشرف ہُوا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

ولادت کی گواہی یہودیوں کی زبان سے | ایک یہودی نے عبد المطّلب سے پوچھا کہ اے سیّد بطحا وہ فرزند جس کے متعلق میں اس سے پہلے خبر دیتا تھا اور اس کے ظہور کی بشارت دیتا تھا کل متولّد ہو گیا ہے۔ عبد المطّلب نے کہا۔ ہاں۔ یہودی نے کہا اسکا کیا نام تجویز کیا ہے؟ اس نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہودی نے کہا۔ اسکی نبوت کی صداقت پر تین دلائل ہیں۔ پہلی دلیل طلوع ستارہ دوشنبہ۔ دوم۔ ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا جانا۔ سوم اس کا اشراف بزرگوں سے ہونا۔

تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کے گر گیا | تمام روئے زمین میں جہاں کہیں بھی بُت تھا۔ منہ کے بل گر پڑا اور اوندھا ہو گیا۔ عروہ بن زبیر روایت کرتا ہے کہ قریش کی جماعت کا بُت خانہ میں ایک بُت تھا کہ ہر سال ایک رات اس بُت کا طواف کرتے تھے اور اس روز کو اپنی عید شمار کرتے تھے۔

اس روز اونٹ ذبح کرتے اور دعوتِ عام کرتے تھے اور شراب پیتے تھے۔ اتفاقاً عید کی راتوں میں سے ایک رات اس بُت کے پاس گئے دیکھا کہ وہ بُت منہ کے بل گر پڑا ہے اور اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے۔ یہ حالت انہیں بہت بُری معلوم ہوئی۔ اس بُت کو اٹھا کر پھر اس کی جگہ پہ رکھ دیا۔ ایک لمحہ کے بعد وہ پھر سرنگوں ہو گیا وہ اسے پھر اپنی جگہ پہ لے گئے۔ تیسری مرتبہ پھر سرنگوں ہو گیا۔ ان لوگوں نے جب یہ مشاہدہ کیا تو بہت غمگین ہوئے۔ جب بُت کو اپنی جگہ پہ سیدھا کھڑا کر دیا تو بُت میں سے ایک کہنے والے کی آواز سنی کہ وہ کہتا تھا ؎

تردی بمولود اضاءت بنورہ ۔۔۔ جمیع فجاج الارض بالشرق والغرب
وخرت لہ الاوثان طرًّا وارعدت ۔۔۔ قلوب ملوک الارض جمعا من الرعب

چونکہ احمد نہاد پا بہ جہان ۔۔۔ بتمامی زپا فتادہ بتان
مربتان رانماند ہیچ شکوہ ۔۔۔ جان مشرک گداخت زین اندوہ
طرب و عیش بُت پرستان رفت ۔۔۔ بدل شان فتاد آتش تفت

شبِ ولادت کے واقعات

لَاکَہَانَۃَ بَعْدَ النُّبُوَّۃِ: اس رات قریش کے کاہنوں کو شیطان سے خبریں منقطع ہو گئیں اور ان کے مدارس و مجالس میں شیطانی تدریس کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن اکثر علماء تفسیر اور اہلِ حدیث نے اس آیت کی علامات نبوت میں سے شمار کیا ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے لَاکَہَانَۃَ بَعْدَ النُّبُوَّۃِ بعد از نبوت نفی کہانت کی گئی ہے بعد از ولادت نہیں کی گئی۔ اس بات کی مزید تحقیق عنقریب انشاء اللہ آئے گی۔

بادشاہانِ وقت پر مُہرِ سکوت: تمام روئے زمین کے بادشاہ ایک دن رات گونگ ہو گئے اور قوتِ ناطقہ سے محروم ہو گئے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انتہائی شکوہ و جلال اور عظمت و جلال اور اس صاحب جود سلطان صاحب نطق وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ کی وجہ سے تھا کہ ہر زہ گوؤں کے منہ پہ مُہرِ سکوت رکھ دی گئی ؎

زباں کہ وصفِ جمالت بداستاں خواند | چو تو جمال نمائی کرانہ بان ماند
ندیدہ ناطقہ حسنت بگاہِ حسن وجمال | کہ غائبانہ بوصفت سخن ہمیراند

ایوانِ کِسریٰ زمین بوس ہوگیا

کِسریٰ کے محل میں جس کا ثانی روئے زمین پہ کوئی دوسرا محل نہیں۔ بڑا شگاف پڑ گیا۔ اس کے اُونچے چودہ کنگرے گر پڑے۔ اس کی وجہ سے کِسریٰ بہت پریشان خاطر ہوا اور اس حال سے اس نے بدفالی لی اور شکستہ دل ہوگیا لیکن اپنے دِلی اضطراب اور پریشانی کا اظہار نہیں ہونے دیا لیکن اس کا دِل اس پریشانی سے کبھی نہیں چھوٹا۔ اس واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ کِسریٰ نے دجلہ کے اوپر ایک بہت اونچی عمارت تعمیر کی اور اس پہ بہت سارو پیہ خرچ کیا۔ دجلہ میں طغیانی آئی۔ اس عمارت کو اُسی رات ویران کر دیا۔ جب کِسریٰ نے یہ خبر سُنی وہ بہت پریشان ہوا۔ اس کے دربار میں تین سو ساٹھ کاہن۔ منجم اور جادوگر تھے۔ ان میں عرب کا ایک مرد سائب نامی تھا جو فنِ نجوم میں کامل مہارت رکھتا تھا۔ اس کے احکام میں کم ہی غلطی ہوتی تھی۔ کسریٰ نے اس جماعت کو جمع کیا اور انہیں کہا کہ میرا طاق ایوان بغیر کسی ظاہری سبب کے ٹوٹ گیا ہے اور وہ عمارت جو دجلہ پہ میں نے تعمیر کی تھی خراب ہوگئی ہے اس کا کیا سبب ہے اس میں اچھی طرح غور وفکر کرو۔ جب حکیم اس کے دربار سے نکلے تاکہ اس کے سبب میں فکر وتامل کریں کہ اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔ تمام نے کہانت نجوم اور جادو کے طریقے اختیار کئے۔ سائب تاریک رات میں ایک ٹیلے پہ گیا اور زمین وآسمان کے اطراف وجوانب میں نگاہ کی۔ حجاز کی جانب سے بجلی چمکی اور چلتے ہوئے مشرق تک پہنچ گئی۔ جب صبح ہوئی اس نے دیکھا کہ اس کے قدموں کے نیچے مرغزار سبز ہوگیا ہے۔ اس نے اپنے دِل میں کہا اگر جو کچھ میں نے دیکھا ہے ٹھیک نکلا تو حجاز کی طرف سے بادشاہ ظاہر ہوگا۔ مشرق تک تمام ممالک اس کے قبضۂ تصرف میں آجائیں گے اور دنیا میں فراخی پیدا ہوجائے گی۔ جب سائب نے یہ حقیقت کاہنوں سے بیان کی انہوں نے بھی نجوم کے دلائل سے اس حقیقت کو معلوم کیا تھا۔ انہوں نے اس امر پہ اجماع کیا کہ پیغمبر مبعوث ہوگیا ہے یا عنقریب مبعوث ہوگا۔ کِسریٰ کا ملک اس کے قبضہ میں چلا جائے گا لیکن اس بات کا اظہار اس سے ممکن نہیں ہے۔ یہ بات ہمارے قتل کا سبب بن

جائے گی۔ تمام متفق ہو کہ اس کے پاس آئے اور محل کے ٹوٹنے اور بنانے دجلہ کی خرابی کی وجہ تعبیر کے لئے ٹھیک وقت اختیار نہ کرنے کو قرار دیا۔ انہوں نے کہا۔ وقت اختیار کرنے میں غلطی واقع ہوئی ہم وقت اختیار کرتے ہیں پھر عمارت منہدم نہیں ہو گی پھر انہوں نے عمارت تعمیر کرنے کے لئے ایک وقت مقرر کیا۔ اس عمارت کو دوسری مرتبہ بنایا گیا جب مکمل ہو گئی۔ تمام ارکانِ سلطنت کے ساتھ وہاں ایک جشن منایا۔ اس کے بعد پھر دجلہ میں طغیانی آئی اور اس عمارت کو بھی ویران کر دیا کسریٰ جو کہ اس عمارت میں تھا پانی میں گر پڑا۔ ہلاکت کے قریب تھا کہ اسے پانی سے باہر نکالا۔ اس نے جماعت پر قہر کیا اور ان میں سے بہت سوں کو قتل کیا۔ باقیماندہ لوگوں نے کہا جس طرح متقدمین سے خطا ہوئی۔ ہم سے بھی خطا ہو گئی۔ پھر انہوں نے طالع وقت اختیار کیا۔ عمارت مکمل ہو گئی کسریٰ ترساں و ہراساں سوار ہو کر وہاں سے گزرا وہ عمارت بھی اس کے پاؤں کے نیچے سے نکل گئی اور وہ پھر پانی میں گر پڑا۔ اسے نیم مردہ پانی سے باہر نکالا گیا۔ پھر اس جماعت کو طلب کیا اور قتل کی دھمکی دی اور ایک روایت یوں ہے کہ انہوں نے کہا سچی بات یہ ہے کہ پیغمبر مبعوث ہوا ہے یا عنقریب ہو گا جو آپ کے ملک کے زوال کا سبب ہے جب اس نے یہ حقیقت سنی دجلہ پر عمارت بنانے کا خیال ترک کر دیا یہاں تک کہ وہ خراب و خستہ ہو گئی اور ایک روایت دوسری طرح ہے کہ ان واقعات کا مسلسل وقوع پذیر ہونا اس کی دلی پریشانی کا باعث ہوتا تھا اور اس کے اخفا کی کوشش کرتا تھا یہاں تک کہ کسریٰ نے اظہار ہواں واقعہ سنا اور وہ دریا ساوا کا خشک ہونا اور نہر ساوا کا جاری ہو جانا تھا جو کہ دریائے شام کی ایک نہر ہے اس تاریخ سے پہلے ایک ہزار سال تک اس وادی میں پانی جاری نہیں ہوا تھا۔ القصہ کسریٰ تواتر واقعات سے خائف اور متفکر تھا یہاں تک کہ ایک روز اس نے اپنے وزراء اور خواص کو جمع کیا اور اپنے ما فی الضمیر اور اس حقیقت کے اظہار کی خواہش کی کہ اچانک اصطخر کی جانب سے انیسویں واقعہ کی خبر پہنچی کہ فارسیوں کا آتش کدہ جو ہزار سال سے جل رہا تھا اور اس میں کبھی افسردگی پیدا نہیں ہوئی تھی اب بجھ گیا ہے اور جب انہوں نے آگ کے ٹھنڈا ہونے کی تاریخ کو شمار کیا تو وہ وہی وقت تھا جب محل کے کنگرے ٹوٹے تھے اس وجہ سے وہ اور زیادہ پریشان ہو گیا اور اندرونی اضطراب اور بڑھ گیا۔ وہ اسی پریشانی میں تھا

کہ بیسواں واقعہ ظہور پذیر ہوا اور وہ یوں ہوا کہ اسی مجلس میں موبد موبداں یعنی مجوس کے قاضی القضاۃ نے عرضداشت پیش کی کہ اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ تند و تیز اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچتے ہوئے چلے آتے ہیں یہانتک کہ دجلہ سے آگے گزر گئے اور بلادِ فارس میں منفرق ہو گئے اس خواب کی صعوبت نے خوف پہ خوف بڑھا دیا۔ اس موبد سے پوچھا کہ اس واقعہ کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے موبد نے جواب دیا میرا خیال ہے کہ بلادِ عرب میں کوئی امر وقوع پذیر ہوا ہے۔ یہ اس کے لوازم ہیں کاہنوں اور نجومیوں سے استفسار کر کے اس نے اطراف و جوانب خطوط ارسال کئے۔ ان خطوط میں سے ایک مکتوب نعمان منذر کی طرف جو کہ بصری حاکم تھا لکھا کہ ہمیں چند مشکلات درپیش ہیں ہمارے پاس کسی ایسے حاکم کو بھیجو جو ان کو حل کر سکے۔ نعمان نے عبدالمسیح بن نقید ازغسلانی کو جو خواہر سطیح بن منعہ غسانی کا لڑکا تھا اور سطیح فنِ کہانت میں ماہر تھا اور بہت پختہ رائے کاہن تھا جیسا کہ اس کے کچھ اوصاف گزر چکے ہیں۔ کسرای کے ملازمین کے پاس بھیجا تھا تاکہ اگر ہو سکے تو ان کی مشکلات کا جواب دے اور اگر حل نہ کر سکے تو اپنے ماموں سطیح جو زمانہ بھر کے کاہنوں کا سردار ہے کی طرف رجوع کرے۔ عبدالمسیح دار السلطنت میں حاضر ہوا۔ کسرای نے تمام واقعات اس سے بیان کئے۔ عبدالمسیح نے کہا۔ میں ان تمام سوالات کے جوابات سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا لیکن اگر بادشاہ سلامت حکم فرمائیں تو میں جا کر سطیح سے استفسار کروں اور جواب باصواب لاؤں۔ عبدالمسیح سطیح کی ملاقات کے قصد سے شام کی طرف متوجہ ہوا۔ کسریٰ نے اس قضیہ کو جلد حل کرنے کی بہت تاکید کی۔ قطع منازل کے بعد جب عبدالمسیح سطیح کے گھر پہنچا اس کے سرہانے پہنچا لیکن اس نے اسے مردہ پایا۔ ہر چند اس نے سلام کیا اور نوشیرواں کا سلام پہنچایا۔ اسے کوئی جواب نہ ملا کیونکہ اس کی طوطی زبان جسے لوگ ترجمانِ اسرار کہتے تھے سوسن کی زبان کی طرح خشک ہو چکی تھی۔ کیسہ زندگی میں نقدِ حیات سے کچھ نہیں بچا تھا۔ عبدالمسیح مایوس ہو گیا۔ اپنی عزت کی رعایت کرنے کے لئے فوراً فی البدیہہ نظم جو حالات کو بیان کرتی تھی۔ اس بحر و قافیہ پہ لکھی

اصم ام یسمع غطریف الیمن	ام فاز فازلم بہ شاء العنن
یا فاصل الخطۃ اعییت من ومن	وکاشف الکربۃ عن وجہ العضن
اتاک شیخ من اھل سنن	وانہ من ال ذیب بن حجن

الیٰ آخر الابیات جن کا مفہوم یہ ہے۔ کیا تو بہرہ ہو گیا ہے کہ سنتا نہیں یا ملک الموت کے قبضہ میں چلا گیا ہے اور تیرے رُوح کا پرندہ۔ قالب کے پنجرہ سے اڑنے کے لئے پر تول رہا ہے۔ اے مخلوقات کی مشکلات کو کھولنے والے اور اے باریکیوں کی گرہیں کھولنے والے وقت ہے کہ دیدہ عبرت کو کھولے اور ان مختلف راستوں سے سیدھا راستہ دکھائے۔ جان لے اور آگاہ ہو کہ عجیب صورتیں اور معانی پردۂ غیب سے عالمِ شہود میں ظہور پذیر ہو رہی ہیں اور مَیں ان حقائق کے استفسار کیلئے شاہِ عجم کسریٰ کی طرف سے تیری خدمت میں آیا ہوں۔ جب سطیح نے عبدالمسیح کے اشعار سنئے سر اٹھایا۔ جیسا کہ اس کا طریقہ تھا اور عبدالمسیح کے جواب میں بسجع عبارت میں کہا۔ عبدالمسیح جاء الیٰ سطیح علیٰ جمل طلیح وقد اوفی علی الضریح بعثک ملک بنی ساسان لارتجاس الایوان وخمود النیران ورؤیا الموبذ الموبذان رای ابلاً صعاباً تقود خیلاً عراباً قد قطعت دجلۃ وانتشرن فی بلاد فارس عبدالمسیح اذ ظہرت التلاوۃ وبعث صاحب الہراوۃ وفاض وادے السماوۃ وغاصت بحیرۃ ساوۃ وخمدت نیران فارس لم یکن بابل للفرس مقاماً ولا الشام السطیح شاماً یملک منہم ملوک وملکات علی عدد الشرفات ثم تکون منات منات وکل ما ھوات ثم الصطجع ومات حاصل معنی یہ نکلتا ہے کہ عبدالمسیح۔ سطیح کی طرف آیا ہے اس حال میں کہ سطیح عالمِ آخرت کے سفر کے لئے پا در رکاب ہے بنی ساسان یعنی نوشیرواں کا فرستادہ چند واقعات کے استفسار کے لئے جو ظہور پذیر ہوتے ہیں مثل طاق کسریٰ کا متزلزل ہونا اور اس کے کنگروں کا گرنا آتش پرستوں کی آگ کا ٹھنڈا ہو جانا۔ موبد موبدان کا خواب دیکھنا کہ تند و سرکش اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانکے لے جاتے ہیں یہانتک کہ انہیں دجلہ سے پار لے گئے ہیں اور فارس کے بلاد میں انہیں متفرق کر دیا ہے۔ اے عبدالمسیح جب دریا ساوہ عاشقان مشتاق کے جگر کی مانند آتش فراق کی تپش سے خشک ہو جائے اور وادی سماوہ دیدۂ مشتاقین کی طرح شوق کی آگ کی سوزش سے پُر آب ہو جائے۔ کلامِ ربّانی کی کتاب کی آیات پڑھنے والے اور گلشن سرائے قرآنی کی بُلبلیں قرأتِ قرآن اور تلاوتِ فرقان اٰناءِ اللّیل واطراف النہار کی مداومت کریں۔ صاحبِ عطا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بعثت کا جھنڈا علی الاعلان عوام النّاس کے سروں پر بلند ہو گا اور عالمِ شہود کے مغنی آنحضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے درود کے گیت کو چمن فلک اور ملائکہ کی

مجلس میں عشق و محبت کی لے سے گائیں۔ بابل جو فارسیوں کا مقام اور شام جو سطیح کی آرام گاہ ہے نہیں رہے گی یعنی عجمیوں کی سلطنت و حکومت بابل سے منقطع ہو جائیگی اور سطیح فانی جہاں کو چھوڑ کر عالمِ جاودانی کو چلا جائیگا۔ اس کے بعد کنگرہ ہائے ایوان کی تعداد کے مطابق جو کہ قطع ہوئے ہیں۔ ساسانیوں کے مرد اور عورتیں حکومت کریں گے پھر وہ سلطنت کا کمر بند کھول دیں گے اس کے بعد جو چیز ہونے والی سے عرصۂ دنیا میں وقوع پذیر ہوگی اس کے بعد ساسانیوں کی فوج کچھ باقی نہیں رہے گا یہ کہہ کر گیا اور مرگیا اور اس دارِ فنا سے رختِ سفر باندھا۔ عبدالمسیح نے سطیح کے جوابات لکھ کر کسریٰ کے دربار کی طرف رجوع کیا جو کچھ سنا تھا اس کے گوش گذار کر دیا۔ بادشاہ نے کہا جب تک ہمارے چودہ افراد حکومت کریں اور ابتدا سے انتہا کو پہنچے اس کے لئے مدت مدید اور عرصۂ لبید چاہیئے اس نے خیال کیا کہ اس جماعت کی رخصت کا زمانہ تھا۔ سابقہ ملوک فریدون۔ ضحاک اور افراسیاب کی طرح طویل عرصہ تک ہو گا۔ اسے یہ علم نہیں تھا کہ چار سال کی مدت میں دو افراد کی حکومت اختتام پذیر ہو جائیگی۔ ان تمام میں دو بادشاہِ تختِ سلطنت پر صاحب قدرت و شوکت ہوں گا۔ ہرمز اور پرویز اور اس کے بعد ملکِ عجم میں فتنہ و فساد پیدا ہو جائے گا۔ ان چودہ افراد میں سے آخری یزدجرد بن شہریار تھا۔ جو ذی النورین رضی اللہ عنہٗ کے زمانہ خلافت میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہٗ نے جب اس کے ملک کو فتح کر لیا وہ لشکرِ اسلام سے شکست کھا کر بھاگا اور اپنے گھوڑے کا رخ خراسان کی طرف پھیر دیا اور ایک آسیابان کے ہاتھوں مرو میں قتل ہوا۔ یہ ۳۱ سنہ ھ کا زمانہ تھا اس کے بعد کوئی متنفس اس قوم سے باقی نہ رہا۔

ابیات

کجا شد فریدون و ضحاک و جسم — شہانِ عرب خسروانِ عجم
ہمہ خاک دارند بالین و خشت — خوش آنکس کہ جز تخم نیکی نہ کشت

فصل دوم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعت کے واقعات

پہلا واقعہ | مجاہد نے کہا۔ میں نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہٗ سے پوچھا کہ پرندوں۔ جنات

اور سحاب وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دودھ پلانے میں جھگڑا کیا؟ انہوں نے کہا ہاں تمام مخلوق الٰہی نے انسانوں کے سوا نزاع کیا کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متولد ہوئے۔ منادی نے آسمان سے ندا کی کہ اے گروہ خلائق محمدؐ بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عنایت الٰہی جلّ وعلاؐ سے دنیا میں پرتو ڈالا ہے اور اس نور عرش نے خاکی فرش کو منور کیا۔ مبارک ہے وہ پستان جو اسے دودھ پلائے اور کیا کہنا ہے اس بندے کا جو اسے اٹھائے۔ مبارک ہے وہ جگہ جو اس کی مسکن ہے۔ لامحالا مخلوق کا اس خالق کے برگزیدہ کو دودھ پلانے میں نزاع اسی وجہ سے تھا۔ خطاب ہوا کہ جھگڑا مت کرو کیونکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کی مرضعہ کو انسانوں کی جنس سے منتخب فرمایا ہے اور یہ خلعت ان کے قد پر راست آیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا ہے۔

ثوبیہؓ دودھ پلاتی ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثوبیہؓ کا دودھ پلانا ہے جمہور صحاب سیرت وتاریخ رحمہم اللہ اس امر پہ متفق ہیں۔ نقل ہے کہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا وہ ابولہب کی کنیز ثوبیہ تھی۔ اس نے اپنے بیٹے مسروح نامی کے ساتھ دودھ پلایا۔ سید الشہداء۔ مسروح۔ حمزہ۔ ابوسلمہ مخزومی عبداللہ بن جحش۔ اسدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اخوت رضاعیہ اس وجہ سے تھی کہ تمام نے ثوبیہ کے پستان سے دودھ پیا تھا اور اصحاب سیرت اس طرف گئے ہیں کہ پہلے سات روز اپنی والدہ کا دودھ پیا پھر سات روز ثوبیہ کا اور بعض روایات میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو روز کے ہوگئے تو ثوبیہ کو دودھ پلانے کا شرف حاصل ہوا اور اس مبارک عمل کو حلیمہ سعدیہؓ کے دودھ پلانے تک سرانجام دیتی رہی۔ واللہ اعلم۔

نقل ہے کہ اس ثوبیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب ولادت۔ ولادت کی خبر خوشخبری کے طور پر ابولہب کو پہنچائی۔ ابولہب نے اسے آزاد کر دیا۔ اس آزاد کرنے کی وجہ سے ہر دوشنبہ کی رات جب کہ ثوبیہ کو آزادی حاصل ہوئی۔ ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ ابولہب کی وفات کے بعد میں نے اسے خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا۔ تیرا کیا حال ہے اس نے کہا جس روز سے میری

کشتیٔ حیات۔ گرداب ممات میں پھنسی ہے۔ عذاب وعتاب کی موجوں کے طلاطم میں گرفتار ہوں لیکن ہر دوشنبہ کی رات جس میں ثویبہ آزاد ہوئی تھی۔ میرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ میری دونوں انگلیوں سبابہ اور وسطیٰ سے پانی کا قطرہ مل جاتا ہے۔ اس باب میں درویشانہ نکتہ سنیئے۔ ایک منکر و کافر جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادت باسعادت کی تہنیّت میں اپنے غلام کو آزاد کر دیتا ہے کفر و ضلالت کے باوجود عذاب میں تخفیف دیکھتا ہے۔ مومن موحد جو ہر روز ستّر بار صدق و صفا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مدح و ثنا کرتا اور آپؐ پہ درود بھیجتا ہے اور دل و جان سے سنّت سید الِانس وجاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اتباع و ملازمت میں کمر بستہ رہتا ہے اور خواجہ ہر دوسرا کی غلامی سے محظوظ ہوتا ہے اگر کل قیامت کو عذابِ دوزخ سے آزاد ہو اور دونوں جہانوں کی مراد و مقصود کے حصول سے دِل شاد ہو تو کیا عجب۔ ثویبہ کی وفات اور اسلام مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد ثویبہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر آتی تو وہ اس کی تعظیم و احترام کرتیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بھی اس کے ساتھ شفقت و رعایت فرماتے اور ہجرت کے بعد ہدایا اور تحائف بھیجتے اور اسے مختلف تحائف سے نوازتے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی مہربانیوں سے نوازتیں۔ ۷ھ میں خیبر سے مراجعت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اس کی وفات کی خبر پہنچی غمگین ہوئے اور پوچھا کہ اس کے قریبی رشتہ داروں سے کون زندہ ہے تاکہ اس کی خدمتگاری اور حق گذاری ختم نہ ہو۔ عرض کیا گیا کہ کوئی شخص نہیں ہے ثویبہ کا ایمان لانا مختلف فیہ ہے۔ واللہ اعلم۔

حضورؐ کی رضاعت کے ابتدائی حالات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ثویبہ کے چند مرتبہ دُودھ پلانے کے بعد حلیمہ بنت عبداللہ بن ابی ذویب بن الحارث بن جابر بن زرام بن ناضرۃ سعد بن بکر۔ اس دولت سے سرفراز ہوئی۔ اس واقعہ کی کیفیّت یوں ہوئی کہ اہل مکہ اور سرداران قریش کی عادت تھی کہ بعض اپنی فضیلت اور عظمت و شوکت کی وجہ سے بعض مکہ کی ہوا کے شدید گرم ہونے کیوجہ سے بعض مکہ کی وباء کے توہم اور بعض اسوجہ سے کہ ازواج کے تمام اوقات اُنکی خدمت میں صَرف نہ ہوں اپنے بچوّں کو دائیوں کے سپرد کر کے اطراف قبائل میں بھیج دیتے تھے تاکہ شیریں پانی اور لطیف ہوا میں پرورش پائیں،

اور ہر سال دو مرتبہ موسمِ ربیع اور موسمِ خریف میں واپس آتیں چونکہ اشراف و اغنیاء مکہ سے مستحقین کو بیشمار فوائد اور دولت ملتی تھی اطراف و حوالی مکہ سے بہت سی عورتیں حرم میں آتیں اور اشراف و اکابر عرب کے بچوں کو حضانت اور ارضاع کے لئے اپنے گھروں کو لے جاتی تھیں۔

بنی سعد کی عورتیں مکہ میں

کہتے ہیں کہ اس قبیلہ میں عظیم قحط رونما ہوا تھا چنانچہ پستانوں میں دودھ۔ جنگل میں گھاس اور باغوں میں درخت خشک ہو گئے تھے۔ چوپائے لاغر اور لوگ بیقرار ہو گئے تھے۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ اس سال ہم جنگلوں میں گھومتے اور گھاس کی جڑیں کھاتے تھے اور خدا کا شکر بجا لاتے تھے۔ کبھی تین روز اور کبھی اس سے بھی زیادہ فاقہ سے گذر جاتے۔ ایک مرتبہ یوں ہوا کہ تین دن رات ہم نے کچھ نہیں کھایا اور بھوک سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ اتفاقاً اس انتہائی گرسنگی میں مجھے وضع حمل کا واقعہ پیش آگیا اور دردِ زہ بھوک کے ساتھ مجتمع ہو گیا۔ میں روتی تھی لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ دردِ زہ سے روتی ہوں شدت بھوک سے۔ کبھی اس حد تک میرے ہوش و حواس گم ہو جاتے کہ زمین و آسمان میں فرق نہیں کر سکتی تھی اور دن اور رات میں تمیز نہیں ہو سکتی تھی۔ اس رات میں صحرا میں تھی۔ تھوڑی دیر بعد مجھے نیند آگئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا اور مجھے اٹھا کر ایسے پانی میں جو دودھ کی مانند سفید ہے غوطہ دیتا تھا اور کہتا تھا۔ اس سے خوب پانی پی لے تاکہ تجھ میں کافی دودھ ہو جائے کیونکہ عزت سرمدی اور دولت ابدی تیری طرف مبذول ہو گی۔ میں جس قدر پیتی تھی وہ اور زیادہ مبالغہ کرتا تھا اور اس کے پینے پر برانگیختہ کرتا تھا۔ وہ پانی شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ آخر اس مرد نے مجھے کہا۔ مجھے پہچانتی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا میں تیری وہ حمد و شکر ہوں جسے تو محنت و مشقت کی حالت میں کہتی تھی۔ اے حلیمہ رضی اللہ عنہا تو وہاں بطحاء مکہ کی طرف رزق میں وسعت پائے گی۔ اور روشنی و نور اور نور و ضیاء وہاں سے اپنے ہمراہ لائے گی۔ اس نے مجھے اس واقعہ کے پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کی۔ میرے سینہ پہ اس نے ہاتھ مارا اور کہا۔ زاد اللہ لک الرزق و اجر اللبن۔ خدا تعالیٰ تیرے دودھ کو زیادہ کرے اور تجھے کشادہ روزی عنایت فرمائے۔ میں جب بیدار ہوئی اپنے پستانوں کو دودھ سے بھرا ہوا دیکھا اور بھوک اور گرسنگی کی تمام

حالت مجھ سے جاتی رہی۔ تمام قبیلہ بڑی سختی اور طعام کی کمی کے دن گزارتا تھا۔ سر وقد حرف ن کی مانند ٹیڑھے ہو گئے سرداروں کی پشت پیٹ سے جا لگی تھی۔ بے استطاعت بھوکوں کی فریاد آسمانوں کو پہنچی تھی۔ طعام کے فقدان کی وجہ سے ان کا دن جزع و فزع سے شام کرتا تھا القصہ اس خواب کی برکت سے میری حالت بالکل تبدیل ہو گئی۔ چنانچہ دوسرے روز میرے قبیلہ سے مجھے جو بھی دیکھتا تعجب کرتا اور کہتا اے حلیمہؓ! کیا بات ہے کل تو ضعیف اور کمزوری کی حالت میں تھی اور آج ملوک و سلاطین کی بیٹیوں کی مانند معلوم ہوتی ہے چونکہ مجھے خواب کو پوشیدہ رکھنے کا حکم تھا۔ میں اسے ظاہر نہیں کرتی تھی۔ اسی اثنا میں میرے قبیلہ کے لوگوں نے مکہ کا قصد کیا تاکہ گزارے کے لئے ہر شخص قریش کی اولاد سے حضانت کے طور پہ کوئی لڑکا اختیار کرے۔ میں بھی اپنے شوہر حارث بن عبد العزیٰ بن رفاعہ بن ویلال بن ناصرہ بن سعد بن بکر اپنے دونوں فرزندوں عبداللہ و املیہ اور اپنی ہمشیرہ جس کا شیما نام تھا ہم تمام ان کے ساتھ تھے۔ ضمرہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمشیرہ تھی اسے میں نے ہاتھ پہ رکھا ہوا تھا۔ میرے پستان میں اتنا دودھ نہیں تھا کہ میں اسے رونے سے چپ کرا سکوں اور اس کے رونے کی وجہ سے نہ سو سکی۔ القصہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ ہم نے بھی راہ مکہ میں موافقت اختیار کی۔ قیام اور کوچ کے وقت غیب سے آواز سنتی تھی ہاتف کہتا تھا اس سال خدا تعالیٰ نے اس فرخندہ مقدم مولود کی برکت سے جو قریش میں پیدا ہوا ہے۔ عورتوں پر حرام کر دیا ہے کہ ان کے ہاں لڑکی پیدا ہو اور کیا کہنا ہے اس پستان کا جو اسے دودھ پلائے۔ اے بنی سعد کی عورتو! بھاگو تاکہ اس دولت سے مشرف ہو سکو۔ جب اس قبیلہ کی عورتوں نے یہ ندا سنی۔ بڑی جد و جہد اور کوشش سے حرم مکہ کی طرف متوجہ ہوئیں۔ ہمارے پاس ایک گدھا تھا بہت لاغر جس کی ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں ایک مدت سے اس نے گھاس اور چارا نہیں چکھا تھا۔ بھوک اور گرسنگی سے اس کی ہڈیاں ہی باقی رہ گئی تھیں اور ضعف و ناتوانی کی وجہ سے قدم نہیں اٹھا سکتا تھا اور قدم سے قدم جدا نہیں کر سکتا تھا۔ ایک اونٹنی بھی انتہائی کمزور اور لاغر ہمارے ہمراہ تھی۔ کسی بھی تدبیر و حیلہ سے دودھ کا ایک قطرہ بھی اس سے حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ القصہ گرتے پڑتے قافلہ کے پیچھے چلے جاتے تھے ہم ہر چند کوشش کرتے لیکن ان تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ میرا خاوند کہتا کوشش کرو اور

ان سے آگے نکل جا کیونکہ قبیلہ کی ہر عورت جلیل القدر اولاد کو حاصل کرے گی اور تو مایوس ہو جائے گی میں ہر چند کوشش کرتی اور گدھے کو ڈرا دھمکا کر چلاتی مگر ان تک نہیں پہنچ سکتی تھی لیکن دائیں بائیں سے یہ آواز سنتی تھی جو غیب سے مجھے کہتے تھے۔ هنيئاً لكِ يا حليمةؓ اور ہم جس چیز کے پاس سے گزرتے وہ کہتی، اے حلیمہ! تیرا پستان خوش قسمت ہے کہ وہ نُورِ نبا اس سے دُودھ پیے گا۔ اچانک پہاڑ کے شگاف سے کھجور کے بلند و بالا درخت کی مانند بلند و بالا شخص مجھ پہ ظاہر ہوا اس کے ہاتھ میں نور کا حربہ تھا۔ اس نے میرے گدھے کے پیٹ پہ ہاتھ مارا اور کہا اے حلیمہؓ! خدا تعالٰی نے مجھے تجھے خوشخبری دینے کے لئے بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ سرکش شیطانوں کو تجھ سے دُور کر دوں۔ میں نے اپنے خاوند سے کہا۔ کیا جو کچھ میں دیکھتی ہوں تو دیکھتا ہے یا جو میں سنتی ہوں تو سنتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا بات ہے کہ میں تجھے خوفزدہ دیکھتا ہوں۔ ہم نے چلنے میں جلدی کی یہاں تک کہ مکّہ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پہ ہم نے قیام کیا۔ اس جگہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سرہانے سرسبز و شاداب اور بہت سی ٹہنیوں والا درخت سایہ کئے ہوئے ہے وہ گونا گوں تر کھجوروں سے بھرا ہوا ہے اور بنی سعد کی تمام عورتیں میرے گرد جمع ہو گئی تھیں اور کہتی تھیں۔ اے حلیمہؓ تو ہماری ملکہ ہے۔ اس درخت سے ایک کھجور میری جھولی میں آ پڑی۔ میں نے اسے اٹھا کر کھا لیا۔ یہ کھجور شہد سے بھی زیادہ میٹھی تھی۔ میری طبیعت سے اس کی حلاوت کا مزہ نہیں گیا۔ حتیٰ کہ جس دن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مجھ سے جُدا کر دیئے گئے تو یہ حلاوت بھی جاتی رہی۔ میں نے اس خواب کا کسی کے سامنے ذکر نہیں کیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اگر اللہ تعالٰی کو کوئی چیز منظور ہو گی تو سامنے آ جائیگی پیر کا دن تھا میں مکّہ میں پہنچی۔ میرے قبیلے کی دوسری عورتیں پہلے ہی مکّے میں پہنچ چکی تھیں اور قریش کے مالدار گھروں میں پہنچ کر اپنے لئے بچّوں کی بات کر چکی تھیں۔ بنی مخدوم وغیرہ قبیلے کے بچّے انہوں نے اپنے لئے مخصوص کر لئے تھے۔ میرا اپنا بچہ بھی سفر کی تکان سے اس دن بیمار تھا دودھ نہیں پیتا تھا اور نیم بے ہوش سا نظر آتا تھا گویا مُردہ ہے ناگاہ میں نے دیکھا کہ بچّے نے حرکت کی۔ آنکھیں کھولیں اور مسکرایا۔ میں اس کی اس ادا پہ بڑی متعجب ہوئی چنانچہ اسے گھر چھوڑ کر میں شہر کی طرف نکل کھڑی ہوئی۔ میں ادھر اُدھر مختلف گھروں میں مارے مارے پھرتی رہی تاکہ

مجھے کوئی بچہ مل جائے لیکن میری ساری کوششیں بیکار گئیں۔ بنی سعد کی عورتیں اپنی مرضی کے مطابق بچوں کو لے چکی تھیں۔ انہیں بڑے بڑے امراء اور اغنیار کے بچے مل گئے تھے۔ مَیں اس صورتِ حال سے بڑی مغموم اور آزردہ خاطر تھی۔ مَیں اس سفر پہ لعن طعن کر رہی تھی اور دِل ہی دِل میں اپنی قسمت کو کوس رہی تھی۔ ناگاہ مجھے ایک ایسا شخص نظر آیا جو عظمت حشمت کے آثار پیشانی پہ لئے ہوا تھا۔ نورِ کرامت اور رعبِ شہامت اس کی شخصیت سے ٹپک رہا تھا۔ وہ زور سے آواز دے رہا تھا کہ بنی سعد کی عورتوں میں سے کوئی ہے جس نے ابھی تک بچہ نہ لیا ہو۔ مَیں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ مکہ کے ایک بزرگ بنو ہاشم سے عبدالمطلب ہیں۔ مَیں آپ کے پاس گئی۔ سلام عرض کیا اور کہا کہ مَیں بنی سعد کی ایک عورت ہوں۔ آپ نے نام پوچھا تو مَیں نے بتایا حلیمہ۔ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے۔ بخ بخ۔ خصلتان حسنتان سعد و حِلم فیھما نمرالدھر و نمرالابد (واہ واہ۔ تم میں دو چیزیں خوبصورت اور اچھی یکجا پائی جاتی ہیں۔ سعادت اور حلیمی۔ یہ دونوں عادات دُنیا و آخرت میں پسندیدہ ہیں) پھر کہنے لگے۔ حلیمہ۔ میرا ایک بچہ ہے۔ یتیم۔ اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے۔ مَیں نے بنی سعد کی ساری عورتوں کو دکھایا مگر کسی نے قبول نہیں کیا۔ تمام نے کہا کہ جس کا باپ نہیں۔ اس سے کیا فائدہ ہو گا۔ مجھے امید ہے۔ تم اس یتیم بچے کو لے کر فائدہ اٹھاؤ گی۔ مَیں نے کہا آپ مجھے اجازت دیں مَیں اپنے شوہر سے بات کر لوں۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا۔ ہاں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ مَیں اپنے شوہر کے پاس آئی۔ ساری بات بیان کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دِل میں فرحت اور سرور پیدا کیا مجھے کہنے لگا۔ جاؤ اور اس بچے کو فوراً قبول کر لو ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسری عورت لے جائے

لیکن میری ہمشیرہ کے لڑکے نے کہا، افسوس بنی سعد کی عورتوں نے اشراف اور مالداروں کے بچے لے کر جمعیت اور بزرگی حاصل کرلی اور تم یتیم بچے کو اپنے ساتھ لیے جا رہی ہو جس کی کفالت محنت و مشقت کی زیادتی کا موجب ہے۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ اس بات سے میرے عزم میں تزلزل پیدا ہوا۔ اسی وقت میرے دل میں الہام ہوا کہ اگر تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا تو ہرگز فلاح نہیں پائے گی۔ میں نے بھانجے کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی، میں نے کہا قوم کی تمام عورتیں دودھ پلانے کے لیے بچے لے جائیں اور میں کوئی فرزند ساتھ نہ لے جاؤں! خدا کی قسم میں اسے ہی لوں گی اگرچہ اس کا باپ نہیں ہے لیکن اس کا دادا عبدالمطلب ہے۔ میں اسے یتیم ہونے کی وجہ سے رد نہیں کروں گی۔ اگر اس درِ یتیم کا مرتبہ کوئی اور نہیں پہچانتا تو میں پہچانوں گی۔

زاں دلبرِ یگانہ ہر کس خبر ندارد گوہر شناس داند درِ یتیم ما را

مجھے امید ہے کہ جو خواب میں نے دیکھا ہے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ وہ میری مدد کرے گا۔ میں واپس آئی اور عبدالمطلب کے پاس گئی میں نے کہا وہ فرزند ارجمند کہاں ہے؟ لائیے تاکہ میں اسے دیکھوں، اس بات سے ان کا چہرہ چمک اٹھا اور بے پناہ خوشی و مسرت سے کہا۔ حلیمہ! کیا تو نے میرے فرزند کو دودھ پلانے کا ارادہ کرلیا ہے، میں نے کہا ہاں۔ عبدالمطلب سجدۂ شکر بجا لائے، پھر سر اٹھایا اور آسمان کی طرف رُخ کرکے کہا، الٰہی! حلیمہؓ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سعادت افروز فرما، پھر مجھے آمنہؓ کے گھر لے گئے، میں نے ایک عورت دیکھی جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا، عبدالمطلب نے میرا نام اور حال بیان کیا، اس نے کہا اہلاً و سہلاً یا حلیمہؓ پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اس مکان میں لے گئی جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کو سفید صوف کے کپڑے میں لپٹا ہوا تھا، کستوری کی مانند خوشبو آرہی تھی۔ ان کے نیچے ریشم کا سبز ٹکڑا پڑا ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے، جب میں نے آپ کا چہرہ کھولا تو بچہ دیکھا جس کا چہرہ مبارک خورشید کی مانند چمک رہا تھا اور انوار حسن و جمال ذوالجلال اس کی ذات باکمال کے آئینہ سے تاباں تھے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا۔

برآمد اختر دولت بطالع مسعود ز مطلع شرف ایں ماہ من چو روے نمود

مباش منکرِ او ضائع روزگار ایاز کہ ہست عاقبت کار عاشقاں محمود

حلیمہؓ کہتی ہیں کہ جب میری نظر مبارک فرزند دلبند کے جمال پر پڑی میں ہزار جاں اس پر فریفتہ و شیفتہ ہوگئی۔

من دراں کس کہ ترا بیند و حیراں نشود مرد ماں در من و بے ہوشی من حیرانند

دفعتاً میں نے دیکھا کہ میرے جسم کی تمام رگوں سے دودھ نے پستان کی طرف جوش مارا اور اس کی محبت میرے روح کی گہرائی میں اسقدر جاگزیں ہوگئی کہ میں نے اپنے ہاتھ کو اور ایک روایت میں اپنے پستان کو آپ کے سینہ پر رکھا یہاں تک کہ میں نے انہیں خواب سے بیدار کیا، آپ نے اپنی آنکھیں کھول دیں میری طرف دیکھا اور تبسم فرمایا میں نے ان کے تبسم میں وہ ملاحت دیکھی جو کسی حسین کی مسکراہٹ میں بھی نہیں دیکھی، میں نے ایک نور دیکھا جو ان کی دونوں آنکھوں سے منعکس ہوا جس کی شعاعیں آسمان کو پہنچیں، میں نے اسی وقت ان کا منہ چوم لیا، میں اپنی اس حالت کو آمنہ رضؓ سے چھپاتی تھی ایسا نہ ہو کہ اسے اس حال کی خبر ہو جائے۔ اس کے بعد میں نے آپ کو اپنی گود میں لے لیا اور دایاں پستان ان کے منہ میں دیا۔ انہوں نے دودھ پینا شروع کیا، جب میں نے بایاں پستان ان کی طرف کیا تو وہ رُک گئے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اسی وقت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو انصاف کی توفیق دی گئی کہ ایک پستان کو اپنے دودھ شریک بھائی کے لیے چھوڑ دیا۔ حلیمہ رضؓ کہتی ہیں کہ میں اپنا دایاں پستان ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے محفوظ رکھتی اور بایاں اپنے فرزند ضمرہ کو دیتی تھی۔ میرا فرزند دائیں پستان سے ہرگز دودھ نہیں چوستا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بائیں پستان سے دودھ نہیں پیتے تھے۔ ہمیشہ اسی طرح دودھ پیتے تھے، دودھ پینے کے بعد جب میں منہ صاف کرنا چاہتی تو غیب سے مجھ پر سبقت لے جاتے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پینے سے فارغ نہیں ہو جاتے تھے میرا فرزند پستان منہ میں نہیں لیتا تھا۔

بھلی ساعت میں آئی دولت ایمان ہاتھوں میں

حلیمہ رضؓ کہتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں تھے اور دودھ پی رہے تھے، میں آپؐ کی خواب آلود آنکھوں کی طرف دیکھ رہی تھی اور خوشی مجھ سے ضبط نہیں ہو رہی تھی میں چاہتی تھی کہ جلد از جلد انہیں اپنے گھر لے جاؤں تاکہ میرا خاوند بھی ان کے دیدار سے سعادت اندوز ہو۔ عبدالمطلب نے کہا، حلیمہ! تجھے بشارت ہو کہ کوئی عورت بھی اپنے قبیلہ کی طرف اس طرح واپس نہیں جائے گی جیسا کہ تو جا رہی ہے جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر گھر لے جا

رہی تھی تو آمنہ نے کہا، اے حلیمہؓ! مجھ سے ملے بغیر مکّہ سے باہر نہ جانا، کیونکہ اس فرزند کے متعلق میں نے عجیب واقعات مشاہدہ کیے ہیں۔ اس کے متعلق مجھے تجھ سے کچھ وصیتیں کرنی ہیں ان میں سے بعض واقعات کو بیان کیا اور بعض کو رخصت کے وقت پر موقوف رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واقعات میں سے جو مجھے آمنہؓ نے بتائے پہلا یہ تھا کہ تین دن رات پہلے مجھے خواب میں کہا گیا کہ اپنے فرزند کو قبیلہ بنی سعد سے اس کے سپرد کرنا جو ابی ذویب سے نسبت رکھتا ہو، میں نے کہا اے آمنہؓ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ میں بنی سعد سے ہوں اور میرے خاوند اور باپ کی کنیت ابی ذویب ہے اور یہ حُسنِ اتفاق ہے کہ تیرے خواب کے صدق پر دلالت کرتا ہے۔ آمنہؓ نے اس کے علاوہ اور بہت سے واقعات غریبہ جو اس ارجمند سعادتمند کوکب کے طلوع کے وقت مطلع سعادت سے ظہور پذیر ہوئے تھے مجھے بتائے اور مجھے وصیتیں کیں، میں فرزند کو اٹھا کر اپنے گھر لے آئی، جب میرے خاوند کی نظر اس فرزند پر پڑی اور جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنے احوال پر ضبط نہ کر سکا، فی الفور اٹھا اور سجدۂ شکر بجالایا، اور کہا، اے حلیمہؓ! میں نے جن وانس میں اس سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا، حلیمہؓ کہتی ہیں کہ اس وقت سے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لائی بہت زیادہ برکت اور سکون پایا اور امورِ غریبہ اور واقعاتِ عجیبہ مشاہدہ کیے اس فرزند کے وجود کی برکت کے تمام آثار جو ہمارے خاندان میں نہیں تھے پیدا ہونے شروع ہو گئے ان میں سے ایک یہ تھا کہ ہماری کمزور اونٹنی جو کسی بھی تدبیر اور حیلہ سے ایک قطرہ دودھ نہیں دیتی تھی اس نے اس رات اس قدر دودھ دیا کہ تمام برتن بھر گئے، میرے خاوند نے کہا، اے حلیمہؓ! ہمارے خاندان میں برکت آگئی، حق تعالیٰ کی ہم پر نظرِ کرم تھی کہ اس سعادت مند فرزند کے دیدار سے ہم مشرف ہوئے۔

دوسرا واقعہ یہ کہ اسی رات میں خواب سے بیدار ہوئی دیکھا کہ اس کے گرد ایک نور پھیلا ہوا ہے اور ایک سبز پوش آدمی اس کے سرہانے کھڑا ہے، میں نے اپنے خاوند کو نیند سے بیدار کیا اس نے بھی اس صورت کو ملاحظہ کیا اور بڑا تعجب کیا اور کہا، خبردار ان واقعات کو ظاہر نہ کرنا اور ان اسرار کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرنا کیونکہ جب سے یہ فرزند پیدا ہوا ہے علمائے یہود اور علمائے نصاریٰ کو نہ دن کو چین ہے نہ رات کو قرار، ہم ابدی تونگری کے ساتھ گھر کو لوٹیں گے، کہتے ہیں کہ حلیمہؓ مکّہ میں تین روز اور ایک روایت کے مطابق سات روز قیام کیا اور ہر روز آمنہؓ کے پاس جاتی وہ ان

عجائبات کو جو مدتِ حمل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد کے وقت دیکھے تھے اس سے بیان کرتی اور وصیت کرتی تھی اور اپنے فرزند کی حفاظت کی انتہائی کوشش کرتی تھی۔ حلیمہ کہتی ہے کہ آخری بار جب مَیں نے آمنہؓ کو الوداع کہا تو مجھے اس نے بہت سی عنایتوں سے نوازا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سی وصیتیں کیں، مَیں انہیں قبول کر کے اپنے قبیلہ بنی سعد کی طرف متوجہ ہوئی، راستہ میں اپنے گدھے پر سوار ہوئی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آگے بٹھا رکھا تھا۔ میرا گدھا بہت چست و چالاک ہو گیا اور اپنی گردن کو اوپر اٹھا لیا گویا وہ رقص کرتے ہوئے ہاتھ پاؤں زمین پر مارتا ہے اور فخر سے سر اونچا کرتا تھا۔

حلیمہؓ اپنے گھر کو روانہ ہوتی ہیں

دورانِ سفر مَیں نے دیکھا کہ میرا گدھا بڑی خوشی سے کعبہ کی طرف متوجہ ہوا اور تین مرتبہ اپنا سر زمین پر رکھا اور واپس آگیا، قافلہ کی تمام سواریوں سے آگے بڑھ جاتا، بنی سعد کی عورتیں متعجب ہو کر کہتی تھیں، حلیمہؓ! اپنی سواری کی باگ کھینچ کر رکھ تاکہ ہم تیرا ساتھ دے سکیں، یہ وہی گدھا نہیں ہے جو مکہ جاتے وقت کمزوری سے چل بھی نہیں سکتا تھا؟ اور تمام جانوروں سے پیچھے رہ جاتا تھا، مَیں نے کہا ہاں، انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی راز ہے اور اس کی بڑی شان ہے۔

مَیں نے سنا ہے کہ میرا گدھا فصیح زبان میں کہتا تھا، "خدا کی قسم میری بڑی شان ہے کہ مَیں زندہ ہو گیا اور طاقت پائی اے بنی سعد کی عورتو! تم نہیں جانتی کہ مَیں کس کو اٹھائے ہوئے ہوں مَیں حامل رسول رب العالمین ہوں۔ دنیا کی خوشی اور عقبیٰ کا نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دَم سے ہے۔"

راستہ میں اطراف و صحرا میں سے مَیں یہ آواز سنتی تھی، کہنے والا کہتا تھا "اے حلیمہؓ آخر کار غنی ہو گئی اور بنی سعد کی عورتوں میں بزرگ ہو گئی"۔ پھر مَیں ایک ریوڑ کے پاس سے گزری، تمام بکریاں ایک ایک کر کے میرے پاس آئیں اور کہتی تھیں حلیمہؓ! جانتی ہو تمہارا دودھ پینے والا کون ہے؟ آسمان و زمین کے پروردگار کے رسول، اور بہترین فرزندانِ آدم علیہ السلام، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مَیں نے جس جگہ اور مقام میں قیام کیا وہ جگہ سبز و شاداب ہو گئی اور بہت سا گھاس وہاں پیدا ہو گیا ایک اور واقعہ، حلیمہؓ کہتی ہیں کہ راستہ میں ہم ایک سرائے میں ٹھہرے ہذیل کا ایک شیخ وہاں موجود تھا، عورتوں نے مجھے کہا اس بچہ کے متعلق اس کی ماں نے جو عجیب و غریب حکایات ذکر کی ہیں، اس

شیخ سے پوچھ، میں نے کہا اے شیخ! اس بچے کی والدہ کہتی ہے کہ اس بچے کی ولادت کے وقت مجھ سے نور پیدا ہُوا جس سے تمام چیزیں روشن ہوگئیں، جب یہ زمین پر آیا خاک کی ایک مٹھی پکڑ لی، پھر آسمان کی طرف رُخ کیا، ہذیل چیخ اٹھا کہ اے آلِ ہذیل اس بچّہ کو قتل کر دو کیونکہ یہ زمین کا مالک اور سردار ہو جائے گا اور یہ منتظر ہے کہ آسمان سے اس پر وحی نازل ہو" واللہ العاصم، ہم سعد طالع کی مصاحبت میں بنی سعد کے ساتھ چلے جاتے تھے یہاں تک کہ ہم اپنے قبیلہ بنی سعد کی زمین میں پہنچ گئے، اس کے بعد ہم نے نقصان اور تنگی کا منہ نہیں دیکھا، ہمارے قبیلہ کے لوگ قحط و گرانی میں زندگی گزارتے تھے اور ہم سے حسد و نفاق کرتے تھے، میری بھیڑ بکریاں خوب پیٹ بھر کر اور دودھ سے بھرے ہوئے پستانوں کے ساتھ واپس گھر لوٹتی تھیں اور قوم کے چوپائے تمام انعامات سے محروم تھے۔ بنی سعد، دن رات اپنے خدام سے جھگڑتے تھے کہ تم اپنی بکریوں کو اس چراگاہ میں کیوں نہیں چراتے جہاں حلیمہؓ کی بکریاں چرتی ہیں، وہ جواب دیتے کہ تمام مویشی ایک ہی چراگاہ میں چرتے ہیں لیکن جب واپس آتے ہیں ان کی بکریوں کے پستان دودھ سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور ہمارا مال گویا پائمال ہے۔

حلیمہؓ سعدیہ سے روایت بیان کی ہے کہ اہلِ قبیلہ اپنے چرواہوں کو کہتے کہ اپنی بکریوں کو میری بکریوں کے ساتھ اس جگہ چرائیں جہاں میری بکریاں چرتی ہیں وہ اپنے مویشی کو بھی اسی جگہ چراتے، اس وجہ سے حق تعالےٰ ان کے مویشی میں بھی برکت پیدا فرما دیتا تھا، جب تک محمّد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں رہے آپؐ کے وجود بے نظیر کی برکت سے قسما قسم کی خیرات و برکات قبیلہ بنی سعد کے شاملِ حال رہیں حلیمہؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قبیلہ میں بڑی عمدگی سے نشوونما پاتے رہے چنانچہ امام عبداللہ مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے مناظر میں ایک روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو ماہ کے ہوئے بچوں کے ساتھ ہر طرف لڑھکتے ہوئے جاتے تھے اور جب تین ماہ کے ہو گئے تو اٹھ کر کھڑے ہو جاتے، جب چار ماہ کے ہوئے، دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھ کر ہر طرف چلتے تھے۔ پانچ مہینوں میں چلنے پھرنے کی پوری قوت حاصل کر لی اور جب چھ ماہ کے ہوئے تیز چلنا شروع کر دیا سات ماہ میں ہر طرف خوش اسلوبی سے بھاگتے تھے، جب آٹھ ماہ کے ہوئے اس طرح بات کرتے کہ سمجھی جاسکتی تھی۔ نو ماہ کی عمر میں فصیح باتیں کرنا شروع کر دیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک دس ماہ کی ہو گئی تو بچوں کے ساتھ تیر اندازی میں سبقت لے جاتے اور فرماتے للہ درک یا نفس

انا ابن عبد المطلب ، یعنی اے نفس تجھے خدا بھلائی دے ، مَیں عبد المطلب کا بیٹا ہوں، انہی ایام میں آپ سے لوگوں نے پوچھا، تم کون ہو، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، مَیں طاقت کے اعتبار سے عربوں میں ایک مضبوط ترین عرب ہوں اور ان اہلِ عرب کے لیے شراب کا ایک تلخ جام، نیزہ زنی میں ان سب سے زیادہ دلیر، دین میں سب سے اعلیٰ ہوں، مَیں محمّد بن عبداللہ بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، جب آپؐ دو سال کے ہوئے تو جواں سال تھے کیونکہ :-

بصد عزت ہے پرورش ایام	ہمش صبح از طرب خندان دہم شام
بکوشش اختران بر پائے گشتہ	عناصر نیز کار افزائے گشتہ
بتدبیر آمدہ روح نباتی	کہ تا یابد کمال از نشو ذاتی
گرفتہ روح حیوانی ہمیں جہد	کہ از شیرش کے آرد دہاں شہد
بکوشش روح ناطق ہم دریں بند	کہ کے گردد سخن گوئے وخرومند
شدہ نشو و نما ہم حیلت اندوز	کہ آرد بالش یک ماہہ ہر روز
سپہرش دید چون عالم فروزے	فزودش بالش سالے بروزے
چو ماہ نو کہ با نور شب افروز	بود زایندہ نورش روز تا روز

حضورؐ آغاز گفتگو فرماتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باتیں کرنا شروع کیں تو حلیمہؓ کہتی ہیں کہ پہلی بات جو مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی رات کے دوران تھی کہ ماذاغ البصر وما طغیٰ کی نرگسی آنکھیں صحیفہ آسمانی کے صفحہ پر واتھیں اور پوری فصاحت سے یہ کلمہ متبرک زبان مبارک سے ادا فرمایا لا الٰہ الّا اللہ قدّوساً قدّوساً نامت العیون والرحمٰن لا تاخذہ سنۃٌ ولا نوم ، اور ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ جب گفتگو کا آغاز کیا تو سب سے عجیب تر یہ بات تھی کہ آواز بلند کی اور فرمایا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر والحمد للہ رب العالمین ، اور جب سے آپؐ نے باتیں کرنا شروع کیں بسم اللہ پڑھے بغیر کسی چیز کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا اور نہ ہی بائیں ہاتھ سے کسی چیز کو پکڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب کی وجہ سے مَیں نے دو سال تک ابتدائے شیر خوارگی سے دودھ چھڑانے تک اپنے خاوند اور موجباتِ غسل سے احتراز کیا ۔ دورانِ شیر خوارگی آپؐ کی

دیکھ بھال میں مجھے بہت آرام و آسائش تھی اور آپؐ نے کبھی بھی کسی ایسی چیز پر پیشاب نہیں کیا جسے دھونا پڑے بلکہ دن رات میں صرف ایک مرتبہ مقررہ وقت پر پیشاب فرماتے تھے، جب میں آپؐ کو نہلانا چاہتی تو غیب سے مجھ پر سبقت لے جاتے اگر شرمگاہ ظاہر ہو جاتی تو غضب ناک ہو جاتے اور فریاد کرتے یہاں تک کہ میں اسے ڈھانپ دیتی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلنے لگے تو جب دوسرے بچوں کو کھیل کود میں مشغول دیکھتے ان سے دُور رہتے اور انہیں کھیل سے منع فرماتے اور فرماتے کہ ہمیں کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ دوسرے بچوں کی طرح ہرگز زاجی اور گریہ نہیں کرتے تھے۔

نورِ خدا کی کرنیں روزانہ آفتاب کی مانند ان پر ایک نور اترتا جو انہیں ڈھانپ لیتا اور پھر کھل جاتا۔ روزانہ سفید جامہ دو مرد اور ایک روایت میں دو سفید مرغ آتے اور ان کے گریبان میں داخل ہو کر غائب ہو جاتے تھے، ایک روز میری گود میں تھے کہ وہاں سے چند بکریاں گزرنے لگیں ان میں سے ایک بکری آئی اور جلدی سے اپنا ماتھا زمین پر رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور واپس چلی گئی۔ چاند سے باتیں کرتے اور اشارہ فرماتے چاند آپؐ کے اشارہ سے منقلب ہوتا جیسا کہ بچّہ کو رونے سے مشغول رکھنے کے لیے کیا جاتا ہے، چاند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ گریہ میں بہلایا کرتا تھا۔ حافظ ابو القاسم تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نشانات نبوّت میں سے جن باتوں نے مجھے اسلام کی طرف راہنمائی کی ایک یہ تھی کہ آپؐ پنگھوڑے میں تھے، چاند کو میں نے دیکھا کہ آپ سے کھیل رہا ہے، آپ انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے جس طرف آپؐ چاہتے وہ اس طرف مائل ہو جاتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم آپس میں باتیں کرتے تھے، وہ مجھے رونے سے روکتا تھا اور وہ میرے پنگھوڑے کے پائے پر سجدہ کرتا تھا میں اس کی آواز سنتا تھا، اور ایک روایت یوں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو تیز نظروں سے گھور رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چچا جان! کیا آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے کہ مجھے یوں دیکھ رہے ہو؟ عرض کیا میرا ایک سوال ہے وہ یہ کہ ایک روز حلیمہؓ نے آپؐ کو اٹھایا ہوا تھا اور آپؐ اس زمانے

میں چالیس دن کے تھے میں نے دیکھا کہ آپؐ چاند سے مخاطب ہیں اور چاند آپؐ سے باتیں کرتا تھا لیکن ایسی زبان میں کہ میں اسے نہیں سمجھتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری والدہ نے میرا ہاتھ مضبوطی سے باندھ رکھا تھا، میں اس کی تکلیف سے رونا چاہتا تھا، چاند نے کہا، مت روئیے، اگر آپ کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر ٹپکا، تمام سبزہ خشک ہو جائے گا۔ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعجب سے ہاتھ پر ہاتھ مارا، فرمایا اے چچا میں اس سے بھی زیادہ حیران کن بات کہتا ہوں، عرض کیا، یا نبی اللہ فرمائیے، اس کے بعد میرا بایاں ہاتھ مضبوط باندھ دیا گیا، میں نے رونا چاہا، چاند نے کہا مت روئیے اے اللہ کے حبیب، اگر آپ کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرا تو قیامت تک اس سے گھاس نہیں اُگے گا، میں اپنی امت پر شفیق ہونے کی وجہ سے خاموش ہو گیا، عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر تعجب سے ہاتھ مارا، عرض کیا، بیٹے آپؐ انہیں کیسے جانتے تھے حالانکہ آپؐ چالیس دن کے تھے؟ فرمایا، اے چچا، مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں قلم کی آواز کو لوح محفوظ پر چلتے ہوئے سنتا تھا حالانکہ میں ابھی رحم کی تاریکی میں تھا۔ اے چچا اور اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہوں، عرض کیا فرمائیے، فرمایا، قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ جب آفتاب و ماہتاب خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتے تھے تو ان کی آواز کو سنتا تھا حالانکہ میں ظلمتِ مشیمہ میں تھا۔ اے چچا اور اس سے بھی زیادہ کہتا ہوں، میں نے عرض کیا ہاں فرمائیے، فرمایا قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر پیدا فرمائے، چالیس سال کی عمر سے پہلے کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ پیغمبر ہے، سوا عیسٰے علیہ السلام کے کہ جب متولد ہوئے فرمایا، انّی عبد اللّٰہ اٰتنی الکتاب وجعلنی نبیّاً، اور دوسرا آپ کا بھتیجا، فرمایا اے چچا میں اس سے بھی زیادہ کہوں، میں نے عرض کیا ہاں، فرمایا دوشنبہ کی رات میں متولد ہوا، اسی رات حق سبحانہ و تعالیٰ نے سات پہاڑ سات آسمانوں میں پیدا فرمائے اور ان پہاڑوں کو اس قدر فرشتوں سے بھر دیا کہ ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہ فرشتے اس کی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہیں اور قیامت تک مشغول رہیں گے ان کی تسبیح و تقدیس کا تمام ثواب اس بندے کو عنایت فرماتے ہیں جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر ذوق و شوق سے اس طرح صلوات بھیجے، اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد فی الاوّلین والاٰخرین و فی

الملا الاعلی الی یوم الدین، ایام شیر خوارگی کے واقعات متقدمین کی کتب متداولہ اور متاخرین کی مرتبہ تصنیفات میں شرح وبسط سے بیان ہوئے ہیں اس نسخہ میں اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔ واللہ الهادی

فصل سوم

دودھ چھڑانے کے بعد کے واقعات

حلیمہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ چھڑانے کے زمانہ میں فراخی، تازگی اور برکت وجمعیت کی پناہ میں گزارہ کرتے تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسال کی عمر کو پہنچے، قدوقامت اور جسامت میں چار سالہ لڑکوں کے برابر معلوم ہوتے تھے، مَیں نے ان کا دودھ چھڑا دیا اور میں انہیں خاوند کے ہمراہ ان کی والدہ کی خدمت میں لے گئی تاکہ ان کی والدہ کے انہیں سپرد کر دوں لیکن اس خیر وبرکت کی وجہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت سے ہمیں اور ہمارے قبیلہ کو میسر آئی تھی دل اس کی مجلس اور آنکھیں اس کے دیدار سے بند نہیں کر سکتے تھے، اس کے وصال کی سعادت سے محرومی کی تحریر لوح دل پر نہیں لکھ سکتے تھے۔

دامن دولت جاوید وگریبان امید — حیف باشد کہ بگیرند ودگر بازہ گذارند

خلاصہ یہ کہ جب ہم نے اسے والدہ کے پاس پہنچا دیا، اس کی خیر وبرکت کا تذکرہ ہم نے اس کی والدہ سے کیا اس کی والدہ نے کہا میرے اس فرزند کی عظیم شان ہے، ہم نے کہا خدا کی قسم اس سے زیادہ بابرکت ہم نے کوئی فرزند مشاہدہ نہیں کیا، ہم نے بہانہ کیا اور آمنہؓ سے کہا ہم مکّہ کی شدید گرمی اور اس کی وبا سے بے خوف نہیں ہیں، خدا نہ کرے کہ اس فرزند کو کوئی پریشانی لاحق ہو، اگر آپ اجازت دیں تو بہتری اسی میں ہے کہ ہم اس فرزند ارجمند کو اپنے قبیلے میں پھر لے جائیں تاکہ کچھ وقت اور وہاں رہے، القصہ بڑے مبالغے اور اصرار کے بعد اس نے پھر ہمارے سپرد کیا ہم اسے اپنے قبیلہ میں واپس لے آئے، وہ واقعات جو راستہ میں ظہور پذیر ہوئے ایک یہ تھا کہ ہم حبش کے نصاریٰ کے ایک گروہ کے پاس سے گذرے انہوں نے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیز تیز نظروں سے دیکھا، اپنے کام کو چھوڑ کر اس کی تحقیق میں مصروف ہوگئے اس کی مہرِ نبوّت کو دیکھتے تھے اور آپ کی آنکھوں کی سرخی کو دیکھتے تھے انہوں نے مجھے کہا کیا تمہارے فرزند کی آنکھیں درد سے سرخ ہیں؟ مَیں نے کہا نہیں، انہوں نے پوچھا اس

کی آنکھوں کی سُرخی کبھی جاتی بھی رہتی ہے، مَیں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا تو جس قدر دولت چاہے ہم تجھے دیتے ہیں ہم پر اپنے لاکھ احسان تمہاری طرف سے ہوں گے اگر احسان کریں اور یہ فرزند ہمیں دے دیں. تاکہ ہم اسے حبشہ میں لے جائیں کیونکہ یہ بچہ عظیم شان کا مالک ہے، ہم نے اپنی کتابوں میں اس طرح پڑھا ہے کہ ایک پیغمبر باقی ہے اور اس کی جائے پیدائش حرم میں ہوگی، ہمارا خیال ہے کہ وہ پیدا ہوگیا ہے یا عنقریب ہوگا، حلیمہؓ کہتی ہیں کہ مَیں ان سے ڈر گئی، رات کا انتظار کیا، یہاں تک کہ ان سے جُدا ہوگئی، جب محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو مَیں نے پھر اپنے قبیلہ میں پہنچا دیا خدا تعالےٰ کے الطاف واکرام ہم پر روز بروز زیادہ ہوتے رہے یہاں تک کہ ہم قوم کے سردار ہوگئے اور تمام قوم ہماری محتاج تھی ہم کھیتی اور دودھ میں حد کمال کو پہنچ گئے اور رفعت وسربلندی میں آسمان کا مقابلہ کرنے لگے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین سال کی عمر کو پہنچے اور شقِ صدر کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

واقعہ شق صدر

اصحاب سیرت وتاریخ اور احادیث وخبر رحمہم اللہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا ہی سے سُستی اور کاہلی سے پرہیز کرتے تھے جب آپ کی عمر شریف تین سال کو پہنچی، حلیمہؓ کہتی ہیں کہ آپؐ نے مجھ سے پوچھا امّی جان! کیا بات ہے کہ دن کے وقت مجھے اپنے بھائی دکھائی نہیں دیتے، مَیں نے کہا وہ بکریاں چرانے کے لیے جاتے ہیں، وہ دن کے وقت چراگاہ میں جاتے ہیں اور رات کے وقت گھر آتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روئے اور رخساروں کو آنسوؤں کے موتیوں سے آراستہ کیا اور فرمایا، جس طرح میرے بھائی بکریوں کو چراگاہ میں چرانے کے لیے لے جاتے ہیں مجھے اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے اگر ان کے ساتھ مجھے بھی کام کرنے کے لیے فرمائیں تو میرا وقت بے کار نہ گزرے، ہر چند حلیمہؓ معذرت کرتی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبالغہ کرتے تھے مَیں نے کہا اے میرے فرزند! کیا تم ان کے ساتھ جانا چاہتے ہو، کہا ہاں، صبح کے وقت جب آفتاب پردے کے نقاب سے باہر آیا، جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نے مطلع گریبان سے سر نکالا، مَیں نے آپ کے سر مبارک میں کنگھی کی، آنکھوں میں سرمہ لگایا، کپڑے پہنائے اور نظرِ بد سے حفاظت کی خاطر جذع یمانی کا گلوبند آپؐ کی گردن میں ڈالا اور چراگاہ کی طرف جانے کے لیے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جذع یمانی کے ہار کو گردن سے توڑ کر پھینک دیا اور محافظت الٰہی جل ذکرہ کے دامنِ کرم میں پناہ لی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکڑی

ہاتھ میں لی اور رضاعی بھائیوں کے ساتھ خوش وخرم باہر چلے گئے، ہمارے گھر کے نزدیک ہی بکریاں چراتے تھے، اسی طرح کئی دنوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز لاٹھی ہاتھ میں لیے اپنے بھائیوں کے ساتھ پورے ذوق و انبساط کے ساتھ باہر جاتے اور شام کو شوق و انبساط کے ساتھ واپس آجاتے تھے، ایک روز اس کی بہن شیما چاشت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے پاس تھے، حلیمہؓ نے شیماؓ سے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں اس نے کہا بکریوں کے پاس، اس نے کہا مجھ پر افسوس ہے کہ اس گرمی میں صحرا کے اندر میرے بیٹے کا کیا حال ہوگا، شیماؓ نے کہا، امی جان! غم نہ کیجئے میرے بھائی کو کچھ گرمی نہیں ہوتی، بادل ہمیشہ ان کے سر پر سایہ کرتا ہے اور جس طرف وہ جاتا ہے بادل اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہے، حلیمہؓ نے پوچھا، تو سچ کہتی ہے، اس نے کہا ای واللہ، ہاں قسم بخدا، حلیمہؓ نے کہا اس لڑکے کے متعلق جن خطرات سے میں ڈرتی ہوں اس سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں، جب دو تین ماہ اسی طرح گزر گئے حلیمہؓ کہتی ہیں کہ دن کو دوپہر کے وقت میرا فرزند ضمرہ روتا ہوا بھاگم بھاگ پسینہ سے شرابور ہانپتا کانپتا ہوا آیا امی امی! میرے قریشی بھائی کو لینا مجھے اس کا زندہ ملنا مشکل نظر آتا ہے، میں چیخی، روئی اور پوچھا کیا قصہ ہے، "ہم سب بھائی اس گھر کے پیچھے سیر کر رہے تھے اور بکریاں چراتے تھے کہ اچانک دو سبز پوش آسمان سے اترے، قریشی بھائی کو درمیان سے اٹھا لیا اور پہاڑ پر لے گئے اسے لٹا لیا اور چھری سے اس کا پیٹ پھاڑ دیا، ابھی تک اس کے ساتھ مشغول ہیں، میں نہیں جانتا اب کیا حال ہے، میں یہ گمان نہیں کرتا کہ وہ زندہ ہوگا، چنانچہ میں اور میرا خاوند ابو ذویب اسی طرف بھاگے، ہم نے آپ کو پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے دیکھا، تھکے ماندے، آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھے شیریں تبسم سے رنگین رخسارے چمک رہے تھے، میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچی، اس کی پیشانی اور رخساروں کو چومتی تھی اور کہتی تھی۔

آہ کہ شد ز دست من دل بہوائے چون توئے	پس بکدام دل کشم بار بلائے چون توئے
تیغ بکش بکش مرا تا برسی بکام دل	صد چو من از فنا شود باد بقائے چون توئے
کشتہ شدن برائے تو زندگی ست جاودان	ہر چہ شود اگر شوم کشتہ برائے چون توئے

اے جان من! مجھے آتش حسرت سے جلا کر خود اطمینان سے مسکرا رہے ہو، کیا حال ہے اور تجھے آزار پہنچانے والا کون ہے۔ فرمایا امی جان! میں خیریت سے ہوں، جب میں اپنے بھائیوں کے

ساتھ گھر کے گرد بھاگ رہا تھا اچانک تین آدمی ظاہر ہوئے اور ایک روایت ہے کہ مرد سفید جامہ تھے، ایک مرد کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں سنہری سبز رنگ کا طشت تھا اور وہ سبز طشت برف سے بھرا ہوا تھا، مجھے بھائیوں کے درمیان سے اٹھا لے گئے اور پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا دیا، ایک شخص نے مجھے بڑی مہربانی سے لٹا دیا۔ میرے سینے کو ناف تک شگاف دیا مَیں دیکھ رہا تھا، مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی، پھر میرے پیٹ میں ہاتھ ڈالا اور میری انتڑیوں کو باہر نکالا اور اس سفید برف سے انہیں دھویا پھر اپنی جگہ پر رکھ دیں۔ دوسرا مرد اٹھا اور پہلے مرد سے کہا اٹھو تم نے اپنا وظیفہ پورا کر دیا اور جو تجھے حکم تھا بجا لایا، وہ میرے نزدیک آیا اس نے میرے پیٹ میں ہاتھ ڈال دیا، میرے دل کو باہر نکالا اور اسے دو ٹکڑے کر دیا۔ اس کے اندر سے ایک سیاہ چیز باہر نکالی اور اسے پھینک دیا۔ اور کہا اے اللہ کے حبیب آپ کے وجود میں یہ شیطان کا وسوسہ تھا جسے مَیں نے پھینک دیا اور آپ کو اس کے وسواس سے بے خوف کر دیا اس کے بعد میرے دل کو اس چیز کے ساتھ جو ان کے پاس تھی بھر دیا مَیں نے اس سے زیادہ نرم اور شیریں کوئی چیز نہیں دیکھی، ایک دوسری روایت میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ سکینہ کو لائے اور میرے دل کو سکینہ سے بھر دیا اور پھر اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا اور نور کی خاتم سے مہر لگا دی میں ابھی تک اس خاتم کا سرور اور خوشی، دل، اعصاب اور اپنے مفاصل میں محسوس کرتا ہوں، پھر تیسرا جو آدمی تھا اس نے کہا تم دونوں الگ ہو جاؤ کیونکہ تم نے خدا تعالےٰ کے حکم کو ادا کر دیا ہے اور جو کچھ تمہیں حکم دیا گیا تھا بجا لائے ہو، پس وہ میرے نزدیک آیا اور اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا، وہ شگاف پھر آپس میں مل گیا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اسے امت کے دس افراد سے وزن کرو، وزن کیا گیا مَیں بھاری نکلا، سو اشخاص سے وزن کیا میں واضح تھا، ہزار آدمیوں سے وزن کیا میں فاضل نکلا، ایک نے دوسرے سے کہا اسے چھوڑ دیجئے اگر تمام امت کے ساتھ بھی وزن کریں گے تو یہ وزنی ہوگا چنانچہ شیخ رومی قدس سرہٗ اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

چون در کف سلطان شدم یکجہ بودم کان شدم   گر در ترازو دیم نہی میدان میزان بشکنم

پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بٹھا دیا، تینوں اشخاص نے میرے سر اور چہرے پر بوسہ دیا اور کہا اے حبیب پروردگار! تجھے کوئی خوف نہ ہو۔ اگر تجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تیرے لیے کیا کچھ

سعادتیں مقدر ہیں اور کون کون سے رحمت کے دستر خوان تیرے تحفہ کے لیے آراستہ کیے ہیں۔ تو یقیناً تیری آنکھوں کی روشنی بڑھے اور جان حزیں جھوم اٹھے، پھر مجھے اسی جگہ چھوڑ گئے اور آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور آسمان کے خلا میں گم ہو گئے میں انہیں دیکھتا تھا اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہ جگہ دکھاؤں جہاں وہ گم ہوئے، حقیقت یہ ہے کہ سینہ سے ناف تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شق صدر کا اثر دکھائی دیتا تھا، چنانچہ خاص دوست اسے دیکھتے اور اس کی کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے۔

داغے کہ از وبر جگر خستہ نہادم　　　جان سوخت کسے را برش داغ کشادم

حلیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر گھر لے آئیں اور اپنی اولاد سے خطاب کرتے ہوئے کہا آج کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سے الگ کر دو، پھر اپنے خاوند سے کہا کہ اس فرزند سعادت مند کے متعلق تم کیا مصلحت دیکھتے ہو، اسے اس کی والدہ کے پاس لے جائیں تاکہ وہ اس کا علاج کرے خدا نہ کرے کہ اس پر جنون غلبہ کر جائے، ابوزویب نے کہا، خدا کی قسم اس پر کسی قسم کی بیماری اور جنون نہیں ہے اور کسی ماں نے اس سے زیادہ بابرکت بیٹا نہیں جنا، اور سعادت جو ہمیں اس کی برکت سے حاصل ہے کسی شخص کو میسر نہیں لیکن میں حاسدوں سے بے خوف نہیں ہوں جبکہ لوگوں نے ہمارے پہلے کے حالات دیکھے ہوئے تھے اور وہ جانتے تھے کہ کمزور و لاغر دس بکریوں سے زیادہ ہمارے پاس کچھ نہیں تھا، اپنوں، بیگانوں میں کوئی مقام و مرتبہ نہیں تھا۔ اب ہماری بکریوں کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی ہے اور اپنے بیگانے تمام ہماری رعایت کرتے ہیں ایسا نہ ہو کہ حسد کی وجہ سے کوئی مکر اور فریب کریں، اس کے بعد حلیمہ کہتی ہے کہ لوگوں نے ہمیں مجبور کیا کہ اسے کسی کاہن کے پاس لے چلیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ مجھے صحت و عافیت ہے، مجھے کاہن کی ضرورت نہیں اور جن وانس کے متعلق تمہارا جو خیال ہے اس سے میں منزہ اور پاک ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر اپنی صفائی اور پاکیزگی بیان کرتے قوم اور زیادہ اصرار کرتی۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ آخر کار ان کی رائے میری رائے پر غالب آئی، اسے کاہن کے پاس لے گئی، جب میں اس کے حالات بیان کر رہی تھی کاہن نے کہا، لڑکے کو اپنے حال خود بیان کرنے دو کیونکہ وہ تم سے زیادہ جانتا ہے۔ جب انہوں نے اپنے حالات بیان کیے کاہن فی الفور

اچھلا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھاکر اپنے سینے پر رکھ لیا اور فریاد کرنے لگا کہ اے آل عرب آؤ اور جو مصیبت تمہاری طرف متوجہ ہو چکی ہے اور اس کا ظہور نزدیک پہنچ چکا ہے اسے دور کرو، اس لڑکے کو قتل کر دو اگر تم نے اسے چھوڑ دیا اور اس کے قتل سے ہاتھ اٹھا لیا، وہ جوان ہو گیا تو یقیناً وہ تمہارے عقلمندوں کو احمق شمار کرے گا، تمہارے دین کو باطل کر دے گا اور تمہیں ایسے دین کی دعوت دے گا جس کو تم نہیں جانتے،

حلیمہ کہتی ہے کہ جب میں نے کاہن سے یہ بات سنی میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور کہا تیرے جنون کا علاج کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ تم بے ربط اور مہمل باتیں کرتے ہو اگر مجھے تیری ہرزہ گوئی کا علم ہوتا تو میں ہرگز تیرے پاس نہ آتی، ہم اپنے فرزند کو تو قتل ہونے کی اجازت نہیں دیتے، جا کوئی اور شخص تلاش کر جو تجھے قتل کرے اور ہمیں تکلیف پہنچانے کا بدلہ تجھ سے لے۔

دولت وصل تو دشوار بدست آمدہ است آنچہ دشوار بدست آمدہ آسان ندہم
بسر زلف تو سوگند کہ بہر تو بہ تیغ بکشم صد کس و موئے تو بصد جان ندہم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھاکر میں اپنے گھر لے آئی، خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس خوبرو، مشک بو کے ساتھ جہاں بھی ہم نے قیام کیا تھا سال ہا سال تک اس جگہ سے کستوری وعنبر اور ازفر کی خوشبو آتی تھی۔

مگر ز مصر بکنعان بشیر مے آید کہ یاد زان صنم دلپذیر مے آید
بہر دیار کہ گیسوکشان گذشت آں یار زخاک آں ہمہ بوئے عبیر مے آید

بنی سعد کی منازل سے جس منزل میں بھی میں آتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کستوری کی خوشبو آتی اور ان مکانات کے درو دیوار سے آپ کے انوار جمال کے آثار ظاہر تھے۔ بیت

چنان از وزن دل بوئے آن دلدار مے تابد کہ خورشید جمالش از درو دیوار مے تابد

حلیمہ مکہ کو واپس جاتی ہیں

اس عجیب وغریب امر کے ظہور کے بعد میرے خاوند اور دوسرے رشتہ داروں نے مجھے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے پہلے کہ اسے کوئی تکلیف پہنچے عبدالمطلب کے پاس پہنچا دو، جب میں نے پختہ ارادہ کر لیا، میں نے منادی کو سنا کہتا تھا، ضیاء ملک یا بطحا مکہ، خیر وامن کا موسم بہار بنی سعد سے نکلا جا رہا ہے بطحا مکہ

خوش قسمت ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھ جیسی کوئی شخصیت اس جگہ نزول فرمائے، بہترین خلائق نے جب مکہ میں نزول فرمایا اہل حرم حوادث سے محفوظ و مامون ہو گئے، حلیمہ کہتی ہیں کہ جب میں مرکب پر سوار ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سامنے لیے ہوئے تھی اور ایک لحظہ بھی اس سے غافل نہیں ہو سکتی تھی کہ میں نے اپنے اطراف و جوانب سے عجیب آوازیں سنیں اور جب مکہ کے دروازے پر پہنچے میں سواری سے اتری اور کسی پیش آمدہ ضرورت کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری سے اتارا، وہاں لوگوں کی ایک جماعت تھی ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھایا اور قضائے حاجت کے لیے گئی اچانک تیز آواز میرے کانوں میں پہنچی، میں تیزی سے واپس آئی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں میں نے نہ پایا۔ میں نے کہا، لوگو! وہ بچہ کہاں ہے جو میں نے یہاں بٹھایا تھا، انہوں سے پوچھا کونسا بچہ؟ میں نے کہا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وسلم، جس کی برکت سے حق تعالے میرے چہرہ کو تازہ اور میری عیش و آسائش کو بے اندازہ رکھتا تھا۔ میں نے اس کی تربیت کی۔ اس کی باتوں سے میرا دل مسرور تھا اور اس کے جمال کے دیدار سے میری آنکھوں کو روشنی حاصل ہوئی ہے میرا ارادہ تھا کہ میں اسے اس کے دادا کے پاس پہنچا دوں اور اس کی امانت اس کے سپرد کر دوں، اچانک یہ واقعہ پیش آگیا، مجھے لات و عزیٰ کی قسم کہ اگر میں اپنے مقصد کو حاصل نہ کر سکی اور امانت کو اس کے مالک تک نہ پہنچا سکی تو خود کو بلند پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دوں گی اور اپنے اعضائے کو پارہ پارہ کر دوں گی، القصہ ہر چند میں نے جستجو کی اس راحتِ جان کی طرف کوئی راہ نہ پا سکی، اپنے آپ سے میں کہتی تھی، نظم

اے بے نشان محض نشان از کہ جویمت　　گم گشتہ در تو ہر دو جہان از کہ جویمت

در جستجوئے تو دلم از پردہ اوفتاد　　اے در درون پردہ جان از کہ جویمت

جب میں اس کی جستجو سے مایوس ہو گئی میں نے اپنا ہاتھ سر پہ رکھا اور فریاد و زاری شروع کر دی میں کہتی تھی، وامحمد صلی اللہ علیہ وسلم اے میری آنکھوں کے نور اور اے میرے پسندیدہ دوست، اے میرے چمن روح کے ریحان اور اے میرے مجروح دل کے مونس اور اے میرے بند دروازہ دل کی کلید اور اے میری خستہ جان کی شفا، اور اے میرے کاشانۂ شادمانی کے چراغ اور اے میرے راز نہانی کے محرم۔

اے کہ دل راچو جان شیرینی　　بے تو تلخ است زندگانی من
غم واندوہ و محنت آمد و رفت　　طرب و عیش و کامرانی من !
روز وصلم شب جدائی گشت　　شام شد صبح کامرانی من

مَیں نے اس قدر گریہ وزاری کی اور اضطراب و بیقراری دکھائی کہ ایک عالم میری سوزِجاں سے بیقرار ہوگیا اور پیر و جواں میرے ساتھ مل کر رونے لگے، اچانک انہی حالات میں مَیں نے ایک بوڑھا، جو کمزوری سے ہلال کی مانند نحیف و نزار اور ناتوانی کے خیال سے زیادہ دُبلا پتلا، میں نے اس سے پوچھا، اس نے کہا کیا بات ہے یہ سوز و ملال کس وجہ سے ہے، مَیں نے صورت واقعہ بیان کی مَیں نے خدائے ابراہیم کی قسم کھا کر کہا کہ اگر مجھے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم نہ مل سکے تو مَیں خود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرادوں گی، بوڑھے نے کہا اے سعدیہ! مَیں تجھے ایسے عالم کا پتہ بتاتا ہوں جو تیرے فرزند کے حالات جانتا ہے اور اگر اس نے چاہا تو وہ اسے تیرے پاس لوٹا سکتا ہے۔ مَیں نے کہا میری جان تجھ پر قربان ہو، پھر مَیں نے پوچھا وہ کون ہے؟ اس نے کہا صنمِ اعظم جس کا نام ہبل ہے مَیں نے کہا تیری ماں تجھے روئے، کاش تیری ماں تجھے گونگا پیدا کرتی، شاید تو اس حالت سے واقف نہیں ہے کہ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی شبِ ولادت، ہبل ولات وعزیٰ پر کیا گزری تو نے وہ حالات نہیں سنے، اس نے کہا اے سعدیہ! شاید تو دیوانی ہوئی ہے ہرزہ گو اور عقل و ہوش سے بیگانہ ہے، مَیں ابھی آتا ہوں اور تیرے فرزند کو ہبل سے طلب کرتا ہوں اور تیرے فرزند کو تجھ تک پہنچاؤں گا۔ شیخ نے جا کر سات مرتبہ ہبل کا طواف کیا، اس کے سر پر بوسہ دیا اور کہا، اے میرے آقا! آپ کا لطف و احسان اور فضل و امتنان قریش سے کبھی منقطع نہیں ہُوا اور کوئی حاجت مند اس آستانہ سے بے نیل مرام واپس نہیں ہُوا، یہ بوڑھی سعدیہ گمان کرتی ہے کہ اس کا فرزند گم ہوگیا ہے اس کے گم ہوجانے کی وجہ سے وہ رو کر جان ہلکان کر رہی ہے، اگر آپ اس کے فرزند کو اس تک پہنچادیں تو بہت مناسب ہوگا، جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی زبان سے ادا کیا ہبل اور دوسرے تمام بت زمین پر اوندھے منہ گر پڑے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و شمائل بیان کرنے لگے انہوں نے کہا اے شیخ! تجھے معلوم ہونا چاہئیے کہ ہماری ہلاکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہی ہوگی، خدا تعالیٰ معبود برحق ہے، اسے ضائع نہیں کرے گا، بت پرستوں سے کہہ دو کہ ذابح اکبر یہی

ہے یعنی سوائے اس شخص کے جو اس کی اتباع کرے سب کو قتل کر دے گا، حلیمہ کہتی ہیں میں نے اس بوڑھے کو دیکھا کہ رو رہا ہے، آتشِ تاسف سے اس کا دل کباب ہے، لاٹھی ہاتھ سے گری پڑی ہے اور موت کے کنارے پہنچ چکا ہے، اس کے منہ میں باتوں کی بجائے دانت بج رہے ہیں، اس کے تمام اعضا ہیبت سے بید کی مانند کانپ رہے ہیں، اس نے کہا اے حلیمہ! تیرے فرزند کا ایک پروردگار ہے جو اسے ضائع نہیں ہونے دے گا، تیری امانت صحیح و سالم تجھے لوٹائے گا، اطمینان سے اس کی تلاش کر اور دل تنگ نہ ہو اور رخسارۂ اقبال بدبختی کے ناخن سے نہ تراش، حلیمہ کہتی ہیں، کہ میں ڈری کہ مجھ سے پہلے ہی یہ خبر عبد المطلب تک نہ پہنچ جائے میں والہ و شفیتہ اس کی طرف بھاگی، مجھے دیکھتے ہی اس نے کہا تیرے ساتھ سعادت ہے یا نحوست؟ میں نے کہا اے امیر! نحوست ہے اور نحوست بھی کیسی، اس نے کہا شاید تیرا فرزند گم ہو گیا ہے میں نے کہا ہاں عبد المطلب کو خیال ہوا کہ قریش میں سے کوئی اسے اٹھا کر لے گیا ہو گا اور ہلاک کر دیا ہو گا پس اس نے اپنی تلوار کھینچ لی، غیض و غضب اس کے چہرہ سے ظاہر ہوا اور اونچی آواز میں پکارا، اے آلِ غالب سب لبیک کہہ کر اس کی خدمت میں دوڑے کیونکہ کوئی شخص اس کے غصہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا. عبد المطلب نے کہا، قریش کی عزت اور سرمایہ راحت و عیش، میرا فرزند محمد صلی اللہ علیہ وسلم غائب ہو گیا ہے، قریش نے کہا اے امیر سوار ہو جایئے ہم بھی سوار ہوتے ہیں اس عزیز کو آپ کے ساتھ تلاش کرتے ہیں اگر آپ متلاطم دریا میں کودیں گے تو بھی ہم آپ کا ساتھ دیں گے، اور اگر بلند پہاڑوں کی چوٹیوں کو سر کریں گے اور وہاں پہنچیں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہوں گے. اپنے قبائل کے ساتھ سوار ہوا بیتاب ہو کر ہر طرف بھاگا پھرتا اور بے تحاشا اس معشوق کی خاطر خود کو تنگیوں اور ہلاکت گاہوں میں ڈالتا تھا اور کہتا تھا،

الفی عساکرا فوادی ثمہ — کی انظرنی اھل ودادی ثمہ
اما قدمی توصلنے مقصودی — واترک راسی کفوادی ثمہ
خود را بجیل بیفگنم مست آنجا — تا بنگرم آن جان جہان ہست آنجا
یا پائے رساندم بمقصود و مراد — یا سر بنہم ہمچو دل از دست آنجا

اس کی تلاش میں ہر طرف گھوڑا دوڑایا لیکن اپنے گم شدہ کی کوئی خبر نہ ملی وہ کہتا تھا

تو اے عزیز کہ بابو یوسفی غنیمت دان کہ من زگم شدۂ خود خبر نمے یابم
دلم برفت و من از دل خبر نمے یابم از آں کہ بر د دلم ہیچ اثر نمے یابم

جب اسے اپنے گم شدہ کی کوئی خبر نہ ملی، قوم کو چھوڑ کر تنہا بیت الحرام کی طرف بھاگا...

یا رب رد راکبی محمدا ردہ الی واتخذ عندی یدا
انت الذی جعلتہ لی عضدا انت الذی سمیتہ محمدا
لا یبعد الدھر بہ فیبعدا یا رب ان محمد الم توجدا

عبدالمطلب مناجات میں تھے کہ اس نے سنا منادی کرنے والا فضائے آسمان سے نِدا کر رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پروردگار ہے جو اسے ذلیل و ضائع نہیں چھوڑے گا، عبدالمطلب نے کہا اے ہاتف وہ کہاں ہے اس نے کہا، وادی تہامہ میں یمنی درخت کے پاس ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک کیلے کے درخت کے پاس ہے۔ عبدالمطلب نے ہتھیار لگائے اور وادیٔ تہامہ کی طرف چل دیا، راستہ میں ورقہ بن نوفل ملا دونوں اس طرف چل دیئے جب کیلے کے درخت کے پاس پہنچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیلے کے درخت کے نیچے کھڑا دیکھا آپ اپنے ہاتھ درخت کی ٹہنیوں پر پھیر رہے تھے عبدالمطلب نے کہا،

جانِ من جانِ من فدائے تو باد کہ فلک چوں تو مہ ندارد یاد

اس کے بعد اس سے پوچھا کہ تم کون ہو، آپ نے فرمایا، مَیں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ ابومسعود ثقفی اور عمرو بن نوفل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیلے کے درخت کے نیچے دیکھا کہ اس کے پتوں کو چن رہے تھے، انہوں نے پوچھا تم کون ہو، آپ نے فرمایا، مَیں محمّد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، عمرو بن نوفل انہیں اٹھا کر عبدالمطلب کے پاس پہنچایا، اس کے بعد عبدالمطلب نے انہیں اٹھا کر پیار کرتے ہوئے کہا اے بیٹے! مَیں تیرا دادا ہوں، انہیں سوار کر کے مکّہ واپس لائے، پھر حلیمہ سے بہت معذرت کی اور بہترین سامان تیار کیا اور بہت سی چیزوں کے ساتھ اسے رخصت کیا۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ عبدالمطلب اور آمنہ نے الگ الگ اس قدر مال و دولت دی کہ اس کی توصیف نہیں کی جاسکتی۔

وصف آں در دہان نے گنجد   شرح آں در بیاں نے گنجد

محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے ان کے دادا کے پاس چھوڑ دیا۔ اگرچہ بظاہر اس کے وصال سے دل اٹھالیا لیکن درحقیقت ع

نکندم دل ز مہر او ولیکن جاں بسے کندم

فائدہ جلیلہ جاننا چاہیئے کہ اکثر مفسرین نے ووجدک ضالا فھدی، آیت کریم کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالی مکہ میں گم ہوجانا اور عبدالمطلب کا انہیں پالینا اور اپنے گھرے جانا جیساکہ مذکور ہوا بیان کی ہے۔ اور بعض مفسرین نے کہا ہے دین کے معاملہ میں شریعت وخیرات کی جزئیات کی تفاصیل پر عدم علم اور وحی والہام کے ذریعہ ان پر واقفیت حاصل کرنا مراد ہے، ان دو کے علاوہ دوسری وجوہات کو ضعیف قرار دیا ہے؛

شق الصدر کی حقیقت جاننا چاہیئے کہ کیفیت شق صدر اور اس کی حقیقت میں اور اس بات میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ کے ساتھ کتنے سال رہے اور حلیمہ کے حالات میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں اس مختصر میں مشہور قول پر اکتفا کی گئی ہے۔

مورخین کی ایک جماعت کا مختار مسلک یہ ہے کہ دوسری مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ کے پاس ایک سال ایک ماہ قبیلہ بنی سعد میں رہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پانچ سال ایک ماہ ہوئی شق صدر کا واقعہ ظہور پذیر ہوا اور صحیح احادیث سے یوں مفہوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ بے کینہ کو معراج کی رات شگاف دیا گیا۔ جیساکہ عنقریب انشاء اللہ بیان ہوگا اور مورخین اور ارباب سیرت کی روایت یہ ہے کہ قبیلۂ بنی سعد میں وقوع پذیر ہوا۔ سال کے تعین میں مختلف ہیں، اخبار کے صحیح ہونے کی صورت میں لازماً واقعات کے متعدد ہونے کے قائل ہوں گے، واللہ اعلم۔

نقل ہے کہ خاتم المرسلین کے ظہورِ نبوت سے پہلے حلیمہ مکہ گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فقر وفاقہ اور خشک سالی کی شکایت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ عقدِ نکاح فرمایا ہوا تھا۔ آپ کے فرمانے سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے ایک اونٹ اور چالیس بکریاں عطا فرمائیں۔

حلیمہ کے اسلام میں اختلاف ہے۔ بعض اربابِ سیرت نے اسے اپنے خاوند حارث بن عبدالعزیٰ جو کہ مکی تھا اور ابوزویب کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شمار کیا ہے اور حلیمہ کا بیٹا عبداللہ جو ضمرہ کے نام سے ملقب تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دودھ پیا تھا، اسے زمانہ بعثت حاصل نہیں ہوا، پہلے ہی فوت ہوگیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن جس کا نام شیما تھا اور حلیمہ کی بہن نزاہہ نامی مشرف باسلام ہوئیں اور گروہ صحابہ میں شمار ہوتی ہیں اور امید ہے کہ وہ پستان جو دو سال تک سید انس وجاں صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ اور لب سے مس کرتا رہا باغ اسلام میں داخلہ سے محروم نہیں ہوگا۔

جب حلیمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے دادا کے پاس پہنچایا، ام ایمن نامی عورت جو حبشیہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد ماجد سے وراثت میں ملی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نگرانی میں مشغول ہوئی۔ آمنہ اس کی تربیت کرتی تھی اور ابوطالب آپ کی کفالت کرتا تھا، ام ایمن سے نقل ہے کہ جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضانت میں مشغول تھی میں نے کبھی آپ کو بھوک کی شکایت کرتے نہیں سنا۔ جب صبح ہوتی قدرے زمزم کا پانی نوش فرما لیتے اور شام تک اسی پر قناعت کرتے۔ بسا اوقات ایسا اتفاق ہوا کہ دوپہر کا کھانا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا آپ فرماتے مجھے طعام کی ضرورت نہیں ہے اور اکثر اوقات قناعت اور گرسنگی سے گذارتے۔

چوتھا باب

صغر سنی کے چند واقعات

چھٹے سال کے واقعات ماہرینِ فن تاریخ و سیرت اور احادیث وجز رحمہم اللہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ جب خلاصۂ آسمان و زمین اور مکان و مکین کے برگزیدہ یعنی حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام پانچویں سال سے ترقی کر کے چھٹے سال کی عمر کو پہنچے، ان کی

والدہ کو اپنے رشتہ داروں کو جو مدینہ میں تھے ملنے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کی رعایت رکھنے کے خیال نے اس بات پر ابھارا کہ مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہو اور اقربار و احبار کی دیکھ بھال کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا اور مدینہ کو روانہ ہوئیں۔ ام ایمن ان کے ساتھ تھی، ایک ماہ کی مدت وہاں قیام کیا اس مکان میں جسے دارالنابغہ کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر وہاں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تیرائی سیکھتے تھے، ایک روز چاہ بنی عدن النجار میں مدینہ کے لڑکوں کی ایک جماعت کے ساتھ تیر رہے تھے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت نظر آ رہی تھی یہودیوں کی ایک جماعت وہاں سے گذری ان یہودیوں کی فوج میں سے ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے ساتھی کو دکھایا اور کہا کہ یہ لڑکا پیغمبر آخر الزماں ہوگا۔ ام ایمن نے یہ بات سنی اور حضرت آمنہ کو پہنچائی۔ دونوں ایک دوسرے سے مل کر مکہ کی طرف لوٹیں۔

حضرت آمنہ کی وفات

دوران سفر جب ابوا کے مقام پر پہنچیں حضرت آمنہ تھک گئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سرہانے بیٹھ گئے۔ اچانک وہ بے ہوش ہوگئیں جب دوبارہ ہوش میں آئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا اور چند اشعار پڑھے ان میں سے چند یہ ہیں۔

بارک اللہ فیک من غلام   ان صح ما ابصرت فی المنام

فانت مبعوث الی الانام   من عند ذی الجلال والاکرام

پھر فرمایا ہر زندہ، مرنے والا ہے اور ہر نیا پرانا ہوگا۔ اگر میں مر جاؤں تو میرا ذکر رہے گا کیونکہ میں نے پاکیزہ نہاد شخصیت کو جنم دیا ہے اور نیکوکار کو یادگار چھوڑا ہے جب وہ فوت ہوگئیں تو جنوں کے نوحہ کی آواز آتی تھی اس پر روتے تھے اور اپنے نوحہ میں کہتے تھے۔

تبکی الفتاۃ البرۃ الامینۃ   زوجۃ عبداللہ القرینۃ

ام نبی اللہ ذی السکینۃ   وصاحب المنبر بالمدینۃ

اسی جگہ اس دنیا سے کوچ کیا اور اسی جگہ مدفون ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہجرت کے سفر میں جب بنی عدن کے قلعوں کو دیکھا اس جگہ کو پہچان لیا اور فرمایا، بچوں کے ساتھ ہم ان قلعوں کے کھنڈرات پر چلتے تھے اور اس سفر کے واقعات جس میں آپ والدہ کے ساتھ تھے، بیان فرمائے۔ عمرۃ القضایا کے سال جب ابوا کے مقام پر پہنچے اس جگہ پر نزول فرمایا جہاں چند پتھر اکٹھے کیے ہوئے تھے، فرمایا، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی قبر ہے۔ یہ کہہ کر آپ رو پڑے اور اس قدر حسرت و ترحم کا اظہار کیا کہ آپ کے تمام صحابہ بھی رونے لگے۔ اس کے بعد حق سبحانہٗ و تعالےٰ سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی مگر اجازت نہ ملی بڑی بیقراری سے روئے بعض اصحاب رسول نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میرے متعلق والدہ کی شفقتیں اور رحمتیں یاد کرتا ہوں اور وہ تربیت جو ازراہِ مہربانی کی تھی خیال میں آتی ہے لیکن کیا کروں کہ کسی بھی صورت سے ان کا صلہ اور بدلہ نہیں چکا سکتا۔ پھر اس قدر روئے کہ تمام لوگ رونے لگے اور کعب الاحبار کی روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیت شعری ما فعل اللہ لوالدی، کاش مجھے علم ہوتا کہ میرے والدین سے کیا سلوک کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی۔ انا ارسلناک بالحق بشیرا و نذیراً و لا تسال عن اصحب الجحیم۔ راوی کہتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ہم نے کبھی نہیں سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کو یاد کیا ہو۔

ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لائے اور دعا کی۔ یہاں تک کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آپ کی والدہ کو زندہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور پھر فوت ہو گئیں، چنانچہ اپنی جگہ پر انشاء اللہ مذکور ہو گا۔

حضور حضرت عبد المطلب کی کفالت میں

اس کے بعد ام ایمن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا اور مکہ میں لے آئیں عبد المطلب کے سپرد کر دیا۔ حضرت عبد المطلب نے اس گرامی بیٹے کو اپنے گھر میں رکھا اور کما حقہٗ عزت و تکریم بجا لائے ان کی تربیت اور دیکھ بھال میں پوری طرح توجہ دی اور ہمیشہ تمام بنی عبد مناف کے اشراف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا تذکرہ واشگاف الفاظ میں بیان کرتے اور کہتے کہ اس فرزند ارجمند کی ذات عالی صفات میں

صباحت قریش، ملاحت یثرب اور فصاحت بنی سعد جمع ہوگئی ہے۔ نظم :-

ہر چہ در وصف کمالش بزباں آورد ند | قطرۂ داں کہ ز دریا بکراں آورد ند
ہیچ پیرے نشنیدست بصد عمر دراز | ایں خبر ہا کہ ازیں طرفہ جواں آورد ند
حسن خلقش نگر و خوبی روتا بینی | کہ ملائک خبر از حور نشاں آورد ند
کویش آرامگہ ماست کہ از عالم قدس | گوئما خلد بریں را بجہاں آورد ند

سال ہفتم کے واقعات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے عبد المطلب کا دعائے استسقاء کرنا

اسی سال میں حضرت عبد المطلب روسائے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ سیف ذی الیزن کی تہنیت کے لیے حبشہ کی طرف گئے۔ تفصیل وسط سے یہ واقعہ بشائر کے باب میں گزرا جب اس سفر سے واپس آئے، قریش پانی کی کمی سے ان کی احتیاج کی بناء پر فریاد کر رہے تھے۔ اشراف واہالی مکہ میں مسلسل کئی سال عظیم قحط ظہور پذیر ہوا، چنانچہ زراعت اور جانوروں کے پستانوں سے دودھ خشک ہو گیا، لوگ شدید فاقہ اور زحمت میں مبتلا ہو گئے رقیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم جو کہ حضرت عبد المطلب کے بھائی کی لڑکی تھی۔ کہتی ہیں کہ ایک رات دورانِ غنودگی میں نے ایک ہاتف کو کہتے ہوئے سنا کہ اے گروہ قریش! پیغمبر آخر الزماں کے ظہور کا وقت ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تم میں سے پیغمبر پیدا ہونے کا وقت ہے عمدہ زندگی اور بارانِ رحمت تمہیں حاصل ہو گی، احتیاط سے دیکھو کہ تمہارے درمیان بزرگ بلند و بالا، سفید اندام، ستواں ناک، تازہ رو جس کی پلکیں دراز ہیں۔ فخر و حسب والا ہے۔ اسے کہو کہ وہ اپنے فرزند کو لے کر لوگوں کے درمیان سے باہر نکلے اور ہر قبیلہ سے ایک لڑکا اور ہر بطن سے ایک مرد لیے ہوئے اور خوشبو لگائے ہوئے اس کے ساتھ ہو۔ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کریں اور اس کی معیت میں کوہ ابو قبیس پر جائیں وہ موصوف بارش کی دعا کرے اس کے ساتھی آمین کہیں تاکہ بارش برسے اور ان کی زندگی اچھی ہو جائے۔ رقیقہ کہتی ہیں کہ صبح

ڈرتی اور کانپتی ہوئی بستر خواب سے اٹھی اور جس کے سامنے بھی صورتِ واقعہ بیان کی قسم ہے حق و حرمت کی کہ اس نے کہا یہ شخص حضرت عبد المطلب ہے۔ جب یہ خبر مشہور ہوگئی قریش کی ایک جماعت عبد المطلب کے پاس جمع ہوئی۔ اور ہر بطن سے ایک شخص نے پاک ہوکر خوشبو لگائے ہوئے طواف کیا۔ عبد المطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھاکر جبل ابو قبیس کی طرف گئے۔ اور دوسرے لوگ بھی ساتھ گئے۔ حضرت عبد المطلب باوجودیکہ آہستہ چل رہے تھے، دوسرے لوگ اگرچہ بھاگتے تھے۔ مگر اس تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ جب سفر طے کرلیا۔ جبل ابو قبیس پر گئے۔ حضرت عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر بٹھاکر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے حاجات کو پورا کرنے والے، مصائب کو دور کرنے والے، بغیر بتائے ہوئے جاننے والے، غیر مختتم عطا کے بخشنے والے، اے فکر کو روکنے والے اور اے اندوہ وغم کو زائل کرنیوالے یہ تیرے حرم کے بندے اور غلام ہیں، تنگی اور قحط کی شکایت کرتے ہیں، ان کی بھیڑ بکریاں اور اونٹ ہلاکت کے کنارے پر پہنچ گئے ہیں، خدایا بارش بھیج جو سبزے کے اُگنے کا سبب ہو اور ہماری زندگی کی بقاء کا باعث بنے۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم، ہم نے ابھی واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا کہ بارش شروع ہوگئی اور اس قدر برسی کہ نہریں جاری ہوگئیں اور سرداران قریش مثل عبد اللہ مرعان اور شہاب بن معزہ وغیرہ حضرت عبد المطلب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے ابوالبطحی تجھے یہ نعمت خوشگوار ہو۔ اور رقیقہ نے جسے یہ خواب آیا اس باب میں چند شعر لکھے جن میں سے بعض یہ ہیں ؎

بشیبۃ الحمد اسقی اللہ بلدتنا لما فقد الحیا والجلوذ المطر

فجاد بالغیث حوّی لہ سیل سحا فعاشت بہ الانعام والشجر

منا من اللہ بالمیمون بالصحۃ وخیر من یثرب یوما بہ مطر

مبارک الوجد یستسقے انعام بہ

ما فی الانام لہ عدل ولاخطر

رحمت کا بادل گھر گیا

فی الحقیقت اس گردہ کو کرب و اندوہ کی تنگنائیوں سے نجات رسول ثقلین کی وجہ سے ہوئی۔ اور حضرت عبد المطلب تو صرف وسیلہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ روایت ہے کہ اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی، بیکسی، بے مالی اور بے یار و غمگسار ہونے کی وجہ سے حضرت عبد المطلب بہت زیادہ خیال رکھتے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم میں مبالغہ کرتے تھے۔ اور آپ کے حالات کی دیکھ بھال میں انتہائی کوشش کرتے، جہاں تک ہو سکتا اس کی رعایت و محافظت کے جھنڈے بلند رکھتے۔ کہتے ہیں کہ شفقت و محبت اور مہربانی جو حضرت عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں رکھتے تھے کسی دوسرے فرزند کے حق میں نہیں کی تھی اگر حضرت عبد المطلب نیند میں ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص انہیں خواب سے بیدار نہیں کر سکتا تھا، اگر اپنے احباب کے ساتھ یا تنہا کسی جگہ خلوت میں ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص اندر نہیں جا سکتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کسی کو ان کے بستر پر بیٹھنا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے متعلق ام ایمن کو تاکید کی ہوئی تھی کہ خبردار اس کے حال سے غافل نہ ہونا اور اس کی پرورش اچھی طرح کرنا۔ کیونکہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ امت کا پیغمبر ہوگا۔ کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں بنی مدلج کی ایک جماعت نے فن قیافہ میں مہارت حاصل کی وہ بیٹے کو باپ کی طرف منسوب کرتے تھے اور علم قیافہ میں مشہور تھے۔ انہوں نے حضرت عبد المطلب سے کہا، ہم نے آپ کے اس فرزند کے قدموں کو ملاحظہ کیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قدم کے ساتھ جس کا نشان مقام ابراہیم میں ظاہر ہے۔ کسی قدم کو اس کے قدم سے زیادہ اس کے مشابہ نہیں دیکھا۔ عبد المطلب نے حضرت ابو طالب سے کہا، سنو! یہ جماعت کیا کہتی ہے، بس حضرت ابو طالب اس روز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت کے لیے کوشاں ہوئے اور ان کا لحاظ کرنے لگے۔

حضرت عبد المطلب حضور کے مشفق تھے

روایت ہے کہ حضرت عبد المطلب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر

محبت تھی کہ اپنے کسی بھی فرزند کے ساتھ اس قسم کی محبت کا اظہار نہیں کرتے تھے چنانچہ آپ سے ملے بغیر سفر نہ کرتے اور ہمیشہ ان کو ذکر خیر میں دوسروں پر ترجیح دیتے۔

حضرت عبد المطلب کے حجرہ میں اس کی ایک خاص نشست گاہ تھی۔ اس کے بغیر کوئی شخص اس مسند پر نہیں بیٹھتا تھا۔ شرفائے قریش کو اس نشست گاہ کے ارد گرد بٹھاتے۔ حضرت عبد المطلب کی اولاد اس مسند کو اس کے ساتھ ہی مخصوص رکھتی چنانچہ کسی شخص میں یہ قدرت و جرأت نہیں تھی کہ اس مسند کے قریب قدم رکھ سکے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف لاتے، رگ ہاشمی کی عظمت و جلالت سے، حضرت عبد المطلب کے بساطِ دولت اور تختِ اقبال پر فی الفور بیٹھ جاتے اور حضرت عبد المطلب کے بیٹے اور بزرگانِ قریش حضرت عبد المطلب کے احترام کی وجہ سے اس نشست گاہ کو عزیز رکھتے تھے اور بعض اوقات وہاں بیٹھنے سے منع کرنا چاہتے تھے حضرت عبد المطلب انہیں آواز دیتے اور کہتے۔ دعوا ابنی فو اللہ انّ لہ شاناً عظیماً ؛ میرے بیٹے کو اس مسند پر بیٹھنے دو۔ خدا کی قسم ! اس کا نفس ایک شرف محسوس کرتا ہے جو اس مسند پر بیٹھنے کا تقاضا کرتا ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ اس کی بزرگی کے بہت سے نشانات ہیں اور عنقریب وہ تمہارا سردار ہو گا۔ یہ نور جو میں اس کی پیشانی میں دیکھتا ہوں۔ ایسے شخص کا نور ہے جسے لوگوں کی سرداری اور سرداری کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میرا یہ فرزند بہت بڑے ملک کا مالک ہو گا۔ اور خدا تعالیٰ کا اس کے ساتھ ایک ایسا راز ہے جو کسی کے ساتھ نہیں، ہمیشہ آپ کے سر پر دستِ شفقت رکھتے اور آپ کی حرکات و سکنات اور خصائل سے خوش ہوتے تھے۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد المطلب کی مسند پر مربع صورت میں تشریف فرما تھے اور اکثر و بیشتر قریش حرم کے گرد و نواح میں موجود تھے حضرت عبد المطلب نے سب کو یہ حال دکھایا اور کہا، دیکھو ! سلطنت و وجاہت کے آثار آپ کی حرکات و سکنات سے کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔

فی المھد ینطق عن سعادتہ جدہٗ — اثر النجابۃ ساطع البرھان

ہر آنکس کہ فرِ بزرگی در وست — زیاکی طنیت خصالش نکوست

باورنگ شاہی گذار آمدش — ہر آن کو بزرگی تبار آمدش

نہال جوانی برومند بد — کہ شد میوۂ از بہارش پدید

تواند ہر آنکو شہنشہ وش ست — بخردی بجائے بزرگان نشست

ہر آن طفل کز عقل شد رو براہ — بجائے بزرگان زند تکیہ گاہ

چہ طفلِ کہ عالم طفیل وے ست — جہان در جہان جملہ خیل وے ست

در آئینۂ ذات او عقل وحس — چو جام جہان بین درو منعکس

لب شہ نشانان زمین بوس اوست — بہفتم فلک نعرۂ کوس اوست

کجا عقل وحس بلکہ انوار ذات — در آئینۂ او نماید صفات

فصل سوم

آٹھویں سال کے واقعات

حضرت عبدالمطلب کی وفات جب حضرت عبدالمطلب کا وقت وفات نزدیک آیا اور ان کی عمر ایک سو دس، اور بعض کے قول کے مطابق ایک سو بیس سے متجاوز ہو گئی تھی ان کی اس جہان میں آنکھیں بند ہو گئیں۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ کل نفس ذائقۃ الموت کے چنگل سے کسی مخلوق کو راہِ نجات نہیں۔ ع

برہیچ آدمی اجل ابقا نمیکند

ان کی تمام تر توجہ جس کی طرف ان کا دل متوجہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امور تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت آٹھ سال کے تھے اور ماں باپ سے یتیم ہو چکے تھے، دونوں جہانوں سے ہاتھ جھٹک کر کہتے تھے اس فرزند کا میرے

بعد کیا حال ہوگا، انتہائی محبت سے رحلت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طلب کیا۔ اپنے سینہ پر بٹھایا۔ اپنے بیٹوں ابی لہب، حمزہ، عباس اور ابوطالب کو طلب کیا اور کہا اس وقت آباد سے میری رحلت اور رب العباد کی ملاقات کا وقت ہے اور اس فرزند کے علاوہ کوئی حسرت میرے دل میں نہیں ہے، کاش! میری عمر وفا کرتی اور میں خود اس کی تربیت کرتا اور اس پہ زیادہ سے زیادہ شفقت و رحمت اور رعایت و جانبداری کرتا۔ لیکن کیا کروں عمر ساتھ نہیں دیتی۔ بیت

وفا ز عمر چہ خواہی کہ ہر نفس کہ زدی چنان برفت کہ ہرگز دگر نیاید باز

اب میں اس حسرت کے ساتھ عزم رحلت رکھتا ہوں اور جان شیریں اس اندوہ میں دیتا ہوں۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم میں سے کون اس فرزند دلبند کی دیکھ بھال اور نگرانی کرے گا جو کما حقہ اس کی تربیت سے عہدہ برآ ہو سکے، ابی لہب عمر میں سب سے بڑا تھا۔ دو زانو ہوا اور آداب بجا لایا اور کہا اے شاہ عرب خدا تعالیٰ آپ کو آپکی مرادوں تک پہنچائے۔ اور اتنی عمر عنایت فرمائے کہ عزت و اقبال اور عظمت و جلال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل کریں۔ جیسا کہ آپ کی آرزو ہے اور اگر اسے پاس خاطر کے لیے کسی کے سپرد کرنا چاہتے ہیں تو میرے سپرد کیجیے۔ میں اس کی دیکھ بھال جان و دل سے کروں گا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا ہاں، تیرے پاس مال و دولت اور عزت و حرمت ہے اور اس کی تربیت تم کر سکتے ہو لیکن تم قدرے سخت دل اور بے رحم واقع ہوئے ہو، یتیم خستہ دل اور مجروح ہوتے ہیں اور تھوڑی سی تکلیف کی بھی قوتِ برداشت نہیں رکھتے، ممکن ہے تو اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ پھر امیر المومنین حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے، آداب بجا لا کر عرض کیا اے آبروئے عرب اگر اس خدمت کے میں لائق اور سزاوار ہوں تو میرے سپرد کیجیے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا تم اس کی حفاظت و مضانت میں سب سے زیادہ موزوں اور مناسب ہو اور میری مراد پوری کرنے میں سب سے زیادہ مناسب ہو لیکن تمہارا کوئی فرزند نہیں ہے اور وہ شخص جس کا کوئی فرزند نہ ہو فرزند کی قدر نہیں جانتا اور اس کی

پرورش صحیح طور پر نہیں کر سکتا، دوسری یہ بات ہے کہ تو جنگجو اور شکار دوست آدمی ہے ممکن ہے شکار کے دوران میرے فرزند سے تو غافل ہو جائے اور وہ دشمن سے تکلیف اٹھائے۔ اور تو شرائطِ حفاظت سے عہدہ برآ نہ ہو سکے اور میں قبر میں آزردہ ہو جاؤں، اس کے بعد عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے، وظائف دعوات اور مراسم آداب بجا لا کر عرض کیا، اے امید گاہ ملک و ملت اور پشت پناہ دین و دولت! اگر اس خدمت کے میں لائق ہوں تو اجازت فرمایئے اور مجھ پر یہ نوازش کیجئے۔ فرمایا تو اس خدمت کے سزاوار ہے۔ اور مراعات و حرمت کا اہل ہے اور تو درست پیمان ہے، مہربان اور کم آزار اور جان کے لیے مرہم کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن تو کثیر العیال ہے اور جس کے بچے بہت زیادہ ہوں، اپنے بچے ہوتے ہوئے دوسرے کے فرزند کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اور آسانی کے ساتھ اپنے صلبی بیٹے پر دوسرے فرزند کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد ابو طالب اٹھے اور اپنے پدر بزرگوار کی مجلس پر دعاؤں کے جواہرات نچھاور کیے اور کہا، اے سردار صنادید قریش! اور اے اہل عیش کی راحتوں کے سرمایہ، مجھے اس مہم کے اہتمام اور اس مقصد کو پورا کرنے میں پوری خوشی ہوگی، لیکن بڑے بھائیوں کی عزت کا خیال دامنگیر تھا اس لیے سب سے آخر میں گزارش پیش کی ہے، اگرچہ مال و دولت کا سرمایہ میرے پاس سب سے کم ہے لیکن اس مقصد کا عشق سب سے زیادہ ہے، اس امر کی دوستی سلطنت دنیا سے زیادہ ہے، لیکن اگر سعادت موافقت کرے اور دولت رفیق ہو امیدوار کے دامن میں دست مراد کی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتا ہوں، رباعی

مال و ہنر اگر ندارم در دست | یا فقر بسارم کہ مرا فقر خوش است
اندیشہ چرا کنم ز بے مہرگیٔ خویش | اگر ہیچ ندارم چو تو دارم است

اس کے بعد حضرت عبد المطلب نے کہا، اس خدمت کے لائق، اور اس دولت کے سزاوار تو ہی ہے، کیونکہ تو نرم دل اور شیریں گفتار ہے اور عہد و پیمان کو نبھانے والا ہے لیکن چونکہ امور کلیہ و جزیہ میں وہ میرا معاون و مددگار اور استشار مشیر

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ جس مہم میں مَیں عاجز آجاتا، اسے بلاتا اس کے ارشادات و مراعات کو غور سے دیکھتا اور اس کی باتوں کو توجہ سے سنتا، جب میں اس کے اشاروں کے مطابق عمل کرتا اس مہم کو سر کر لیتا اب اس مہم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مَیں حکم بناتا ہوں، اپنے چچاؤں میں سے جسے وہ اختیار کرے گا مَیں اس کے سپرد کر دوں گا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہا، اے میری آنکھوں کے نور اور اے میرے پسندیدہ فرزند! مَیں تیرا داغِ حسرت سینہ میں لگائے دنیا سے رخصت ہوتا ہوں تم اپنے چچاؤں میں سے کس کو اختیار کرتے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر حضرت ابو طالب سے بغلگیر ہوئے اور ان کے زانو پر بیٹھ گئے۔ حضرت عبد المطلب نے کہا، الحمد للہ! میری پسند، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کے موافق آئی، پھر حضرت ابو طالب کو وصیّت کی اور آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی کیفیت تعلیم دیتے ہوئے کہا۔ اے ابو طالب خیال رکھنا، اس درِ گراں مایہ کی کس طرح حفاظت کرے گا۔ جسے باپ کی ہَوا تک نہیں لگی اور والدہ کی شفقت کو نہیں دیکھا، اے ابو طالب! اس فرزند کو اپنے جسم میں دل کی مانند سمجھئے، مَیں باقی اولاد کے متعلق وصیّت کو موقوف کر کے خصوصیت کے ساتھ تجھے صرف اسی کے متعلق وصیّت کرتا ہوں۔ کیونکہ تُو اور اس کا باپ ایک ہی ماں سے ہو اور تیرے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اس قدر زیادہ محبت ہو گی جس کی بدولت تو دوسرے اعمام سے ممتاز ہو گا، اے ابو طالب! اگر تجھے زمانہ بعثت مل جائے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اس فرزند ارجمند کے اوصاف کمال اور نعوت جلال کے متعلق جو کچھ میں نے کہا ہے، دانش و فراست کی رو سے کہا ہے مجھے اس کے حالات سے تمام مخلوق سے زیادہ علم ہے اگر ہو سکے تو اس کی اتباع کرنا، اور قطعاً تقصیر نہ کرنا، کما حقہ اس کی مدد و اعانت کرنا کیونکہ وہ جلد ہی قوم کا سردار، بلکہ تمام اولادِ آدم اور اٹھارہ ہزار عالم کا سرور و سردار ہو جائے گا۔ اور وہ سعادت و نیک بختی جس تک ہمارے کسی بھی آباؤ اجداد میں سے کسی کی رسائی نہیں ہو سکی اور اس کا عشر عشیر بھی نہیں دیکھا ہو گا، وہ حاصل کرلے گا اور اس کی بلندیوں کو پالے گا، تجھے چاہیئے کہ

اس کی یتیمی و تنہائی پر شفقت و مہربانی کرے ، پھر کہا ، تو نے میری وصیت کو قبول کیا ہے ۔ ابو طالب نے کہا میں نے قبول کیا ، اس نے کہا میرا خدا گواہ ہے اور عالم الغیوب دلوں کے رازوں سے آگاہ ہے ، پھر کہا میری طرف ہاتھ بڑھاؤ ۔ حضرت ابو طالب نے ہاتھ بڑھا دیا ۔ حضرت عبد المطلب نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا ، اب موت میرے لیے آسان ہو گئی ہے پھر آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور چہرہ کو بوسے دیئے اور آپ کی عنبر شمیم خوشبو کو سونگھا اور کہا میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے کسی بھی فرزند کے سر سے ایسی عمدہ اور بہترین خوشبو نہیں سونگھی جیسی کہ تمہارے سر سے سونگھی ہے ۔ نظم ؎

ہم بوت خوش ہم روت خوش ہم شیوہ ات ہم خوش لقا
ہم قہر تو خوش ہم غضب ہم مہر تو خوش ہم رضا

اے صورتِ عشق احد وے حسن تو بیرون زحد
وے ماہ روئے سرو قد اے جانفزائے دلکشا

اے خوان لطف انداختہ وے باتیماں ساختہ
طوطی و کبک و فاختہ گفتہ ترا مدح و ثنا

اے جانِ باغ و یاسمیں وے شمع افلاک و زمیں
اے مستغاث ماؤطین وے شہسوار ہل اتیٰ

با عاشقانت جفت من امشب نخواہم خفت من
خواہم دعایت گفت من اید وست در قعت دعا

اے خسروان درویش تو سرہا نہادہ پیش تو
جملہ وفا اندیش تو اے شاہ خیل اصفیا

اے صبر بخش زاہداں اخلاص بخش عابداں
اے گلستانِ عارفاں اے نورِ چشم انبیاء

دریاب کافتادم زرہ شد نامۂ عمرم سیاہ
پشتم زبارِ غم دوتا دست شفاعت برکشا

جب حضرت عبد المطلب نے اس جہانِ فانی سے رخت زندگانی باندھا۔ مکّہ کے قبرستان حجون میں انہیں دفن کیا گیا۔ ام ایمن کہتی ہیں کہ حضرت عبد المطلب کی وفات کے روز میں نے ان کا جنازہ لے جاتے ہوئے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازہ کے پیچھے چل رہے تھے اور رو رہے تھے، پھر حضرت ابوطالب آپ کی دیکھ بھال اور پرورش کے لیے کمر بستہ ہوئے؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطالب کی تربیت میں

واقعہ سال دوم — حضرت ابو طالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلیٰ درجہ کی محبت تھی۔ اپنے کسی بھی فرزند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے برابر محبت نہیں کرتے تھے، شب و روز آپ کے حالات کا جائزہ لیتے تھے۔ رات کو اپنے پہلو میں سُلاتے تھے اور کسی شخص سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مطمئن نہیں تھے خصوصاً تمام مجالس اور محفلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اپنے اوپر لازم قرار دیتے تھے اور ان کی عزت و احترام کے شرائط کو بجالاتے تھے۔ ان کی موجودگی کے بغیر ہرگز دوپہر اور شام کا دستر خوان نہیں بچھاتے تھے۔ حضرت ابوطالب کے اہل وعیال اس نقطۂ دائرِ مطالب کی برکت سے اپنے مقاصد اور آرزوئیں حاصل کرتے تھے اور آپ کی موجودگی کے بغیر آئینہ امن وسکون میں رفاہیت وجمعیت نہیں دیکھتے تھے حضرت ابوطالب ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے تھے۔ اور جس طعام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ نہ لگاتے، نہیں کھاتے تھے۔ حضرت ابوطالب کے اہلِ خاندان بھی جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے لیے ہاتھ نہ بڑھاتے کھانا شروع نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ جس طعام تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک پہنچ جاتا متبرک ہو جاتا تھا۔ اور جلدی ختم نہیں ہوتا تھا۔ وہ تمام سیر ہو جاتے اور کھانا بچ رہتا۔ وگرنہ بھوکے رہتے اور جب

اولادِ حضرت ابو طالب نیند سے بیدار ہوتے توگندے، ژولیدہ مو اور منہ دھلا ہُوا نہیں ہوتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، نورانی، صاف ستھرے اور سرمگین آنکھیں لیے خواب سے بیدار ہوتے تھے، حضرت ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چمڑے کے گدیلے پر بٹھا کر کہتے، خدائے ربیعہ کی قسم! اس فرزند کی بڑی شان ہوگی۔

حضرت ابو طالب نے کہا، مَیں ایک روز ذی المجاز میں تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ تھے، مجھ کو پیاس نے غلبہ کیا، مَیں نے کہا، مَیں پیاسا ہوں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الفور اٹھے اور دو زانو ہو بیٹھے، مَیں نے دیکھا کہ آپ کی ایڑی کی جگہ سے پانی کا چشمہ پیدا ہو گیا ہے۔ مجھے اس میں سے پانی دیا، مَیں نے پیا اور سیر ہو گیا۔ باقی امور غریبہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاہدہ ہوتے تھے ہر ایک اپنی جگہ پر مذکور ہوگئے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت ابو طالب کہتے واللہ اِنّکَ مُبارکٌ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اشعار لکھے ان میں سے ایک یہ ہے۔

وشق له من اسمه لجله　　فذ والعرش محمود وهذا محمد

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان اشعار پر شعر کہے یہ شعر ان کے اشعار میں سے ہے:-

الم تران الله ارسل عبده　　باٰیاته والله اعلى وامجد

واقعہ سال سوم

موت نوشیرواں اور اس کا اپنی مملکت کو اپنے بیٹے ہرمز کے سپرد کرنا اس قصہ کا میلاد کے مباحث سے کوئی تعلق نہیں۔

واقعہ سال چہارم وفات حاتم

اسی سال حاتم نے عالم فانی سے عالم باقی کی طرف کوچ کیا اور جود وسخاوت کا نام قیامت تک باقی رہا۔

واقعات سالِ نہم:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق اس سال

حضرت ابوطالب کی رفاقت میں شام کی طرف متوجہ ہوئے، اس سفر کا بیان مشہور روایت کے مطابق اس کے بعد کیا جائے گا، جب دسواں سال اور گیارہواں سال آیا دوسری مرتبہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر وقوع پذیر ہوا۔ اس روایت کی صحت کی صورت میں مذکورہ واقعہ تیسری مرتبہ ہوا ہوگا اور یہ بات مقرر اور طے شدہ ہے کہ تثلیث تکمیل و تاکید میں پورا دخل رکھتی ہے۔ اور جبرائیل علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غارِ حرا میں پہلی آیت قرآنی کے نزول کے وقت تین مرتبہ بھیجنا اس معنی کی تائید کرتا ہے ابی بن کعب کی یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "کہ میں دس برس کی عمر سے تجاوز کر چکا تھا کہ دو فرشتے آئے میرے شکم کو شگاف دیا، میں نے کوئی تکلیف محسوس نہیں کی اس کے بعد کینہ اور حسد میرے دل سے انہوں نے باہر نکال دیا اور رحمت و رافت کو اس کی جگہ بھر دیا اور سیاہ خون کا ٹکڑا میرے دل سے باہر پھینک دیا اور اس کی جگہ سفید چیز رکھ دی۔ میرے پاؤں کی انگلی پکڑ کر مجھے اٹھایا۔ میں نے اپنے دل کی طرف نظر ڈالی، چھوٹے اور بڑے سب کے لیے رحمت و رافت میں نے مشاہدہ کی"۔ غیبی امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہوتے تھے، اور عالم غیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ نے فرمایا، "ایک روز مکہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اور سنگریزوں کو کمر کی چادر میں بھر کر کندھے پہ رکھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ اچانک غیب سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور مجھے تھپڑ مارا، آواز آئی اپنی چادر کو باندھو مجھے اس امر سے اس طرح منع کیا گیا"۔

ام ایمن نے کہا ایک بت تھا جس کا نام بوانہ تھا، قریش اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور لوگ گروہ در گروہ اس کی عبادت میں مشغول ہوتے تھے اور سال میں ایک روز صبح سے شام تک اس کے سامنے کھڑے رہتے تھے، حضرت ابوطالب اس واقعہ کے سلسلے میں حاضر ہوتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اصرار کرتے اور وہاں حاضری کے لیے کہتے تھے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں حاضر ہوں آپ قبول نہیں فرماتے

تھے، حضرت ابو طالب اور رشتہ دار آپ سے ناراض ہوتے اور آپ کی مخالفت کا خیال کرتے تھے۔ ایک روز بڑے اصرار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے گئے۔ ابھی اس مکان میں آرام بھی نہیں کیا تھا کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی اٹھا کر لے گیا اور ایک دن غائب رکھا آپ اچانک خوفزدہ اور کانپتے ہوئے حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں نے استفسار احوال کیا، فرمایا مجھے ڈر ہے کہ جن مجھ پر قبضہ نہ کرلے۔ انہوں نے کہا پناہ بخدا ایسا کب ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ پر جن و شیاطین کو مقرر کرے۔ کیونکہ آپ میں نیکی کی خصلتیں بہت ہیں آپ نے کیا دیکھا ہے کہ اس قدر خوفزدہ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں جب بت کے نزدیک پہنچا، میں نے ایک بلند و بالا سفید فام شخص کو اپنے پیچھے دیکھا، اس نے مجھے ڈانٹا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بت کے سامنے سر مت جھکانا اور ہرگز ان کی عید میں حاضر نہ ہونا۔ ارباب سیرت کی اکثریت کے قول کے مطابق حضرت ابو طالب نے بارہویں سال تجارت کے ارادہ سے شام کی طرف گئے اور ایک روایت یہ ہے کہ بارہ سال کی عمر سے گذر چکے تھے اور تیرہواں سال شروع ہو چکا تھا اس سال کے واقعات عزیبہ ترتیب وار انشاءاللہ بیان ہوتے ہیں؛

پانچواں باب

شام کا سفر

تیرہویں سال کے واقعات

ارباب سیرت و تاریخ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارہ سال دو ماہ دس دن کے ہو گئے، حضرت ابو طالب نے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اسباب عیش مہیا کرنے کے لیے شام کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ جب سارے انتظامات مکمل کر لیے، روانگی کے لیے سامان باندھ لیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے جانے کا ارادہ نہیں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا کی مفارقت بہت دشوار معلوم ہوئی، ان کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور کہا چچا جان! مجھے اس شہر میں کس امید پر چھوڑے جا رہے ہو، میرے مہربان

ماں باپ بھی نہیں، کس مہربان کے ساتھ مجھ سے دستبردار ہو رہے ہیں: نظم

توکہ ہر زمان بجانم حق ناز میگذاری — تو دی بناز و مارا بہ نیاز میگذاری

توچو سرو میخرامی سوئے باغ و من ندانم — کہ مرا یتیم و بیکس بکہ باز میگذاری

حضرت ابوطالب پر رقت طاری ہوگئی، قسم کھائی کہ انہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے اس کے بھائیوں اور بہنوں نے افسوس کیا کہ اس فرزند کو جس سے سورج کی گرمی بھی پرہیز کرتی ہے، چاند اس کے رخسارہ پر رشک کرتا ہے، بارہ سال کی عمر میں اسے کوئی شخص سفر میں کیسے لے جاسکتا ہے، حضرت ابوطالب متردد ہو گئے، انہوں نے آپ کو واپس کر دینا چاہا، انہوں نے دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک گوشہ میں تنہا بیٹھے رو رہے ہیں، کہا، اے میری آنکھوں کے نور! کیا بات ہے کہ تم رو رہے ہو، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حضرت ابوطالب نے کہا، شاید تمہارا رونا ہماری جدائی کی وجہ سے ہے۔ آپ نے کہا ہاں حضرت ابوطالب نے کہا، قسم بخدا اس کے بعد کبھی بھی تجھ سے مفارقت نہیں کروں گا۔ چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوطالب سفر میں ہمیشہ آپ کی دیکھ بھال کرتے اور آپ پر نگاہ رکھتے۔ انہیں دیکھتے اور رکھتے: نظم

اے بہزار جان و دل مست لقائے روئے تو — خانہ دل بچار حد وقف ہوائے روئے تو

رشتۂ جان بروں کنم ہر مژہ سوزنے کنم — چشم بدوزم از ہمہ بہر ہوائے روئے تو

جب مقام کعربہ میں پہنچے جو کہ بصریٰ اور اس کے درمیان چھ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے، وہاں ایک صومعہ میں بحیرہ نامی راہب رہتا تھا جس کی کنیت ابومدرس اور لقب جرجیس تھا۔ یہ نصاریٰ کا بہت بڑا عالم تھا، زہد و عبادت اور تقویٰ میں اس کا بہت بلند مقام تھا، اس نے آسمانی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم کیا ہوا تھا کہ پیغمبروں کے خاتم اور ان صفات سے موصوف اور ایسی ایسی علامات والے مقررہ وقت میں اس زمین کو اپنے نور قدم سے روشن کریں گے، اس جگہ پر اس نے صومعہ تعمیر کیا۔

بحیرا راہب

وہ صومعہ پرانے زمانہ سے رہبانوں کی عبادت گاہ تھی۔ راہبوں میں کوئی بھی اس سے زیادہ بزرگ نہیں ہوا تھا۔ اس جگہ عبادت میں مشغول

تھا۔ اس زمانے کے راہبوں کا پیشوا اور سردار بحیرہ ہی تھا۔ خاتم الانبیاء کی شرف ملاقات کے حصول کی امید پر اس نے اس صومعہ کو اپنی عبادت گاہ بنایا تھا۔ چونکہ وہ علامات جو اس نے کتابوں میں پڑھی تھیں سابقہ قافلوں میں موجود نہیں تھیں، کئی مرتبہ قریش کے قافلے وہاں سے گذرے وہ ان کی طرف التفات نہیں کرتا تھا اور پوری توجہ سے آنے جانے والوں سے بے نیاز ہو کر عبادت خداوندی میں مصروف رہتا۔ اور ہمیشہ اس بات کا متلاشی رہتا کہ علامات معلوم کا مشاہدہ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے سعادت حاصل کرے، وہ جانتا تھا کہ اسی سال باشندگان ام القریٰ مکہ کا قافلہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اس جگہ سے گذرے گا۔ ہر صبح کو جب خورشید درخشاں کے انوار کے جھنڈے اطراف و اکناف عالم میں روشنی پھیلانے لگتے، بحیرہ اپنے عبادت خانہ کی چھت پر آجاتا، عقبہ جو کہ قافلوں کی گذرگاہ تھا کی طرف متوجہ ہو جاتا اور تلاش میں بیٹھ جاتا شاید کہ اس سورۃ سے آیت پڑھے یا اس دریا سے کوئی قطرہ اس کے کام جاں میں ٹپکے، نظم

خونے ز چشمم میچکد از انتظار کیست ایں	تیرے بجانم میخلد تا از کمان کیست ایں
گویند آں حور اپسر آید چہ آری در نظر	در چشم من چندین گہر بہر نثار کیست ایں
ہر شب بجائے منزلم ہر دم غبارے حو صلم	اے خاک بر فرق دلم آخر غبار کیست ایں
گلگون ناز انگیختہ کیش کمند آویختہ	دل خستہ و خون ریختہ چابک سوار کیست ایں

یہاں تک کہ جس روز ان کا قافلہ عقبہ کے اوپر سے آیا، بحیرا نے صومعہ کی چھت سے نظر ڈالی، اس نے دیکھا کہ سورج کی شدت حرارت کے وقت بادل کا ایک ٹکڑا قافلہ کے لیے سائبان بنا ہوا تھا اور اس جماعت کی حرکت کے مطابق حرکت کرتا ہے۔ اتفاقاً وہ روز ایسا روز تھا کہ فراقِ لیلیٰ میں سینۂ مجنوں کے آتش دان کی طرح تپا ہوا اور چرخ بریں کا خسرو اجرام شیریں کے چہرہ کے اشتیاق میں دل خسرو کے آتشکدۂ دل کی مانند آسمان کے جگہ تک پہنچا ہوا تھا اس شدید گرم ہوا میں وہ آبگوں ابر اس سرخرو سرسبز کے سر پہ کہ بعثت الی الاسود والاحمر، نیلی چھتری تانے ہوئے اور آفتاب ضحیٰ اور مہر سپہر والضحیٰ کے درمیان پردۂ اطلسی سے پردۂ منقش کے ساتھ مصروف تھا پانی، درخت اور ٹہنیاں قافلہ کے راستہ پر جن سے وہ گزرتے

تھے بحیرا انہیں دیکھتا تھا کہ قافلے والوں میں سے ایک شخص کو وہ سجدہ کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جب قافلہ عقبہ کے اوپر آ رہا تھا، بحیرا نے پتھروں اور درختوں سے بلند آواز میں السلام علیک یارسول اللہ کہتے ہوئے سنا، جب قافلہ والے صومعہ کی دیواروں کے پاس آکر اترے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطالب کے ساتھ قیام کے لیے ایک درخت کے نیچے جگہ اختیار کی اس بادل کے ٹکڑے نے اس پر اپنا سایہ ڈالا، اس درخت کی ٹہنیاں سرسبز و شاداب اور بکثرت ہوگئیں۔ علم الیقین، عین الیقین میں بدل گیا کہ بہارِ دین کے پھولوں کے ظہور اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خبروں کے پھیلنے کا وقت آگیا ہے، اس کا دیرینہ شعلۂ عشق سینہ کی گہرائیوں سے لپکنے لگا، ذوق و شوق گویا جو اشتیاق کے ترنم میں یہ ترانہ گاتا تھا۔

اذا دنت المنازل زاد شوقی ولاسیما اذا بدت الخیام

قرب منزل مہیج شوق است خاصہ وقتے کہ خیمہ ظاہر شد

بحیرا آثار و علامات معلوم کرلینے کے بعد اپنی منزل میں توقف نہ کرسکا، اچھل کر اٹھا، مقصود کو حاصل کرنے کے لیے صومعہ کا دروازہ کھولا باوجودیکہ اس سے پہلے صومعہ سے باہر نکلنے کا اس کا دستور نہیں تھا۔ بھاگتا ہوا اس جماعت میں آیا اور جاتے ہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کو پکڑ لیا اور کہا، اے اہلِ قافلہ جان لو کہ یہ سید الانبیاء، سند اصفیا، ہادی سبل اور خاتم رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور زبانِ حال سے کہتا تھا:-

خاتم الانبیاء والرسل است دیگراں ہمچو جزو او چو کل است

از پئے او رسول دیگر نیست بعد از و ہیچکس پیغمبر نیست

وہ بوڑھے جو اس جواں بخت کے مصاحب تھے، انہوں نے کہا آپ نے اس حقیقت کو کہاں سے معلوم کیا ہے اور یہ گہرا راز کون سے تحقیق کے ورق سے پڑھی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تم جب اس گھاٹی سے اس وادی میں اترے تھے کوئی پتھر اور کوئی ڈھیلہ ایسا نہیں تھا جس نے تمہیں سجدہ نہ کیا ہو، اور یہ تسلیم نہیں کیا جاتا کہ اشجار و احجار نبی و رسول کے بغیر کسی کو سجدہ تواضع اور خشوع و خضوع کا کریں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی علامات و دلائل اس نوجوان کی ذات میں بھی جو اس کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ

سید الانبیاء اور خاتم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے، مجھے آپ سے یہ توقع ہے کہ کل قدم رنجہ فرمائیں گے اور میری دعوت قبول کریں گے اور مشکل عقدہ جو میرے دل میں ہے مہربانی کی انگلیوں سے کھولو۔ حضرت ابوطالب اور باقی روسائے قافلہ نے اسے قبول کر لیا، بحیرا ان کی ضیافت کا انتظام کرنے کے لیے اپنی منزل کی طرف لوٹ آیا اور ایک روایت کے مطابق کہ اکثر اہل سیرت اس طرف گئے ہیں کہ بحیرا اپنے صومعہ سے باہر نہیں گیا، گذشتہ عادت کے موافق اپنے صومعہ میں ہی ٹھہرا رہا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی آتش شوق کسی حالت میں بھی اس کے سینہ کے آتشکدہ میں قرار نہیں پاتی تھی۔ اس مصاحبت اور ملازمت حاصل کرنے کے لیے ایک منصوبہ بنانے کا ارادہ کیا تاکہ اس بہانہ سے آپ کے دامنِ کرم کو پکڑے اس نے ضیافت کا انتظام کیا اور صلائے عام دی۔ باوجودیکہ اس سے پہلے کسی شخص کو اپنے صومعہ میں گھسنے نہیں دیتا تھا۔ اور کہا کہ اس قافلہ کا شریف و رذیل، قوی و ضعیف، غنی و فقیر، بوڑھا اور جوان سب میری دعوت میں حاضر ہوں، کوئی شخص بھی اس سے غیر حاضر نہ رہے، ایک شخص نے اس سے سوال کیا کہ کیا بات ہے کہ ہم کئی مرتبہ آپ کے پاس سے گذرے ہیں آپ نے کبھی اس قسم کی تواضع و مہربانی نہیں کی اور اس مروت کا مظاہرہ نہیں کیا، ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آج اس کا کیا سبب ہے کہ ماضی کے برخلاف لطف و کرم فرماتے ہیں۔ اس نے کہا، ہاں ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو لیکن اس سال تمہارے قافلہ کا سردار بہت عظیم الشان ہے اور زبردست فضائل والا ہے اور تمہارے عقد کا واسطہ دوسری کان سے ہے اور تمہاری صورتوں کی زندگی دوسری جان سے ہے ؎

اندر میانِ جمع چو جاں است آں یکے	یک جانِ نخوانمش کہ جہاں ست آں یکے
سوگند میخورم بجمال و کمال او	کز چشم خویش نیز نہاں ست آں یکے
جملہ شگوفہ اند اگر میوہ الیست اوست	جملہ قراضہ اند و چو کانست آں یکے
گر صد ہزار خلق ترا زندہ کہ نیست	تو در گماں مباش کہ آنست آں یکے

اس نے کہا کہ اس سے زیادہ بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے اور اس جگہ اس سے زیادہ افشائے راز کرنا مناسب نہیں۔ چونکہ تم مہمان ہو اس لیے میں تمہاری مہمانی سے

عزت افزائی کرنا چاہتا ہوں اور کھانے کا انتظام کرنا چاہتا ہوں تاکہ تم تمام کھانا کھاؤ، اس کے بعد دوسرے روز حسب الوعدہ تمام قریش صومعہ میں گئے لیکن وہ ارباب مناقب کا سر دفتر اور خاندان حضرت عبدالمطلب کی شرافت کا مظہر صغرسنی کی وجہ سے حضرت ابوطالب کے اشارہ پر گھر میں ہی ٹھہرا رہا۔ بحیرا نے گہری نظر سے مہمانوں کو دیکھا لیکن وہ مطلوب تک رسائی حاصل نہ کر سکا۔

صبا آمد ولے بوئے ازاں گلزار بایستے   چہ حاصل از صبا مارا نسیم یار بایستے

پھر چھت کے اوپر گیا، اس بادل کو اسی طرح اس درخت کے اوپر ٹھہرے ہوئے دیکھا، چھت سے نیچے اترا اور کہا عزیزوں سے میری درخواست یہ تھی کہ قافلہ کے تمام لوگ قدم رنجہ فرمائیں، میرا خیال ہے کہ بعض لوگ پیچھے رہ گئے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ ایک چھوٹی عمر کے جوان کے سوا جسے ہم سامان کی حفاظت کے لیے منزل میں چھوڑ آئے ہیں دوسرا کوئی شخص پیچھے نہیں رہ گیا، بحیرا نے کہا میری خواہش ہے کہ وہ بھی تشریف لائیں۔ حارث بن عبدالمطلب اس آسمانِ رسالت کے چاند کو لانے کے لیے گیا۔ اور کہا کہ یہ بے مروتی اور راہِ کرم کے خلاف ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حال پر رہنے دیں اور ہم اس کے بغیر دستر خوان پر حاضر ہوں۔ جب راہب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا تو اس کے حاضر کرنے میں جلدی کی اور کہا:

بگو محمدؐ و بس کن کہ دین و ملت را   تفاخر است بنامش چہ جائے القاب است

حارثؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر لے آیا، بحیرا دیکھ رہا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے سے باہر آئے وہ سفید بادل بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوا۔

بنور صبح صادق نور محمدی   از مطلع سعادت بر اوج کن فکاں

مہ را دو نیمہ کرد بدست چو آفتاب   سایہ نہ بر زمینش و از ابر سائباں

جب آپ کے آفتابِ طلعت نے اس صومعہ پر عکس ڈالا اور اپنے چاند جیسے رخسار سے مجلس کو آراستہ کیا، راہب تعظیم کے لیے سروقد کھڑا ہو گیا اور بڑی عزت و احترام سے سردارانِ قوم سے بلند مقام پر بٹھایا اور کہتے ہیں کہ بحیرا نے مہمانوں کو درخت کے سایہ میں

بٹھایا ہوا تھا۔ پیچھے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے بادل سایہ کیے ہوئے تھا اور جب مجلس میں داخل ہوئے، اس درخت کا سایہ جس میں مہمان بیٹھے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھک گیا، بحیرا نے کہا:۔ انظروا الی الشجرۃ کیف مال الیہ ؛ دیکھو! اس درخت کا سایہ اس کی طرف کیسے مائل ہوتا ہے، آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم آکر بیٹھ گئے۔ پھر بحیرا بڑے تامّل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات وسکنات کو دیکھنے لگا اور آپ کی ذات مبارک میں وہ آثار وعلامات جو اس نے کتب سابقہ میں پڑھی تھیں کھلی آنکھوں دیکھ رہا تھا۔

وائے آں جان کہ باواز نوشانے نرسد | مردہ آں تن کہ بادِ مژدہ جانے نرسد
سیہ آنروز کہ بے نور جمالت گذرد | ہیچش از مطبخ تو کاسۂ وخوانے نرسد

جب مہمان کھانا کھا چکے اور واپس جانے کا قصد کیا، بحیرا نے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوطالب کے ساتھ رابطہ اور حضرت ابوطالب کی نگہداشت کو مشاہدہ کر لیا تھا، حضرت ابوطالب کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا، یہ کون ہے، جواب دیا میرا بیٹا ہے، بحیرا نے کہا، اس کے والدین زندہ لوگوں میں نہیں ہونے چاہئیں۔ حضرت ابوطالب نے کہا، ہاں اسی طرح ہے، میرا بھتیجا ہے، بحیرا نے کہا، آپ نے سچ کہا، پھر بحیرا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کی، امتحان وپختگی یقین کے لیے لات ومنات کی قسم یاد کی اور کہا، اے لڑکے میں تجھے لات ومنات کی قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ تجھ سے پوچھوں، ٹھیک ٹھیک جواب دے گا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے ان سے قسم نہ دے کیونکہ میں ان سے زیادہ کسی چیز کا دشمن نہیں ہوں، بحیرا نے کہا، میں تجھے خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ میں تجھ سے سوال کروں جواب دے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو چاہتے ہو پوچھو، بحیرا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متفرق سوالات کیے، بعض نیند اور بیدار ہونے کے متعلق اور دوسرے امور کے متعلق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سوالات کے جوابات دیتے رہے اور خواب کے جواب میں فرمایا تنام عیناى ولا ينام قلبى ؛ میری آنکھ سو جاتی ہے لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات بابرکات کی علامات وصفات بیان کرتے تھے اور بحیرا ان کو

پیغمبر آخرالزماں کے اوصاف جو اس نے کتب سابقہ میں مطالعہ کیے تھے کے موافق پاتا تھا۔ پھر اس نے آپ کی چشم مبارک کی طرف دیکھ کر حضرت ابو طالب اور بعض مخصوص لوگوں سے جو ساتھ بیٹھے ہوئے تھے پوچھا، کہ یہ سرخی اس کی آنکھوں سے زائل ہو جاتی ہے یا نہیں، انہوں نے کہا، ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ وہ زائل ہوئی ہو، یہ علامت بھی درست نکلی، اسے اور زیادہ یقین ہو گیا۔ لیکن زیادتی یقین اور اطمینان قلب کے لیے بحیرا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس کی کہ دوش مبارک سے کپڑا ہٹائیں، وہ مہر نبوت کا مشاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرط حیا سے دکھانا نہیں چاہتے تھے حضرت ابو طالب نے کہا اے میری دونوں آنکھوں کے نور، اسے مہر نبوت کے دیدار سے محروم نہ رکھیے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوش مبارک کھولا، بحیرا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی جیسا کہ اس نے پہلی کتابوں میں دیکھی تھی اسی صفت پر مشاہدہ کی اس مہر منیر پر بوسہ دیا آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور کہا:۔ اشهد انک رسول الله حقاً اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں چومتا تھا اور انتہائی حیرت و بیخودی میں کہتا تھا: نظم

ربود عقل و دلم را جمال آن عربی	بزیر ہر خم زلفش ہزار بوالعجبی !
ہزار علم و ادب داشتم من ایخواجہ	کنونکہ مست خرابم صلائے بے ادبی
رواں شد آب ز چشم من و گواہی داد	کما تسیل میاہ السقا من القرب

پھر اس نے بلند آواز میں کہا، ہذا سید المرسلین، ھذا سید المرسلین، ھذا رسول رب العلمین ھذا الذی بعثہ اللہ تعالیٰ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم، قریش نے جب یہ حال دیکھا آپس میں کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مرد کے نزدیک بہت قدر و منزلت ہے۔

نقل ہے کہ اس کے بعد بحیرا نے حضرت ابو طالب سے کہا کہ یہ شخص پیغمبر آخرالزماں ہے اس کی شریعت دنیا میں پھیلے گی۔ اس کا روشن دین تمام سابقہ ادیان کو منسوخ کر دے گا، اسے آپ شام نہ لے جائیں۔ کیونکہ یہودی اس کے دشمن ہیں اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ موعود پیغمبر ہیں، شاید اس گرامی قدر کی ذات کو کوئی گزند پہنچائیں اور اس لڑکے کے متعلق ہم سے بہت عہد و مواثیق کیے گئے ہیں، حضرت ابو طالب نے کہا آپ سے کس نے عہد و مواثیق لیے ہیں۔

بحیرا نے مسکراتے ہوئے کہا، وہ کتاب جو خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد اس میں وارد ہیں ہم نے اس کے بارے ادائے نصیحت کی ہے، بہت جلد اسے اپنے شہر میں پہنچا دیجئے۔ حضرت ابوطالب کو فکر لاحق ہوئی، سامان کو بصرہ میں ہی فروخت کیا اور مکہ کو لوٹے اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ سے واپس بھیج دیا گیا اور خود تجارت کی تکمیل کے لیے شام کا عزم کیا۔

نقل ہے کہ چند یہودی اور بعض کہتے ہیں کہ سات افراد تھے۔ روم سے اسی جگہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے تھے، انہوں نے کہا تھا اور پختہ کتابوں کے مطالعہ سے اس طرح معلوم کیا تھا کہ اس زمانہ میں پیغمبر آخر الزماں اس درخت کے نیچے جو بحیرا کے گھر کے نزدیک تھا ٹھہرے گا وہ وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے ارادہ سے آئے۔ اسی روز بحیرا کے پاس آئے ان میں تین کاہن تھے، ردیس، زریہ اور شمام، بحیرا سے انہوں نے کہا کہ ہم نے آسمانی کتابوں میں یوں دیکھا ہے کہ آج صومعہ کے اس درخت کے نیچے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے قافلہ کے ساتھ ٹھہرے گا۔ ہم اب اس لیے آئے ہیں کہ اسے قتل کر دیں اور بحیرا سے اس سلسلہ میں امداد طلب کی۔ بحیرا نے واضح دلائل کے ساتھ انہیں بتایا کہ اگر یہ جوان وہ پیغمبر ہے جس کی تعریف و توصیف تم نے آسمانوں میں پڑھی ہے، وہ شخص جو توریت، زبور اور انجیل پڑھتا ہے، اسے پیغمبر ہونے کے اعتبار سے کیسے نہیں پہچانے گا اور اس کے قتل کا ارادہ کیسے کر سکتا ہے دوسری یہ بات ہے کہ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کسی کام کو کرنا چاہے تو کیا کسی شخص میں اسے روکنے کی طاقت ہے۔ انہوں نے کہا، نہیں، اس نے کہا، بس تم اس شخص سے ہاتھ اٹھا لو۔ لوٹ جاؤ اور فضول کوشش مت کرو۔ اس جماعت نے انصاف کرتے ہوئے اس خیال کو ترک کر دیا اور ایک روایت ہے کہ ضروری ہے کہ اس خیال سے درگذر کرو اور فضول غم نہ کھاؤ۔ کیونکہ اگر یہ شخص پیغمبر ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

هر چه حق کرده در ازل تقدیر — نتواند کسے دہد تغییر!
با او چه دست برو عدو را که جاودان — بازوئے مکنش بید اللہ مدیده است

تم اسے نہیں پاسکو گے اور اگر یہ شخص وہ ہے ہی نہیں، فتنہ پیدا کرنا اور ناحق خون بہانا انسانیت کے قواعد کے خلاف ہے۔ بحیرا کی نصیحت انہیں موافق آئی اور وہ آٹھ آدمی آٹھ بہشت کی امید پر ہر طرف سے لوٹ آئے پنجۂ استقامت، اس کے دامن متابعت میں ڈالا اور سوادِ ہوس کے حرام سے نکل گئے اور باقی زندگی بحیرا کے ساتھ اس صومعہ میں بسر کی۔

اس کے بعد حضرت ابوطالب اگر سفر کا ارادہ کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ جانا چاہتے۔ حضرت ابوطالب راہب کی وصیت کی وجہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہود کے تعرض کے خوف سے اپنے ساتھ نہ لے جاتے اور خود بھی جب تک شدید ضرورت لاحق نہ ہوتی بالکل سفر نہ کرتے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت ان کے لیے سخت گراں تھی۔

چودھویں سال کے واقعات:-

حرب الفجار ثانی

علمائے سیرت و تاریخ نے اپنی کتابوں میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ قریش کے زمانۂ جاہلیت میں دو مرتبہ قیس عنبلان کے ساتھ جنگ ہوئی۔ یہ عرب کا ایک قبیلہ ہے جو قیس عنبلان کی طرف منسوب ہے۔ پہلی مرتبہ کی لڑائی کو فجار اولیٰ کہتے ہیں اور دوسری کو فجار ثانی، چونکہ یہ واقعات ماہِ حرام میں وقوع پذیر ہوئے اس لیے انہیں فجار کہتے ہیں کیونکہ شر و فساد شہر حرم میں عربوں کے نزدیک بہت بری بات تھی اور دشمنوں کا خون اور مال ان مہینوں میں اپنے اوپر انہوں نے حرام کیا ہوا تھا۔

واقعہ فجار اولیٰ یہ جنگ اس طرح ہے کہ بنی نضر ہوازن کے ایک شخص کا بنی کنانہ کے ایک آدمی پر قرضہ تھا۔ کنانی اس کی ادائیگی میں لیت و لعل کرتا تھا، نضری شخص جو قرض خواہ تھا اپنا گھوڑا عرب کے بازار عکاظ میں لایا اور آواز دی کہ مجھے کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جو اس گھوڑے کی مانند گھوڑا اس قرض کے برابر بیچے جو میرا فلاں کنعانی پر ہے، اس بات سے اس کی غرض اس کنعانی پر عیب لگانا تھا یعنی جیسا

کہ یہ سواری غیر مفید ہے اسی طرح وہ مال بھی جو کنعانی پر میرا ہے اس کی بد معاملگی کی وجہ سے غیر مفید ہے۔ بنی کنانہ اس کی اس بات پر طیش میں آگئے، ان میں سے ایک شخص نے اس سواری پر حملہ کیا اور اسے ہلاک کر دیا۔ نضری نے بنی نضر میں آواز دی اور ان سے امداد طلب کی، کنعانی نے بھی بنی کنانہ سے اعانت طلب کی۔ ان دونوں قبیلوں میں نزاع بڑھ گیا اور جنگ کے شعلے بھڑکنے ہی والے تھے اور خونریزی ہُوا چاہتی تھی کہ سمجھدار لوگ درمیان میں آ گئے اور فتنہ کی آگ کو بجھا دیا۔

اور ایک دوسری روایت یوں ہے کہ قریش کے چند جوان جن کے سروں میں جوانی کا خون موجزن تھا اور ہوائے شیطانی سے مغلوب، بنی عامر کی ایک عورت کو انہوں نے دیکھا۔ اس کی حرکات وسکنات کو اس کے کمال اور حُسن کی دلیل سمجھے، اس نے اپنے چہرہ پر برقعہ ڈالا ہُوا تھا۔ وہ جوان اسے زبانِ حال سے کہتے ؎

یکرہ آں برقعہ برافگن از رخِ زیبائے خویش   تا بہ بینی جانفشاں عاشقاں در پائے خویش

اس عورت نے انہیں دھمکایا اور اس حرکت سے انہیں منع کیا، اس زمانہ میں قوم میں زیر جامہ پہننے کی عادت نہیں تھی وہ دامن پھیلائے اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی ان جوانوں میں سے ایک نے اس کے دامن کو پیچھے سے ایک جھاڑی سے باندھ دیا، جب عورت کھڑی ہوئی اس کی شرمگاہ برہنہ ہوگئی، جوان ہنس پڑے اور کہا کہ چہرہ جس کے دیکھنے میں کوئی برائی نہیں اسے تو ڈھانپتی ہے اور جو چیز ڈھانپنے کے لائق ہے اسے برہنہ کرتی ہے، عورت اس معاملہ سے بڑی شرمندہ ہوئی اور شرم وغیرت کی آگ اس کے دل میں مشتعل ہوئی وہ چلّائی اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بلایا، ایک گروہ اکٹھا ہوگیا، ان جوانوں کے ہواخواہ بھی جمع ہو گئے فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھی اور کام زبان سے گذر کر تلوار تک جا پہنچا، قریب تھا کہ زبردست فتنہ آشوب ظہور پذیر ہوتا چند سمجھدار لوگوں نے اس آگ کو بجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا، چند بچوں کی بیوقوفی سے کھیل کھیلا، عورت چلّا اٹھی، بغیر اس بات کے کہ ضربِ تیغ اور زبان بیدریغ درمیان میں پڑے، عورتوں کی باتوں اور بچوں کے کردار سے آپس میں الجھنا اور ایک دوسرے کا تعصب سے خون بہانا اچھی بات نہیں ہے۔ ان کو ٹھنڈا کر کے

ایک دوسرے سے جدا کیا، فجار اولی کا واقعہ اس طرح رونما ہوا تھا یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دسویں سال ہوا تھا لیکن فجار ثانی یہ تھی کہ بنی کنانہ کا ایک شخص جسے براض بن قیس کہتے تھے، خونریزی اور عیاری میں سربرآوردہ تھا۔ اس کے رشتہ داروں نے اس سے اظہارِ بیزاری کر دیا تھا اور اس کی خیانتوں سے متنفر تھے چونکہ لوگوں کے ساتھ بہت ہی بُرا سلوک کرتا تھا اور لوگوں کا ناحق خون بہاتا تھا اور ان کے مال لُوٹے تھے وہ کسی قبیلہ میں بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا اور ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کی طرف بھاگا پھرتا تھا۔ دنیا اس پر تنگ ہو چکی تھی۔ اس نے نعمان بن منذر کی پناہ لی جو کہ عرب کا ایک سردار تھا۔ ایک عرصہ اس کی پناہ میں آرام سے زندگی گذارتا رہا، نعمان ہر سال ایک قافلہ، عکاظمہ، جحفہ اور ذوالمجاز میں بھیجتا تھا جو کہ عرب کی بازارگاہ ہے۔ جب نعمان قافلہ بھیجتا تھا تو اس کا کسی عرب کو قافلہ کا سالار ضرور بناتا تھا تاکہ قافلے کو صحیح وسلامت منزل مقصود تک پہنچا دے۔ اس سال جبکہ ابراض بن قیس اس کے پاس تھا قیس کے رؤسا میں سے ایک شخص عنبلان بن عروہ رجال جو کہ بہت زیادہ سفر کرنے کی وجہ سے رجال کے لقب سے ملقب تھا وہ بھی نعمان کی خدمت میں پہنچا۔ عروہ ایک ایسا شخص تھا جو بزرگوں کی خدمت میں رہا تھا اور خدمت کی وجہ سے بادشاہوں کے نزدیک بلند مرتبہ حاصل کر لیا تھا، بادشاہوں سے بادشاہوں کے پاس تحائف پہنچانے ہوتے تھے مختصر یہ کہ عروہ اور براض دونوں نعمان کے سامنے کھڑے تھے، نعمان نے کہا، مجھے کسی نامدار شخص کی ضرورت ہے جو کارواں کو عکاظمہ میں اس طرح پہنچا دے کہ عرب کے قبائل اور راستہ کے لوگوں سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچے، براض نے کہا میں اس کام کو سرانجام دوں گا چنانچہ بنی کنانہ سے انہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ اگر کوئی نقصان پہنچا تو اس کا ذمہ دار میں ہونگا نعمان نے کہا مجھے ایسا شخص چاہیئے جو بنی کنانہ سے معاہدہ کرے اور بنی قیس عنبلان سے بھی محفوظ رکھ سکے۔ عروہ نے کہا، براض کتا ہے جس سے اس کی اپنی قوم بیزار ہے اسے تو یہ طاقت بھی نہیں کہ اپنے آپ کو وہاں سے سلامتی سے گذار لے جائے، قافلے کو کیسے گزار سکتا ہے۔ پھر کہا اگر بادشاہ کی اجازت ہو تو میں کارواں کو ان قبائل سے جو تہامہ اور نجد کے درمیان ہیں، صحیح وسلامت گزار دوں، نعمان نے کارواں کو عروہ کے سپرد کر دیا۔ عروہ کارواں کا

سربراہ ہو کر اسے لے کر روانہ ہو گیا، براض تیر خوردہ کتے کی طرح اس کے پیچھے نکلا تاکہ جس جگہ بھی موقع ملے عروہ کا کام تمام کر دے۔ عروہ اس کے مکر سے غافل تھا جب کارواں کو فدک کے نزدیک پہنچا دیا اور قبائل قیس جو کہ عروہ کی قوم تھے وہاں اترے ہوئے تھے اور خیمے لگا رکھے تھے اور ایک چراگاہ پر قبضہ کیے ہوئے تھے، عروہ بے خوف ہو گیا اور احتیاطی تدابیر سے غفلت برتی، براض وہاں اس کے پاس پہنچا، فرصت کو غنیمت جانا، جیسا کہ اسلام میں استخارہ سنت ہے۔ جس کام میں بھی متردد ہوں ایک کاغذ پر "کر" اور دوسرے پر "نہ کر" لکھتے ہیں دونوں رقعات کو مصلیٰ کے نیچے رکھتے ہیں اور دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ سے اپنی بھلائی کے خواستگار ہوتے ہیں، پھر ہاتھ مصلے کے نیچے ڈال کر ان میں سے ایک کاغذ کو باہر نکالتے ہیں۔ جو کچھ اس میں لکھا ہوتا ہے اس کے مطابق عمل کرتے ہیں، اسی طرح اہلِ جاہلیت کے ہاں قمار کے تیر تھے، جب کسی کام میں متردد ہوتے ترکش سے چند تیر نکالتے اور چمڑے کے تھیلے میں ڈال کر اسے گردش دیتے اس کے بعد ہاتھ بڑھا کر ایک تیر اس میں سے نکال لیتے، ان تیروں پر کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق لکھا ہوا ہوتا تھا پھر اس ماحول کے مطابق عمل کرتے، حاصل کلام یہ کہ براض نے اس خطرناک کام کے لیے تیر قماری خریطہ میں ڈالے ہوئے تھے اور چاہتا تھا کہ عروہ کے قتل کرنے یا اس سے ہاتھ اٹھا لینے کا یقین حاصل کرے اور یہ اس بات پر موقوف تھا کہ فال کیا نکلتی ہے، اچانک عروہ اس کے پاس سے گذرا اور استہزاء کے طور پر براض کو کہا، کیا کر رہا ہے اور ان تیروں سے تیرا کیا مقصد ہے اس نے کہا میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کون سا تیر نکلتا ہے، اگر کام کرنے پر دلالت کرے تو تیرے وجود سے روئے زمین کو پاک کر دوں، اس نے کہا، تیری یہ جرأت کہ ایسا سوچے اور براض کو بہت بُرا بھلا کہا، براض طیش میں آ گیا، استخارہ پورا کرنے سے پہلے تلوار پر ہاتھ ڈالا اور عروہ کی گردن اڑا دی اور نعمان کے کارواں کو جو تمام بیش قیمت کپڑوں پر مشتمل تھا اپنے آگے رکھ کر لے گیا۔ بنی قیس عنبلان کے دو مرد جو عروہ کے رشتہ دار تھے ایک بنی غنی اور دوسرا بنی عطفان سے، براض کے لیے اس کے پیچھے نکلے تاکہ کارواں کو واپس لائیں اور براض سے عروہ کے خون کا انتقام لیں، براض کارواں کو ہانک کر لے گیا اور ان سے پہلے

خیبر میں پہنچ گیا، اور وہ قبیلہ قیس کے دونوں آدمی بھی جلدی کر رہے تھے براض کے خیبر سے کوچ کرنے سے پہلے وہاں پہنچ گئے وہ اسے پہچانتے نہیں تھے قیسیوں نے اس سے پوچھا کیا تو نے براض کو اس جگہ دیکھا ہے، اس نے کہا مجھ سے بدمعاش، مکار مرد کا حال کیا پوچھتے ہو، انہوں نے کہا ہاں اسی طرح ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کہاں ہے، اس نے کہا کیا تم میں اتنی طاقت ہے کہ اس سے پنجہ آزمائی کرو، انہوں نے کہا ہاں ہم میں اتنی طاقت ہے اگر تم ہمیں اس کا اتا پتا بتا دو، اس نے کہا تم دونوں میں سے زیادہ بہادر کون ہے، غطفانی نے کہا میں ہوں۔ براض نے غطفانی سے کہا، آؤ تاکہ میں تمہیں وہ دکھاؤں، غطفانی نے چادر اوڑھی اور اس کے ساتھ ہو لیا۔ غنوی مرد بیٹھ گیا، براض اسے ایک ویرانہ میں لے گیا اور کہا اس ویرانے میں اس مکان میں ہے، براض اس سے پہلے اس مکان میں گیا پھر باہر آیا اور کہا کہ جاؤ، خوب گہری نیند سو رہا ہے اگر کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو یہی وقت ہے کیا شمشیر کاری مارنے کی تم میں کچھ طاقت ہے کہیں اپنی جان نہ دے بیٹھنا اس نے کہا ہاں، براض نے کہا، تیری تلوار کاٹ رکھتی ہے، مجھے دو تاکہ میں دیکھوں، غطفانی نے تلوار اسے دی، براض نے تلوار کھینچ لی اور ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دیا، جب اس سے فارغ ہو گیا، غنوی مرد کے پاس آیا اور کہا جھوٹی لاف زنی کا کیا کہنا جو تیرے اس ساتھی نے ہانکیں، میں نے اس سے زیادہ کسی کو بزدل نہیں دیکھا، میں نے براض کو دکھایا، کچھ بھی نہیں کر سکا، غنوی کی رگ حمیّت بھڑکی، اس نے کہا میں تیرے ساتھ چلتا ہوں، براض کو مجھے دکھا، میں فی الفور دنیا کو اس کے شر سے پاک کر دوں گا، براض نے کہا، میرے ساتھ آؤ۔ براض آگے آگے جاتا تھا اور غنوی مرد اس کے پیچھے، یہاں تک کہ اس ویرانے میں پہنچے، براض نے غنوی پر حملہ کیا اور اسے بھی قتل کر دیا، دونوں کے ہتھیار اٹھائے اور چل دیا، اور کارواں کو بھی ہانک لے گیا، اور بنی اسد کے ایک آدمی کو جو بنی کنانہ کے عزیز، بیٹے اور چچا تھے، دس اونٹوں کے عوض مزدوری پر لیا اور اسے کہا کہ بازار عکاظہ جاؤ اور میرا، عروہ اور قیسیوں کے ساتھ معاملہ ہے تم مال اور کارواں لے جانا تمام واقعات ایک ایک کر کے، حارث بن امیہ جو قریش کا رئیس اور سردار مکہ سے ہے کہو، وہ شخص عکاظہ میں آیا، قبائل عرب، قیس اور کنانہ وغیرہ تمام اس بازار میں تھے،

حارث بن امیہ بھی سرداران قریش کے ساتھ اس جگہ تھے، وہ مرد جو براض کا اجیر تھا آیا اور خفیہ طور پر براض کے پیغام کو پہنچایا اور قصہ بیان کیا، حارث بن امیہ پریشان ہو گیا اور حارث بن عبداللہ جذعان اور ہشام بن مغیرہ کو بلایا جو کہ قریش کے بزرگ اور مالدار تھے، انہوں نے متفقہ طور پر ہر قبیلہ میں سے ایک ایک بڑا آدمی بلایا اور تمام مل کر ابو برا ابن عامر بن مالک بن جعفر جو کہ قریش و غیلان میں نامور اور سردار تھا اور عروہ مقتول کا چچا تھا کے پاس آئے اور اس سے اجمالاً کہا کہ اہل تہامہ اور نجد میں ایک واقعہ رونما ہو گیا ہے اور یہ نہ بتایا کہ کیا واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے ایسا نہ ہو کہ خصومت بڑھ جائے، اے ابو برا! اس سے پہلے کہ کوئی بات ہو جائے اور بازار اجڑ جائے، مناسب ہے کہ اہل عکاظہ کو ایک قسم کی تسکین دے، تاکہ ایک دوسرے سے متعرض نہ ہوں، جب تک کہ حقیقتِ حال معلوم نہ ہو جائے۔ ابو برا نے لوگوں کو راضی کیا، قریشیوں نے فی الفور مکہ کا عزم کیا، دوسری کا وقت تھا مکہ خبر آئی کہ کہ عروہ براض کے ہاتھوں قتل ہوا، ابو برا چونکہ عروہ کا چچا زاد بھائی تھا، اس غم سے کھول اٹھا اور کہا اہلِ مکہ نے میرے ساتھ دھوکا کیا اور حارث بن امیہ نے مجھے باتوں سے فریب دیا، مَیں بہر صورت اپنے چچا زاد بھائی کے خون کا انتقام لوں گا۔ اور بنی کنانہ کو بازار عکاظہ میں دوبارہ داخل ہونے کی اجازت نہیں دوں گا اور قریشیوں کے پیچھے گیا وہ حرم میں بھاگ کر داخل ہو گئے۔ ابو برا نے حرم کی حرمت کا لحاظ کیا اور کہا، عروہ کا خون رائیگاں نہیں جائے گا، آئندہ سال ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ ہے، تیاری کر لو، اور بدبخت براض آیا اور کارواں کو لایا اور اپنی قوم میں ٹھہرا، دوسرے سال قریش اور قبائل کنانہ مستعد ہو گئے اور عکاظہ میں گئے، قیس غیلان ان سے پہلے آکر صفیں باندھ چکے تھے چنانچہ جنگ شروع ہو گئی، خلاصہ کلام یہ کہ جنگ کے شعلے اس قدر بھڑک اٹھے کہ گمان ہوتا تھا کہ ان دو قبیلوں میں سے کوئی شخص زندہ نہیں رہے گا، کونہ سے ایک شخص نے آواز دی کہ اس سے پہلے کہ ان دو قبیلوں میں سے کوئی شخص زندہ نہ رہے اور بیگانے آکر تمہاری عورتیں اور بچے لے جائیں صلح کر لینی چاہیئے، دونوں فریقوں نے لڑائی سے ہاتھ اٹھا لیا اور اس شرط پہ صلح کی کہ دونوں طرف کے مقتولین کو شمار کر لیا جائے اگر دونوں طرف کے مقتولین برابر ہوں تو فبہا وگرنہ جس

قبیلہ کے مقتولین زیادہ ہوں دوسرے قبیلہ سے خون بہا لیں، قیسیوں سے بیس افراد زیادہ قتل ہوئے تھے ان کا خون بہا ان کو دے دیا گیا، اور انہوں نے عہد کیا کہ آئندہ عروہ اور براض کے قصہ کے پیچھے نہیں پڑیں گے اور نہ ہی اس سبب سے جھگڑا کریں گے، واقعہ فجار دوم کی یہ کیفیت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اس جنگ میں شریک تھے بلکہ اس میں جنگ بھی کی، چنانچہ آغازِ نبوت میں جب فجار کا قصہ ہوتا، فرماتے تھے میں وہاں تھا اور اس میں دادِ شجاعت دیتا رہا اور چند کاری تیر پھینکے اور صلہ رحمی کا جھنڈا بلند کیا، اور ایک روایت میں ہے فرمایا کہ میں پھینکے ہوئے تیر اٹھاتا اور اپنے رشتہ داروں کو دیتا تھا۔ اور صورت وحقیقت میں قریش پر امداد واعانت کے دروازے کھولتا تھا، حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اپنے اہلِ حرم کو غلبہ عطا فرمایا اور فتح وکامرانی بخشی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سترھویں سال ایک قول کے مطابق زبیر بن عبدالمطلب کو اور ایک قول کے مطابق عباس بن عبدالمطلب کو تجارت کے لیے یمن کے سفر کی خواہش پیدا ہوئی، حضرت ابوطالب سے انہوں نے درخواست کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سفر میں ان کے ساتھ بھیجیں تاکہ حق تعالیٰ ان کی برکت سے جمعیت وروشنائی زیادہ کرے، ابوطالب نے اس درخواست کو قبول کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا کے ساتھ یمن کی طرف بھیج دیا گیا۔ راستہ میں آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس نے بہت سی چیزیں مشاہدہ کیں، اسی سال ہرمز بن نوشیرواں کو سلطنت سے معزول کر کے اس کی جہاں بیں آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی اور ولادت کے انیسویں سال ہرمز کو قتل کر دیا اس کا عرصۂ حکومت گیارہ سال سات ماہ دس روز تھا اور ایک قول کے مطابق اس کی مدت سلطنت بارہ سال تھی، اسی سال ہرمز کے بیٹے خسرو پرویز کو لوگوں نے سلطنت واقبال کے تخت پر بٹھایا عربی میں پرویز کا معنی فتح مند ہے اور بعض سیرت کی کتابوں میں ہے کہ اس سال اور بعض کہتے ہیں کہ بیسویں سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شام کے سفر کے ارادہ سے باہر نکلے اور بحیرا کے صومعہ کے نزدیک بیری کے درخت کے نیچے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا لانے

کے لیے بحیرا کے پاس گئے، بحیرا نے آپ سے پوچھا، وہ شخص جو درخت کے نیچے بیٹھا ہے کون ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ حضرت محمّد بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وسلم ہے، بحیرا نے کہا قسم بخدا وہ پیغمبر ہیں اور خاتم پیغمبراں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چنانچہ میں نے سنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس درخت کے نیچے پیغمبر آخرالزماں کے بغیر کوئی نہیں بیٹھے گا۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں اسی روز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق جاگزیں ہو گیا، بعض اہل سیرت نے اس سفر کو وہی سفر قرار دیا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوطالب ہمراہ تھے :

بیسویں سال کے واقعات

اس سال فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہونے شروع ہوئے اور آپ کو ایک دوسرے کو دکھاتے تھے، نقل ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطالب سے کہا، چچا جان! چند راتیں پہلے تین آدمی میرے پاس آئے، اچھی طرح مجھے دیکھا اور کہا یہ وہی ہے لیکن ابھی اس کے ظہور کا وقت نہیں آیا، اس کے بعد دوسری مرتبہ حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا، اے چچا! ان تین آدمیوں میں سے ایک پھر مجھ پر ظاہر ہوا، مجھ پر حملہ کیا اور اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں ڈال دیا جس کی خوشی اور راحت محسوس کرتا ہوں، حضرت ابوطالب آپ کو ایک کاہن کے پاس لے گئے جو کہ علم طب میں بھی مہارت رکھتا تھا اور اس طبیب کاہن کے پاس آپ کے حالات بیان کیے اور اس کا علاج اس سے پوچھا، اس مرد نے احتیاط سے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء کو دیکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کو ملاحظہ کیا، اور وہ علامت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر تھی ملاحظہ کی اور کہا اے ابوطالب! تیرا بیٹا عیب اور بیماری سے پاک ہے، شیطانوں کا غلبہ بھی اس سے بعید ہے، میں علامات خیر اس میں بہت سی مشاہدہ کرتا ہوں، یہ حالت جو وہ بیان کرتا ہے، شیطان اور اس کے وسوسے سے نہیں ہے بلکہ ملائکہ کرام میں جو اس کے دل کو نبوت د

رسالت کے لیے تفتیش کرتے ہیں، امیدوار ہو کہ دمبدم اس سے خیرات و مبرات کے آثار ظاہر ہوں گے اور روز بروز اس کے انوار سعادت و سیادت زیادہ ہوں گے اور ختم المرسلین کا آفتاب اس کے روز افزوں دولت کے مطلع سے طلوع ہوگا۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دنوں خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے میرے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا پھر اپنا ہاتھ میرے سینہ کے اندر لے جاکر میرے دل کو باہر نکالا، پھر کہا پاک دل پاک جسم میں ہے پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا، اسی سال فرمایا، خواب میں میں نے یوں دیکھا کہ گھر کے چھت سے لکڑی اٹھالی ہے اور چاندی کی سیڑھی رکھی، دو شخص نیچے آئے ایک شخص مجھ سے دور بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پہلو میں بیٹھ گیا، میرے پہلو کی ہڈی کھینچ کر دل باہر نکالا اور کہا، اچھا دل ہے، مرد صالح اور پیغمبر مبلغ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اور پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا اور میں بیدار ہو گیا اور بہت سے عجیب واقعات اس سال ہوئے۔ اس جگہ تمام کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔

حلف الفضول

اس کی شرح یوں ہے کہ اکابر قریش کی ایک جماعت جن میں سر برآوردہ بنوعبدالمطلب تھے ایک دوسرے نے عہد باندھا کہ ظالموں کے ظلم کو مکہ کے مظلوموں سے دور کریں گے سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود تھے، لیکن معاہدہ میں دخل نہیں دیا۔ اسی وجہ سے اہل سیرت نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اس حلف کی اصل بنیاد اور حلف الفضول کے نام کے ساتھ اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ جرہموں اور قطوریوں کی وہ جماعت کہ ایک ان میں سے فضل بن الحارث الجرہمی اور دوسرے کو مفضل بن فضالہ الجرہمی اور تیسرے کو فضیل بن دوامت القطوری کہا جاتا تھا ان دو قبیلوں کے ان تینوں بزرگوں نے اپنے متبعین کی جماعت کے ساتھ اس بات پر اتفاق کیا کہ مکہ میں کسی ظالم کو ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیں گے اور وہ جماعت اس وجہ سے ان کے نام کی ترکیب فا۔ ضا، لام سے تھی جو کلمہ فضل کے حروف میں تمام کو فضول میں جمع کرکے ان کے معاہدے کا نام حلف الفضول رکھ دیا اور اس سے مراد فضولی نہیں ہے جو

ہماری اصطلاح میں مذموم ہے. محمود نہیں ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:۔

ان الفضول تحالفوا و تعاقدوا　　ان لا یقر ببطن مکۃ ظالم

پھر یہ رسم دورِ زمانہ کے ساتھ مٹ گئی تھی، جب حضرت عبد المطلب فوت ہوئے سرداری تین اشخاص کو ملی، حارث بن امیہ، عبد الشمس اور ہشام بن المغیرہ المخدومی، ان تینوں نے فضل و عدل اور احسان کی رسوم کے قائم کرنے میں جد و جہد اور کوشش کی، غریبوں کے ساتھ معاملات میں طریق مروت اختیار کرتے تھے۔ ان ہی دنوں میں بنی ربیعہ جو یمن کے عرب قبائل سے ایک قبیلہ تھا کا ایک مرد، عمرہ کا احرام باندھے ہوئے بہت سے مال واسباب کے ساتھ مکّہ میں تجارت کے لیے آیا ہُوا تھا۔ اس مال کو عاص بن وایل سہمی نے جو کہ عمرو عاص کا باپ تھا، اس یمنی سے لے لیا، اپنے فائدہ کی خاطر اس غریب کا نقصان سوچا اور دائرہ عدل و انصاف سے باہر نکل گیا۔ اور وہ بیچارہ مسافر جب خورشید نے طلوع کے دریچہ سے سر باہر نکالا اور دنیا کے مکانات کی چھتوں کو اپنے نور کی شعاعوں سے آراستہ کر دیا، یہ قریش کے اجتماع کا وقت تھا، کوہ ابوقبیس پر جا کر اپنی غربت اور بے چینی اور عاص بد اندیش کے ظلم و ستم کو بلند آواز سے بیان کیا، بنو ہاشم، بنو عبد المطلب، بنو زہرہ، بنو تیم اور بنو اسد بن عبد العزیٰ اکھٹے ہو گئے اور عبد اللہ بن جزعان کی حویلی میں گئے، کیونکہ وہ قوم میں سب سے زیادہ شریف عمر میں بزرگ اور حلف الفضول میں شریک تھا، انہوں نے عہد کیا کہ ہم قریش کو کسی پر ظلم نہیں کرنے دیں گے، پھر تمام نے عاص بن وائل کے گھر کا رُخ کیا، اس غریب کا تمام حق اس سے لیا اور اس کے سپرد کر دیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا مَیں سرائے عبد اللہ جزعان میں ان لوگوں کے درمیان موجود تھا جنہوں نے مظلوم کے انصاف اور ظالم کے ظلم کو دور کرنے کا عہد کیا، مَیں اس پسندیدہ اور عمدہ عمل کے بدلے تمام روئے زمین کے سرخ رنگ اونٹ لینا بھی پسند نہیں کرتا تھا یعنی مجھے شرف و منقبت، بے شمار مال سے بہتر ہے اور فرمایا کہ اگر مجھے پھر اس قسم کے معاہدہ کی دعوت دی جائے تو قبول کرونگا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بیس سال سے متجاوز ہوئی تو اجیار میں جو مکّہ میں ایک پہاڑ ہے شبانی کیا کرتے تھے اور حق الخدمت کے طور پر کئی قیراط وصول کرتے تھے اور

صحاح میں احادیث وارد ہوئی ہیں جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی پیغمبر ایسا نہیں گزرا جس نے شبانی کا کام نہ کیا ہو، حاضرینِ مجلس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے یہ کام کیا ہے، فرمایا، ہاں، بکریوں کو پہاڑ میں لے جاتا تھا اور چراتا تھا اور اس کی مزدوری لیتا تھا، اس عالی مرتبہ گروہ کو یہ کام سپرد کرنے میں یہ حکمت تھی تاکہ زیر دستوں پر شفقت و رحمت اور وصیت میں برابری کی رعایت کریں اور تمام زیرِ دستوں پر شفیق، اور بے کسوں کے رفیق ہوں۔

باب ششم

پچیسویں سال کے واقعات

نفیسہ بنت منیہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پچیس سال کے ہو گئے، حضرت ابو طالب کے عرصۂ حیات پر فقر و فاقہ، خوراک کی کمی اور فتورِ طاقت کے لشکر نے غلبہ پا لیا، اسی اثنا میں عاتکہ بنت عبد المطلب، اپنے بھائی ابو طالب کے پاس آئی اور کہا ہمارے اس باغِ زندگی کے پودے اور روضۂ کامرانی کے درخت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وہ وقت آگیا ہے کہ کامیابی کے درخت سے ملائیں اور اس خورشیدِ جہاں تاب پر وقت آگیا ہے اشرف از دواج میں شب و روز چاند کے ساتھ بٹھائیں، تاکہ اس وصل سے ہم پھل کھائیں اور اس اجتماع سے سعادت حاصل کریں۔ بیت

چو خورشید مہ را شود مشتری   چہ زاید بجز از نکو اختری

حضرت ابو طالب نے نرگس شہلا سے شگوفے گرائے اور موتیوں کے ہار سرخ یاقوت کی ڈبیہ سے پھینکے اور کہا، اے مہربان بہن! اے دل و جاں، تجھے یہ خیال نہیں ہونا چاہیئے کہ میں اس فکر سے غافل ہوں، سچی بات یہ ہے کہ میں گل لالہ کی طرح جگر پر اندوہ کا داغ رکھتا ہوں لیکن غیر کفو میں مجھے نکاح کرنے کا خیال نہیں اور کفو میں کرنے کے لیے اس کے انتظامات کرنے کی قدرت نہیں ہے، تنگی کے کئی سال ہم پر گذرے ہیں جس نے ہمارے ہاتھ میں کچھ نہیں

چھوڑا۔ عاتکہ نے کہا میں نے اس معاملہ میں غور و فکر کیا ہے اگر میری رائے درست ہو تو اس پر عمل کریں، حضرت ابو طالب نے دریافت کیا تو عاتکہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ خدیجہ شام کی طرف کارواں بھیجتی ہے اور اس کام کے لیے امین آدمی چاہتی ہے اگر مصلحت ہو تو میں اس کے ساتھ یہ بات کروں، یہاں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ حضرت ابو طالب نے آنسرورصلی اللہ علیہ وسلم سے یہ راز بیان کیا اور کہا اے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کرو ممکن ہے تمہیں مضاربت پر کچھ مال دے دے تاکہ اس ذریعہ سے ہمیں نفع حاصل ہو، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کا ضمیر انور، اسرارِ غیب کا خزانہ اور معجز بیان زمان، یقینی باتوں کی ترجمان بھی فرمایا: لعلھا توسل فی ذالک، جب حضرت ابو طالب کے یہ سوال و جواب اور قیل و قال، خانوادۂ غالب کے سردار کے ساتھ ہو چکے اور یہ لوگوں میں مشہور ہو گئی، چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں تک بھی یہ بات پہنچی، حالانکہ حضرت خدیجہ تجارت کے لیے بہت سامال شام کی طرف بھیجنا چاہتی تھی لیکن اسے کسی شخص پر اعتماد نہیں تھا جب اس نے یہ بات سنی اسے غنیمت جانا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و امانت اور دیانتداری قریش میں اظہر من الشمس و ربین من الامس تھی، حتیٰ کہ آپ کو محمد امین صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے۔ جب حضرت خدیجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں حسن و جمال، صدق فعال اور اعلیٰ خصلتیں مجتمع دیکھیں، فوراً ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کو تجارت کی رغبت ہے، میں آپ کی سچائی، عمدہ کردار، اعلیٰ امانت اور کمال دیانت کی وجہ سے دوسروں سے دوگنا روپے آپ کو دوں گی تاکہ آپ اس سامان کے ساتھ شرائط تجارت بجا لائیں، اور جو نفع اس سے حاصل ہو اس میں اپنے آپ کو برابر کے شریک سمجھو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صورتِ حال حضرت ابو طالب سے بیان کی، حضرت ابو طالب نے کہا، ان ھذا الرزق ساقہ اللہ تعالیٰ الیک، یہ رزق ہے جسے حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ عاتکہ نے یہ بات حضرت ابو طالب سے کہی، اجرت اور تجارت کے لیے کہا، حضرت ابو طالب زار و قطار روئے اور حسرت سے عاتکہ کی طرف دیکھا اور کہا،

اے عاتکہ! ہمارے خویش و اقارب میں سے کسی شخص نے مزدوری نہیں کی اور اپنے خاندان
میں سے کسی شخص کے لیے میں روادار نہیں خصوصاً یہ نور دیدہ جس کی پیشانی سے عزت و جلال
کے انوار چمکتے ہیں اور دولت و اقبال کے آثار اس کے چہرہ سے واضح ہیں، میں کسی طرح روا
رکھوں لیکن بحکم الضرورات تبیح المحذورات، جاکر خدیجہ سے مشورہ کرو، دیکھیں اس کی کیا
رائے ہے۔

روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ملکۂ عرب تھی، حسن و جمال، لطف و
کمال اور کثرت ملک و مال میں بے نظیر تھی، دنیا کی تمام عورتوں سے ممتاز، اطراف و اکناف
کے اشراف ملوک اس کے خطبہ کی طرف راغب اور اس کی دولت وصال کے خواہشمند تھے
لیکن وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی، اپنے پہلے خاوند کی وفات کے بعد عبادتِ الٰہی اور
توریت اور دوسری آسمانی کتابوں کی تلاوت میں مصروف رہتی تھی، انہی دنوں اس نے
ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند آسمان سے اتر آیا ہے اور اس کی آغوش میں آگیا ہے اس
چاند کی روشنی اس کی بغلوں سے نکل رہی ہے جس سے دنیا روشن ہوگئی ہے، جب بیدار
ہوئی اپنے خواب کی تعبیر کے لیے ایک قاصد بحیرا کے پاس بھیجا، بحیرا نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے
کہ پیغمبر آخرالزماں پیدا ہوچکے ہیں، تجھے نکاح میں لائیں گے، تیرے ساتھ وصال کے ایام اور
اتصال کے وقت ان پر وحی اترے گی دنیا اس کی ملت کے فروغ سے نورانی ہوجائے گی۔
عورتوں میں سے سب سے پہلے تو ان پر ایمان لائے گی، وہ پیغمبر قریشی بنی ہاشم سے تیرے
اقارب میں سے ہوگا، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خدا کا شکر ادا کیا اور لامتناہی
رحمت کے ظہور کی منتظر رہتی تھی، اچانک عاتکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے مشورہ
کے لیے اس کے گھر آئی، اس کی تشریف آوری کو بڑی خوش قسمتی سمجھا، مخلصین کی مانند اس
کی عزت و احترام کے لیے اٹھی اور اس کی مہمانداری کے لیے کمربستہ ہوئی اور ضیافت میں
کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ کیا، کیونکہ وہ عبدالمطلب کے سلسلہ، سیدہ عرب بنی غالب اور
حضرت ابوطالب کی ہمشیرہ تھی، عاتکہ ہر لحظہ صورت حال بیان کرنا چاہتی تھی، لیکن اس
آقائے دوجہاں پر اجیر کے نام کے استعمال کی شرمساری سے شرم و حیا کے پسینہ میں غرق تھی

جاتی تھی اور پھر خاموش ہو جاتی، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اے سیدۂ عرب کیا حکم ہے؟ اور تشریف آوری کا مقصد کیا ہے۔ اپنی خواہش سے ہمیں آگاہ کیجئے اور ہماری طرف سے خدمتگاری کو قبول کرتے ہوئے ہم پر احسان کیجئے، عاتکہ نے کہا، آپ نے یقیناً سن رکھا ہوگا کہ میرے بھائی عبداللہ کا ایک فرزند ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میرا والد اپنی زندگی میں اس کی تربیت اور پرورش کیا کرتا تھا، وفات کے وقت اس کے متعلق بہت سی وصیتیں کیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب جوان ہو چکے ہیں اور وقت آ چکا ہے کہ اس نیکو فال اختر اور آسمان حسن و جمال کے مشتری کو، زہرہ مثال زہرہ کے ساتھ اتصال حاصل کرے لیکن فقر و بدحالی کی وجہ سے جو میرے بھائی ابو طالب کو لاحق ہے اس مقصد کو پورا نہیں ہونے دیتا سنا گیا ہے کہ ملکہ کا ایک کارواں روانہ ہوگا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد بھی اگر کوئی کام کر دیا جائے تو بنو ہاشم ممنون احسان ہوں گے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کلمات سے خواب کے سچا ہونے کی خوشبو محسوس کی، اس کا گلنارِ باطن، نسیمِ امید سے کھل اٹھا اور اس کے دل کا چراغ، آتشِ شوق سے نورانی ہو گیا۔ نظم

چو یابد ناگہاں چوں ناشد آنخال   چو یابد ناگہاں چوں ناشد آنخال

چو بیمارے کہ درمان باز یابد   چہ درماں مردۂ جاں باز یابد

بیت

آنکہ من سرِ دامنش آمد بپائے خود رواں   اینت شادی اینت فرصت اینت بختِ نوجواں

اس نے کہا، اے سیدۂ قریش! مَیں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سنے ہیں، رعایت، امانت، حفظِ دیانت، طبیعت کی پاکیزگی، حسنِ اخلاق، کمال حسب اور اس کے ادب و نسب کے جمال کو مَیں نے معلوم کیا ہے جو کچھ مَیں اس جیسے شخص کو دیتی ہوں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے دوگنا دوں گی، اور ان کی خدمتگاری کو اپنے اوپر احسان سمجھوں گی لیکن کارواں کی نگرانی اور لٹیروں سے اموال کی محافظت بڑا مشکل اور دشوار کام ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاس لائیے، تاکہ ان کے طور طریقہ کو دیکھوں تاکہ معلوم کر دوں کہ اس اہم کام کے لائق ہیں یا نہیں، عاتکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لانے کے لیے گھر آئی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بے مثل محبوب کی خاطر اپنے گھر کو آراستہ کیا، غسل

کیا اور اپنے ظاہر و باطن کو ظاہر و باطنی خوبصورتی سے آراستہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے انتظار میں مسند جلال پر بیٹھی اور باریک پردہ مسند کے سامنے لٹکا دیا۔ توریت سامنے رکھ کر پیغمبر آخر الزماں کی صفات و نشانات کا مطالعہ کرنے لگی، دیدۂ امید سے گوہر آبدار گراتی تھی، اپنے خدام اور پہرہ داروں سے کہا جب محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم آئیں اور مجلس کو زیب جمال اور زیور کمال سے آراستہ کریں آپ کو صدر گاہ میں جو ارباب جاہ و جلال کی مسند ہے پر بٹھائیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عاتکہ کے ساتھ تشریف لائے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے شایان شان تعظیم و توقیر بجا لائی اور ہر ایک کو عزت و وقار کی جگہ پر بٹھایا، پھر توریت کو دیکھا جو کچھ کتاب میں دیکھتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے مطابق مشاہدہ کرتی تھی، کبھی آپ کے چاند کی مانند رخ انور کا مطالعہ کرتی کبھی گیسوئے سیاہ کا بیان پڑھتی اور کبھی آپ کے چہرہ کے نور کو والضحیٰ کی تفسیر جانتی، کبھی ان کی سیاہ رنگت سے واللیل اذا سجیٰ کی تعبیر بیان کرتی، کبھی کمان کی مانند آپ کے دو آبروؤں کے طاق سے قاب قوسین کا بیان دیکھتی اور کبھی آپ کی دلفریب آنکھوں کے غزوں سے مازاغ البصر کا مشاہدہ کرتی اور کبھی آپ کے یاقوت گوہر بار میں موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مشاہدہ کرتی اور کبھی احیائے مسیحا ان کے تنفس سے معائنہ کرتی، دریائے کوثر، آپ کے اسرار گفتگو کے دریا کا ایک چھینٹا تھا اور درخت طوبیٰ آپ کے دلستاں قد کے نخلستان کا ایک پودا دکھائی دیتا تھا۔ نظم.

سورۂ واللیل دیدم وصف گیسوئے شماست	والضحیٰ خواندم سراسر نسخہ روئے شماست
پایہ پایہ تابسوئے قاب قوسین آمدم	چوں نظر کردم صفات طاق ابروئے شماست
دیدہ ام بسیار در تفسیر مازاغ البصر	شرح چشم مست شور انگیز جادوئے شماست
حرف حرف سورۂ یوسف فرد خواندم شبے	ذرۂ از آفتاب حسن دلجوئے شماست
بانگ طبتم فادخلوھا خلدین اندر جناں	چوں بگوش جاں شنیدم از کوئے شماست
آں روایتہا کہ میگویند از خلق عظیم	دفتر اخلاق خواندم سربسر خوئے شماست

خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سابقہ کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات پڑھی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ ذات میں بغیر کسی کمی کے ایک ایک مشاہدہ کیں

اس نے اپنے جی میں کہا، تیرے خواب کی تعبیر درست نکلی، خورشید کمال تیرے ماہ جمال کا ساتھی ہوگیا لیکن ابھی یہ راز پوشیدہ رکھنا چاہیئے، صفحہ جان پر نقش انتظار ڈالنا چاہیئے۔ لامحالہ اجرت مقرر کر دی اور عاتکہ پورے اطمینان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر لے گئی، وہ لباس جو راستہ میں مفید ہو سکے پہنا دیا اور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھیج دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آتش سے شمع کی مانند دل گداز تھے، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لذتِ وصال اور اتصال کی نشاط سے خوش وضع اور نازاں، اس ایک کے لیے دل شگفتگی اور اس دوسرے کے لیے دل بستگی، اس کا دل مزدوری کی شرمندگی سے زخمی اور اس کا دل انجام کار کے ملاحظہ سے خوش و خرم، گنہگاروں کے نالہ و فریاد کے ذوق کو خدا جانتا ہے، نالۂ یوسف کی لذت کو زلیخا جانتی ہے، پروانہ جانتا ہے کہ پر و بال حجازی کو شمع کے شعلوں میں جلانا اگرچہ ناز ہے لیکن اس شمع کے مشاہدہ میں وہ بھی شیریں و شکر ریز ہے، دیوانہ جانتا ہے کہ سلسلۂ زنجیر میں گردن کو اسیر کرنا اگرچہ قید ہے لیکن یہ قید کس قدر دل آویز اور طرب انگیز ہے۔ بیت

گر دولت بشکست دلبر مستی افزون کن کمال — کز شکست جام مجنوں قصہ لیلیٰ درست

القصہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام میسرہ نامی تھا، خدیجہ کا تمام مال اسی کے تصرف میں تھا، اسے بلایا اور فاخرہ لباس اس کے سپرد کیے اور ایک اونٹ کو مہار اور شاہانہ ساز و سامان سے تیار کر کے اسے بلایا اور میسرہ سے کہا مکّہ سے باہر نکلتے وقت اونٹ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دے۔ جب لوگوں میں سے باہر نکل جائے یہ فاخرہ لباس ان کو پہنا دینا اور انہیں اس آراستہ اونٹ پر بٹھا دو، اونٹ کی مہار خود پکڑ لو۔ اپنے آپ کو ہر جگہ اس کا غلام اور خدمتگار تصور کرو اور انہیں اپنا امیر سمجھو۔ خرید و فروخت اور لینے دینے میں ان سے مشورہ کیے بغیر کسی چیز میں تصرف نہ کرنا، انہیں حتی الامکان تکالیف سے محفوظ رکھنا اور جلد از جلد صحیح سلامت ہم تک پہنچاؤ۔ تاکہ سادات قریش بنی ہاشم کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔ اگر تم نے ہمارے فرمان کے مطابق عمل کیا تو تجھے آزاد کر دوں گی، اور دنیاوی مال و متاع سے تیری خواہش کے مطابق تجھے خوش کر دوں گی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے میں یعنی کس حیثیت سے بھیجا روایات مختلف ہیں بعض کہتے ہیں

اجیر تھے اور بعض کہتے ہیں شراکت کے طور پر بھیجے تھے، واللہ اعلم۔

جب کارواں روانہ ہوا اور تمام لوگ جمع ہو گئے، بعض لوگ مزدوروں کو الوداع کہنے کے لیے جمع ہوئے، پچچے، چچیاں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و رشتہ دار جو سرداراں قریش اور سادات بنی ہاشم تھے، آقائے بر دوسرا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و غمخواری کیلئے باہر آئے تھے، عاتکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدمت گذاروں کے لباس میں دیکھا کہ اونٹ کی مہار کندھے پر رکھے چودھویں رات کے چاند پر غبار پڑا ہوا ہے

کالدر فی الصدف والخمر فی الخزف   والنور فی الظلم والحور فی الشمل

عاتکہ بے طاقت ہو گئی اور خون کے آنسو رونے لگے خط کی مانند سر پہ خاک ڈالی اور کہا،

یا عبد المطلباہ یا جعفر بیر زمزماہ و یا عبد اللہ ، خاک قبر سے سر اٹھاؤ، اور حضرت باری کے اس عزیز کو خدمتگاری کا لباس پہنے ہوئے دیکھو، حضرت ابو طالب اس حال کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے دوسرے عزیز و اقارب بھی مدہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بغل میں لیا آنسوؤں کے موتی لوگوں کے سامنے چہروں پر مسلسل گراتے اور سینۂ سوزاں سے آہیں بھرتے اور کہا دوستو! مجھے بھول نہ جانا اور میری مسافری اور بیقراری کو یاد کرنا، مثنوی:۔

الا اے رفیقاں کہ با یکد گر   نشینید اندر وطن مستقر
چو رو سوئے بزم مراد آورید   زحال غریباں بیاد آورید

تمام عزیز و اقارب اس قدر روئے کہ عالم افلاک کے صوامع نشین اور قدوسیاں حضرت پاک ان کی موافقت میں رونے لگے، انہوں نے کہا، خداوندا! یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی شان میں لولاک ہے اور نیلگوں افلاک اس کا ایوان ہے، خداوندا! یہ وہی ہیں لعمرک جن کا تاج اور لباس تقویٰ ان کا دیباج ہے، سبحان الذی اسریٰ اس کے معراج کی صفت ہے، خطاب ہوا، فرشتو! یہ وہی یار ہے لیکن تمہیں ہماری عشق بازی کے اسرار معلوم کرنے سے کیا کام؟ بیت:۔

درمیان عاشق و معشوق کارے رفت رفت   تو نہ معشوقی نہ عاشق مر ترا با ایں چہ کار

جب لوگ واپس آگئے میسرہ نے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان کے مطابق خواجہ شب معراج صلی اللہ علیہ وسلم کو تاج اور دیباج سے آراستہ کیا اور آراستہ اونٹ پر بٹھا دیا اور اونٹ کی مہار اپنے کندھے پر رکھی، ابوجہل، عتبہ اور شیبہ اس کارواں میں تھے، میسرہ سے کہا اس یتیم کو پرانے کپڑے پہنا اور دشوار کام کرنے کا حکم دے تاکہ محنت کا عادی ہو جائے اور محنت و مشقت میں اس کو آرام ملے، میسرہ نے کہا میں تمہارا غلام نہیں ہوں، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غلام ہوں اسی کا حکم اور اسی کا فرمان ہے جو مال میرے پاس ہے اسی کا ہے اور وہ جان جو میرے جسم میں ہے اس کے آستاں پہ قربان ہے۔

نقل ہے کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک رشتہ دار خزیم ابن حکیم سلمی تھا اسے بھی اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمت میں بھیجا، خزیمہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی اور آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دوست رکھتا تھا اس سفر میں ایک لمحہ کے لیے بھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی خلاف عادت چیزیں مشاہدہ کرتا تھا اور ہر خرق عادت سے اس کی محبت بڑھتی تھی، چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو اونٹ راستہ میں درماندہ ہو گئے اور سفر کرنے سے عاجز آگئے، میسرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اونٹوں کے منہ پر رکھے اور ان کے لیے دعا فرمائی اسی وقت وہ اونٹ چلنے لگے اور کارواں سے آگے آگے رہتے تھے خزیمہ اور میسرہ کو اس حال سے تعجب ہوا اس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سمجھے، آپس میں ایک دوسرے کو کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظیم ہے، جب بصرہ اور شام کی سرحد پر پہنچے، بحیرا کے صومعہ کے پاس اترے، بحیرا دار فنا سے دار بقا کو کوچ کر گیا تھا اور نسطور اور ایک روایت کے مطابق نسطورا جو عیسائیوں کے عبادت گذاروں میں سے سربرآوردہ تھا اور اس صومعہ میں بحیرا کا قائم مقام تھا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس درخت کے نیچے بیٹھے جو خشک ہو چکا تھا وہ فی الفور سبز و شاداب ہو گیا، اور پھل لے آیا، اس درخت کا گردو نواح تمام سرسبز اور مرغزار ہو گیا، نسطورا نے جب صومعہ کے چھت سے یہ حال مشاہدہ کیا، بدحال ہو گیا، صومعہ کی چھت سے نیچے اترا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوُا اور کہا، لات و منات کی قسم بتایئے آپ کا نام کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ثکلتک امک، تیری ماں بے فرزند ہو جائے مجھ سے دُور ہو جاؤ، عربوں کی گفتگو میں سب سے گراں مجھ پر یہی بات ہے، نسطورا کے ہاتھ میں ایک لکھا ہوُا صحیفہ تھا، اسے دیکھتا تھا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک کو دیکھتا تھا، جب کچھ مدت احتیاط سے دیکھ لیا، کہا مجھے اس خدا کی قسم! جس نے انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجی یہ وہی ہے، خزیمہ نے راہب سے یہ حال مشاہدہ کیا تو وہ سمجھا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ آپ کے متعلق کوئی مکر کرے اس نے تلوار کھینچ لی اور پکارا اے آلِ غالب! پس قریش جو کارواں میں موجود تھے اس طرف متوجہ ہو گئے، انہوں نے پوچھا، اے خزیمہ! کس چیز نے تجھے رعب اور خوف میں ڈال دیا ہے، خزیمہ نے راہب کی شکایت کی، تمام ساتھی خزیمہ کے ساتھ راہب کی طرف متوجہ ہوئے، راہب ڈر کر صومعہ میں آگیا اور دروازے کو بند کر لیا، اور چھت پر چڑھا اور پکار کر کہا مجھ سے کیوں ڈرتے ہو، خدا کی قسم میرے نزدیک کوئی قافلہ اس جگہ تم سے زیادہ پیارا نہیں اترا، اور مَیں اس صحیفہ میں اسی طرح لکھا ہوُا دیکھتا ہوں کہ جس شخص نے اس درخت کے نیچے قیام کیا ہے، خدا کا رسول اور خاتم الانبیاء ہے۔ جو شخص اس کی فرمانبرداری کرے گا نجات پائے گا جو شخص اس کی مخالفت کرے گا ہلاک ہو جائے گا، پھر خزیمہ سے پوچھا تجھے اس سے کس قسم کی نسبت ہے اس نے کہا مَیں اس کا خدمتگار ہوں، اونٹوں کا عاجز رہ جانا اور آپ کے چھونے کی برکت سے قوت حاصل کرنا اسے بتایا۔ راہب نے کہا میں تیرے سپرد ایک راز کرتا ہوں مجھے توقع ہے کہ تم اسے پوشیدہ رکھو گے، خزیمہ نے کہا مجھے قبول ہے، نسطورا نے کہا اس صحیفہ میں لکھا ہوُا ہے کہ یہ شخص تمام بلاد پر قبضہ حاصل کرے گا اور تمام لوگوں پر فتحمند ہو گا اور کوئی شخص اس کی بزرگی کی انتہا کو نہیں جانتا، اے خزیمہ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کے دشمن بہت ہیں اس کے اکثر و بیشتر دشمن یہودی ہیں ان کے پاس بزرگوار کو لے جانے سے پرہیز کرو، جب خزیمہ نے یہ باتیں راہب سے سنیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ مَیں چند صفات آپ میں مشاہدہ کرتا ہوں جو دوسروں میں نہیں ہیں میرا خیال ہے کہ جو پیغمبر تہامہ سے مبعوث ہو گا وہ آپ ہیں مَیں لوگوں کو آپ سے عجیب محبت کرتے

ہوئے پاتا ہوں، مَیں بھی آپ کے دوست کو دوست رکھتا ہوں اور آپ کے دشمن کو دشمن سمجھتا ہوں، آپ کی تصدیق کرنے والا اور آپ کا مددگار ہوں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مَیں اب اپنے شہروں کو جاتا ہوں جب آپ کا معاملہ ظاہر ہوگا تو حاضر ہوں گا، وہ فتح مکہ کے بعد آیا اور مسلمان ہوگیا، پھر نسطورا راہب نے میسرہ کو بلایا، وہ اسے پہچانتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض نشانات اس سے پوچھے اور ایک ایک سوال کا اس سے جواب سنا۔ پھر میسرہ نے پرندوں کا آپ کے سر مبارک پر سایہ کرنا، آپ کے قدم مبارک کے نیچے سے پانی کا جوش مارنا، آپ کے دست مبارک کی برکت سے طعام میں برکت ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین مبین سے نورِ یقین کا ظاہر ہونا نسطورا سے بیان کیا، شیخ نے کہا بڑی مدت سے اس سبک رفتار، صاحبِ خیر صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں مَیں یہاں وقت گذار رہا ہوں اور مبسوط کتابوں کے اوراق سے قنطرۃ الی میسرہ لکھا ہوں پڑھتا ہوں، دولت لم یزلی کی مدد سے اس محبوب لم یزلی کی خدمت میں پہنچا ہوں جو کچھ میں نے سنا تھا کما حقہٗ دیکھا۔

بعد الحمد کہ دیدہ برخش کردم باز   تا بخاک قدمش سر نہم آرزوئے نیاز

اب تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اس سے جُدا نہ ہونا اور اس سفر میں اس کے ساتھ رہنا اور شام مت جانا کیونکہ وہاں اس صبح شریعت کے منکر ہیں اور اس کی ملت کے انوار کو حسد کی بیماری کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے۔ پھر اس نے قسم کھا کر کہا کہ یہ شخص پیغمبر آخر الزماں اور خاتم انبیاء مرسلین علیہم السلام ہے، کاش کہ ان کے زمانہ بعثت کے آغاز کے وقت میں زندہ ہوتا تاکہ ملتِ اسلامیہ میں اس کی اتباع کرتا۔

القصہ میسرہ اور خزیمہ نے یوں مصلحت دیکھی کہ اپنے سامان کو بصرہ میں فروخت کر دیں اور شام کی روانگی کو موقوف کر دیں۔ چنانچہ اپنے سامان کو اعلیٰ قیمت پر بصرہ میں فروخت کیا اور مکہ کی طرف رجوع کیا۔

نقل ہے کہ اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی سے معاملہ کرتے تھے، اس معاملہ میں مباحثہ شروع ہوگیا، یہودی نے کہا تجھے لات و عزیٰ کی قسم دیتا ہوں تاکہ تیری صداقت معلوم ہو جائے۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَیں لات و عزیٰ کی قسم ہرگز نہیں کھاؤں گا کیونکہ ان

سے زیادہ کسی چیز کو مَیں دشمن نہیں سمجھتا جب میں ان کے پاس سے گذرتا ہوں تو اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہوں اس نے کہا بات تمہاری ہی ٹھیک ہے شاید تم اہلِ حرم سے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، اس کے بعد اس شخص نے میسرہ سے تنہائی میں کہا، اے میسرہ! یہ تیرا ساتھی خدا کی قسم پیغمبر موعود ہے، ہر موجود کا شرف خزانۂ جود کا گوہر، مقصودِ آفرینش اور اہلِ بینش کا اصل مقصود ہے یہی ہے، نظم :-

اوست مختارِ خدا و چرخ دار و اح و حواس | زاں گر فتند از وجودش منتے بے منتہا

ہشت خلد و ہفت چرخ و شش جہت و پنج حس | چار ارکان و سہ ارواح و دو کون از یک غذا

حاصل کلام جب مہم تجارت حسبِ منشا مکمل ہوگئی، بصرہ سے مراجعت کی منزلوں پر منزلیں طے کرتے رہے، میسرہ راہب اور دوسرے لوگوں کی باتیں سننے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو زیادہ سے زیادہ توجہ سے دیکھتا رہا، جب لُو گرم ہو جاتی وہ دیکھتا کہ دو فرشتے پرندوں کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سایہ کرتے اور جب بحر الظیران پر پہنچے، امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ وہ بھی اس سفر میں کارواں کے ساتھ تھے میسرہ سے کہا خوش خبری کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سوار کر کے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس روانہ کر دے میسرہ نے قبول کیا بہت خوبصورت اونٹ عمدہ سامان اور دیبا کی چادروں سے آراستہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ اونٹ کو ان فاخرہ کپڑوں سے آراستہ کرنے کا کیا سبب ہے، میسرہ نے کہا ملکہ کی عادت ہے کہ ہر وہ اونٹ جو اس کو خوشخبری سنائے اس اونٹ کو اسی شخص کو بخش دیتی ہے، مَیں چاہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے، کیونکہ اس سفر میں آپ کی برکت سے ہمیں بہت منافع حاصل ہوا ہے، ابوجہل نے کہا، اے میسرہ وہ ابھی خرد سالی ہے اور سفر نہیں کیا اور گھر سے باہر نہیں نکلا ممکن ہے راستہ بھول جائے، کسی دوسرے شخص کو بھیج، میسرہ نے کہا ہاں اگرچہ وہ طفل ہے لیکن تمام جہان اس کا طفیلی ہے اگرچہ وہ تنہا جانے والا ہے مگر تمام موجودات اس کے حشم و خیل ہیں، القصہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو روانہ کر دیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ فاصلہ طے کر لیا آپ کی پُر خمار آنکھوں پر نیند نے غلبہ کیا اور اونٹ پر تھوڑی دیر کے لیے سو گئے، اونٹ راستہ سے ہٹ گیا اور بعض روایات میں

مثل تفسیر تیسیر وغیرہ میں آیا ہے کہ شیطان آیا، آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تھے اور رات تاریک اونٹ کی مہار کو پکڑا اور راستہ سے پھیر دیا، حق تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا انہوں نے اپنا قدم اس کے سر پہ مارا، اور اسے حبشہ کی سرزمین میں ڈال دیا پھر جبرائیل علیہ السلام کو مکہ پہنچایا میرے حبیب کے اونٹ کی مہار پکڑ لے اور سیدھے راستہ پر لے آ، اور تین روزہ راہ کو ایک لحظہ میں طے کر دے، قال اللہ تعالیٰ ووجدك ضالا فهدىٰ؛ اور حدیث شریف میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سالتُ اللہ تعالےٰ شیئًا ووددت ان لا اسأل؛ یعنی حق تعالیٰ سے ایک چیز پوچھی اور جواب سننے کے بعد میں چاہتا تھا کہ کاش میں سوال نہ کرتا، قلتُ الٰھی کلمت موسیٰ تکلیماً واعطیت سلیمان مُلکا عظیما فا یش اعطیتنی بمقابلتہا؛ خداوندا! موسیٰ علیہ السلام پر اس سے بات کر کے تو نے احسان کیا، اور سلیمان علیہ السلام کو تو نے ملک عظیم عطا کیا، اس کے مقابلہ میں مجھے کیا چیز عطا فرمائی حق تعالےٰ سے جواب آیا یتیم لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہوتے ہیں اور کوئی شخص ان کی دیکھ بھال اور پرورش نہیں کرتا، تو عبداللہ سے تنہا اور یتیم رہ گیا، تجھے میں نے عزیز کیا اور تیری شفقت و محبت عبدالمطلب اور ابوطالب کے دل میں پیدا کی یہاں تک کہ انہوں نے اپنے مال وجان کو تجھ سے دریغ نہیں کیا اور تیری رفاقت اور محافظت پر کمربستہ ہوئے۔ قال اللہ تعالیٰ الم یجدك یتیماً فاویٰ اور شام سے آتے وقت تیرا اونٹ راستہ سے ہٹ گیا تھا ہم نے جبرائیل علیہ السلام کو جن کیلئے پیغمبران مرسل وحی و نبوت آنے کے بعد ان کے دیدار کی تمنا کرتے ہیں، نبوت سے پہلے خدمتگاروں کی طرح تیرے اونٹ کی مہار اسے پکڑوا دی، ووجدک ضالا فھدی، تو فقیر تھا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال سے تجھ کو میں نے تونگر کر دیا، ووجدك عائلا فاغنیٰ، القصہ جب فرشتوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین کو لپیٹ دیا تین روزہ راہ کو آپ نے ایک لحظہ میں طے کر لیا، نفیسہ بنت منیہ روایت کرتی ہیں کہ جب کاروان کے پہنچنے کا وقت قریب آگیا تھا، خدیجہ ہر روز، عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ بالاخانے پر بیٹھ جاتی اور منتظر رہتی راوی لکھتا ہے کہ اس روز میں خدیجہ کے پاس تھی کہ اچانک، ایک شتر سوار دور سے دکھائی دیا، ایسے اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا جو برق پر سبقت لے جاتا اور براق کا ہمعنان تھا، ہوا سخت گرم تھی

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے سر پہ دو پرندے جن کا ذکر عنقریب گذر چکا ہے اور ایک روایت میں سفید بادل فضا میں راحت افزا سایہ ڈالے ہوئے تھا اور خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سائبان تانے ہوئے تھا، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے مشاہدہ سے سرخ رو ہو گئیں اور اس کارشتہ جان آتش شوق سے بھڑک اٹھا، لیکن عورتوں سے پوچھا کہ اس گرم وقت میں یہ آنے والا کون ہو سکتا ہے، نظم:-

این کیست این این کیست این از دو پیدا آمدہ — این نور الٰہی ست این از حق تعالےٰ آمدہ

این لطف و رحمت را نگر وین بخت و دولت را ببیں — در خانۂ بداختراں خورشید سیما آمدہ

خادماؤں نے کہا اے ملکہ! یہ سوار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند معلوم ہوتا ہے، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تنہا اس جگہ کیا کرتا ہے، جانتی تو تھی مگر تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے خود کو اس سے دور رکھ رہی تھی، اس وقت عورتوں نے کہا، اے سیدۂ عرب کستوری کو اس کی خوشبو کی غمازی کو چھپانا محالات میں سے ہے اور محبت کو آنسوؤں اور چہرہ کے رنگ کی تبدیلی کے باوجود ایک دشوار کام ہے، بیت:-

آشفتہ را گواہ نباشد معاشقی — رنگ رخش دور ببیں و بدانکہ ہست

وہ آنے والا محمد امین صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کی دلیل ملکہ کے بشرہ میں رنگین رخسارہ ہے، کہتے ہیں کہ جب خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور خوارق عادات مثل فرشتوں کی سائبانی، اس جنگل میں اونٹ کا برقِ خاطف کی مانند تیز چلنا، نورِ جبیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین کا لپٹا جانا مشاہدہ کیا، ایک ایک سے اپنے ساتھ عورتوں کو آگاہ کرتی تھی یہاں تک کہ وہ خوارق دیکھیں اور تعجب کرتی تھیں، یہاں تک کہ ایک ساعت میں خدیجہ کے دروازہ پر آپ نے نزول فرمایا، خادمہ نے فی الفور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آگاہ کیا اور آپ کے قدوم میمنت لزوم کی بشارت دی، جب خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے، دعا و سلام کے بعد میسرہ کا خط ملکۂ عرب کو دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ اس سفر میں بہت سا منافع حاصل ہوا اور توقع سے کہیں زیادہ نفع ہوا اور یہ سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کی برکت

سے ہوا، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس اونٹ کو مع سامان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیا اور اس نے مکتوب کا جواب فی الفور لکھا اور اسی وقت خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بھیج دیا، اسی روز سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم واپس کارواں میں پہنچ گئے، ابوجہل نے جب دور سے دیکھا خوشی کا اظہار کیا اور کہا اے میسرہ تو نے میری بات نہ سنی اور موقع ضائع کر دیا، یہ رہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم راستہ بھٹک گیا ہے اور پھر کارواں کی طرف چلا آرہا ہے، ابوبکر اور میسرہ اس سے اندوہگیں ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے اور خط کا جواب لائے، میسرہ نے ابوجہل سے کہا معلوم ہوا کہ تو گم کردہ راہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم راہ راست پر ثابت قدم ابوجہل نے شرمندگی سے کہا، مجھے اس خط پر کوئی اعتماد نہیں ہے کیونکہ کئی دنوں کا راستہ ایک دن میں طے کرنا محال ہے، میں اپنے غلام کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ جا کر خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتائے، اس کا غلام کئی دنوں کے بعد حضرت خدیجہ کے پاس پہنچا اور بشارت دی اور انعام طلب کیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا مجھے فریب مت دو، چند روز ہوئے محمد امین صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس خبر لے آئے تھے، چند روز کے بعد کارواں صحیح وسلامت مکہ میں پہنچا اور بادل کے سائبان یا ان دو فرشتوں کے ساتھ جیسا کہ دونوں راویوں میں اختلاف ہے، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اطلاع دی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خوارق عادات سے جو انہوں نے مشاہدہ کیا تھا حضرت خدیجہ سے بیان کیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ میسرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سے پہلے نہیں بھیجا تھا بلکہ ہمراہ آرہے تھے حضرت خدیجہ بالاخانے پر بیٹھی ہوئی تھیں کہ دور سے اونٹ سواروں کی ایک جماعت دکھائی دی، ان کے درمیان تختِ رسالت کے بادشاہ اور تختِ جلالت کی دلیل صلی اللہ علیہ وسلم سپاہ میں شاہ اور ستاروں میں چاند کی مانند دکھائی دیتے تھے دو پرندے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سایہ فگن تھے، اور آپ کی پیشانی کا نور خورشید کی شعاعوں پر سبقت لے جا رہا تھا۔ بیت :-

اے بردہ ز آفتاب بوجہ حُسن سبق — قرص قمر بمعجز انگشت کردہ شق

ساتھی عورتوں کو انہیں دکھایا اور امر غریب کے دیکھنے سے تعجب کرتی تھی ابھی حضرت خدیجہ

کومعلوم نہیں تھا کہ وہ کاروان ہدایت کا قافلہ سالار اور میدانِ عنایت کا سپہ سالار ہے اس کے دل میں خیال گذرتا تھا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ مسافر اس گرم ہوا میں بیابان سے نکل کر ہماری اس منزل میں ٹھہریں اور ان کی مہمانی اور حق گذاری کا شرف حاصل کروں، کچھ دیر بعد میسرہ اس سر دفتر اجر و فلاح کی خدمت میں پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے جو دلائل اس نے سفر میں معلوم کیے تھے اور کشادگی کے شواہد اور حسن خلق اس نے اس سفر میں معلوم کیے تھے، ایک ایک کو ملکۂ عرب سے بیان کیا، حضرت خدیجہ نے اس کے سر پر دو پرندوں کے سایہ ڈالنے کے متعلق سوال کیا، اس نے کہا آپ کی بارگاہ عالی سے مفارقت کے وقت سے اب نزول کے وقت اسی طرح رہا اور اس قسم کے عجیب و غریب بہت سے واقعات ظہور پذیر ہوئے پھر اس کے بعد سید مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہر قسم کا سامان جو دوگنا چوگنا حاصل ہوا تھا پیش کیا اور نسطورا راہب کی باتیں اور وصیتیں بیان کیں، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جس چیز کا گمان تھا وہ علم الیقین سے واضح ہوگئی اور خدیجہ نے اس کے اظہار سے میسرہ کو منع کر دیا اور کہتے ہیں کہ میسرہ کو دس ہزار درہم اس وعدہ پر دیئے کہ وہ اس حقیقت کو مخفی رکھنے کی کوشش کرے گا، کہتے ہیں کہ اس کا مبالغہ اس وجہ سے تھا کہ ایسا نہ ہو کہ دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے اور بعض کہتے ہیں کہ اس وجہ سے تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل و کمال اور حسن و جمال زیورِ نبوت و فتوت سے آراستہ و پیراستہ دیکھیں گے، اکابرین قریش اسے اپنا داماد بنا لیں گے، اس کی نیت یہ تھی کہ شہبازِ نبوت اس کے آشیانۂ دل میں ٹھہرے اور دولتِ رسالت کا مبارک پر و بال ہمارِ صرف اس پر سایہ ڈالے، اس کے خلوصِ نیت کی برکت تھی، کہ ہزاروں خواہشمندوں میں سے وہ اپنی مراد و مقصد کو پہنچی وہ کہتی تھی، نظم

رسید خدمت آں شاہ دلنواز بمن | فتاد سایۂ آں سرو سرفراز بمن
ہمائے قدس کہ بود یم سایہ پرور او | ہزار شکر کہ افگند سایہ باز بمن
مرا کہ سایۂ جاہست فوق نہ طارم | ز خدمت تو رسید ست اہتزاز بمن

نقل ہے کہ میسرہ نے شام سے مکہ میں تجارت کی غرض سے جو سامان خریدا تھا وہ حسب دلخواہ فروخت ہوگیا، جب اس کا انہوں نے حساب کیا دوسرے سے کئی گنا زیادہ نفع اس مبارک

سفر سے حاصل ہوا، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے سمجھتی تھی، لامحالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے دل میں راسخ ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناکحت کی رغبت کی ۔

عقدِ ازدواج خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نفیسہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت خدیجہ اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے زیادہ عقلمند تھیں، وفورِ دیانت، کمال دانش اور درست فہم، ذہن رسا، کمال حزم اور شرفِ حسب ونسب کے ساتھ بے پناہ دولت کی وجہ سے اکثر سردارانِ قریش اس سے نکاح کرنے پر آمادہ تھے، بہت زیادہ سامان اور بے شمار نقدی اس کے سامنے پیش کرتے تھے وہ عرب کے کسی بھی متمول اور بزرگ سے شادی پر راضی نہیں ہوتی تھیں، جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات وحالات میں تامل کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی خواہش نے اس کے دل پر غلبہ کیا، اس کے بعد نفیسہ بنت منیہ کو جو نہایت زیرک اور دانا عورت تھی، اپنے ما فی الضمیر سے آگاہ کیا، نفیسہ اس ملاپ کا عہد کر کے رسالت مآب کی خدمت میں آئی تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلسلۂ نکاح کے مستحکم کرنے پر آمادہ کرے، اس نے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم گھر بار آباد کرنے میں آپ کو کیا چیز مانع ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اس کام کے انتظامات نہیں کر سکتا اور نہ یہ بوجھ اٹھا سکتا ہوں، نفیسہ نے کہا میں کہتی ہوں کہ اگر ایسی عورت مل جائے جو حسن وجمال کے ساتھ مال ودولت بھی رکھتی ہو جو آپ کے گھریلو اخراجات کی کفالت کرے تو کیا آپ اسے پسند کریں گے ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوچنے لگے کہ یہ کون شخص ہو سکتا ہے، جو اس قسم کا تخم سعادت واقبال، فضل وکرم کی کھیتی میں ڈالے پھر سوال فرمایا کہ وہ کون عورت ہے، میں نے کہا خدیجہ بنت خویلد، آپ نے پوچھا کونسا وسیلہ اختیار کروں کہ اس کے مراد کے دامن کو پکڑ سکوں، میں نے کہا کہ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں اس کام کی رغبت دلاؤں۔ میں اسی وقت گئی اور اسے یہ بشارت عظمیٰ پہنچائی اور ان کے درمیان سلسلۂ محبت کو مستحکم کیا پھر

خدیجہ نے مبارک گھڑی مقرر کی، اور عمرو بن اسد اور ورقہ بن نوفل بن اسد جو اس کے چچا اور بھتیجا تھے کو طلب کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ فلاں وقت جن رشتہ داروں کو ساتھ لانا چاہئیں لے کر تشریف لائیں اور بے تکلف قدم رنجہ فرمائیں، اس وقت حضرت ابوطالب اور ان کے بھائی اندوہگیں ہو گئے کیونکہ ان کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسے کپڑے نہیں تھے جو نوشاہ کے لیے موزوں ہوں، ایسا لباس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان ہو دستیاب نہیں ہو رہا تھا، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی فکر میں تھے کہ اچانک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے مشرف ہوئے، عرض کیا، اے برگزیدۂ عالم اولادِ آدم علیہ السلام میں آپ کی جبیں مبارک میں ملال کا اثر مشاہدہ کرتا ہوں، اس کا سبب کیا ہے اگر کسی کام کی وجہ سے ہے جس کی تدبیر ہم کر سکتے ہیں جان و دل سے حاضر ہیں اور اگر جسمانی خدمت سے وہ کام بن سکتا ہے تو ہمارا جسم آپ کے لیے حاضر ہے اور جان سے اس کی تکمیل ہوتی ہے تو آپ پر جان بھی قربان ہے اور اگر مال سے میسر ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی خاکِ پا پر قربان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صورتِ حال بیان کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرائے اور عرض کیا کہ حضرت عبدالمطلب نے سونے کے ہزار دینار اور کچھ عمدہ کپڑے میرے سپرد کیے تھے اور وصیت کی تھی کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت پڑے تو اسے ان کے حوالے کر دوں، اب وہ مال میرے پاس ہے اور وہ کپڑے جو انہوں نے مجھے دیئے ہیں سلے ہوئے کپڑے بھی ہیں، اجازت لینے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور سونے کی بھری ہوئی تھیلی اور نو جوڑے نفیس کپڑوں کے جس میں سے ہر ایک کی قیمت پانچ سو دینار تھی لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کپڑوں کو پہنا اور اسی اثنا میں حضرت خدیجہ نے بھی شاہانہ لباس ارسال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لباس پر کسی کے لباس کو ترجیح نہیں دیتا، کہتے ہیں کہ وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا لیکن انہوں نے احسان کے اظہار کو پسند نہ کیا اور قبول نہ کرنے کا احتمال بھی تھا اس لیے انہوں نے کہا کہ یہ حضرت عبدالمطلب کی طرف سے، امانت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی اور فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امور کلیہ اور جزئیہ میں کسی بھی طریقہ

سے کسی چیز سے مددگاری میں دریغ نہیں کیا، اب مجھے یہ بھی توقع ہے کہ حضرت خدیجہ کے گھر تک جانے میں ہماری رفاقت کریں گے تاکہ سابقہ الطاف موجودہ نوازشات کے ساتھ مل جائیں۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

مصرع:۔ بسر رویم کہ ایں رہ بپائے نتواں رفت؀

خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گھر کو شاہانہ طریق سے آراستہ کیا ہوا تھا اور نفیس چادریں بچھا رکھی تھیں اور سونے چاندی اور جواہرات کے بھرے ہوئے طبق نوکروں کے ہاتھوں پر رکھے ہوئے تھے تاکہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و اکرام کے لیے آپ کے پاؤں میں نچھاور کریں اور کہتے ہیں کہ تمام غلاموں کو شکرانہ میں اس روز آزاد کیا، القصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی رفاقت میں حضرت خدیجہ کے گھر تشریف لائے، نکاح کا معاملہ مستحق ہو جانے کے بعد حضرت ابوطالب نے قبیلہ کے اکابرین کو بلایا، حضرت خدیجہ کی طرف سے طے ہوا کہ اس کا چچا عمرو بن اسد اس کی طرف سے ولی عقد ہوں گے اور عقد ازدواج اس کے اہتمام سے مستحکم ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے چچا حضرت ابوطالب نے ایک بلیغ خطبہ جو خطبۂ خدیجہ پر مشتمل تھا پڑھا اس عبارت کے ساتھ؛

الحمد للّٰہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم و ذرع اسمٰعیل وسبط معد و عنصر مضر وجعلنا احصنۃ بیتہ وسواس حرمہ و جعلنا بیتا محجوجا وحرما آمنا وجعلنا الحکام علی الناس اما بعد فان ھذا ابن اخی محمد بن عبد اللّٰہ فتی لا یوازن بہ رجل من قریش الارجح و ان کان فی المال اقل، فان المل ظل زائل وامر حائل ومحمد من قد عرفتم قربتہ وقد خطب خدیجۃ بنت خویلد نزل لھا من الصداق ما عاجلہ و اجلہ من مالی وھو واللّٰہ وبعد ھذا ابھاء عظیم وخطر جلیل؛

اس خطبہ کا مضمون اس طرح ہے، حمد و سپاس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں فرزندانِ ابراہیم اور نسل اسماعیل علیہ السلام میں سے کیا اور اصل معد اور نسل عنصر مضر

پیدا کیا اور ہمیں اپنے گھر کے محافظ اور پیشوا بنایا اور وہ گھر جو مخلوقات کا قبلہ اور طواف گاہ اور امن کا حرم ہے ہمیں عنایت فرمایا، اما بعد، میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ ایسا مرد ہے کہ اگر اس کا تمام قریش سے موازنہ کیا جائے تو وہ انسانیت پر فوقیت رکھتا ہوگا، اگرچہ اس کے پاس مال کم ہے تو مضائقہ نہیں کیونکہ مال زائل اور ختم ہونے والی چیز ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص ہے جس کی قرابت تمہیں معلوم ہے، اب وہ خدیجہ بنت خویلد کی میرے مال سے مہر عاجل اور آجل سے خواستگاری کرتا ہے، قسم بخدا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم و بزرگ مرتبہ ہے، جب حضرت ابوطالب کا خطبہ ختم ہوا، ورقہ بن نوفل نے خطبہ شروع کیا جو رب تعالیٰ کی سپاس و حمد اور حضرت ابوطالب کی باتوں سے خوشی کے اظہار پر مشتمل تھا ان الفاظ سے :۔

الحمد للہ الذی کما ذکرت و فضلنا علی ما عددتا تخن سادات العرب وقادتہم و انتم اھل ذلک کلہ ینکر العشیرۃ فضلکم ولا یرد احد من الناس فخرکم و شرفکم و انا فی ھذا الامر راغبون ؂

پھر دونوں طرف سے ایجاب و قبول کے الفاظ مذکور ہوئے اور دونوں طرف سے لوگ خوش ہوئے اور یہ جو بعض سیرت کی کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا والد مجلس نکاح میں موجود تھا، درست نہیں، کیونکہ خویلد حرب الفجار سے پہلے فوت ہو گیا تھا، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ باپ کا ذکر کر کے چچا مراد لیا گیا ہے، جب ورقہ بن نوفل خاموش ہو گیا، حضرت ابوطالب نے کہا اے ورقہ میں چاہتا ہوں کہ خدیجہ کا چچا عمرو بن اسد اس نکاح میں تیری موافقت کرے، پس عمرو بن اسد نے کہا اے گروہ قریش تم گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دیا۔ اور دونوں طرف سے ایجاب و قبول متحقق ہوا واللہ اعلم، خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر ایک روایت کے مطابق پانچ سو مثقال سونا تھا اور ایک روایت کے مطابق پانچ ہزار مثقال سونا تھا اور ایک روایت میں بیس اونٹ تھے، متاخرین نے سیرت کی کتابوں میں مختلف روایات مطابقت تحریر کی ہے اور بہت سے احتمالات کی گنجائش رکھی ہے، واللہ اعلم! اس عقد مبارک کی تکمیل کے بعد حضرت ابوطالب نے ولیمہ کے لیے اونٹ ذبح کیا تھا اور شرافِ قریش کی شاندار دعوت کی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لونڈیوں نے اس عمدہ سنت کے اعلان اور اس پسندیدہ

طرق کے اظہار کے لیے دف بجائی اور رقص کیا اور شاہانہ جشن ترتیب دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کو خسروانہ نوازشوں کے ساتھ روانہ کیا اور خود خلعت گزیں ہو کر کہتے تھے، بیت

ہر دو باتنہا و ہیچ انبوہ نے ! ایں ہمہ شادی و ہیچ اندوہ نے

اور دن کو ہی زفاف ہوا، اس کے بعد خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خزانوں کے دروازے کھول دیئے اور وہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک اور ان پہ قربان کر دیئے اور کہا میں نہیں چاہتی کہ امورِ معیشت میں آپ میرے ممنون احسان رہیں، یہ تمام مال آپ کی ملکیت ہے اور میں آپ کی ممنون احسان رہوں گی، بیت توسلطان باشی بندہ

ہمیخواہم کہ تا من زندہ باشم توسلطان باشی و من باشم

حضرت ابو طالب اس کام سے بہت خوش ہوئے اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فکرِ معاش اور ضبطِ مہمات سے مکمل طور پر فراغت حاصل ہوگئی اور کہا، الحمد للہ الذی اذہب عنا الکرب وارقع عنا الغموم، پس خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کمربستہ ہوئی اور اپنی دنیا اور دین کی بھلائی اسی میں دیکھتی تھیں، اربابِ سیرت کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ نکاح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ مبارک پچیس سال حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی اور حق تعالیٰ نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سعادتمند اولاد عطا فرمائی چنانچہ اس کی تفصیل عنقریب سیرۃ نسا حضرت خدیجہ کے اوصاف وخصائل کے ذیل میں انشاء اللہ آئے گی؛

ساتواں باب

پینتیسویں سال کے واقعات

ان امور کا کچھ ذکر جو بعثت کے ظہور تک وقوع پذیر ہوئے، اور ایک ان میں سے جو سیرت کی کتابوں میں مذکور ہوا۔ بنائے کعبہ کا ذکر ہے، ولادت کے پینتیسویں سال خانۂ کعبہ خراب ہو گیا تھا، قریشیوں نے پھر اس کی تعمیر کی، اس باب میں تین فصلیں ہیں۔

فصل اوّل :-

ذکر بنائے کعبہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً

مکان کے انہدام اور اس کی تعمیر کا سبب یہ تھا، بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے اندر ایک جگہ تھی جہاں گذشتہ زمانہ کے حکام سونے سے ہرن کی شکل کا زیور بنا کر قیمتی جواہرات سے مرصع کر کے وہاں دفن کرتے تھے۔ قریش کی ایک اوباش جماعت کو اس کی اطلاع ہو گئی، مدفون خزانے کو انہوں نے نکال دیا اور کنواں کھودنے کی وجہ سے خانۂ کعبہ کی دیواروں میں تزلزل پیدا ہو گیا جو انہدام پر منتج ہوا! اور دوسری روایت یہ ہے کہ چونکہ خانہ کعبہ کا دروازہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے پست تھا اور سیلاب کا پانی مکان کے اندر چلا جاتا تھا اور گذرنے سے مکان کو کمزور کر دیتا تھا چنانچہ تمام مکان میں خرابی پیدا ہو گئی، قریش نے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ اسے دوبارہ تعمیر کر کے دروازہ کو اونچا کر دیں تاکہ بارش کا پانی اندر نہ جا سکے، دونوں اقوال میں مطابقت ہو سکتی ہے، کنواں پہلے کھودا گیا ہوگا جب سیلاب اس کنویں میں داخل ہوا تو وہ مکان کی ویرانی کا سبب بن گیا، ہر حالت میں مذکورہ سال میں اشراف قریش نے خیال کیا کہ اس عمارت کو نئے سرے سے بنائیں، اس کی دیواروں کو بلند اور چھت کو مضبوط کریں، حالانکہ اس سے پہلے صرف چار دیواری تھی جس پر چھت نہیں تھا اور آدمی کے قد سے اونچی نہیں تھی اور وہ بھی ٹوٹی پھوٹی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ اور عمالیق اور جرہم کے زمانہ میں دروازہ زمین کے ساتھ تھا قریش نے ایک اور اختراع کی اور مصلحت اس میں دیکھی کہ دروازہ کو اونچا کر دیں اس میں انہوں نے دو فائدوں کا لحاظ رکھا ایک یہ کہ سیلاب کے اندر داخل ہونے سے مکان محفوظ رہے گا، دوسرے ہر شخص ان کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکے گا اور کشف الاسرار بزوری میں کہتا ہے کہ پچیس سال کی مدت اس تردد میں گذر گئی، ایک قوم اس سے تعرض کرنے سے احتراز کرتی تھی اور ایک قوم اس کی تعمیر کو بہتر سمجھتی تھی، جب انہوں نے عمارت بنانے کا پختہ ارادہ کر لیا ضروری تھا کہ پہلے اس کی شکستہ دیواروں کو گرانا چاہیئے تھا لیکن قریش اس پرانی عمارت کو گرانے کی جرأت نہیں کرتے تھے اور اس کی عقوبت اور عذاب سے بچتے تھے، اسی وجہ سے ایک مدت

سے معرض التوا میں پڑا رہا، یہاں تک کہ انہوں نے اتفاق کر لیا، اس کے بعد قریش نے کعبہ کو آپس میں تقسیم کر لیا تاکہ تخریب اور تعمیر میں سب شریک ہوں، اگر اس کی تخریب سے کوئی عذاب آیا یا اس کی تعمیر سے کوئی سعادت پہنچے تو اس میں سب برابر ہوں، اس تقسیم پر قرعہ ڈالا، ہر رکن ایک قبیلہ کے حصہ آیا۔ رکن شامی سے رکن یمانی تک بنی تیم، رکن یمانی سے رکن حجرالاسود تک بنی سہم اور بنی عدی کے حصہ میں آیا، رکن حجرالاسود سے رکن عراقی تک بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے حصہ آیا، رکن عراقی سے رکن شامی تک بنی اسد بن عبد العزے اور بنی عبد الدار کے حصہ میں آیا۔ اس کی تخریب اور تعمیر ان قبائل میں سے ہر قبیلہ پر اس طرح تقسیم ہوئی۔ یہ قبائل ہر روز علی الصباح جب تقدیر کے فراش نور کی چادر عالم کون و فساد کی فضا میں بچھا دیتے تمام کعبہ کے گرد جمع ہو جاتے لیکن کسی شخص میں یہ جرأت نہیں تھی کہ اس گھر کو گرا سکے۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کے کام چھوڑ دینے کا سبب یہ تھا کہ ہر روز اس کنوئیں سے جو کعبہ میں خزانہ رکھنے کی جگہ بھی ایک اژدہا نکلتا اور جو شخص کعبہ کو گرانا چاہتا یہ اژدہا اس کا قصد کرتا اور یہ اژدہا بہت بڑا اژدہا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کا سر سالم بکرے کے برابر تھا، اور جب بھی کوئی شخص کعبہ کے نزدیک آتا یا اس کی دیوار سے پتھر اکھاڑتا تو وہ سانپ اس کنوئیں سے نکل کر اس دیوار پر آجاتا اور اس کے نگل جانے کا ارادہ کرتا اس وجہ سے تنگ آکر قریش نے رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا، الہٰی! ہم تیرے گھر کو نئے سرے سے بنانا چاہتے ہیں اور یہ سانپ ہر دفعہ ہمیں ہلاک کرنے کا قصد کرتا ہے اس کا تدارک کر، اتفاقاً اس روز گذشتہ دستور کے مطابق سانپ کنوئیں سے باہر آیا ہوا تھا۔ اور کعبہ کی دیوار پر تھا کہ اچانک لوگوں نے ایک سفید پرندے کو دیکھا جو ہوا سے اترا، اور امام واقدی کی روایت کے مطابق ایک پرندہ تھا جس کی پشت سیاہ، پیٹ سفید اور اس کے پاؤں زرد تھے، اس اژدہا کو اس نے اچک لیا اور کوہ اجیاد پر لے جا کر پھینک دیا، قریش نے جب اپنی دعا کی قبولیت کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حق تعالیٰ خانۂ کعبہ کی تعمیر پر خوش ہے پھر انہوں نے بہت سا سونا آپس میں تقسیم کیا اور پھاوڑے ہاتھ میں لے کر پرانی عمارت کی تخریب کے لیے آئے۔ سب سے پہلا جو انہوں نے عمارت

سے اکھاڑا وہ ان کے ہاتھ سے پھسل کر پھر اپنی جگہ پر چسپاں ہوگیا، قریش ڈر گئے اور کعبہ کو گرانے سے رک گئے، ان میں سے ایک شخص نے کہا اے قریش! یہ مال جو تم نے جمع کیا ہے یہ شبہ سے خالی نہیں، اگر تم خانۂ کعبہ کی عمارت کو بنانا چاہتے ہو تو ایسا مال جمع کرو جس میں کوئی شبہ نہ ہو، دوسری مرتبہ بہت سا مال حلال طریقہ سے کمایا ہوا جمع کیا لیکن کعبہ کو گرانے سے خائف تھے، چند روز اسی تردد میں گذر گئے، آخرکار ولید بن مغیرہ نے کہا، اے قریش! میں ابتدا کرتا ہوں تم میری مدد کرو، قریش متفق ہو کر آئے، ولید بن مغیرہ نے پھاوڑا پکڑا اور دیوارِ کعبہ سے چند پتھر اکھاڑے قریش دُور کھڑے دیکھ رہے تھے کہ ولید کی مہم کا کیا فیصلہ ہوتا ہے، جب ولید پر رات گذر گئی اور اس پر کوئی عذاب نہ اترا تو قریش نے کہا ولید کی سلامتی، خدا تعالیٰ کی رضامندی کی دلیل ہے۔

دوسرے روز علی الصبح جب عروس آفتاب نے والیل اذا یغشیٰ کا نقاب، والنہار اذا تجلّیٰ کے جمالِ باکمال سے اٹھایا، تمام قریش یکدم کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور دیواریں جو پتھروں کی بنی ہوئی تھیں ایک ایک پتھر کو اکھاڑا اور پرانی عمارت سے کچھ بھی باقی نہ چھوڑا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد تک پہنچے جو کہ اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے انہوں نے بنائی تھی زبرجد کی مانند سبز پتھر ظاہر ہوئے، انگلیوں کی مانند آپس میں الجھے ہوئے تھے، ولید بن مغیرہ نے ایک کدال اس پر ماری اس میں سے ایک پتھر کا ٹکڑا جدا ہوا۔ ابو وہب نے اس ٹکڑے کو اٹھایا اس پتھر کے نیچے سے ایسی روشنی ظاہر ہوئی کہ انتہائی درجہ کی حیرۃ کن تھی قریب تھا کہ حاضرین کی بصارت اس سے زائل ہو جائے، اسی وقت وہ پتھر ابو وہب کے ہاتھ سے گر گیا اور پھر اپنی جگہ پر استوار ہوگیا، امام واقدی اور محمد بن اسحاق رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ اس پتھر کے ٹوٹنے کے وقت تمام مکہ لرز اٹھا اور اس قدر اضطراب پیدا ہوا کہ قریب تھا کہ مکہ کی تمام عمارتیں گر پڑیں، انہوں نے کہا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد ہے اس سے تعرض نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی اساس پر عمارت کی بنیاد رکھی اور ہر قبیلے ہر رکن کی عمارت میں جیسا کہ ان کے سپرد ہوئی تھی جس کا ذکر گزر چکا مشغول ہوا، اتفاقاً اسی دوران ایک کشتی روم کی طرف سے دریا کے راستہ پہنچی اور تباہ ہوگئی اور اس کشتی میں سوار لوگوں میں باقوم نامی ایک شخص تھا جو فنِ تعمیر کا ماہر تھا اپنی قوم کے ساتھ جدّہ کے ساحل پر ٹھہرا، قریش کو اطلاع پہنچی، ولید مغیرہ سرداران قریش کے ساتھ وہاں پہنچا، انہوں نے سفید لکڑیوں کو خریدا اور

با قوم بھی ان کی درخواست پر ان کے ساتھ مکہ میں آیا تاکہ بیت اللہ کی تعمیر میں مشغول ہو اس سے انہوں نے طے کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد کے مطابق اسے تعمیر کرے لیکن اجزائے دیوار وہی ہوں جو پہلے تھے اور ان کے بغیر کوئی دوسری چیز نہ ملائے، استاد نے کہا کہ پرانے اجزا سے عمارت کو نہیں بنایا جا سکتا۔ دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرو یا تو مجھے اجازت دو کہ میں ان میں پتھر اور مٹی ملاؤں یا مکان کی مقدار میں کمی کر دوں، قریش نے دوسری شق کو پسند کیا اور خانہ کعبہ سے حجر کو حطیم کر دیا، لامحالہ وہ جگہ حجر بھی کہلائی اور حطیم بھی۔ چاروں قبائل اپنے اپنے ارکان کی تعمیر و تربیت کے لیے سرگرم عمل تھے اور مل کر پتھر اٹھا رہے تھے، ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تعاون کر رہے تھے، روایت کی گئی ہے کہ قریش نے اپنی چادریں کھول کر کندھوں پر رکھی ہوئی تھیں اور پتھر اٹھاتے تھے، حضرت عباس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شفقت کی وجہ سے کہ آپ کا دوش مبارک زخمی نہ ہو جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ وہ بھی اپنے کندھے پر اپنے ازار کو رکھ لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنا چاہا اچانک گر پڑے اور بیہوش ہو گئے جب دوبارہ ہوش میں آئے فرمایا میرا ازار، میرا ازار، یعنی غیب سے پکارا گیا کہ حجر عود تک، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس خطاب کے سننے سے بے ہوش ہو گئے، کیونکہ یہ پہلی آواز تھی جو غیب سے آپ کے سمع بے عیب میں پہنچی۔ جب ہوش میں آئے حضرت عباس نے پوچھا ماشانک؟ فرمایا نُهِيتُ اَنْ اَمْشِيَ عُرْيَانًا، اگرچہ یہ روایت سیرت کی اکثر کتابوں میں درج ہے لیکن ضعف سے خالی نہیں واللہ اعلم۔ جب دیواریں بلند ہو گئیں اور ان کی بلندی حجر اسود تک پہنچ گئی قریش میں اختلاف پیدا ہو گیا ہر قبیلہ کی خواہش تھی کہ متبرک حجر اسود کو وہ اس کی جگہ پر رکھے اور ان چار قبیلوں میں اختلاف یہاں تک بڑھا قریب تھا کہ جنگ کی نوبت آ جائے اور بنی عبد الدار مرنے مارنے پر تیار ہو گئے اور عہد کر لیا کہ جب تک ہم تمام کو قتل نہ کر دیا جائے ہم اس سے دستبردار نہیں ہوں گے اور کسی کو اس کام میں سبقت نہیں لے جانے دیں گے، اور یہ عہد عقد آلام سے ملقب ہوا جب گفتگو حد اعتدال سے بڑھ گئی، ولید بن مغیرہ جو قریش میں عمر رسیدہ بزرگ تھا اور نوجوانوں کو جنگ و قتال سے منع کرتا تھا انہیں مخالفت کے انجام کی سنگینی سے آگاہ کیا، انہوں نے فیصلہ کیا کہ جو شخص کل باب بنی شیبہ سے داخل ہو وہ اس جھگڑے کا فیصل ہو گا، وہ جو

بھی فیصلہ کرے منظور کیا جائے گا، علی الصباح جمشید خورشید کے زر افشاں جھنڈوں کو اس نو پردہ نیلگوں محل پر بلند کیا اور کمندِ نور، اسی خوشی و مسرت کے محل پر ڈالی، قریش انتظار گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اختیارات کی باگ توڑ دی تھی، منتظر تھے کہ دیکھیں دروازہ سے کون آتا ہے اور اس مشکل گرہ کو کون کھولتا ہے، سب سے پہلے جس شخص نے آستانۂ حرم کے اندر قدم رکھا سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر خوش ہو گئے اور بندگی کی قید سے آزاد ہو گئے یہ رہے محمد امین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور کوئی شخص ان کی صوابدید سے پہلوتہی نہیں کرے گا، جب صورتِ واقعہ آپ کی عالم آرا رائے کے سامنے پیش کی گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کو زمین پر بچھایا اور حجرِ اسود کو یدِ بیضا سے اٹھایا اور چادر کے درمیان رکھ دیا اور فرمایا ہر قبیلہ اپنے میں سے سب سے زیادہ بزرگ آدمی منتخب کرے اور ہر شخص چادر کا ایک کونہ پکڑے تاکہ اس متبرک کام میں ہر شخص شریک ہو جائے۔ عتبہ بن ربیعہ، ابو زمعہ، ابو حذیفہ بن المغیرہ اور عدی بن قیس کہ ہر ایک اپنے قبیلہ کے سرآوردہ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر چادر کے کونے کو پکڑ کر حجرِ اسود کو اپنی جگہ پر لائے پھر حجرِ اسود کو مقررہ جگہ پر رکھنے میں اختلاف پڑ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تمام ایک شخص پر اتفاق کر لو، انہوں نے کہا جب فتنہ کی آگ کو آپ نے فرو کیا ہے اس امر میں بھی آپ کو مقرر کرتے ہیں اور آپ کے سپرد کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اٹھایا اور اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا، ایک دوسرے پتھر کی اسے مستحکم کرنے کے لیے ضرورت تھی، بنی نجدان کا ایک شخص اس کام کو سرانجام دینے کے لیے اٹھا، حضرت عباس نے اجازت نہ دی اور خود پتھر اٹھا کر سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا آپ نے حجرِ اسود کو اس سے مستحکم کر دیا اور فرمایا کوئی شخص ہمارے ساتھ اس عمارت میں شریک نہیں ہو سکتا، قریش اس معاملہ میں خوش ہو گئے، ان میں سے دشمنوں کی خواہش کے برعکس جھگڑا ختم ہو گیا، پھر خانۂ کعبہ کی بلندی بیس گز رکھی گئی، لمبائی تیس گز اور چوڑائی بائیس گز تھی، چھ ستون اور گیارہ قوی لکڑیاں ڈالی گئیں اور حجرِ اسود خانۂ کعبہ سے باہر لگایا گیا۔

واللہ اعلم بالرشاد۔

فصل دوم :-

آدم علیہ السلام کے زمانہ سے اب تک کعبہ کی تعمیرات اور آخر میں اس کا انجام

جاننا چاہیئے کہ اس متبرک مقام کا اصلی آفرینش اس کتاب میں آدم علیہ السلام کے قصہ میں بیان ہوئی جب آدم علیہ السلام اپنی لغزش کی معافی کے لیے اس مقام کی زیارت کے لیے مامور ہوئے اور بیت المعمور کو آپ کے لیے بھیجا، اس کی شرح بھی پورے طور پر وہاں بیان ہوئی اور جب بیت المعمور چوتھے آسمان میں اٹھا لیا گیا، اس کے بعد اولادِ آدم اور ایک روایت کے مطابق شیث علیہ السلام نے تنہا دوسری مرتبہ پتھروں اور گارے سے اس عمارت کو بنایا، وہ طوفانِ نوح میں منہدم ہوگئی، اور ایک سرخ ٹیلے کی صورت میں باقی رہی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ تیسری مرتبہ اس کی بنیاد کو مستحکم کیا اس کے بعد عمالقہ نے چوتھی مرتبہ اسے بنایا پھر پانچویں مرتبہ جرہم اس کی تعمیر سے سرفراز ہوئے جب چھٹی مرتبہ اسے بنانے کی نوبت قریش تک پہنچی، اس میں انہوں نے تبدیلی کی، چنانچہ حطیم کو خانۂ کعبہ سے باہر کر دیا۔ دروازہ کو بلند کیا اور دو دروازوں کی بجائے ایک دروازہ رکھا چنانچہ عنقریب بیان ہوا، چنانکہ قریش کی تعمیر ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد کے خلاف تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا :- لولا ان قومک حدیث عھد بالکفر لنقضت الکعبۃ ورددتھا علی قواعد ابراھیم علیہ السلام وجعلت لھا بابا شرقیا و بابا غربیا :

یعنی اے عائشہ ! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری قوم یعنی قریش، مسلمان ہوئے ہیں اور ابھی کفر کے زمانہ سے زیادہ مدت نہیں گزری، مَیں کعبہ کو توڑ دیتا اس کے پتھروں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر استوار کرتا اور کعبہ کے دو دروازوں سے ایک دروازہ مشرقی جانب اور ایک مغربی جانب بناتا، اگر میرے بعد کعبہ کو نئے سرے سے بنائیں تو انہیں کہو کہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر بنائیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خانہ کعبہ میں لے گئے اور حجر کو مجھے دکھایا اور چودہ ہاتھ کے فاصلہ پر تھا، اس حدیث کی بنا پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ حکومت میں قریش

کی بنیاد کو گرا دیا اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی بنایا، ساتویں مرتبہ کعبہ کو بنایا گیا، جب حجاج بن یوسف ثقفی عبد الملک مروان کی طرف سے عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ جنگ کے لیے مکہ گیا اور اس پر فتح پائی ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنیاد کو گرا کر اسی طرز پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی آٹھویں مرتبہ تعمیر کیا۔ جب ہارون الرشید کی خلافت کا زمانہ آیا تو اس نے ارادہ کیا کہ مروان کی تعمیر کردہ عمارت کو گرا کر خانۂ کعبہ کو عبد اللہ بن زبیر کے طرز پر تعمیر کرے اس سلسلہ میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کیا، امام نے فرمایا اے امیر المومنین خانہ کعبہ کو چھوڑ دیجئے تاکہ بادشاہوں کا کھیل نہ بن جائے یعنی بادشاہوں کی بازی گاہ نہ بن جائے جس بادشاہ کا یہ ارادہ ہوگا خانۂ کعبہ کو گرا دے گا اور پھر تعمیر کرے گا، ہارون الرشید نے امام کی بات کو قبول کر لیا اور اس خیال کو ترک کر دیا، موجودہ عمارت حجاج کی تعمیر کردہ ہے۔

روایت ہے کہ یہ عمارت اسی طرح قائم رہے گی، حبشی آکر اسے خراب کریں گے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لیجیٔ الحبشۃ فیخربونھا خرابا لا یعمر بعدہ ابدا۔ یعنی حبشہ آئیں گے اور حبشہ سے مراد وہاں کے باشندے ہیں کہ وہ آئیں گے اور خانۂ کعبہ کو خراب کریں گے کہ قیامت تک اسی طرح خراب رہے گا، اہل حبشہ کا خانہ کعبہ کو خراب کرنا قیامت کے نزدیک آجانے کی علامت ہے۔ جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ بعض سیرت کی کتابوں میں درج ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت بھی اسی سال میں ہوئی تھی۔

فصل سوم

زید بن عمرو بن طفیل

حضرت سعید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور وہ اس سال فوت ہوئے۔ عامر بن ربیعہ روایت کرتے ہیں کہ زید بن عمرو یہود و نصاریٰ کا دین رکھتا تھا اور بت پرستی کو برا سمجھتا تھا اور اپنی قوم سے جو باطل دین میں تھی ہمیشہ اظہار نفرت کرتا اور ان کے دین کے خلاف تھا اور ان کے ذبیحہ کو قطعاً تناول نہیں کرتا تھا، مجھے کہا، اے عامر! میں نے اپنے باپ دادا کے دین کی مخالفت کی ہے اور

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ملت کی مطابقت کرتا ہوں، انہوں نے کعبہ کی طرف
رُخ کر کے نماز ادا کی ہے میں پیغمبر آخر الزماں کا انتظار کر رہا ہوں جو کہ ان کی نسل سے ہے تاکہ اس
پر ایمان لاؤں اور اس کی تصدیق کروں لیکن زندگی کا بھروسہ نہیں اگر تو اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کو پالے تو میرا اسلام پہنچا دینا، عامر نے کہا جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے میں نے اس کا
سلام اور پیغام پہنچایا، فرمایا علیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، میں نے اسے بہشت میں دیکھا ہے
ٹہل رہا تھا اور اپنے دامن کو زمین پر گھسیٹ رہا تھا، محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ چار
آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بت پرستی ترک کر دی تھی اور دین حق
کی طلب میں زمین کی اطراف واکناف میں منتشر ہو گئے، ایک ورقہ بن نوفل، دوسرا عبداللہ بن
جحش، تیسرا عثمان بن الحویرث اور چوتھا زید بن عمرو بن طفیل، ان کا قصہ یوں تھا کہ قریش کے
ہاں عید کا دن تھا اور تمام قریش وہاں جمع تھے ان کا ایک بت تھا جس کا تقرب حاصل کرنے
گئے تھے اس کی عبادت کرتے تھے اور یہ چاروں افراد حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی نظر عنایت سے سرفراز
ہوتے تھے، ایک دوسرے سے انہوں نے کہا، آؤ ہم دنیا میں انصاف کریں، یہ قریش جو بتوں کی پرستش
میں مشغول ہیں ان سے انہیں نہ کوئی فائدہ پہنچتا ہے نہ نقصان، بلاوجہ دینِ ابراہیم کو منسوخ کیا ہوا
ہے اور اس باطل دین میں مصروف ہیں ہمیں ان کی متابعت کرنے اور ان بتوں کی پرستش کرنے
میں مشغول ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، آؤ ہم کہیں چلے جائیں اور دینِ حق کی تلاش کریں اور
اپنے آپ کو کفر و گمراہی سے نجات دیں، پس ورقہ بن نوفل نے شام کا قصد کیا اور عیسائی مذہب
اختیار کر لیا اور علمِ انجیل حاصل کرنے میں بڑی مشقت اٹھائی یہاں تک کہ اس نے اپنا مقصد حاصل
کر لیا اور پھر مکہ کو لوٹ آیا اس طرح وہ دین عیسائیت پر تھا، یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
مبعوث ہوئے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا اور مسلمان ہو گیا، چنانچہ اپنی جگہ
پر بیان ہوگا، عبداللہ بن جحش بھی دین کی طلب میں مکہ سے نکلے وہ جہاں بھی پہنچتے دینِ حق کے
متعلق پوچھتے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا، آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر ایمان لایا اور سعادتِ اسلام سے مشرف ہوا پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ حبشہ کی
طرف ہجرت کی اور اسی جگہ دنیا سے کوچ کیا، اس کی حکایت بھی تفصیل سے بیان ہو گی۔

انشاء اللہ تعالیٰ، اور عثمان بن ابی الحویرث مکہ سے نکلا اور دین حق کی طلب میں روم گیا قیصر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عیسائی مذہب اختیار کر لیا، قیصر کے نزدیک بڑا مرتبہ حاصل کیا اور روم میں ہی وفات پائی، زید بن عمرو بن طفیل مکہ سے باہر جانا چاہتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد خطاب نے جو اس کے رشتہ دار تھے مکہ سے باہر نہ جانے دیا اسی طرح مکہ میں رہتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انتظار کرتا رہا اور زندگی دینِ حق کی جستجو میں گذارتا تھا کہتے ہیں کہ کعبہ کی طرف رخ کر کے کہتا، اللھم لو اعلم ای وجہ احب الیک عبدتک ولکن لا اعلمہ، خداوندا! اگر میں جانتا کہ تیری عبادت تجھے کس طریقہ سے زیادہ پسند ہے تو میں اسی طرح تیری عبادت کرتا لیکن میں نہیں جانتا مجھے معذور سمجھ یہ کہتا اور سجدہ کرتا لیکن اس کی رغبت ملت ابراہیم علیہ السلام کی طرف تھی اور قریش کو کہتا، اعبد و ارب ابراھیم، یعنی ملت ابراہیم علیہ السلام کی تلاش و جستجو میں شام کے شہروں کی طرف گیا، وہاں اسے اس دین کا کوئی حصہ نہ ملا، موصل اور جزائر عرب کی طرف سفر کیا وہاں بھی حاصل نہ ہوا جس سے بھی دینِ ابراہیم کا نشان پوچھتا وہ جواب دیتا کہ یہودی و نصرانی کے دین کے ہر حکم کی شرح خواہ اصول سے متعلق ہو یا فرع سے ہم بیان کریں گے لیکن ابراہیم علیہ السلام کے دین کی ہمیں واقفیت نہیں، یہاں تک کہ اس نے سنا کہ بلقا کی سرزمین میں ایک راہب ہے کہ جو زہد و علم میں شام و فلسطین کے نصاریٰ کا مرجع و مقتدا ہے، اس کے پاس گیا اور اس سے ملتِ ابراہیم کے متعلق استفسار کیا، اس نے کہا اس زمانہ میں کوئی ایسا شخص تجھے نہیں ملے گا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا نشان بتائے۔ لیکن وہ وقت قریب ہے کہ تیری ہی قوم سے یعنی قریش سے ایک پیغمبر ظاہر ہوگا اور وہ ملتِ ابراہیم کو زندہ کریگا دینِ حنیف کو پھیلائے گا اور دوسرے تمام ادیان کو منسوخ کر دے گا، اب تم مکہ کو واپس چلے جاؤ اس دین کی حقیقت وہاں تجھے ملے گی، زید خوش ہوگیا اسی وقت اٹھا اور مکہ کو چل دیا، جب خیبر کے نزدیک پہنچا، خناجہ نے اسے قتل کر دیا جب اس کے فوت ہونے کی خبر مکہ میں پہنچی، ورقہ بن نوفل اس کے لیے بہت رویا اور اس کے لیے ایک مرثیہ لکھا اور اس کے ایمان و توحید کی گواہی دی نقل ہے کہ ایک روز اس کے لڑکے سعید نے جو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھتیجا تھا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ زید بن عمرو کے لیے

بخشش طلب کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ نعم فانہ یبعث
امۃ وحدہ ، اس کے لیے میں بخشش کیوں طلب نہ کروں، حالانکہ وہ قیامت کے روز
تنہا ایک امت ہے اور یہ اس لیے فرمایا کیونکہ جس وقت اس نے ملت ابراہیم اختیار کی دنیا میں
اس کے بغیر کوئی شخص اس ملت پر نہیں تھا۔

هذا آخر الركن الثاني من كتاب معارج الفتوة
وسيتلوه الركن الثالث بحمد الله وحسن التوفيق
حامدا ومصليا وسلم تسليما كثيرا كثيرا ۔

حضرت مولانا خلیفہ عبداللہ طاہری کوٹری ضلع جامشورو

بعون صانع مسکین و مکان و فضل خالق زمین و آسمان

درین زمان برکت اقتران نسخۂ دین و ایمان گنجینۂ جواہر ایقان خزینۂ لآلی اخلاق سید الانس والجان آئینۂ مکارم حالات خاتم پیغمبران صحیفۂ محاسن عادات سرور عالمیان علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ یعنی

معارج النبوۃ
فی
مدارج الفتوۃ

مصنفۂ علامۂ جلیل فہامۂ نبیل قدوۃ المحققین زبدۃ المتقین محدث کامل مفسر واصل صاحب حالات معنوی مولانا ملا معین کاشفی قدس سرہ بالحسن الاخروی باہتمام قاضی عبدالکریم ابن المرحوم قاضی نور محمد صاحب

در مطبع نامی گرامی کریمی واقع بمبئی مطبوع گردید
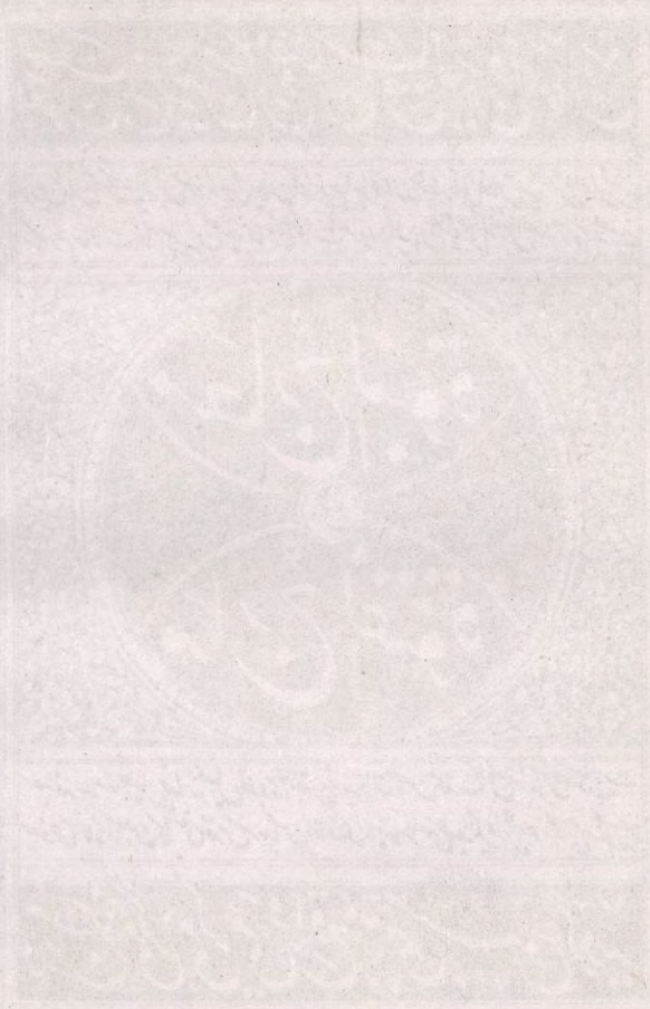
عہدِ رسالت کی ضیائیں

سابقہ صفحات میں صبحِ ولادت سے نزولِ وحی (چالیس سالہ زندگی) تک کے شب و روز کا مطالعہ قارئینِ کتاب کا سرمۂ چشم دل وجان بنا۔ آئندہ صفحات (رکنِ دوم) سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر مشتمل ہیں۔ آغازِ نزولِ وحی سے لے کر شبِ ہجرت کے تمام واقعات کو اپنی جلو میں لیے جلوہ گر ہو رہے ہیں۔ یہ زمانہ عہدِ رسالت کا دشوار ترین زمانہ کہلاتا ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر سرکارِ دوجہاں رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری دنیا کے مصائب کو لبیک کہا۔ اس کلمۂ حق کی آواز نے تمام شیطانی قوتوں کو لرزہ براندام کر دیا۔ مغضوب اور بدباطن قوتیں اپنی پوری طاقت کے ساتھ مخالفت کا طوفان بن کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس پیکرِ عزم و استقلال کے سامنے سرنگوں ہوتی گئیں۔ صدائے رحمت پر جو صحابہ جمع ہوئے۔ انہیں جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا اس کی مثال کائناتِ ارضی کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مکی زندگی کا یہ زمانہ اسلام کے ماننے والوں کے لیے بے پناہ صبر و استقامت کے امتحان کا زمانہ تھا۔ اس تیرہ سالہ عہدِ رسالت نے قلب و نظر کی جس انداز میں تربیت کی۔ اس کے ثمرات مدنی زندگی میں برآمد ہوئے۔ صبر و استقلال کے پیکر بدر و حنین میں چٹان بن کر کھڑے ہو گئے۔ فقر و فاقہ کے خوگر مدنی زندگی میں مظلوم انسانیت کے نجات دہندہ بن گئے۔ اسی دور کے بے سروسامان لوگ مستقبل میں قیصر و کسریٰ کے محلات پر کمندیں ڈالنے کے قابل ہو گئے۔ اس تربیت گاہ کے مٹھی بھر جانثار تاریخِ عالم کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔

وہ کون سا ظلم تھا جو مشرکینِ مکہ نے روا نہ رکھا۔ وہ کونسی سازش تھی جو رؤساء قریش نے اسلام کے خلاف نہیں کی۔ وہ کون سا تیرِ جفا جو اسلام کے نام لینے والوں کے سینوں میں پیوست نہیں ہوا۔ انسانی مظالم کی جتنی تدبیریں ہو سکتی تھیں اللہ کا نام بلند کرنے

والوں کے خلاف استعمال کی گئیں۔ دوسری طرف صبر و اطمینان کی جو دولت انّ السابقون الاوّلون کے سینوں میں بھر دی گئی تھی اس کا اثر تھا کہ خدا اور اس کے محبوب کے فیصلوں کے سامنے تسلیم و رضا کی پیشانی پر کبھی ملال نہ آیا۔ ان حضرات نے اپنی دنیا تو کیا اپنی جان اور ایمان بھی محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار کر دی۔ ہجرت کی شام کو جب یہ قافلہ مکہ کے در و دیوار چھوڑ کر غارِ ثور کی تاریک گہرائیوں میں اتر رہا تھا تو چاند اور ستارے اپنی ضیا بار آنکھوں سے فتح و کامرانی کی بشارت دے رہے تھے۔ تاریخ نے اپنے صفحات پر اس حقیقت کو لکھا۔ مکہ کو چھوڑنے والے ایک دن مدینہ سے لوٹے تو جاء الحق وزھق الباطل کے جھنڈے لہراتے کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے۔

حضور سرورِ کائنات کی زندگی کے یہی لمحات ہیں جو آئندہ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اہلِ ذوق انہی واقعات سے اپنے دلوں میں حلاوت اور اپنے ایمانوں میں تقویت پائیں گے مصنفِ کتاب نے جس تفصیل کے ساتھ الفاظ کے تابدار موتیوں کو ترتیب دیا ہے وہ دنیائے ادب کا ایک شاہکار ہے۔ اندازِ بیان میں جس شیرینی کو برقرار رکھا ہے وہ صاحبِ تصنیف کے عشق و محبت کی تفسیر ہے۔

ہماری دلی خواہش ہے کہ یہ صفحات اہلِ ذوق کے دل و جان کا سامانِ اطمینان بنیں۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

رفیقِ مطبوعات
مکتبہ نبویہ۔ لاہور

باب اوّل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول

وحی کی ابتدائی کیفیت

بعثت سے ہجرت تک کے واقعات وحالات

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعثت کے چند پہلے دنوں میں مَیں جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتا وُہ مجھے السلام علیک یارسول اللہ کہتا۔ نزولِ وحی کے ایام میں آپ جب کسی راستہ سے گزرتے تو ایسی آواز سُنتے جیسے کوئی شخص کہہ رہا ہو "یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم"۔ دائیں بائیں دیکھتے مگر کوئی شخص دکھائی نہ دیتا۔ گمان کا آپ پر غلبہ ہوتا تو آپ تیزی سے وہاں سے نکل جاتے۔ آپ نے اس صورت حال کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان فرمایا اور فرمایا کہ "مجھے خدشہ ہے کہ کوئی آفت یا مصیبت نہ ٹوٹ پڑے"۔ حضرت خدیجہؓ نے عرض کی؛ اطمینان فرمایئے آپ کو کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی۔ آپ کو خیر و بھلائی حاصل ہوگی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ نزولِ وحی سے پندرہ سال پہلے ہی سے آوازیں سنا کرتے مگر کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا تھا اور سات سال نزول وحی سے پہلے روشنی دیکھتے تھے جس سے دلی مسرت حاصل ہوتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وحی سے جو چیز سب سے پہلے ظاہر ہوئی وُہ سچے خواب تھے۔ خوب صورت مقامات اور اچھے واقعات صبح کے نور کی طرح ظہور پذیر ہوتے تھے۔ آپ کے ظاہر وباطن پر بزرگی اور استقامت کے دروازے کھلتے تھے۔ اس کا آغاز ماہِ ربیع الاوّل میں ہوا۔

حکمتِ رؤیائے صادقہ قبل از وحی

سیّد الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی سے پہلے سچے خوابوں میں یہ حکمت تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی الہام کے عادی ہو جائیں اور قلب اطہر نزول ملک سے انس پکڑے اور آپ کے نفس نفیس کا گھوڑا ریاضت کے چابک سے مطیع و فرمانبردار ہو جائے اور مقامِ دعوت میں بلند درجہ حاصل کریں۔

روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک سات سال کی ہوئی، اسرافیل علیہ السلام کو آپ کی خدمت میں مقرر فرمایا گیا۔ تین سال آپ کی خدمت میں رہے کبھی کبھی آپ کے سامنے ظاہر ہوتے اور آپ سے باتیں کرتے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پندرہ سال ہوئی، خدا تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں رہنے لگے اُنیس سال کی عمر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیلؑ کی نگرانی اور دیکھ بھال میں پرورش پاتے رہے لیکن جبرائیل علیہ السلام اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ آپ نے چالیس سال مکمل کر لیے اور درجہ کمال کو پہنچے حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ، اس وقت خود کو خدا تعالیٰ کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کیا، جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

جب حق سبحانہ، وتعالیٰ کی پاک بارگاہ میں انس کا وقت قریب پہنچا اور خلوت سرائے ملکوت کے مقربین کے ساتھ مصاحبت کے وقت نے جلوہ دکھایا تو خلوت اور لوگوں سے علیحدگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند خاطر ہوئی۔ چنانچہ آپ نے غارِ حرا میں خلوت اختیار فرمائی، کئی کئی روز اور کئی کئی راتیں اس غار میں عبادت میں گزارتے۔ کچھ دن رات وہاں گزارنے کے بعد جب خیالات عالیہ پر اہل وعیال کا شوق معلوم کرتے، گھر واپس آتے اور چند روز ان کے ساتھ گزارتے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے لیے پھر توشہ تیار کرتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تشریف لے جاتے، وہ ایسا غار ہے جس کی لمبائی چار گز اور چوڑائی بعض جگہ سے ۱½ گز اور بعض جگہ اس سے بھی کم ہے۔ مسجد حرام سے منیٰ جانے والے کے بائیں طرف مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غار کی عبادت گاہ میں خلوت اختیار کرنا پسند آیا تو زیادہ وقت وہاں گزارتے، یہاں تک کہ قریش کی عورتیں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملامت کرنے لگیں، کہنے لگیں: اے سیدۂ عرب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تُو نے انواع واقسام کے عمدہ اخلاق اور مہربانیوں سے نوازا ہے، ملک ومال اور جاہ و جلال اس کی محبت میں قربان کردیا ہے، اب وہ تیرے ساتھ الفت ومحبت سے نہیں رہتا اور جو اہلِ محبت کا طریقہ ہے اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جواب میں فرماتیں: جو کچھ تم گمان کرتی ہو میرا دل اس سے مطمئن ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ مجلس سے اظہارِ نفرت اور محبت کے تعلق کو ختم کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ صبحِ سعادت کا اثر ہے جو سرداری کے مطلع سے طلوع ہوتی ہے۔ آفتابِ رسالت کے نکلنے کی علامات ہیں جو مشامِ جاں کو معطر کرتی ہیں۔ انجمن اقبال کے شعلوں کا عکس ہے جو دل کو منور و روشن کرتا ہے۔ سالہا سال سے اس تمنا کے بیج کو دل وجان کی زمین میں مَیں نے بویا ہے اور ایک دراز عرصہ سے خوشی وراحت اِسی خیال سے حاصل کی ہے ؎

کاروان وحی می آید ز غیب — لیک از دیدہ نہاں آید ہمی
نیکرویاں سوی زشتان گہ روند — بلبل اندر گلستاں آید ہمی
وقت آں آمد کہ وحی سرّ غیب — جانب احمد عیاں آید ہمی
ہمچو روغن درمیان جان شیر — لامکاں اندر مکاں آید ہمی

ہمچو عقل اندر میان جان و پوست
بے نشاں اندر نشاں آید ہمی

ایک روایت یہ ہے کہ ہر سال ایک ماہ مسلسل خلوت میں بیٹھتے اور اپنے اوقات کو عبادت میں گزارتے، جب مہینہ ختم ہوتا تو لوٹ آتے، سات مرتبہ کعبہ کا طواف کرتے، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے

پہاڑ میں گوشہ نشین ہونے میں مصالح

اہلِ اشارت نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہاڑ میں تنہائی وگوشہ گیری میں

چھ باتیں بیان کی ہیں:

۱۔ پہاڑوں کے وصف ثبات سے ثابت قدمی حاصل کرنا کیونکہ سلوک کی مہم کی بنیاد اسی سے وابستہ ہے۔

۲۔ عجیب وغریب مخلوقات اور انوکھی مصنوعات وہاں بکثرت ہیں ان میں غور و فکر اسرار کے دروازے کھلنے کا سبب ہوتا ہے۔

۳۔ عمدہ جواہرات اور بہترین کانیں کوشش واجتہاد سے حاصل ہوتی ہیں۔

۴۔ پہاڑوں سے چشمے اور دریا نکلتے ہیں جس سے سالک اس حقیقت سے واقف ہوجاتا ہے کہ محنت ومشقت کے درخت بونے سے مشاہدے کے پھل حاصل ہوتے ہیں اور رنج ومحنت برداشت کرنے سے خزانہ مل جاتا ہے۔

۵۔ حوصلہ وبرداشت، زخم کھاکر موتی قربان کرنا پہاڑ کی صفت ہے، سالک کو اس سے وقار حاصل ہوتا ہے ؎

بر تو خوانم ز دفتر اخلاق — آیتے در وفا و در بخشش
کم مباش از درخت سایہ فگن — ہر کہ سنگت زند ثمر بخشش
ہر کہ بخراشدت جگر بجفا — ہمچو کان کریم زر بخشش

۶۔ قاری کے ورد و وظائف سے موافقت کرتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے اُسے بلند آواز سے خود ادا کرتا ہے۔

ائمۂ دین کا اس امر میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح عبادت کیا کرتے تھے۔ بعض فرماتے ہیں کہ آپ کی عبادت مصنوعاتِ خداوندی میں غور و فکر تھا لیکن بعض غور و تفکر کے ساتھ ذکر کو بھی شامل کرتے ہیں تاکہ اس کے ساتھ دل کی صفائی حاصل ہو ؎

روشنائیِ دل از ذکر میسر گردد — لیکن آں ذکر کہ با فکر مقرر گردد
ذکر نوریست کہ گر در دل وجان شعلہ زند — ظاہر وباطن ازاں نور منور گردد

ایک قول یہ ہے کہ ایسے نیک کام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات وحالات سے موافقت رکھتے، کیا کرتے تھے۔ پہلی شریعتوں میں سے کسی شریعت پر آپ نے عمل کیا یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ کسی سابقہ شریعت پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ جو ذات خود مقتدا ہے اس کے لیے یہ مناسب نہیں کہ مقتدی بنے۔ لیکن بعض علماءؒ نے فبھدٰھم اقتدہ (پس ان کی ہدایت کی اقتداء کیجیے) کے مطابق آپ کے لیے دوسری شریعتوں کی پیروی جائز قرار دی ہے مگر کسی خاص شریعت کا تعین نہیں کیا۔ بعض کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر عمل کیا۔ بڑے بڑے ائمہ نے اسے پسند کیا۔ بعض حضرت عیسٰی علیہ السلام اور بعض حضرت موسٰی علیہ السلام اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت پر عمل کیا بعض کا خیال ہے کہ تمام انبیاء کی شریعتوں پر آپ نے عمل کیا۔ بعض بزرگ اس مسئلہ میں توقف زیادہ مناسب خیال فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم علی اختلاف الاتاویل۔

مرکزِ دائرۂ عظمت وجلال نے مخلوقات سے علیٰحدگی اختیار فرمائی اور قاب قوسین او ادنیٰ کے عنقا نے غارِ حرا میں تنہائی اختیار فرمائی تو قلبِ انور پر اس قدر انوارِ الٰہیہ اور اسرارِ وحدت کا نزول ہوا کہ ماسوٰی کے تمام نشانات دل سے محو ہو گئے۔ قدیم نور کے ظہور میں امکان کے رسوم کی تاریکیاں معدوم ہو گئیں ؎

چو نور مطلع عرفان ظہور خواہد کرد — ہزار ظلمت اگر ہست نور خواہد کرد

شرابِ عشق دلش راچناں مطہر ساخت — کہ در بہشت شرابِ طہور خواہد کرد

لوگوں سے بیزاری اور بے تعلقی کی بناء پر عرب کے ذہین لوگوں نے از خود محسوس کر لیا کہ الا ان محمدٌ اقد عشق ربہ (بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہو گئے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خدا کی عبادت میں ہمہ تن مصروف رہتے اور پرچم محبت و اُلفت، دوستی کی فضا میں بلند رکھتے کہ کلمۃ اللہ ھی العلیا (اللہ کا کلمہ ہی بلند و بالا ہے) یہاں تک کہ آپ کا ضمیر وحی الٰہی کی آیات کا مستقر بن گیا اور رُوح الامین کی خدا تعالیٰ کے امر و نہی کے ساتھ آمد و رفت سے آپ کا دل قرآنی آیات کے موتیوں سے آراستہ ہوا۔ ؎

چو زنگار ز آئینۂ دل زدود — جمال حقیقت بکلی نمود

رخ از نور عزت بر افروختہ — علوم لدنی در آموختہ

خدائے کہ ہستی پدیدار کرد — ز بہروے ایں سکہ بر کار کرد

وجودش زدریائے رحمت نشان | کہ رحمت بران ابر دریا فشان
فرو خواندہ دیباچۂ غیب را | رقم کردہ توقیع لاریب را
ہمہ لوحِ محفوظ در شانِ او | سیاہ وسفیدِ جہان زانِ او
زباغِ رخش ہست بستان گلی | دراں باغ روح الامین بلبلی

کرم بین کہ احسان اُمت پناہ
گنہ ما کنیم او بود عذر خواہ

نزولِ وحی سیرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے علمائے فن نے فرمایا ہے کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کو پہنچی تو چھ ماہ تک خواب میں وحی آتی رہی۔ اس حساب سے سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصّہ ہُوئے کیونکہ تئیس سالہ دورِ نبوت کی چھیالیس ششماہی بنتی ہیں۔

خدا تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام ہفتہ یا اتوار کی رات ماہِ رمضان میں غارِ حرا میں حضور علیہ السلام پر نازل ہُوئے لیکن باہمی گفتگو نہ ہُوئی۔ پھر دوشنبہ رمضان المبارک کی ساتویں تاریخ کو غارِ حرا میں جبرائیل امین اس وقت تشریف لائے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیلولہ کی غرض سے استراحت فرمارہے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام پیچھے سے تشریف لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آہٹ محسوس کرکے سیدھے اُٹھ بیٹھے۔ دائیں بائیں دیکھا کوئی شخص نظر نہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر لیٹ گئے، جبرائیل امین دوبارہ آئے اور فرمایا: "قم یا مُحمّد" (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھیے)۔ آپ اٹھ بیٹھے ایک شخص کو آدمی کی شکل میں دیکھا آپ کے سامنے سے چلا، اُس کا سر آسمان میں تھا، اس نے اپنے پروں کو کھولا جنھوں نے مشرق ومغرب کو گھیر لیا۔ اُس کی لمبائی چوڑائی اور شکل اس طرز پر تھی کہ اس کے پاؤں زرد، بال سبز، پیشانی اُجلی اور رخسار نورانی تھے، دانت سفید اور چمکدار، سر کے بال مرجان کی طرح سرخ اور گردن سُرخ یاقوت سی تھی، اس کی دو آنکھوں کے درمیان "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا۔

بعض روایات میں جبرئیل علیہ السلام کی شکل وصورت اس طرح بیان کی گئی ہے

گھنگھریالے گیسو، آنکھیں سرمگیں، آپ کے وجود کا نور فرشتوں کے درمیان ایسا ہے جیسے تاریکیوں میں سُورج، آپ کے چھ لاکھ بازو ہیں، ہر بازو کے اتنے ہی پر ہیں، ان پروں میں سے سب سے چھوٹا پَر اتنا بڑا ہے کہ تمام دنیا کو ڈھانپ سکتا ہے۔ آپ کے سر مبارک پر آراستہ تاج ہے۔ آپ کا ازار بزرگی اور وقار کی علامت ہے اور بطانہ رحمت سے ہے۔ آپ میں اس قدر طاقت و قوت ہے کہ آپ اپنے سب سے چھوٹے بازو کے سب سے چھوٹے پر کے سب سے چھوٹے ریشہ سے قومِ لُوط کے چار شہروں کو زمین سے اکھاڑ کر آسمان پر لے گئے اور وہاں رو کے رکھا، پھر خدا تعالیٰ کے حکم سے اُلٹا دیا۔ ان چار شہروں کے وزن کے متعلق آپ سے پوچھا گیا۔ فرمایا: اس کا بوجھ مجھ پر اس قدر تھا جیسے کسی شخص پر مچھر بیٹھ جائے۔

الغرض جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شکل و صورت دیکھی تو اس کے جسم کی بڑائی سے ڈرے اور فرمایا: من انت رحمك الله فانی لم ار شیئا قط اعظم منك خلقا ولا احسن منك وجها۔ "آپ کون ہیں میں نے آپ سے زیادہ کوئی خوب صورت چیز دیکھی ہے اور نہ بڑی"۔ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: انا روح الامین المنزل علیٰ جمیع النبیین والمرسلین اقراء یا محمد (میں رُوح الامین ہُوں جو تمام انبیاء اور مرسلین پر اترا ہوں) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! پڑھیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیسے پڑھوں جبکہ میں پڑھا ہوا نہیں ہُوں، جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر کے نیچے سے ایک مکتوب نکالا جو بہشت کے زمرد سے بنایا گیا تھا اور جسے جواہرات و یاقوت سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اس کو آپ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! پڑھیے"۔ آپ نے فرمایا: "میں پڑھا ہُوا نہیں ہُوں اور پھر اس خط میں تو مجھے کچھ لکھا ہُوا دکھائی نہیں دیتا"۔ اس پر جبرائیل علیہ السلام نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے لگایا اور بھینچا قریب تھا کہ آپ بے ہوش ہو جاتے۔ پھر چھوڑ دیا۔ پھر کہا: پڑھیے۔ آپ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرائیل امین نے پھر آپ کو سینے سے لگا کر بھینچا۔ تیسری مرتبہ ایسا ہی کیا پھر فرمایا: اقراء باسم ربك الذی خلق خلق الانسان

من علق اقراء وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم ہ

حکمتِ فشردن

بعض بزرگوں نے بھینچنے میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ "آپ کا دل مبارک مستعد ہوجائے اور نیت کو مزید سچائی اور ہمت کو بلندی عطا کی جائے۔ تین بار تکرار میں یہ حکمت تھی کہ آپ کا نفس نفیس تین درجات امّارہ، لوّامہ اور ملہمہ کو نظر انداز کرکے درجۂ اطمینان حاصل کرے"۔ اس کے بعد آپ پر کلامِ الٰہی اُترا تو آپ کا دل پُرسکون تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں نے اس سے "سُنا" پتھر میں لکیر کی مانند دل میں نقش ہوگیا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا جس سے ایک چشمہ پیدا ہوگیا جس میں رُوح الامین نے وضو کیا۔ وضو کرتے وقت آپ نے کلی کی ناک میں پانی ڈالا، چہرہ، دونوں ہاتھ اور پاؤں تین تین بار دھوئے ایک مرتبہ سر کا مسح کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طریق کی طرف رہنمائی کی۔ آپؐ نے بھی اسی طرح وضو کیا۔ جب وضو سے فارغ ہُوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے ایک چُلو پانی لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر چھڑکا پھر آگے بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھی حضور علیہ السلام نے بھی آپ کی طرح نماز پڑھی۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! نماز اسی طرح ہے"۔ بعض روایات میں وضو اور نماز دوسری مرتبہ سکھائی گئی۔

روضۃ العلماء میں ہے کہ شرجبیل رضی اللہ عنہ نے حبشہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک مکتوب بھیجا جس میں لکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک لکھ کر بھیجیں۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے ایک مکتوب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر مشتمل تھا، بھیجا اور حضور علیہ السلام کے فرائض وسنن کے طریقے اس میں لکھے ان میں سے ایک یہ بات تھی کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے لیے پانچ وقت کی نماز فرض کی اور مکمل وضو کرنے کا طریقہ بتایا۔ نماز جبرائیل علیہ السلام سے سیکھی اور وہ اس طرح کہ ابتدائے وحی میں جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہُوئے تو سُرخ سونے کا ایک تخت جس کے پائے سفید چاندی کے تھے اور اس میں زبرجد، لؤلؤ اور یاقوت کندہ تھے۔ اس تخت پر ریشم، دیبا، سندس اور استبرق کا فرش تھا آسمان سے اُترا اور میدانِ مکّہ میں بچھا دیا گیا۔

جبرائیل علیہ السلام نے اس پر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا سفید لؤلو، جوہر بیضا، سرخ یاقوت، سبز زبرجد کے چھ پر مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے تھے میں نے آپ کے سر مبارک میں دو گیسو دیکھے ایک آفتاب کی مانند سنہری اور دوسرا ماہتاب کی طرح سفید و شفاف۔ دونوں جواہر، یاقوت اور زبرجد سے آراستہ اور مشک، اذفر اور کافور سے معطر تھے۔ جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تخت کے گرد صف بصف کھڑے تھے۔ اس کے بعد جبرائیل امین اُٹھے اپنے پائے مبارک کو زمین پر مارا جس سے چشمہ بہہ نکلا۔ جبرائیل امین نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! دیکھیے اور جو کچھ پروردگار سے آپ کے لیے لایا ہوں اُس کی تعلیم حاصل کیجئے، آپ کو اس کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس جبرئیل علیہ السلام نے تین مرتبہ اس پانی سے ہاتھ دھوئے پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا اسی طرح کلائیوں کو کہنیوں تک سہ بار دھویا سر کا مسح کیا کانوں کے ظاہر اور باطن میں ایک مرتبہ مسح کیا اور تین مرتبہ پاؤں کو دھویا اس کے بعد اٹھے اور کہا "اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له وانك رسوله بالحق بعثك"۔ پھر فرمایا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جس طرح میں نے کیا ہے اُسی طرح آپ بھی کریں اور جو کچھ میں نے کہا ہے آپ بھی اسے دُہرائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے جبرائیل علیہ السلام کی طرح وضو کیا اور یہ کلمۂ شہادت پڑھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر (اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے اگلے پچھلے لوگوں کے گناہ معاف کر دیئے) جو شخص بھی اسی طرح وضو کریگا جیسے آپ نے کیا خدا تعالیٰ اس کے نئے، پرانے، ظاہر و پوشیدہ اور بھول کر یا جان بوجھ کر کیے ہوئے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ خدا تعالیٰ اُس کے گوشت پوست کو آگ سے محفوظ رکھے گا اور اسے اپنے عذاب و عتاب سے اس وقت محفوظ رکھے گا جب آپ سے ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جبرائیل علیہ السلام میری نظروں سے غائب ہو گئے اُن کی ہیبت اور دہشت محسوس کی۔ میں ڈرا کہ لوگ مجھے شعر و جنوں کی طرف

منسوب نہ کریں میں شاعر اور مجنون کو سب سے زیادہ بُرا سمجھتا تھا میں نے سوچا کہ ممکن ہے قریش اس قسم کے طعنے مجھے دیں اور ہر شخص ان کی اِن باتوں میں شریک ہو جائے اس خیال سے مجھے اس قدر اندوہ و غم پہنچا کہ پہاڑ کی چوٹی سے اپنے آپ کو گرانے کا ارادہ کر لیا۔ راستہ ہی میں آسمان سے ایک آواز سُنی، سر اُٹھا کر دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام ایک مرد کی شکل میں موجود تھے جنھوں نے قدم آسمان کے کنارے پر رکھے ہُوئے تھے اور یہ الفاظ فرما رہے تھے: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہُوں"۔ پس "میں راستہ میں ہی ٹھہر گیا اور خود کو پہاڑ سے گرانے سے رُک گیا، مَیں آسمان پر جس طرف بھی دیکھتا مجھے وہی صورت نظر آتی مغرب کی نماز تک اسی حیرانی کی کیفیت میں مبتلا رہا، خدیجہؓ نے میری تلاش میں ہر طرف قاصد بھیج رکھے تھے اور وُہ مجھے تلاش کر رہے تھے۔ جب بعض قاصد مجھ تک پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام غائب ہو گئے۔ میں خدیجہؓ کی طرف اس حالت میں لوٹا کہ مدہوش تھا اور میرے اعضاء پر کپکپی طاری تھی"۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب میں خوف زدہ اور بے چین خدیجہ کے گھر آیا تو میں نے کہا: "زملونی زملونی"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا یہاں تک کہ آپ کا ڈر اور خوف جاتا رہا۔

ایک روایت اس طرح ہے کہ "جب میں خوف زدہ اور کانپتے ہُوئے خدیجہؓ کے گھر آیا اُس کے زانو کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گیا اُس نے مجھ سے حال پُوچھا مَیں نے تمام صورتِ حال اُس کے سامنے بیان کر دی میں نے کہا مجھے ڈر ہے کہ میں اچانک کاہن نہ قرار دیا جاؤں"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا پناہ بخدا، خدا تعالیٰ اپنے نہ ختم ہونے والے فیض سے آپ کو بھلائی اور خیر ہی عطا فرمائے گا۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے امید بلکہ یقین ہے کہ آپ اس امت کے پیغمبر ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا "لا تخف فان ربك لا يفعل بك شرا لانك تقری الضيف واصدق الحديث وتؤدی الامانة وتعين الناس على النوائب وتؤدی اليتيم وتحسن الغريب وتحسن الخلق"۔ یعنی حق تعالیٰ آپ کے ساتھ کوئی نقصان دہ بات نہیں کرے گا کیونکہ آپ مہمان دوست، سچے، امین اور عاجز و

کے مددگار ہیں، یتیموں کو پناہ دینے والے، مسافروں کے ساتھ بھلائی کرنے والے اور نیک خصلت ہیں۔ ان اخلاقِ حمیدہ کے ہوتے ہوئے کسی قسم کا خوف نہیں اور ایک روایت میں ہے

مایفعل اللہ بك الاخیر الانك حسن الوجہ وحسن الخلق وحسن الخلق وحسن الصوت وحسن القول وحسن العقل وحسن النیۃ۔

ورقہ بن نوفل کی گواہی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور کہا میں اس واقعہ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کرتی ہوں دیکھیں وہ کیا کہتا ہے۔ ورقہ دین نصرانیت میں کامل تھا اور انجیل کی عربی میں کتابت کی تھی آسمانی کتابوں کا عالم تھا اس وقت بوڑھا اور نابینا ہو چکا تھا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ کے پاس حاضر ہوئیں اور کہا کہ مجھے جبرائیلؑ کے متعلق بتائیے۔ ورقہ نے کہا: قدوسٌ! قدوسٌ! جبرائیلؑ کو اس سرزمین سے جہاں بت پرست آباد ہیں کیا کام اور اسے اس ملک میں کون یاد کرتا ہے جبرائیلؑ اللہ جل وعلا کے پیغمبروں کی طرف اس کے رسول ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے کہ وہ مجھ پر نازل ہوا۔" اور تمام کیفیت اور صورتِ حال جیسا سُنی تھی بیان کر دی۔ ورقہ نے کہا، خدا کی قسم اگر جبرائیل علیہ السلام اس زمین پر اُترے ہیں تو خدا تعالیٰ ان گنت رحمتیں اس سرزمین پر بھیجے گا۔ اے خدیجہ! اگر تیری یہ بات درست ہے تو یہ وہی ناموسِ اکبر ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے پوچھا مجھے بتائیے کہ کیا تورات و انجیل میں یہ بات درج ہے کہ اس زمانہ میں ایک یتیم و نفیر شخص مبعوث ہوگا جسے اللہ تعالیٰ مالدار کر دے گا اور ایک حسب ونسب والی عورت اس سے شادی کرے گی۔ ورقہ نے کہا" ہاں اس عورت کی صفات تجھ جیسی ہیں"۔ حضرت خدیجہؓ نے دریافت کیا کیا کچھ اور صفات بھی ہیں۔ کہا ہاں ان میں سے چند صفات یہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح پانی پر چلیں گے، عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مُردے آپ سے باتیں کریں گے، پتھر سلام کہیں گے، درخت آپ کی نبوت کی گواہی دیں گے۔

ایک روایت کے مطابق ورقہ نے خدیجہؓ سے کہا جس جگہ جبرائیل علیہ السلام آپ پر

نازل ہُوئے ہیں وہاں دوبارہ نزول فرمائیں گے تُو وہاں اپنے سر کے بال کھول دے اگر وُہ وہاں ٹھہرا رہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس کے ساتھ گفتگو کریں اور اس کو دیکھیں تو وہ فرشتہ نہیں ہے اور اگر ایسی صورت میں وُہ اپنی جگہ سے چلا جائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے نہ دیکھ سکیں تو وہ یقیناً فرشتہ ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ حضرت خدیجہؓ فرماتی ہیں کہ میں واپس آئی اور غارِ حرا میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئی ورقہ نے جو کچھ بتایا تھا آپ سے بیان کیا اور حضور سے عرض کیا: جب یہ شخص آئے مجھے اطلاع دیں۔ جب جبرائیل علیہ السلام دُوسری مرتبہ اُترے آپ نے حضرت خدیجہؓ کو اطلاع دی۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو دائیں ران پر بٹھا کر پوچھا کیا اب آپ جبرائیلؑ کو دیکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر بائیں ران پر بٹھا کر پُوچھا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر گود میں بٹھا کر یہی سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا "ہاں دیکھ رہا ہُوں"۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے اپنے سر کے بال کھول کر پھیلا دیے اور پُوچھا: کیا اب بھی جبرائیل علیہ السلام دکھائی دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا آپ کو مبارک ہو کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہُوا فرشتہ ہے جن وشیطان نہیں ہے، اور آپؐ اُس سے جو کچھ سُنتے ہیں وحیِ الٰہی ہے شیطانی وسوسہ نہیں ہے۔

ناموسِ اکبر

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے اس کے وحیِ الٰہی ہونے کا یقین کامل تھا اور اس معاملہ میں آپ کو کوئی تردّد اور شک وشبہ نہیں تھا مگر چونکہ آغازِ وحی تھا اور ابھی آپ کو وحی سے مکمل موانست حاصل نہیں ہُوئی تھی اس لیے فکر واندیشہ سے خالی نہیں تھے یہاں تک کہ وُہ تمام اندیشہ دل سے پورے طور پر دُور ہو گیا اور مسلسل وحی کی آمد شروع ہو گئی۔ قرآن مجید آیت آیت اور سورہ سورہ آپ پر اترتا رہا انس حاصل ہو گیا اور دل سے کاملاً اندیشہ نکل گیا ثابت قدمی سے بارِ نبوت اُٹھا لیا اور خلق کو دعوت کا کام شروع کر دیا چنانچہ حضرت خدیجہؓ پھر ورقہ کے پاس گئیں اور اُس سے تمام حالات بیان کیے اُس نے کہا یقیناً وہ ناموسِ اکبر ہے ؎

وان یك حقا یاخدیجة فاعلمی   حدیثك ایانا فاحمد مرسل

وجبریل یاتیه ومیکائیل معهما   من الله وحی لیشرح الصدر منزل

يفوز من فاز فيه بنبوته — يشفى به العاقى القوى الضلل

فريقان منهم فرقة فى جنانه — واخرى باخوان الجحيم تغلل

اذا مادعوا بالويل فيه شايعة — مقامع فيها بانهم تحر موجل

فسبحان ماتهوى الرياح بامره

ومن هو فى الايام مايشاء ويفعل

ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف آوری

ورقہ نے حضرت خدیجہؓ سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاس بھیجیں تاکہ اپنے حالات کو آپ خود بیان کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ورقہ کے پاس تشریف لائے اور حالات بیان کیے۔ ورقہ نے کہا: "ابشر یا محمد ثم ابشر ثم ابشر" میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً وہ پیغمبر ہیں جن کے متعلق حضرت عیسٰی علیہ السلام نے خوش خبری دی ہے آپ وہی احمد اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو ناموسِ اکبر عیسٰی علیہ السلام پر نازل ہوا تھا آپ پر بھی وہی نازل ہوا۔ عنقریب آپ کو جہاد اور کفار کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم ہوگا۔ اگر میں اس روز تک زندہ رہتا تو یقیناً آپ کی مدد کرتا۔ کاش! میں اُن دنوں جوان اور زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی تاکہ میں آپ کی امداد کرتا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: کیا مجھے اس شہر سے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کی مخالفت ایک جماعت نے نہ کی ہو اور اُسے دُکھ نہ پہنچایا ہو۔ بایں ہمہ ورقہ نے آپ کو بہت تسلّی دی اور حضور علیہ السلام کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ تھوڑے عرصہ بعد ورقہ فوت ہوگیا اور دعوتِ اسلام کا زمانہ نہ پا سکا۔

محمد اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے رمضان المبارک کے باقی دن غارِ حرا میں گزارے پھر آپ مکہ میں تشریف لائے آپ کا دستور مبارک یہ تھا کہ جب مکہ میں آتے کعبۃ اللہ میں جاکر طواف کرتے اور پھر گھر تشریف لے جاتے۔ جب آپ طواف گاہ سے لوٹے ورقہ نے سوال کیا اے میرے بھتیجے! کیسے آپ نے کیا دیکھا اور کیا سُنا۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات بیان کیے۔ اس نے کہا: والذی نفسی بیدہ انك النبی

بھذہ الامۃ الیٰ اخرالحکایت۔

ورقہ جنّت میں ورقہ کی وفات کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے ورقہ کو بہشت کے سبز کپڑے پہنے ہوئے جنت میں دیکھا ہے کیونکہ وُہ مُجھ پر ایمان لایا تھا اور میری تصدیق کی تھی۔

عداس راہب سے ملاقات حضرت خدیجہؓ ورقہ کی ملاقات کے بعد عداس راہب، جو ایک سال خوردہ بوڑھا تھا، بڑھاپے سے اس کے ابرو آنکھوں پر پڑے ہوئے تھے، کے پاس گئیں، عداس نے پوچھا: یہ خاتون (خدیجہؓ) زنانِ قریش میں سے بزرگ عورت ہے؟ کہا ہاں۔ عداس نے پگڑی سر پر رکھی اور خدمتگار سے کہا کہ میری آنکھوں سے ابرو اٹھائیں، حضرت خدیجہؓ سے کہا میرے اور نزدیک ہو کر بیٹھیں کیونکہ میرے کان بہرے ہیں حضرت خدیجہؓ نزدیک ہو کر بیٹھیں اور کہا مجھے جبرائیل علیہ السلام کے متعلق بتائیے۔ عداس سجدہ میں گر پڑا اور کہا قدوس قدوس ایسے شہر میں جہاں لوگ خدا کی بندگی نہیں کرتے جبرائیل علیہ السلام کا نام کیوں لیتے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا: مجھے آپ ضرور جبرائیل علیہ السلام کی خبر دیجئے۔ عداس نے کہا خدا کی قسم میں اس وقت تک کچھ نہیں کہوں گا جب تک مجھے اس کا سبب نہ بتاؤ گی اور یہ نہ بتاؤ گی کہ یہ بات آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا میں اس شرط پر آپ کو بتا سکتی ہوں کہ آپ اس بات کو پوشیدہ رکھیں گے اور کسی دُوسرے کے سامنے ظاہر نہیں کریں گے۔ عداس نے رازداری کا وعدہ کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب کہتا ہے کہ جبرائیلؑ مجھ پر نازل ہوا ہے۔ عداس نے کہا یہ ناموسِ اکبر ہے جو موسیٰ، عیسیٰ علیہما السلام پر وحی لایا۔ خدا کی قسم اگر جبرائیل علیہ السلام اس شہر میں نازل ہو تو اس ملک میں خیرِ عظیم ظاہر ہو گی۔ لیکن اے خدیجہ! بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ شیطان کسی پر ظاہر ہوتا ہے اور اسے بہت سی صورتیں دکھاتا ہے اس وجہ سے اسے آسیب اور جنون ہو جاتا ہے۔ میری یہ کتاب آپ کو دکھائیں اگر شیطانی کام ہو گا تو اس کی برکت سے محفوظ رہے گا اور اگر رحمانی ہے تو درجات بلند ہونے کا سبب ہو گی۔ جب حضرت خدیجہؓ عداس کی کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس لائیں اس وقت جبرائیل علیہ السلام سورہ نٓ والقلم لائے ہُوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے آیات بینات پڑھ رہے تھے اور اس سورہ کی تکرار فرما رہے تھے

نٓ والقلم وما یسطرون ۝ ما انت بنعمۃ ربك بمجنون و ان لك لاجراً غیر ممنون ۝ وانك لعلیٰ خلق عظیم ۝ فستبصر ویبصرون بایکم المفتون ۝ حضرت خدیجہؓ آیاتِ الٰہی سُن کر بہت خوش ہوئیں۔

حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا: "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ مجھے عداس کے پاس چلیں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے ساتھ عداس کے پاس تشریف لے گئے۔ عداس نے خاتم النبیین علیہ السلام کو اپنے نزدیک بٹھا کر پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا، دیکھا کہ دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت چمک رہی ہے فوراً سجدہ میں گرا، بعدازاں سر اُٹھا کر کہا قدوس قدوس خدا کی قسم اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ وہی پیغمبر ہیں جن کے متعلق حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام نے خوشخبری دی ہے۔ خدا کی قسم اگر میں اس وقت جب آپ لوگوں کو دین کی دعوت دیں گے زندہ ہُوا تو آپ کی طرف سے تلوار اٹھاؤں گا اور جہاد کروں گا۔ پھر پُوچھا: اے نبی اللہ! کیا آپ کو کسی بات کا حکم دیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ عداس نے کہا بہت جلد آپ کو حکم دیا جائے گا کہ لوگوں کو دین کی طرف بلائیں، لوگ آپ کو جھوٹا کہیں گے مجبوراً آپ اس شہر سے ہجرت کریں گے فرشتے آپ کی مدد کریں گے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعا ان دو گواہوں کے ذریعہ مستحکم ہُوا اور آپ کی رسالت دلیل وحجت سے آراستہ ہُوئی۔

وحیِ الٰہی میں عارضی رُکاوٹ

پھر کچھ عرصہ وحی رُک گئی۔ کہا جاتا ہے کہ تین سال تک آسمان سے وحی نہ آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بے حد اندوہناک اور غمگین ہُوئے یہاں تک کہ کئی مرتبہ پہاڑ کی چوٹی سے خود کو گرانے کا ارادہ کیا ہر مرتبہ جبرائیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور کہتے یا محمد انك رسول اللہ حقا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام فرماتے "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہاں جاتے ہیں میں جبرائیل آپ کا دوست اور بھائی ہوں۔" اس سے آپ کو اطمینان

وسکون ملتا۔

دوبارہ نزول وحی اور سورۂ مدثر

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس زمانہ میں وحی رُکی ہوئی تھی میں ایک راستہ پر جا رہا تھا اچانک آسمان سے ایک آواز سنی، نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ تھا جو غارِ حرا میں میرے پاس آیا تھا یعنی جبرائیل علیہ السلام زمین و آسمان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ مجھ پر اس سے خوف و دہشت طاری ہوگئی گھر لوٹا اور کہا "زملونی زملونی" پس مجھے ڈھانپ دیا گیا، خدا تعالیٰ نے وحی بھیجی یاایھا المدثر قم فانذر وربك فکبر وثیابك فطھر والرجز فاھجر ولا تمنن تستکثر۔ ؎

گفت بمن دلبر من قم قتم قم — قم فاندر سخن عشق بگو جم جم جم
خیز تا چند زنی طبل تو در زیر گلیم — پردہ بردار کہ خورشید شود پیش تو گم
سر بر آور ز گلیم و بنما ہمچو کلیم
ید بیضا و ز خورشید ستاں طاق طرم۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادرِ تبلیغ کو کندھے پر اور تاجِ دعوت کو سر پر رکھا پھر وحی عام آنے لگی۔ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ کچھ عرصہ کے لیے وحی کی آمد میں تاخیر ہوگئی تھی اس تاخیر میں بھی اللہ کی حکمتیں پوشیدہ تھیں۔

تاخیرِ وحی میں حکمت

وحی میں توقف کی حکمت یُوں بیان کی گئی ہے کہ تین سال تک اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ رہے اس دوران میں جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہیں لائے یہ قول امام ابن جوزی کا ہے۔

کتاب وفا، ابن اثیر اور جامع اصول میں بعض اہلِ اشارت نے اس کی حکمت یُوں بیان کی ہے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں شوق پیدا کرنا مقصود تھا، آپ کا اشتیاق یہاں تک پہنچا کہ کئی مرتبہ اس جدائی کی وجہ سے خود کو پہاڑ سے گرانے کا عزم کیا آپؐ کے دل میں انتہائی آتشِ شوق مشتعل تھی۔ ؎

گفتم کہ کوہ گیرم وزیں غم بدر روم — اد موے دام کرد مرا در کمر گرفت

سودائے عشق او ہمہ اجزائے من بسوخت　　آتش چو در گرفت ہمہ خشک و تر گرفت

ہر کس بقدر سوختہ گشتند ناتمام
آتش مگر بخرمن ما بیشتر گرفت

ابتدائے وحی

تحقیق ابتدائے وحی بزرگانِ فن سیر و تواریخ مثل محمد بن اسحاق اور ائمۂ حدیث کی ایک بڑی جماعت کا یہ خیال ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰن کے مطابق نزولِ وحی کی ابتدا رمضان المبارک میں ہوئی تھی اس امر پر ایک بڑی دلیل اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ہے لیکن محدثین اور اہل سیرت نے ابتدائے نزولِ وحی کو تیسری، آٹھویں یا بارھویں ربیع الاول ولادت کے اکتالیسویں سال میں شمار کیا ہے۔ جامع الاصول میں اس قول کو ترجیح دی گئی ہے اور مندرجہ بالا آیات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس سے مراد لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل ہونا ہے۔ ایک روایت کے مطابق قرآن ایک ہی دفعہ لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اُترا، پھر وہاں سے حسبِ ضرورت وقتاً فوقتاً تیئیس سال میں نازل ہوا۔ یہ روایت پہلے قول کی تائید کرتی ہے، بعض نے اس کی اس طرح تاویل کی ہے کہ خواب میں ابتدائے وحی ربیع الاول میں اکتالیس سن میں ہوئی اور اسی سال بیداری میں نزولِ قرآن کی ابتدا رمضان میں ہوئی واللہ اعلم۔

روایات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اُترنے والی سورہ اقراء تھی۔ اور ایک روایت کے مطابق "یا ایّھا المدثر" تھی۔ حضرت خدیجہؓ سے ایک روایت میں سورہ فاتحۃ الکتاب بھی منقول ہے۔

سُورۂ فاتحہ کا نزول ایک روایت میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں تنہا ہوتا ہوں آواز سُنتا ہوں جیسے کوئی کہہ رہا ہو یا محمد یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مجھ پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ کے پاس لے گئیں اور تمام قصّہ بیان کیا ورقہ نے کہا جب دوبارہ آپ یہ

آواز سُنیں اسی جگہ رُک جائیں دیکھیں وُہ کیا کہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اب کی بار جب یہ آواز سُنی تو ٹھہر گئے اور کہا "لبیک"۔ آواز دینے والے نے کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و انک رسول اللّٰہ پھر کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین آخر تک فاتحۃ الکتاب پڑھی۔

دونوں روایتوں میں مطابقت بعض علماء متاخرین نے دونوں روایتوں میں اس طرح مطابقت پیدا کی ہے کہ سورۂ اقرأ مطلقًا سب سے پہلے نازل ہُوئی۔ پہلی دفعہ وحی منقطع ہونے کے بعد سب سے پہلے سورہ المدثر نازل ہُوئی اور غارِ حرا میں جبرائیل علیہ السلام کے ظاہر ہونے سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہُوئی۔

بعض دوسرے علماء کہتے ہیں کہ اولیت حقیقی اقراء کو حاصل ہے اور دُوسری سورتوں کا اوّل ہونا اضافی ہے یعنی پہلی سورۃ جو تبلیغ پر دلالت کرے سورۂ مدثر کی پہلی آیت تھی اور سب سے پہلی مکمل سورۃ جو نازل ہُوئی سورہ فاتحۃ الکتاب تھی۔ واللّٰہ اعلم

کیفیتِ وحی وحی کس کیفیت سے اترتی تھی؟ یہ ہے کہ سب سے پہلے سچے خواب تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ ماہ تک ایسے خواب آتے رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اوّل مابدئ بہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیاء الصالحۃ۔ دُوسرا یہ کہ جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اس طرح القاء کرتے کہ جبرائیل امین آپ کو دکھائی دیتے چنانچہ "نزل بہ الروح الامین علٰی قلبک لتکون من المنذرین" اس امر کی دلیل ہے اور صحیح حدیث ان روح القدس نفث فی روعی اسی معنی کی گواہی دیتی ہے تیسری صورت یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر انسانی شکل وصورت میں ظاہر ہوتے اور وحی کو آپ پر پڑھتے جاتے تھے چنانچہ اکثر اوقات دحیہ کلبیؓ کی شکل میں متمثل ہوتے تھے اور بعض صحابہؓ آپ کو اس شکل میں دیکھتے تھے۔ چوتھی وحی کی صورت گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی تھی یہ صورت دوسری تمام صورتوں سے آپ پر زیادہ دشوار ہوتی تھی۔ چنانچہ اگر اونٹ پر سوار ہوتے اور اس قسم کی وحی اترتی تو اُونٹ کی ٹانگیں بوجھ کی وجہ سے

ٹیڑھی ہونے لگتیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن سخت سردیوں کے موسم میں مَیں نے دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہوئی انتہائی دشواری اور سختی کی وجہ سے آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آگیا۔ امام احمد حنبل رحمہ اللہ اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پیچھے تشریف فرما تھے اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور آداب بجالائے آپ نے اُنھیں بٹھایا وہ بیٹھ کر آپ سے گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی پھر زمین کی طرف دیکھا، اپنے دائیں پہلو پر ہو گئے اور عثمان رضؓ کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اس شخص کی مانند جو تعلیم میں مصروف ہو سر مبارک سے اشارہ فرماتے رہے تھوڑی دیر کے بعد آپؐ نے آسمان کی طرف دیکھا اور عثمان رضؓ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ابن مظعون کہتے ہیں" میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے جیسے آج آپ کو دیکھا ہے کبھی نہیں دیکھا" آپ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کیسے دیکھا، میں نے تمام حالت بیان کر دی، آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قاصد پیغام لے کر آیا تھا، میں نے عرض کیا وہ پیغام کیا تھا؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ" حضرت عثمان رضؓ نے کہا اگرچہ میں مسلمان ہو چکا تھا لیکن پُورے طور پر اسلام میرے دل میں جاگزیں نہیں ہُوا تھا۔ جس وقت مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال دیکھا اسلام میرے دل میں پورے طور پر اُتر گیا اور حضور علیہ السلام کی محبت میرے دل پر غالب آگئی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ نے کہا ایک روز جبکہ آیت لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ نازل ہو چکی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہُوا تھا آپؐ کا سر مبارک میری ران پر تھا یہی آیت لکھ رہا تھا کہ عبد اللہ بن مکتوم (نابینا) حاضر ہُوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا عذر ظاہر ہو چکا ہے یعنی میں نابینا ہُوں اور غزوہ میں شریک نہیں ہو سکتا فوراً آیت غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ نازل ہُوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نزولِ وحی سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک اس قدر بھاری ہوگیا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہُوا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی اور بلا شک اس قسم کے حالات چوتھی قسم کی وحی کے لوازمات میں سے تھے۔

وحی کی پانچویں قسم یہ تھی کہ جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھتے اور جبرائیل امین آپ پر وحی تلاوت کرتے تھے۔ چھٹی قسم وحی کی وُہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں جبرائیل امین سے اس کی اصلی صورت میں اخذ کی۔ ساتویں قسم وُہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ نے بغیر کسی واسطہ کے پردے کے پیچھے سے شبِ معراج میں کلام کی اور آٹھویں قسم میں خدا تعالیٰ نے معراج کی رات بغیر کسی واسطہ اور بغیر پردے کے رُوبرو بات کی اور اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ؎

مطلق ازانجا کہ پسندیدہ نیست — دید خدا را و خدا دیدہ نیست
دید محمد نہ بچشم دگر — بلکہ بایں چشم سراں چشم سر
خورد شرابے کہ حق آمیختہ — جرعۂ آں بر دل ما ریختہ
ہمنشں از گنج توانگر شدہ — جملۂ مقصود میسرؔ شدہ
زاں سفر عشق بہ ناز آمدہ
در نفسے رفتہ و باز آمدہ

وحی کا جلال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ فترت کے زمانہ میں یعنی بعثت کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ وحی رکی ہوئی تھی جو قریباً چھ سال کا عرصہ تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دوبارہ وحی شروع ہُوئی تو فرشتے اس کے کروفر کو سُن کر بے ہوش ہوگئے انھیں خیال گزرا کہ قیامت آپہنچی۔ جب معلوم ہوا کہ وحیِ الٰہی نازل ہُوئی ہے تو انھوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ وحی آپ کس کی طرف لے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ فرشتے کہنے لگے "اللہ اکبر قد قامت الساعۃ"۔ یقیناً قیامت آگئی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قیامت کے شرائط میں سے ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا لما تکلم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سمع اہل السماء صلصلۃ کصلصلۃ الحدید علی الصفا فخروا سجدا و غشی علیہم و فی روایۃ لم نزل آیۃ الا ارتعدت بہا الملٰئکۃ وسمع فی السماء صلصلۃ کصلصلۃ جرت فی الزجاجۃ (اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب کلام فرمائی تو آسمان والوں نے لوہے کی گھنٹی کی گھنٹی سُنی پس وُہ سجدے میں گر گئے اور بے ہوش ہو گئے اور ایک روایت میں ہے کہ جب بھی آیت اُترتی فرشتے کانپ اُٹھتے اور آسمان پر گھنٹی کی طرح آواز سنی جاتی)

آنحضرت صلّی اللہُ علیہ وسلّم کی تبلیغ اسلام پر لبیک کہنے والے

حضرت خدیجہ رضؓ کا اسلام لانا سیر و تواریخ کے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم "قُم فانذر" کے خطاب سے سرفراز ہوئے اور بَلِّغ مَا اُنزِلَ الیک سے تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ آپ تبلیغ کے لیے تیار ہوئے اور لوگوں کو دعوتِ اسلام دینے میں مصروف ہوئے۔ جس ہستی نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت کو قبول کرنے کا شرف حاصل کیا، ہدایت کی قینچی سے گمراہی کے پردوں کو کاٹا، جسم پر سب سے پہلے ایمان کی خلعت کو پہنا اور اپنے سر پر عرفان کا تاج رکھا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب واضح دلائل و براہین سے یقین ہو گیا کہ آپ برحق پیغمبر ہیں تو سب سے پہلے آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اسلام کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رہنمائی فرمائی حضرت خدیجہ رضؓ نے بلا توقف دین اسلام کو قبول کیا اور سبقت لے جانے والے لوگوں میں سے ہو گئیں بلکہ تمام پہل کرنے والوں میں سے آپ رضؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

حضرت خدیجہ رضؓ غارِ حرا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت خدیجہ رضؓ کو ساتھ لیا اور اس چشمہ پر لے گئے جو جبرائیل علیہ السلام

کے پائے مبارک کی برکت سے غارِ حرا کے نزدیک پیدا ہو گیا تھا اور وضو کرنے کا وُہی طریقہ جو جبرائیل علیہ السلام سے سیکھا تھا آپؓ کو سکھایا، نماز د نیاز سے سرفراز ہوئیں اور جو دینی و دنیوی غم و اندوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لاحق ہوتا آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رازداں اور غمگسار ہوتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار کے تمسخر اور تذلیل سے رنجیدہ خاطر ہوتے تو حضرت خدیجہؓ ہی آپؐ کے دلی سکون و راحت کا سبب ہوتیں۔ آنحضرت جب باہر سے رنجیدہ اور غمگین گھر میں داخل ہوتے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے غم و اندوہ کو آپ کے دل سے نکال دیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی دیتے ہُوئے عرض کرتیں یارسول اللہ! اطمینان فرمائیے، دل کو خوش رکھیے کیونکہ آخرکار خدا تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرے گا آپ کے دشمن مغلوب ہوں گے اور آپ کی قوم آپ کے حکم کی تابع ہوگی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی بہت زیادہ خدمت گزاری کی، جس وجہ سے ایک دن جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اقراء خدیجة السلام من ربنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدیجہؓ کو سلام پہنچا دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خدیجہ! یہ جبرائیل ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے تمھیں سلام دینے کے لیے آئے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا الیہ السلام وعلی جبرائیل السلام۔

حضرت خدیجہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خدیجہؓ کو اس کے لیے جنت میں ایک ایسے مکان کی خوشخبری دُوں جو ایک ہی موتی کو کاٹ کر تیار کیا گیا ہے۔

حضرت علیؓ کا ایمان لانا

جب حضرت خدیجہؓ ایمان لے آئیں تو دوسرے روز اور ایک روایت میں اُسی دن کے آخری حصّہ میں آپؓ بھی ایمان لے آئے، آپ کے ایمان لانے کا قصّہ اس طرح ہے کہ ابو طالب کی آمدنی کم اور اخراجات کثرتِ اولاد کی وجہ سے زیادہ تھے جس سے وہ بہت مضطرب اور پریشان حال تھے مکّہ میں قحط پڑا چنانچہ اہل مکّہ تنگ آ گئے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت عباسؓ سے کہا: چچا جان! آپ کے بھائی ابو طالب کی اولاد زیادہ ہے، خرچ بے شمار ہے اور آمدنی کم، وقت تنگی سے گزرتا ہے بہتر یہی ہے کہ ہم ان کی مدد کریں اور ان کے بوجھ کو کم کریں ہم میں سے ہر ایک اس کے ایک ایک فرزند کو لے لے۔ ابو طالب نے کہا میرے لیے عقیل ضروری ہے باقی تم جانو۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو لے لیا۔ حضرت عباس نے جعفر کو لے لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی کی تربیت کرنے میں مصروف ہوئے یہاں تک کہ دس سال کی عمر تک کفالت کرتے رہے۔ ایک دن حضرت علیؓ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آئے تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں آنحضرت سے حضرت علیؓ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ خدا تعالیٰ کا دین ہے جس کو میں نے اپنے لیے پسند کیا ہے اور تمھیں بھی اس کی دعوت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے ہونے کی گواہی دو اور اسے واحد یقین کرو۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں تمھیں لات اور عزیٰ (بتوں) کو چھوڑ دینے کی دعوت دیتا ہوں۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے عرض کی: میں نے اس دین کو کسی سے نہیں سنا اور اپنے والد بزرگوار ابو طالب کے مشورہ کے بغیر میں کوئی کام نہیں کرتا اگر اجازت ہو تو ان سے مشورہ کر لوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ طے شدہ بات ہے کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ تو اسے کسی دوسرے کو بھی نہ بتاؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس رات توقف کیا اسی رات خدا تعالیٰ نے ان کے دل کو کھول دیا اور انھیں نور ہدایت سے روشن کر دیا جب صبح ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! مجھ پر اسلام پیش کیجئے، اور حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے کہا میں جا کر والد سے مشورہ کرتا ہوں، چند قدم ہی گئے تھے کہ خیال آیا مجھے میرے والد نے وصیت کی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں جو بات کہیں اسے قبول کر، اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے واپس آئے اور ایمان لے آئے۔

فضائل اہلبیت میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے روز مبعوث ہوئے اور حضرت علیؓ سہ شنبہ کے روز مسلمان ہوئے۔ آپؓ اپنے ایمان کو

ابو طالب سے چھپائے رکھتے تھے۔ اس کے بعد زید بن حارثہ مسلمان ہوئے۔

زید بن حارثہ کا ایمان لانا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھتیجا حکیم بن حزام ملک شام کی تجارت سے واپس آیا تو اپنے ساتھ چند غلام بھی لایا ، سلام کے لیے اپنی چچی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی ان غلاموں میں سے جو غلام آپ کو پسند ہو، لے لیجئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زید بن حارثہ کو پسند کیا جب گھر لائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو ان سے مانگ لیا، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا آپ نے اسے آزاد کر دیا اور اپنا بیٹا بنا لیا۔ یہ واقعہ وحی سے پہلے کا ہے ، زید کا باپ حارثہ بیٹے کی جدائی میں غمگین تھا اور دنیا بھر میں اُسے تلاش کرتا پھرتا تھا، اس نے سوچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہیے وہاں آیا تو زید کو اس نے وہاں پایا ، بیٹے کے سر آنکھوں کو بوسے دیتا اور روتا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو زید کو فرمایا اب تجھے اختیار ہے اگر یہاں رہنا چاہو تو یہاں رہو اور اگر باپ کے ساتھ جانے کی خواہش ہو تو اس کے ساتھ چلا جا۔ زید نے عرض کی میں آپ کی غلامی کو باپ کے ساتھ آزادی پر ترجیح دیتا ہوں ، میں تمام زندگی آپ کے ساتھ رہوں گا۔ آنحضرت نے اس کے باپ کو معذرت کر کے واپس بھیج دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اُتری ، ایمان لے آیا، زید تیسرے آدمی تھے جو ایمان لائے ، شروع میں لوگ انھیں زید بن محمد کہتے تھے جب آیت اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ نازل ہوئی، زید بن حارثہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ تینوں اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے۔

جب نماز کا وقت آتا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیتے اور مکّہ کے باہر وادی میں جہاں لوگوں کی آمد و رفت نہ ہوتی جا کر نماز ادا کرتے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرتے تو حضرت علی رض نگرانی کرتے گرد و نواح پر نظر رکھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی شخص فریب نہ کرے، ایک روز ابو طالب، امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کو تلاش کر رہے تھے مگر وہ نہ مل سکے۔ علیؓ کی والدہ نے اُن سے کہا: اے ابو طالب! میں علیؓ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

بہت قریب دیکھتی ہوں، مجھے ڈر ہے کہ وہ کوئی ایسی بات قبول نہ کرے جو ہمارے آباء و اجداد کی ملت کے لیے خرابی کا باعث ہو۔ ابوطالب نے کہا میرا بیٹا میرے مشورہ کے بغیر اہم امور کا فیصلہ نہیں کرتا۔ اتفاقاً ایک روز ابوطالب کسی کام سے مکہ کے باہر وادی سے گزرے، اس نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے ہیں اور حضرت علیؓ ہر طرف نظر رکھے ہوئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے ہیں۔ محمد بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ ہر دو جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوطالب کو اس سے تعجب ہوا، آہستگی سے اُن کے سامنے جا کر بیٹھ گیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیسا دین ہے جو تم نے پیدا کیا ہے اور یہ کیسا کام ہے جو آپ کر رہے تھے؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یاعم ھذا دین اللہ ودین ملئکتہ ودین رسلہ ودین انبیائہ ودین ابینا ابراھیم علیہ السلام بعثنی اللہ تعالیٰ بالرسالہ الی العباد" اے چچا جان! یہ دین خدا تعالیٰ، اس کے فرشتوں، پیغمبروں اور ہمارے باپ حضرت ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہم کا دین ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول منتخب کیا ہے لوگوں کو یہ دین پہنچانے کے لیے بھیجا ہے۔ چچا جان! اب میں آپ کو اس خدا تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں جو بے مثل ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، اُسی کی عبادت کرنے کے لیے آپ کو کہتا ہوں اور اُسی کی خدمت کرنے کی طرف آپ کی رہنمائی کرتا ہوں۔ یقین کیجئے کہ اس کی عظمت و بزرگی کی بارگاہ پر سر جھکانا اور بندگی کرنا ہی بادشاہوں کے لیے سرفرازی اور تاجداروں کے لیے عزت و منزلت ہے۔ ؎

کشمکش ہر کہ درو زندگیست　　پیش خداوندی او بندگیست

ہر کہ دریں مرحلہ بشتافت ست　　جان وجہاں جملہ از و یافت ست

ہر کہ درو پرتوے از رنگ دبو ست

خاک رہ بندۂ درگاہ است

اس کے بعد فرمایا: اے میرے مہربان چچا! آپ میرے لیے دل و جان کی حیثیت رکھتے ہیں تمام لوگوں سے آپ زیادہ حقدار ہیں کہ نصیحت کا آغاز میں آپ سے کروں، مناسب یہ ہے

کہ آپ میری مدد کے لیے کمر بستہ ہوں اور کلمۂ حق کے لیے جس کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے اہتمام کریں۔ ؎

بسیار دشمن ست مرا و تو دوست نے ‏ ‏ ‏ یا چوں منی بگو کہ اینہا نگوست نے
بامن چرا تو طرح جدائی گرفتۂ ‏ ‏ ‏ اے یار دوست بودہ وامسال دوست نے

ابو طالب نے کہا: "بیٹے! آپ درست کہتے ہیں لیکن میں آبأ و اجداد کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا اور ملتِ عبد المطلب سے روگردانی کر کے آپ کی اتباع نہیں کر سکتا لیکن آپ اطمینان سے اپنا کام کیجیے جب تک میں زندہ ہُوں کوئی دشمن آپ کو تکلیف نہیں پہنچا سکے گا، اور نہ ہی کوئی حاسد جاہلیت کی حمایت میں آپ سے اُلجھ سکے گا۔" اس کے بعد ابو طالب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہُوئے اور اُس کے دین کے متعلق پُوچھا تو حضرت علی رضؓ نے عرض کیا "اباجان! اسلام سچا دین ہے، میں خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لے آیا ہُوں اور یہ نماز ایسا فرض ہے جسے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے ضروری قرار دیا ہے اور ہم اس فرض کو ادا کرتے رہیں گے۔" ابو طالب نے کہا: "یا بنیّ انّہ لم یدعك الا بخیر فالزمہ اے میرے بیٹے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ اور اُن کی خدمت کر، وُہ تمھیں بھلائی اور نیکی ہی کی بات کہیں گے، خدا تعالیٰ تمھارا حافظ و نگہبان ہو۔ تمام دشمنوں سے تمھیں محفوظ رکھے گا، میں جب تک زندہ ہُوں تمھاری حفاظت کرتا رہوں گا۔ تمھاری حفاظت میں اپنی جان تک کی بازی لگا دوں گا۔"

ایک دُوسری روایت میں ہے کہ ایک دن ابو طالب اپنے بیٹے جعفر کے ساتھ ایک غار میں آئے، دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المؤمنین علیؓ نماز ادا کر رہے ہیں ابو طالب نے کہا: اے جعفر! اپنے چچازاد بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ جعفر اپنے والد کے اشارے پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور ان کے ساتھ نماز ادا کی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر کے لیے دُعا فرمائی "وصل اللہ الیك جناحین تطیر بہما فی الجنۃ۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اس کے حق میں قبول ہوئی چنانچہ غزوہ موتہ میں جامِ شہادت نوش کیا اور خدا تعالیٰ نے اسے دو پر عطا فرمائے

تاکہ ان کے ساتھ جنت کے باغات میں اڑتا پھرے اسی وجہ سے اس نیک بخت کو جعفر طیار کہتے ہیں۔

ابوطالب گھر لوٹے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ فاطمہؓ نے کہا" آپ کا بیٹا علی کہاں ہے ؛ ابوطالب نے پوچھا؛ کیوں ؟ کیا بات ہے ؟ کہنے لگی ؛" مجھے میری خادمہ نے اطلاع دی ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ پہاڑ کی غار میں نماز ادا کرتا ہے، آپ پر افسوس ہے کیا آپ اسے روا رکھتے ہیں کہ آپ کا بیٹا اپنے آبا و اجداد کے دین سے پھر جائے ؟" ابوطالب نے کہا : چپ رہ ، خدا کی قسم علی کے لیے تمام مخلوق سے زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم چچا زاد بھائی کی مدد کرنا ہے اور اگر میں بھی دین عبدالمطلب چھوڑ سکتا تو یقیناً میں بھی اُن کی اتباع کرتا ، قریش نے یہ بات سُنی تو اُنھیں بے انتہا دشوار گزری اور وہ خوفزدہ ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے اور اس کے اسباب میں بہت سے اقوال ہیں ، ان میں سے ایک یہ ہے کہ بعثت سے بیس سال پہلے اُنھوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ چاند آسمان سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کعبہ میں گرا ۔ مکّہ کے ہر گھر میں ایک ایک ٹکڑا گرا پھر وُہ تمام ٹکڑے اکٹھے ہو کر پہلی شکل پہ آ گئے اور آسمان کی طرف چلے گئے مگر وُہ ٹکڑا جو ابوبکرؓ کے گھر میں آیا تھا وہیں رہ گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وُہ تمام ٹکڑے اکٹھے ہو کر ابوبکرؓ کے گھر آ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ ان انوار کے حالات دریافت کرنے کے لیے علی الصبح یہودی علماء میں سے ایک عالم کے پاس گئے اور اس سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ یہودی عالم نے کہا یہ اضغاث و احلام میں سے ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ کچھ زمانہ اسی طرح گزرا ، اپنی تجارت کے سلسلے میں بحیرا راہب کی خانقاہ میں پہنچے اور راہب سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ راہب نے پوچھا : آپ کون ہیں ؟ آپ نے کہا : میں قریشی ہوں۔ راہب نے کہا : مکہ میں تمہارے درمیان ایک پیغمبر ظاہر ہو گا اس کا نورِ ہدایت مکّہ کے ہر گھر میں پہنچے گا آپ ان کی زندگی میں ان کے وزیر

ہوں گے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہوں گے۔ ابوبکر صدیق رضہ نے کہا میں خواب کو پوشیدہ رکھتا تھا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے واقعی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ جب مجھے آپ کے ظہور کی خبر ملی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلام کی دعوت دی میں نے عرض کی، ہر پیغمبر کی نبوت پر ایک دلیل ہوتی تھی آپ کی دلیل کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نبوت کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور یہودی عالم نے کہا تھا کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں بحیرا راہب نے اس کی اس طرح تعبیر کی تھی۔ میں نے پوچھا: آپ کو اس کی کس نے خبر دی ہے؟ آپؐ نے فرمایا مجھے جبرائیل علیہ السلام نے اطلاع دی ہے۔ میں نے کہا اس سے زیادہ میں آپ سے کوئی دلیل و برہان نہیں پوچھتا، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد انک عبدہٗ ورسولہٗ۔

درخت کی گواہی

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا زمانۂ جاہلیت میں ایک روز ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اس درخت کی ایک شاخ میری طرف اس قدر جھکی کہ میرے سر کے ساتھ آلگی میں اسے دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ یہ کیا چاہتی ہے اس درخت سے میرے کان میں آواز سنائی دی کہ ایک پیغمبر فلاں وقت میں ظاہر ہوگا لوگ اس پر ایمان لائیں گے تجھے چاہیے کہ ان میں سب سے نیک بخت بنے میں نے اس سے کہا کہ وضاحت سے بیان کر کہ وہ پیغمبر کون ہے، اس کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ میں نے کہا وہ میرا دوست، حبیب اور ساتھی ہے میں نے اس درخت سے وعدہ لیا کہ جب وہ مبعوث ہوں مجھے خوشخبری دے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس درخت سے آواز آئی: اے ابو قحافہ کے بیٹے! مستعد ہوجا اور کوشش کر، کیونکہ اس کی طرف وحی آگئی ہے۔ مجھے ربِ موسیٰ کی قسم ہے کہ کوئی شخص تجھ سے سبقت نہیں لے جائے گا۔ جب صبح ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! میں تجھے خدا و رسول کی طرف بلاتا ہوں میں نے کہا: انک رسول اللہ بالحق بعثک سراجاً

منیراً، پس آپؐ پر ایمان لے آیا اور آپ کے قول کی تصدیق کی۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب خواجۂ لولاک کے جسدِ ہمت پر انا ارسلناک کی خلعت آراستہ ہوئی تو آپ نے سوچا کوئی ایسا رازداں چاہیے جو اس بات کے سننے کی طاقت رکھتا ہو اور مصلحت کی جانب کو ترک نہ کرے پس حضرت ابوبکرؓ کی دوستی نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں درجۂ اعتبار کو پہنچی ہوئی تھی اشارہ کیا کہ ابوبکرؓ کمال عقل سے موصوف اور حسن اعتقاد اور دوستی کے خلوص کے ساتھ معروف ہے اور اس بات کی اہلیت رکھتا ہے کہ اس امر میں رازداں بنایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ ارادہ کر لیا کہ صبح اُس کے پاس جائیں گے اور اس راز سے اس کو آگاہ کریں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تمام رات اسی سوچ میں مستغرق رہے کہ یہ دین جو ہمارے آباؤ اجداد کا پسندیدہ ہے۔ فطرت سلیم اور عقل کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے اور ایسی چیز کی عبادت کا کیا فائدہ جو نہ نقصان کو دُور کر سکتی ہو اور نہ ہی نفع بخش ہو خدا تعالیٰ جو زمین و آسمان کا خالق ہے اور بسائط اور مرکبات کا موجد ہے عبادت کا حقدار کیوں نہیں ہے۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ صبح سید ابرار کی روشن رائے سے جو خدائی فیض اور توفیق الٰہی کی جائے نزول ہے، ہدایت اور مشورہ حاصل کرے اور اس راز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کھولے ہر دو ایک دوسرے کی ملاقات کے ارادہ سے چل پڑے، راستہ میں دونوں کی ملاقات ہو گئی انھوں نے کہا: "اجتمعنا غیر میعاد"۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک بھلائی کے مشورہ کے لیے آپ کے پاس آ رہا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ نے عرض کی میں بھی ایک دینی مہم میں آپ کی خدمت میں آ رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راز سے پردہ اُٹھائیے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی ہر کام میں آپ پیش رو ہیں پہلے آپ اظہار فرمائیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل فرشتہ مجھ پر ظاہر ہوا اور خدا کا پیغام لایا کہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلاؤ، میں حیران ہوا، تمھارے پاس آیا ہوں کہ تم راہنمائی کرو۔ دعوت کے سلسلہ میں جو تمھاری رائے ہو اس کے مطابق عمل کریں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پہلے مجھے دین کے شرف سے سرفراز کریں کہ کل سے میں سوتے جاگتے اسی فکر

میں ہوں اور آج آپؐ سے یہ بات سُن رہا ہوں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوش ہُوئے فی الفور سلام پیش کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت کو قبول کر لیا۔ مومنین کے پیشرو اور سب سے پہلے ایمان لانے والے بنے۔

حصص الاتقیاء میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حضرت ابوبکرؓ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ بعثت سے پہلے میں تجارت کی غرض سے ملکِ یمن کی طرف گیا، قبیلہ ازد کے ایک تین سو نوسالہ بوڑھے کے پاس اُترا جس نے آسمانی کتابیں پڑھی ہوئی تھیں۔ جب اس جہاں دیدہ بوڑھے نے مجھے دیکھا اس نے کہا میرا خیال ہے کہ تم حرم کعبہ سے تعلق رکھتے ہو؛ میں نے کہا: ہاں۔ اُس نے پوچھا کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے کہا بنی تیم سے۔ اس نے کہا: ایک نشانی باقی رہ گئی ہے۔ میں نے پوچھا: وُہ کون سی ہے؛ اُس نے کہا: اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایئے۔ میں نے کہا: جب تک آپ اپنا مقصد بیان نہیں کرتے میں کپڑا نہیں اٹھاؤں گا۔ اس نے کہا: میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ حرم میں ایک پیغمبر مبعوث ہوگا اس کے دو معاون ہوں گے ایک جوان، دوسرا ادھیڑ عمر، جوان مستقبل میں بہت سی دشواریوں اور مصیبتوں کو دُور کرے گا اور ادھیڑ عمر سفید چہرے لاغر جسم کا ہوگا۔ اس کے پیٹ پر سیاہ داغ بائیں ران کی طرف نشانی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وُہ شخص تم ہو؛ چاہتا ہُوں کہ اس داغ کو تمھارے پیٹ پر دیکھوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: میں نے پیٹ سے کپڑا اٹھایا میں نے دیکھا کہ میری ناف کے اوپر ایک سیاہ خال ہے۔ اس نے کہا: ربِ کعبہ کی قسم وُہ ادھیڑ عمر آپ ہی ہیں، مجھے اس نے شفقت سے پُر وصیت کی تھی۔ یمن میں اپنے کاروبار کی تکمیل کے بعد اسے الوداع کہنے کے لیے آیا۔ اس نے کہا: میرے پاس اس پیغمبر کی تعریف میں چند اشعار ہیں آپ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیں گے؛ میں نے کہا: ہاں پہنچا دوں گا۔ اس نے بارہ شعر مجھے پڑھ کر سُنائے جس کا پہلا شعر یہ تھا ؎

الم ترانی قد سمعت معاشری

ونفسی وقد اصبحت فی الحی ھھنا

اور اس کے آخر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطاب میں کہتا ہے ؎

وانت ورب البیت تلقی محمدا العامك هذا قد اقام البراهنا

وامحی رسول الله دینی فاننی علی دینه احی وان کنت واهنا

فیا لیتنی ادرکته فی شبیبتی

فکنت لہ عبدا والاعجاهنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یہ اشعار اس پیر مرد سے یاد کر لیے اور اس کی وصیتوں کو قبول کیا اور مکہ میں واپس آگیا۔ جب میں اپنے گھر میں آیا تو عتبہ بن ابی معیط وشیبہ اور ابوالبختری اور چند اور قریشی مجھے ملنے کے لیے آئے ہُوئے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی نئی چیز آپ کے ہاں پیدا ہوئی ہے؟ انھوں نے کہا: اس سے زیادہ عجیب بات کیا ہوگی کہ ابوطالب کے یتیم نے اُٹھ کر پیغمبری کا دعویٰ کر دیا ہے اور ہمیں کہتا ہے کہ تم باطل ہو اور تمھارے آباؤ اجداد بھی باطل پر تھے" اگر آپ کی امداد و اعانت اسے حاصل نہ ہوتی تو ہم اسے امن نہ دیتے۔ اب جبکہ آپ خود تشریف لے آئے ہیں خود ہی اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیے کیونکہ وُہ آپ کا دوست ہے۔ جب مَیں نے ان سے یہ بات سُنی تو اُن کو معذرت کرکے واپس کر دیا۔ میں نے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ انھوں نے بتایا خدیجہؓ کے گھر میں ہیں۔ میں جا کر دروازہ پر بیٹھ رہا جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے میں نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا ہے جو آپ کی طرف سے باتیں بیان کی جاتی ہیں؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکرؓ! میں خدا تعالیٰ کا رسول ہُوں آپ مجھ پر دُوسرے لوگوں کے ساتھ ایمان لے آئیے تاکہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکیں اور دوزخ سے ہمیشہ کے لیے چھُوٹ جائیں۔ میں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے پاس دلیل وبرہان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: میری دلیل وُہ بُوڑھا ہے جسے آپ یمن میں ملے تھے۔ انھوں نے کہا: میں بہت سے بوڑھوں کو ملا ہُوں اور ان سے خرید و فروخت کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وُہ بوڑھا جس نے بارہ اشعار بطور امانت تمھیں دیے اور میرے پاس بھیجے اور وہ بارہ اشعار آپؐ نے ابوبکرؓ کو سُنائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کس نے آپ کو اس حال کی خبر دی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس بزرگ فرشتہ نے بتایا جو مجھ سے پہلے تمام پیغمبروں پر اُترا تھا۔ میں نے کہا: ہاتھ بڑھائیے، میں نے آپؐ کا دست مبارک پکڑ کر کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ، میں خوشی خوشی گھر لوٹا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا دو خصوصی صفات کا حامل ہے ایک شواہد سے موکد دوسرا بغیر کسی تاخیر اور پس وپیش کے۔ چنانچہ مستقصے میں ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عرضنا الاسلام علی احد الا کانت له عنده کبوة وتردد ونظرة الا ابی بکرؓ فانه لم یتعلم ای لم یتوقف فی قبول الایمان، میں نے کسی کے سامنے اسلام کی دعوت پیش نہیں کی مگر ہر ایک نے پہلے پہل تردّد کیا، سوچا اور تامّل کیا مگر ہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بلا توقف اور بلا تاخیر ایمان لے آئے۔

آپؓ کے سب سے پہلے ایمان لانے کے متعلق چند روایات ہیں، ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے جو عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی حضرت خدیجہؓ تھیں اور سب سے پہلے جو شخص گروہِ مومنین میں داخل ہُوا حضرت بلالؓ تھے اور سب سے پہلے جس مرد نے سیدِ ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا اقرار کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے اور سب سے پہلے جس بچّے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تھے اور سب سے پہلا وہ شخص جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا اقرار کیا زید بن حارثہؓ تھے۔ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد بلالؓ ایمان لائے۔

ان تمام اقوال میں مطابقت اس طرح ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے دولتِ تصدیق کو حاصل کرنیوالی حضرت خدیجہؓ تھیں، بچّوں میں پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؓ، مردوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ، غلاموں میں بلالؓ اور آزاد شدگان میں سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔ حضرت خدیجہؓ کی اوّلیت حقیقی اور باقی کی اضافی ہے۔

صدیق اکبرؓ کی کوشش سے ایمان لانے والے

بزرگانِ فنِ سیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ

رضی اللہ عنہ بے شمار صفات جلال وجمال سے آراستہ تھے ان اخلاق حمیدہ کی وجہ سے قریش کے مقتدا بن گئے تھے، آپ اعلیٰ اخلاق، عمدہ اعمال، پسندیدہ خصائل، قابلِ تعریف صفات اور عقل کامل رکھتے تھے۔ مکہ میں ضیافت و مہمانی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ ان عمدہ اخلاق اور پسندیدہ افعال کی وجہ سے ہر شخص ان سے محبت کرتا اور ہر شخص آپ کا احترام کرتا تھا لوگ بڑے بڑے کاموں میں ان کی درست رائے اور مضبوط فکر سے رہنمائی حاصل کرتے، چونکہ سب سے زیادہ عالم تھے لوگ فنِ انساب اور تاریخِ عرب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فوائد حاصل کرتے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد اپنے پرانے رفیقوں اور دوستوں میں سے جس کو ملتے اسے ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتے۔ واضح نشانات اور مضبوط دلائل کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت کو ان کے سامنے پیش کرتے، اکابر قریش اور عرب کے سرداروں کی ایک جماعت آپ کی مبارک ہمت کی برکت سے گمراہی کی وادی سے چشمۂ ہدایت پر پہنچی، جن میں سے بعض کے نام ترتیب وار درج کیے جاتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اسماء ذات النطاقین فرماتی ہیں کہ ہمارے ابا جان جس روز ایمان لائے گھر آئے اور ہم سب کو اسلام کی دعوت دی جب تک ہم سب دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور دینِ توحید کو قبول نہیں کر لیا مجلس سے نہیں اُٹھے۔

عشرہ مبشرہ میں سے پانچ آدمی آپ کی راہنمائی اور ترغیب سے دولتِ ایمان سے سرفراز ہوئے۔ عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، سعدی بنت کریز بن ربیعہ میری ایک خالہ تھی جو کہانت میں مہارت رکھتی تھی میں ایک روز اس کے گھر گیا، تو اُس نے مجھے کاہنوں کے انداز میں کہا تمھاری دو عورتیں ہوں گی، دونوں خوبصورت اور حسین، دونوں ایک دوسرے کے لائق، نہ تو نے ان سے پہلے عورت دیکھی ہو گی اور نہ اُنھوں نے خاوند،

یہ عورتیں ایک بڑے پیغمبر کی بیٹیاں ہوں گی، مجھے اس بات سے حیرانی ہوئی اور اسے ناممکن سمجھا۔ دوسری مرتبہ بھی کہانت کے طور پر اُس نے مجھے کہا: "محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہو گئے ہیں لوگوں کو خدا کے دین کی طرف بُلاتے ہیں، زیادہ مدت نہیں گزرے گی کہ تمام دنیا میں اس کی ملت کا نور پھیل جائے گا۔ جو شخص اس کی نافرمانی کرے گا اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔" میں نے جب اس سے یہ بات سُنی آپ کی محبت میرے دل میں پیدا ہوئی، میں متفکر ہو گیا، میرے اور ابوبکرؓ کے درمیان دوستی تھی۔ دو روز کے بعد ان کے پاس گیا اور اپنی خالہ کی بات ان سے بیان کی۔ ابوبکرؓ نے مجھے کہا: "اے عثمان! آپ عقلمند اور ہشیار آدمی ہیں، ہر کام کے انجام میں صاحبِ اعتبار ہیں، آپ سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہو گی کہ چند پتھر جو نہ بولتے ہیں نہ سُنتے ہیں، نہ کسی کو نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں وہ خدا کیسے بن سکتے ہیں۔" میں نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ آپ نے کہا، آپ کی خالہ نے سچ کہا، خدا تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے، غنیمت جان اور دولتِ ایمان حاصل کرنے میں تاخیر نہ کر۔ ع

در کارِ خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست

ہم اسی گفتگو میں تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے، علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں بات کی آپ تشریف لائے اور ہمارے نزدیک بیٹھ گئے، میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "خدا تعالیٰ تجھے جنّت کی مہمانی کے لیے بلاتا ہے تو بھی اسے قبول کر۔" آپ کی بات نے میرے دل میں فوراً اثر کیا، میں نے کلمہ پڑھ لیا، اس کے بعد آپ کی صاحبزادی رقیہؓ سے شرفِ عقد حاصل ہُوا، کئی مرتبہ مجھے اپنی خالہ کی بات یاد آئی۔

سعد بن ابی وقاصؓ کا ایمان لانا جب سعد بن ابی وقاصؓ ایمان لائے، صحابہؓ قریش کی دست درازی کی وجہ سے وادیِ مکہ میں نماز پڑھتے تھے، ایک روز کفّار کی ایک جماعت کا ادھر سے گزر ہُوا۔ انھوں نے حماقت سے لڑائی جھگڑا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ہڈی کا ایک ٹکڑا اٹھا کر ایک

کافر کے سر پر دے مارا جس سے اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ چنانچہ کفار بھاگ نکلے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے اسلام میں کافروں کو زخم لگایا اور خون بہایا سعد بن ابی وقاصؓ ہیں آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق دُعا فرمائی: "اللھم اجب دعوتہ وسدد رمیتہ" اے خدا! سعد کی دعا قبول فرما اور اس کے تیر کو نشانہ پر سیدھا رکھ۔" لامحالہ آپ مستجاب الدعوات ہوئے۔ آپ اپنی آخری عمر میں دونوں آنکھوں سے نابینا ہو گئے تھے۔ لوگوں نے کہا بیمار آپ کی دعا سے شفا پاتے ہیں اپنے لیے دعا کیوں نہیں کرتے کہ خدا تمھاری آنکھوں کو روشن کر دے۔ آپ نے فرمایا: قضاء اللہ عندی احب من بصری اللہ جل وعلاء کی قضا میرے نزدیک آنکھوں کی بصارت سے بہتر ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ایمان لانا

عبدالرحمٰنؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یمن میں تجارت کے لیے گیا ہوا تھا اور عسکان بن ابی العوالم حمیری جو ایک بہت بوڑھا آدمی تھا اور ضعیفی سے چوزہ کی طرح ہو گیا تھا، کے پاس ٹھہرا۔ جب بھی یمن جاتا اس کے پاس ٹھہرتا ہر دفعہ وہ مجھ سے پوچھتا کہ تم میں کوئی شخص پیدا ہوا ہے جو بزرگی اور شہرت رکھتا ہو اور تمھارے دین کا مخالف ہو۔ میں کہتا: نہیں۔ اس مرتبہ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ پہلے سے زیادہ بوڑھا اور کمزور ہو چکا تھا، کانوں سے بہرہ اور اس کے تمام بیٹے اس کے پاس جمع تھے۔ انھوں نے اسے بٹھا دیا مجھے کہنے لگا: اپنا نسب بیان کر۔ میں نے کہا: میں عبدالرحمٰن بن عوف بن الحارث بن زمرہ ہوں۔ اس نے کہا: بس اسی قدر کافی ہے، میں تجھے ایسی بات کی خوشخبری سُناتا ہوں جو تیرے لیے یمن کی تجارت سے بہتر ہے، خدا تعالیٰ نے گزشتہ ماہ تیری قوم میں ایک پیغمبر پیدا کیا ہے، اُسے تمام مخلوق سے منتخب فرمایا۔ اس پر کتاب بھیجی، وہ بتوں کی عبادت سے منع کرتا ہے اور اسلام کی دعوت دیتا ہے باطل دین سے روکتا ہے۔ مَیں نے پوچھا وہ کون سے قبیلے سے ہے؟ اس نے کہا بنی ہاشم سے، اور تم اس کے بھائی ہو، اے عبدالرحمٰن! جلدی کر اور جلدی واپس جا، اس کی موافقت کر

اور اسے سچا جان اور اس کی مدد کر۔ اس نے چند شعر پڑھے اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنا۔ یہ تین شعر ان اشعار میں سے ہیں: ؎

اشھد باللّٰہ ذی المعالی — وفالق اللیل بالاصباح

اشھد باللّٰہ ربّ موسٰی — انک ارسلت بالبطاح

تکن شفیعی الی ملیک

یدعوا البرایا الی الصلاح

میں نے جس قدر جلد ممکن ہوسکا اپنے کام کی تکمیل کی اور جلد واپس آگیا جب مکہ میں پہنچا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور حمیری کا قصہ اس سے بیان کیا، آپ نے کہا ہاں خدا تعالیٰ نے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے گھر تھے میں نے جا کر اجازت مانگی، اجازت دے دی گئی، اندر داخل ہُوا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک مجھ پر پڑی، آپ مسکرائے اور فرمایا: میں ایسا چہرہ دیکھتا ہوں جس سے بھلائی اور خیر کی مجھے امید ہے، اس کے بعد آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل طلب کی، آپ نے فرمایا: ہدیہ جو اٹھا کر لائے ہو یا جو پیغام تم لائے ہو اسے لاؤ۔ اور حمیری کے ایمان کی آپ نے گواہی دی اور فرمایا، وہ خواص مومنین میں سے ہے۔ میں ایمان لے آیا اور حمیری کے شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھے اور میں نے کلمۂ شہادت پڑھا، جو خوشخبری اس نے سنائی تھی آنحضرت سے بیان کی۔ آپؐ نے فرمایا: "رب مومن وما رانی و مصدق بی وما شھد زمانی اولئک حقا اخوانی" لیکن باقی لوگ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے ایمان لاتے یہ ہیں، عمرو بن عنسیہ اور عینیہ بھی ان پانچ سبقت یافتہ لوگوں میں شامل ہیں۔ محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ آٹھ آدمی سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں: علی بن ابی طالب، زید بن حارثہ، ابوبکر بن ابو قحافہ، طلحہ بن عبید اللہ، عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، اور کتاب مستقصی میں عمرو بن ابی شیبہؓ کو بھی ان آٹھ افراد میں

قبول کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی راہنمائی سے ہی ابوعبیدہ بن جراح، عثمان مظعون، ارقم بن ابی الارقم اور ابوسلمہ بن عبدالاسد دائرۂ اسلام میں داخل ہُوئے۔ ان کے بعد عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، فاطمہ بنت الخطاب۔ جو امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ اور سعید مذکور کی بیوی تھیں اور قدامہ بن مظعون، خباب بن الارت، عبداللہ بن مظعون، عمیر بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، مسعود بن الربیع القاری، سلیط بن عمرو، عیاش بن ابی ربیعہ، خنیس بن خذاعہ، عامر بن ربیعہ، عبداللہ بن جحش، جعفر بن ابی طالب اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس، حاطب بن الحارث، خطاب بن الحارث، معمر بن حنیف، سائب بن عثمان بن مظعون، نعیم بن عبداللہ، عامر بن فہیرہ و خالد بن سعید، حاطب بن عمرو بن عبدالشمس، حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، واقد بن عبداللہ، عمار بن یاسر، صہیب بن سنان، ایاس بن بجیر، خالد بن البکیر، ابوذر غفاری، طلیب بن عمرو اور صعب بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین ایمان لائے، ہر ایک کے ایمان لانے کا سبب علیحدہ قصہ ہے جس کی یہ کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔

آسمان پر شیطانوں کی آمدورفت بند ہو گئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے شیاطین ایک مقررہ مقام تک آسمان کے قریب پہنچ کر آسمان کی طرف کان لگا کر فرشتوں کی باتیں جو حوادثات کے متعلق ہوتی تھیں سُنتے تھے، ایک سچی بات کے ساتھ چند باطل اور غلط باتیں ملا کر لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث ہُوئے بیس روز گزر گئے شیاطین کو آسمانوں کی طرف جانے اور چوری چھپے سُننے سے روک دیا گیا اور اس عہدہ سے معزول ہو گئے وَ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا۔

یہ آیات نازل ہُوئیں۔ (سورہ جن)

سب سے پہلی جماعت جو شیاطین کے آسمان کی طرف جانے کی ممانعت اور مار پڑنے سے آگاہ ہُوئی وہ اہلِ طائف تھے۔ ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق بھیڑ بکری اور

اُونٹ بُتوں کے نام پر قربان کر رہا تھا جس سے ان کے مواشی کا نام و نشان مٹ جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اُنھوں نے آپس میں کہا "ہمارے اموال ہلاک ہوتے جا رہے ہیں لیکن آسمان کے ستاروں میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور ان ستاروں میں سے جو ان کے نزدیک معروف و مشہور تھے کوئی بھی نہیں گرا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ جانور ذبح کرنے سے رُک گئے۔

ابلیس کی پریشانی نقل ہے کہ جب ابلیس کو اس رکاوٹ کا علم ہُوا تو اس نے اس کا سبب معلوم کرنے کے لیے حکم دیا کہ زمین کے ہر حصّہ سے کچھ مٹی لائی جاتے۔ ہر ایک کو سُونگھتا اور پھینک دیتا۔ جب خاکِ مکّہ کی نوبت آئی تو اس نے سونگھ کر کہا اس زمین میں کوئی امر حادث ہوا ہے اس مٹی کی بُو سے اس کے وجود میں حیرت کی آگ بھڑک اُٹھی اور حسرت دیاس کا دُھواں اس کے دماغ میں چڑھ گیا جس سے گمراہی کے راستے بند ہو گئے۔

اعلانیہ تبلیغ ایک روایت میں ہے کہ آغاز نزولِ وحی سے دعوتِ عام کے ظہور تک کی مدت تین سال ہے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے آیت بھیجی:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ وہ وقت آن پہنچا ہے کہ آپ اسلام کو ظاہر کریں اور لوگوں کو کھلم کھلا دین کی دعوت دیں اور بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کریں، کفار سے بے فکر رہیے ہم ان کے لیے کافی ہیں۔ اس آیت کے اترنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانیہ تبلیغ شروع کر دی۔ آپ مسجد الحرام میں آئے اور عام لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس کے بعد کوہِ صفا پر چڑھ کر آواز دی: اے آلِ قریش! جمع ہو جاؤ، جب تمام قبیلے جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا: آپ حضرات نے کبھی مجھے جھوٹ بولتے سنا ہے؛ تمام نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے میرے لیے ایک راہ متعین فرما دی ہے اور مجھے تمھاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے، قرآن مجید سے یہ آیات تلاوت فرمائیں: قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ۔ ابُولہب نے غصّہ سے کہا: "میرا بھتیجا دیوانہ ہو گیا ہے اور اپنے آبا و اجداد کے دین سے پھر گیا ہے، اس کی

باتوں پر کان نہ دھرو۔" اس ملعون بدبخت کی اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو بے حد رنج پہنچا اسی طرح غمگین و افسردہ گھر واپس آئے، کوئی بھی شخص ان میں سے ایمان نہ لایا اس کے بعد آپ کو قریبی رشتہ داروں کو دعوت دینے کا حکم ہوا اور آیت وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ وَ اخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ نازل ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ جل وعلا فرماتا ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دے، میں اس حکم کو بجالانے سے بہت عاجز ہوں اور یہ کام میرے لیے بہت مشکل ہے، جب میں انکو دعوت دینا شروع کروں گا تو وہ مجھے دُکھ دیں گے اور ہر طرح سے میرے ساتھ لڑیں گے، میں سکوت اختیار کروں اور صبر کے ہاتھ سے مصلحت اندیش عقل کا دامن پکڑوں، جبرائیل علیہ السلام اُترے اور کہا "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر حکم کے مطابق آپ نے عمل نہ کیا تو آپ عقوبت الٰہی میں مبتلا ہو جائیں گے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے کہا ایک صاع طعام تیار کر اور اس میں قدرے گوشت ڈال دے اور ایک پیالہ دودھ مہیا کر اور تمام بنی عبد المطلب کو بُلا تا کہ میں اُن سے گفتگو کروں۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق یہ چیزیں تیار کیں اور ابُوطالب، حمزہ، عباس اور ابُولہب وغیرہ چالیس افراد کو جو آپ کے چچا اور رشتہ دار تھے جمع کر لیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں ابتدا کی، گوشت کا ایک ٹکڑا آپ نے لیا اور تناول فرمایا باقی ماندہ طشت کے اردگرد رکھ کر فرمایا خذوا باسم اللہ تعالیٰ، تمام مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھایا، مجھے اس خدا تعالیٰ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں علی کی جان ہے جو طعام میں نے تیار کیا تھا ان میں سے تنہا ایک آدمی کھا سکتا تھا اور وہ دودھ کا پیالہ جو میں نے مہیا کیا تھا صرف ایک شخص کے لیے کافی تھا، دُودھ سے تمام حاضرین کا پیٹ بھر گیا۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بات شروع کرنے ہی والے تھے کہ ملعون ابُولہب نے گفتگو میں پہل کی کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جادُو کیا گیا ہے، تم میں سے کوئی اس کے نزدیک نہ جائے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "تیری قوم یعنی قریش میں تمام قبائل سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے، اس اہم کام کا تصفیہ یوں ہو سکتا ہے کہ تمہیں گھر میں بند کر دیں

اور تو کسی قسم کی کوئی عیش و عشرت نہ دیکھ سکے یہ کام ہمارے لیے آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ تمام قبائلِ عرب ہماری دشمنی اور مقابلہ کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں، کوئی اس قسم کی بُرائی اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ سوچ بھی نہیں سکتا جیسی کہ تم کر رہے ہو۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اس کی گفتگو سے متاثر ہوئی، اسی پر مجلس برخاست ہو گئی۔ دُوسری مرتبہ آں حضرت نے فرمایا: "اے علی! اس شخص نے گفتگو میں جلدی کی اور اس کی باتیں تم نے سُن ہی لی ہیں، پھر اسی قسم کا طعام تیار کر، حسب الارشاد طعام اور دُودھ مہیا کر دیا جب کھانا کھا کر دُودھ پی چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو شروع کی، عادت مبارک کے مطابق آپ نے حمد و ثنا سے آغاز کیا، فرمایا: الحمد للہ و بحمدہ و نستعینہ و نومن بہ و نتوکل علیہ۔ اس کے بعد اس کی وحدانیت کی گواہی دی اور شرک کی نفی فرمائی، کوئی زاہد جھوٹ نہیں بولتا "مجھے خدا تعالیٰ کی قسم کہ اگر بفرض محال تمام لوگوں کے ساتھ جھوٹ بولوں، تمہارے ساتھ جھُوٹ نہیں بولوں گا، مجھے اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی خدا نہیں تمھاری اور تمام مخلوق کی طرف میں خدا کا رسول ہوں، خدا کی قسم تم تمام لوگوں نے مرنا ہے اور مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے جس طرح تم نیند کے بعد بیدار ہوتے ہو، یقیناً جو اعمال تم کرو گے ان کا محاسبہ ہوگا، نیکی کا بدلہ نیکی اور بُرائی کا بدلہ آگ اور عذاب کے ساتھ ہوگا، تم دیکھ رہے ہو کہ ابلاغ رسالت کے شروع میں میں کمزور و ضعیف ہوں مجھے مددگار اور معاون کی ضرورت ہے تاکہ میں خدا تعالیٰ کے حکم اور دین خداوندی کو ظاہر کروں، آپ میں سے جو شخص میری مدد اور نصرت میں کھڑا ہوگا، میرا بھائی اور تمھارے درمیان وُہ میرا خلیفہ اور وصی ہوگا۔" کسی نے کوئی جواب نہ دیا، امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں عمر میں ان سب سے چھوٹا ہُوں، غصہ میں تیز اور قبیلہ اور نسب کے اعتبار سے بڑا ہُوں مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا دل و جان سے کوشش کرونگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاکِ پا کو کحل الجواہر پر ترجیح دُوں گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک میری گردن میں ڈالے، مجھے دُعا و تعریف سے سرفراز فرمایا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ میرا بھائی اور میرا وصی ہے جو کچھ یہ کہے گوشِ ہوش سے سُنو اور

اطاعت و فرمانبرداری کرو۔" تو سب اٹھ کر چلی گئی، وہ ہنستے تھے، ابوطالب کو انہوں نے کہا تمہارا بھتیجا تمھیں کہتا ہے کہ اس کی گفتگو سنو اور اس کی فرمانبرداری کرو۔

جعفر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے پہلے ابوطالب نے گفتگو میں پہل کی اور کہا "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں آپ کی مدد سے زیادہ کوئی کام پسندیدہ نہیں ہے اور کوئی کام آپ کی رعایت سے زیادہ مطلوب نہیں ہم تمہاری باتیں سننے کے لیے حاضرِ مجلس ہوئے ہیں یہ تمام تیرے چچا ہیں، میں بھی اُن میں سے ایک ہوں اگر وہ تیری بات قبول کرلیں اور احکامِ رسالت تسلیم کرلیں میں سب سے پہلے ایسا کروں گا اور اگر انکار کریں تو میں بھی عبدالمطلب اور باقی آباؤ اجداد کے دین پر رہوں گا، تمھیں جس چیز کا حکم دیا گیا ہے بجالائیے، دین کو پھیلانے اور پیغامِ رسالت کو پہنچانے میں کوشش کیجیے، خدا کی قسم میں جب تک زندہ ہوں تیری حفاظت کرتا رہوں گا، تیری حمایت میں اپنی جان کو ڈھال بنائے رکھوں گا۔" اس کے بعد ابولہب کہنے لگا: "عبدالمطلب کے بیٹو! خدا کی قسم جو راہ اس نے اختیار کی ہے تمہارے لیے نقصان کی راہ ہے اس سے پہلے کہ دُوسرے لوگ اس کی مدافعت میں کھڑے ہوں تم اس کی حمایت سے دستبردار ہوجاؤ۔"

ابوطالب نے کہا: "اے بھینگے! اس احمقانہ گفتگو سے باز آ اور دوستی کے لباس میں دشمنی نہ کر، گویا مادرِ گیتی نے تیرے بغیر کوئی بیٹا نہیں جنا اور خالقِ عقل نے تیرے بغیر کسی کو زیورِ عقل سے آراستہ نہیں کیا۔ خدا کی قسم میں جب تک زندہ ہوں اس کی حمایت نہیں چھوڑوں گا اور اسے دشمنوں کے سپرد نہیں کروں گا۔ اگر عبدالمطلب کی اتباع کرنے کا ارادہ نہ ہوتا تو میں یقیناً اس کی تصدیق کرتا اور اس کی فرمانبرداری کرتا اگر انصاف کرو تو مسلمان ہوجاؤ ورنہ اس کی مدد سے ہاتھ نہ کھینچو اس وقت تک جبکہ خداتعالیٰ اپنے حکم کو نافذ نہ کردے۔"

واقدی کی روایت میں ہے کہ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش کو آواز دی، جب تمام اکٹھے ہوگئے پوچھنے لگے ہمیں آپ نے کیوں بلایا ہے؟ آپ نے فرمایا: اے قوم! اگر میں آپ سے

کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک جماعت تم پر حملہ کرنے کے لیے گھات لگائے بیٹھی ہے، نیزوں اور تلواروں کے ساتھ تمھیں فنا کرنے کے لیے آرہی ہے تو کیا مان لوگے؛ کہنے لگے ہاں آپ ہمارے نزدیک قطعاً دروغ کے ساتھ متہم نہیں ہیں اور کبھی بھی ہم نے آپ سے جھوٹ نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا: میں تمھیں آنیوالے عذاب سے ڈراتا ہوں، اے بنی عبدالمطلب! اے اولادِ عبدمناف و بنی زہرہ! یہاں تک کہ آپ نے تمام قریش کے قبائل کا نام لے کر کہا: اشتروا انفسکم من اللہ لا اغنی عنکم من اللہ شیئا، مجھے میرے پروردگار نے فرمایا ہے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا، یقین کیجیے میں آخرت میں تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور عذاب سے نہیں چھڑا سکتا جب تک کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ پڑھ لو اور میری رسالت کا اعتراف نہ کر لو۔ ابولہب لعین نے کہا: "تبا لک" تو ہلاک ہو گیا اسی لیے ہمیں بلایا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی خاطر کے لیے خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۞ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ الخ

رؤساءِ قریش ابوطالب کی خدمت میں

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دین کو ظاہر کر دیا اور کھلم کھلا دعوتِ اسلام کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں روز بروز اس کا کام ترقی کر رہا ہے جس سے بتوں کی عبادت لوگوں کے دل سے قبیح ٹھہرتی ہے اور ان کے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے، انھیں ناگوار نہ گزرتا اگر آپ ان سے اور ان کے باطل خداؤں سے تعرض نہ کرتے اور نہ ہی ان کے آباؤ اجداد جو بغیر دولتِ ایمان حاصل کیے فوت ہو گئے تھے مقامِ آخرت کا تعین کرتے یعنی انھیں دوزخی قرار نہ دیتے، جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی مجلس سے گزرتے وہ کہتے عبدالمطلب کا بیٹا جو آسمان کی باتیں بتاتا اور عالَمِ بالا کے رہنے والوں سے باتیں کرتا ہے یہ ہے، جب اسی طرح کچھ وقت گزر گیا، قرآنی آیات جن میں باطل خداؤں کی برائیاں اور ان کے آباؤ اجداد جو دولتِ ایمان کے بغیر اس دنیا سے چل بسے تھے کے متعلق احکام نازل ہوئے کہ وہ

دوزخ میں ہیں، نازل ہوئیں۔ آنحضرت ان آیات کو ان کے سامنے تلاوت کرتے یہاں تک کہ عداوت اور دشمنی کی بنیاد پڑ گئی تو انہوں نے سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی ایذا رسانی کا پروگرام بنایا، لیکن ابو طالب کی حمایت کی وجہ سے جرأت نہ کر سکے، ان کے سرداروں کی ایک جماعت عتبہ، شیبہ اور ابو جہل وغیرہ ابو طالب کے پاس گئے اور کہا "اے ابو طالب! آپ ہمارے سردار اور پیشوا ہیں، ہم ہمیشہ آپ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور آپ کے دلی سکون کے لیے کوشاں رہتے ہیں، اب آپ کے اس بھتیجے نے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر نیا دین بنا لیا ہے اور ہمارے خداؤں کو بُرا کہتا ہے، لوگوں کو گمراہ کرتا ہے، اس کے باوجود کفر و گمراہی کی نسبت ہماری طرف کرتا ہے۔ ہم پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ اس کو نصیحت کریں کہ دوبارہ ہمیں کفر و گمراہی سے منسوب نہ کرے اور نہ ہی ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہے۔ اگر آپ کی نصیحت سے وُہ باز نہ آئے تو پھر ہم اس کے تدارک کی کوشش کریں گے۔" ابُو طالب نے اُنھیں مشفقانہ جواب دیا اور عمدہ طریق سے واپس کر دیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر سے آگاہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح اپنے کام میں مشغول رہے، بتوں کی بُرائی اور ان کی طرف کفر و گمراہی منسوب کرتے رہے ان کے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دشمنی مستحکم ہو گئی۔ جب کچھ مدت اسی طرح گزر گئی پھر ان کے اکابر کی ایک جماعت ابُو طالب کے پاس آئی اور کہا ایک مرتبہ ہم نے آپ سے درخواست کی، آپ نے کوئی توجہ نہیں کی، ہم نہیں چاہتے کہ ہماری طرف سے آپ کے دل میں کوئی ناراضگی پیدا ہو، اب پانی سر سے گزر چکا ہے اور ہماری طاقت جواب دے چکی ہے اس سے زیادہ ہم برداشت نہیں کر سکتے اب ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم ایذا دہی میں مشغول ہوں گے اور اسے اپنے سے دُور کریں گے، کہنے لگے کہ مکہ میں وُہ رہے گا یا ہم، اس سے زیادہ ہم میں طاقتِ برداشت نہیں۔ ابو طالب نے بہت کوشش کی کہ ان کی جہالت کی آگ کو فرو کریں مگر کوئی فائدہ نہ ہُوا، الغرض ابو طالب کی مجلس سے غصہ میں اُٹھ گئے، ابو طالب اس سے پریشان ہو گئے نہیں چاہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچے، اور اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ قوم ان سے متنفر

اور غضبناک ہو اور اپنوں کے درمیان جنگ و دشمنی پیدا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اب تمام قوم تیری دشمنی پر کمر بستہ ہو گئی ہے اور مجھے ملامت کرنے لگے ہیں، مروت سے یہ بات بہت بعید ہے کہ اپنوں کے درمیان جنگ و جدال پیدا ہو، اگر آپ اس کام میں اُن سے نرمی سے پیش آئیں اور اُن کی خوشنودی کی کوشش کریں تو لڑائی جھگڑے کی نوبت نہیں آئے گی، وہ اسی بات پر رضا مند ہیں کہ تو ان کو کافر و گمراہ قرار نہ دے اور اُن کے خداؤں کو بُرا بھلا نہ کہے، اب تو جان اور تیرا دین"۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا کہ شاید ابو طالب اُن کی حمایت سے تنگ آ گئے ہیں اور اُن کی تربیت و حفاظت سے اپنا ہاتھ روک لیا ہے، اسے قوم کے سپرد کر دیگا، آپ نے فرمایا: چچا جان! مجھے قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اگر قریش میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر بھی رکھ دیں اور مجھے کہیں کہ اس کام سے رُک جا۔ تو بھی یہ کام کرتا رہوں گا یا تو دین اسلام غالب آ جائے گا یا اپنی جان اس راہ میں قربان کر دوں گا اور معذور رہوں گا ؎

می کشم از جور و جفایت تا کہ جانم در تن است

بعد از انم گر اجل آید بسر معذور دار

یہ کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو تھے، جب ابو طالب نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے تنگدل ہو کر گئے، ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ کیا تھا اس سے پشیمان ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور کہا آپ جس طرح چاہتے ہیں کام کیجئے، میں جب تک زندہ ہوں تمھاری حمایت اور حفاظت سے دست بردار نہیں ہوں گا اور زندگی بھر آپ کی خوشنودی کی کوشش کرتا رہوں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہوئی اور ابو طالب کے پاس سے اُٹھے۔ جب قریش نے دیکھا کہ ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حمایت میں لے لیا ہے اور اس سے کسی طرح دست بردار نہیں ہوئے، تو رؤسائے قریش میں سے دس آدمی عتبہ، شیبہ، ربیعہ کے بیٹے، اُمیہ بن خلف، ابوجہل بن ہشام، عاصم بن وائل، مطعم بن عدی، طعمہ بن عدی،

منبہ بن حجاج اور اخنس بن شریق عمارہ بن ولید کو لے کر (جو حسن و جمال میں چودھویں رات کے چاند کی طرح بلکہ کہتے ہیں کہ آفتاب کی مانند تھا، خوب صورتی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا) ابو طالب کے پاس آئے اور کہا اے ابو طالب! آپ جانتے ہیں کہ اس نوجوان سے زیادہ خوبصورت پورے عرب میں کوئی نہیں اور اس کا باپ سب سے زیادہ معروف اور مشہور ہے۔ ہم یہ لختِ جگر آپ کو دیتے ہیں اس کے بدلے آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیں دے دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں کیونکہ اس نے ہمارے دین کو مکمل طور پر تباہ کر دیا ہے اور ہماری قوم کو گمراہ کر دیا ہے۔ ابو طالب ان کی اس بات سے بڑے غضبناک ہوئے اور کہا اے قوم! اس قسم کی سوچ عقل و خرد سے بہت دُور ہے۔ کوئی عقلمند ایسی بات سوچ سکتا ہے کہ میں پرورش کے لیے تمہارا بیٹا لے لوں اور اپنا بیٹا تمہیں قتل کرنے کے لیے دے دوں؟ دنیا میں ایسا معاملہ کسی نے کبھی کیا ہے جو آپ فرماتے ہیں۔ اب تک میں تمہیں احتیاط سے کہتا رہا ہوں اب واضح طور پر تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو شخص اس کے دین کا دشمن ہے میں اس کے دین کا دشمن ہوں۔ جب ابُو طالب نے یہ بات کہی تمام لوگ وہاں سے چل دیے اور دشمنی اور عداوت پر کمر بستہ ہو گئے۔

ابُو طالب نے جب دیکھا کہ قوم برسرِ جنگ ہے تو انھوں نے اپنی قوم بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو بلایا اور انھیں حالات بتائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و اعانت کی ترغیب دی تمام لوگوں نے سرِ اطاعت خم کر دیا اور کہا آپ جو کچھ فرمائیں ہم دل و جان سے فرمانبرداری کریں گے۔ ابو طالب نے جب ان کے اتفاق و اتحاد کو دیکھا تو انھیں اطمینان ہُوا، جب قریش کو علم ہُوا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و معاونت پر کمر بستہ ہیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکر و حیلہ اور ایذا رسانی پر کمر بستہ ہو گئے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ پر مشرکین کے مظالم

ہم سب سے پہلے اُن لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ دینے اور شدید دشمنی کرنے میں مصروف رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے آفتابِ جہاں تاب

کو دشمنی کے غبار سے ڈھانپنے کی کوشش کرتے رہے۔ دشمنی و عداوت میں دنیا بھر سے آگے بڑھے ہوئے لوگ ابوجہل بن ہشام، ابولہب بن عبدالمطلب، عقبہ بن ابی معیط، حکم بن ابی العاص، اسود بن المطلب، اسود بن عبدیغوث، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، امیہ بن خلف، ابوقیس، نضر بن الحارث، منبہ بن الحجاج، صائب، عاص بن سعید، حارث بن قیس، سہمی، اسود بن عبدالاسد، عدی بن حمرا، عاص بن ہشام اور ابی انصاف تھے ان تمام میں سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آزار پہنچانے والا شخص نضر بن حارث تھا لعنۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ اس تباہ کار اور سیاہ روزگار جماعت نے سید مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو نشانۂ ستم بنانے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ ظلم و جفا کا جھنڈا گاڑ رکھا تھا۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کیا کرتے تھے۔ دوسری طرف اللہ تبارک و تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرماتا۔ آپ کے چچا ابو طالب کی امداد اور آپ کے سعادتمند تبعین کی پشت پناہی سے خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرماتا تھا اور آیت کریمہ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں کمال عنایت و مہربانی کی خبر دیتی ہے۔ ان کی ہلاکت کا قصہ اور کیفیت اور ان کے شر کا ازالہ اپنی جگہ پر مفصل بیان کیا جائے گا انشاءاللہ۔

بُرے ہمسائے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دو بُرے ہمسایوں ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کے درمیان رہا کرتا تھا، یہ دونوں مجھے دُکھ دینے کی فکر میں رہتے غلاظت اکٹھی کر کے میرے راستہ پر ڈال دیتے جب میں گھر آتا خود اس کو راستہ سے ہٹاتا اُنھیں صرف یہی کہتا کہ اے بنی عبد مناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے جو تم میرے ساتھ کرتے ہو؟

منذر بن جہم روایت کرتے ہیں کہ عقبہ بن ابی معیط گندگی کا ایک تھیلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پھینکنے کے لیے لایا، طلیب کو اس کا علم ہو گیا، اس گندگی کے بھرے ہوئے تھیلے کو اس سے لے کر اُسی کے سر پہ دے مارا، عقبہ اس سے بھاگتا تھا وہ اُسے کھینچتا ہوا اُس کی والدہ کے پاس لے گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی تھی،

اس کی ماں کے سامنے اس کے لڑکے کی شکایت کی کہ طلیب نے خود کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ڈھال بنا رکھا ہے اور اپنی ذات کو قریش کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا دیا ہے اس کی ماں نے کہا یہ بہت عمدہ کام ہے، رشتہ دار نے رشتہ داری کی بنا پر بدلہ لیا ہماری جان و مال محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو ؎

اے جان و تن فدائے نامت — از دیدہ دل کنم سلامت
تو بادشہے و ما گدایاں — تو خواجۂ و ما کمین غلامت
روزے کہ شراب وصل نوشی — یک جرعہ بما فشاں زجامت
زاں بادہ کہ ہر کہ قطرۂ خورد
ہشیار نگشت تا قیامت

طارق بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز ذی المجاز بازار میں موجود تھا، میں نے ایک نوجوان کو جاتے ہوئے دیکھا اس کے پیچھے ایک آدمی تھا جو پتھر مارتا جاتا تھا جس سے اس نوجوان کے پاؤں خون آلود ہو گئے، جو کہتا تھا ایہا الناس قولو لا الہ الا اللہ تفلحوا لا الہ الا اللہ کہو تاکہ نجات پاؤ۔ وہ آدمی کہتا تھا انہ کذاب فلا تصدقوا، بلاشک وہ جھوٹا ہے اس کی تصدیق مت کرو۔ طارق بن عبد اللہ کہتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہے؛ لوگوں نے بتایا یہ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنھوں نے نبوت کا دعوٰی کیا ہے اور یہ شخص جو آپ کو پیچھے سے پتھر مارتا ہے آپ کا چچا ابولہب ہے جو ان کی تکذیب کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ پر احد کے دن سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں گزرا جبکہ آپ کے عزیز اور ساتھی قتل ہو گئے اور مشرکین نے آپ کے دندان مبارک کو شہید کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ہاں! جو کچھ میں نے قریش سے دیکھا ہے شدید تر ہے۔ ایک دن میں ایک جماعت کے پاس گیا اور خود کو ان کے سامنے پیش کیا اس امید پر کہ شاید وہ مجھ پر ایمان لے آئیں اور تبلیغ دین میں میری مدد کریں، وہ مجھ پر ایمان لانے کی بجائے تکلیف دینے پر اتر آئے، مجھے پتھر مارتے تھے یہاں تک کہ میری ایڑی خون آلود ہو گئی وہاں سے میں واپس گھر آیا، اس

ون انتہائی گرمی پڑ رہی تھی۔ کسی شخص نے مجھے قبول نہ کیا۔ گالی گلوچ اور لعن طعن کے بغیر میں نے کچھ نہ سُنا ایک کونے میں جا کر غمگین بیٹھ گیا، خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات اور دُعا میں مصروف ہو گیا، میں نے عرض کی: الٰہی! اگرچہ تیری راہ میں تکلیف بھی پہنچے تو اچھی ہے لیکن تو دیکھتا ہے کہ میں تیری خاطر کس قدر دُکھ برداشت کر رہا ہُوں۔ میرے عجز اور بیچارگی کو تو جانتا ہے میری مدد فرما، جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! خداوند تعالیٰ آپ کو سلام بھیجتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وُہ فرشتہ جو پہاڑوں پر موکل ہے اُسے میں نے آپ کے تابع کر دیا ہے جو کچھ اُسے فرمائیں گے، کرے گا، وُہ فرشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب بجا لایا اور کہا "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو ان دونوں پہاڑوں کو جو مکہ میں ہیں آپس میں ٹکرا دے اور پُورے شہر کو زمین میں دھنسا دے تا کہ مکہ شہر اور اس کے باشندوں کا نام ونشان تک مٹ جائے، آپ کی فرمانبرداری کروں گا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب آپ کی کیا مصلحت ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اس لیے نہیں آیا کہ ہلاکت وتباہی کا سبب بن جاؤں لعل اللہ یخرج من اصلا بہم من یعبد اللہ وحدہٗ لاشریك لہ شاید کہ اللہ تعالیٰ اُن کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے جو ایک خدا کی عبادت کریں۔

ولید بن مغیرہ کے تاثرات

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ موسم حج میں جبکہ لوگ اطراف وجوانب سے حج کے لیے جمع ہوتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی جماعتوں کے استقبال کے لیے باہر جاتے اور انھیں دینِ اسلام کی تبلیغ کرتے۔ مکہ میں بھی جو شخص آتا اس تک دین پہنچاتے تھے ایک روز ولید بن مغیرہ جو قریش کے سرداروں میں سے تھا اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند اور سمجھدار سمجھتا تھا اور تمام سرداروں سے عمر میں بڑا تھا، دُوسرے سرداروں سے کہنے لگا کہ قبائل عرب گرد ونواح سے بیت اللہ شریف کی زیارت کو آتے ہیں اور اس مرد یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت اُنھوں نے سُن رکھی ہے لازماً وہ اس کے پاس

جائیں گے اور اس کی باتیں سُنیں گے، اُس کی میٹھی میٹھی باتوں اور رنگین گفت گو سے اس کی طرف رغبت کریں گے اور اس کے دین کو قبول کرلیں گے۔ اس کے متعلق ہمیں غور و فکر کرنا چاہیے کہ اس کو کسی ایسی بات کی طرف منسوب کریں کہ جب لوگ سُنیں تو اس کی طرف رغبت کیے بغیر منتشر ہو جائیں۔ ہمیں چاہیے کہ ایک بات پر اتفاق کرلیں اور اس میں کوئی شخص اختلاف نہ کرے ایسا نہ ہو کہ بعض کی باتیں دوسروں کی باتوں کو جھٹلائیں۔ سب نے کہا جو آپ کہیں ہم قبول کریں گے اور اس سے ہم تجاوز نہیں کریں گے، اس نے کہا پہلے آپ حضرات بیان کریں تاکہ میں سُنوں۔ کہنے لگے ہم اسے کاہن کہیں۔ ولید نے کہا خدا کی قسم ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے اور ان کی باتیں سُنی ہیں اسے کاہنوں کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں اور اس کا کلام کاہنوں کے زمزمہ اور سجع کی مانند نہیں ہے، اگر یہ کہو گے تو لوگ تسلیم نہیں کریں گے اور تم جُھوٹے کہلاؤ گے۔ کہنے لگے ہم اسے دیوانہ کہیں گے۔ کہنے لگا خدا کی قسم ہم دیوانگی کو جانتے ہیں اور بہت سے دیوانے دیکھے ہیں اس کا اندازِ گفتگو دیوانے کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ انہوں نے کہا ہم کہیں کہ وُہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا خدا کی قسم ہم شاعروں کو خوب جانتے ہیں اور ہمیں اشعار کی قسمیں یاد ہیں۔ وہ شاعر بھی نہیں اس کا کلام شعر جیسا نہیں ہے۔ کہنے لگے ہم کہیں کہ وُہ جادوگر ہے۔ اس نے کہا وہ جادوگروں جیسا بھی نہیں اور اس کا کلام جادُو ٹونے کی طرح نہیں ہے۔ کہنے لگے آپ ہی بتائیں کہ اسے کیا کہیں؛ اس نے کہا خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ایسی شیرینی اور حسن قبول ہے کہ ہمارے تمام کلام پر غالب آتا ہے اور ہماری تمام باتیں مغلوب ہو جاتی ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کا آدمی بھی نہیں کہ غیر معروف ہو تاکہ ہم اسے بیوقوف کہہ کر لوگوں کی توجہ اس کی طرف سے پھیر دیں اس کا اصل سب سے زیادہ شریف اور اس کا نسب سب سے زیادہ معروف ہے فصاحت و بلاغت میں اس کا کوئی ثانی نہیں، جس بُرائی کے ساتھ اس کو منسوب کریں گے جو لوگ اس سے ملیں گے اور اس کے حالات اور اقوال سے واقف ہوں گے ہمیں جھوٹا کہیں گے۔ قوم نے کہا: اے ابوعبدالشمس! آپ کو اس بارے میں سوچنا چاہیے کیونکہ آپ کی رائے سب سے زیادہ درست ہے۔ ولید نے کہا ان تمام القابات میں سے

اسے ساحر کہنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ لوگ اس کی باتوں سے اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے جدا ہو جاتے ہیں۔ باپ اور بیٹے، بھائی بہنوں اور میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیتا ہے۔ ہم کہیں کہ اس کا کلام جادو ہے جو اس نے کسی دوسرے سے حاصل کیا ہے، مسیلمہ اور بابل کے جادوگروں سے اسے پہنچا ہے۔ اس خبیث نے جب اس قسم کے مکر و فریب کی انھیں تلقین کی خدا تعالیٰ نے اس کے بارے میں آیت بھیجی ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۙ وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ وَّ بَنِیْنَ شُهُوْدًا ۙ وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ۙ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ۙ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ؕ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ؕ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ۙ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ نَظَرَ ۙ ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ۙ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ۙ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ؕ

رؤساء مکہ کی تشویش

عبداللہ عاص نے عروہ بن زبیرؓ سے کہا کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ایذا پہنچائی اور دکھ دیے ان میں سے کچھ بیان کیجیے۔ انھوں نے کہا کہ ایک روز اشراف قریش حجر میں بیٹھے ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی، انہوں نے کہا کسی واقعہ میں ہم نے اتنا صبر اور بردباری نہیں کی جس قدر کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں کی ہے یہ تمام تکالیف ہمیں اس سے پہنچی ہیں وہ ہمیں بے وقوف اور کم عقل سمجھتا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کو گالیاں دیتا ہے، ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے اور ہماری جماعت میں تفرقہ ڈالتا ہے، ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے۔ ہم یہ تمام تکلیفیں برداشت کرتے اور صبر کرتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے۔ ان ہی باتوں میں تھے کہ اچانک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے حجر اسود کو بوسہ دیا، واپسی کے وقت یہ بدفطرت لوگ آپ سے متعرض ہوئے اور اس قدر ناشائستہ اور نامناسب باتیں کہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر تنفر اور کراہت کے آثار نمودار ہونے لگے، دوسرے طواف میں بھی ایسا ہی ہوا، تیسری مرتبہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا تسمعون یا معشر القریش اناوالذی نفس محمد بیدہ لو لم تقبلوا الاسلام لقد اذبحکم، اے گروہ قریش! سنو، مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے

قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تم میرے دین کو قبول نہیں کرو گے تو بھیڑ بکری کی طرح تمہارے سر کاٹ دوں گا، کیا تم گمان کرتے ہو کہ میرے ہاتھ سے یونہی نکل جاؤ گے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کہی اُن کے ہوش اُڑ گئے اور اُن پر لرزہ طاری ہو گیا، خوشامد اور چاپلوسی کرنے لگے، جو شخص سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خباثت کرنے والا تھا سب سے زیادہ دل دہی کی باتیں کر رہا ہے اور نرمی سے گفتگو کرنے لگا۔ وہ کہتا تھا اے ابو القاسم! واپس جائیے اور اپنی راہ لیجیے۔ خدا کی قسم آپ جاہل نہیں ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے اور طواف مکمل کیا۔ مشرکین دوسرے روز پھر اسی مقام پر جمع ہوئے، عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ اس وقت میں وہاں موجود تھا، آپس میں کہتے تھے کہ کل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام برائی ہم نے کی لیکن جب وہ ہمارے پاس آیا اور ہمیں برا بھلا کہا ہم اس کا کوئی جواب نہ دے سکے گویا ہماری زبانیں بند ہو گئی ہیں۔ اب کے اگر ہم نے اسے پا لیا تو گزشتہ کی تلافی کریں گے۔ اسی گفتگو میں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے آپ نے بیت اللہ شریف کا طواف شروع کیا، تمام شریروں نے یک دم ہلہ بول دیا، کہنے لگے تو ہی ہے جو ہمارے خداؤں کے متعلق باتیں بناتا ہے؛ آپ نے فرمایا: ہاں میں ہی ہوں، میں نے وہ باتیں کہی ہیں اور کہتا ہوں۔ دوزخ کے کتے عقبہ بن معیط نے جرأت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کا کونہ پکڑ کر گردن میں مروڑا یہاں تک کہ آپ کا سانس گھٹنے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، آپ نے کہا: "اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ و قد جاءکم بالبینات من ربکم، کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور تمہارے پروردگار سے کھلی کھلی نشانیاں لایا ہے۔" کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ اٹھا لیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درپے آزار ہوئے اس قدر مارا کہ آپ بیہوش ہو گئے۔ آپ کی قوم بنو تمیم کو خبر ہوئی، انہوں نے آ کر کفار کے ہاتھ سے ان کو چھڑایا۔

قتل کے مشورے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قریش حجر میں جمع ہوئے اور آپس میں عہد کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پاتے ہی فوراً قتل کریں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات سُن لی، روتی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر صورتِ حال عرض کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام کی طرف چل دیئے، کفار نے جب سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، ساکت وصامت کھڑے رہ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی ایک مٹھی اٹھا کر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا "شاھت الوجوہ" وُہ خاک جس جس کافر کو لگی میدانِ بدر میں مارا گیا اور لقمۂ دوزخ بنا۔

عتبہ بن ربیعہ کی گفتگو

جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ جب قریش نے اسلام کی سربلندی اور روز بروز اس کی ترقی دیکھی انہوں نے دیکھا کہ آپ کے ساتھیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ انھوں نے اس میں مصلحت پائی کہ ایک ایسے شخص کو جو فنِ کہانت وسحر اور شعروشاعری میں پُوری مہارت رکھتا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجیں تاکہ وُہ ان سے بات کرے اور قوم کو اس تشویش سے رہائی دلائے چنانچہ انھوں نے عتبہ بن ربیعہ کو منتخب کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔

اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجدِ حرام میں ملاقات کی اور کہا "آپ بہتر ہیں یا عبداللہ؟" آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر پوچھا "آپ بہتر ہیں یا عبدالمطلب؟" پھر بھی سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ وُہ کہنے لگا "اگر آپ کا خیال ہے کہ وُہ بہتر ہیں تو وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور اگر آپ کا گمان ہے کہ آپ اُن سے بہتر ہیں تو میرے ساتھ بات کریں تاکہ میں بھی سُنوں"۔

ایک روایت میں ہے کہ عتبہ نے کہا "اے میرے بھتیجے! یہ درست ہے کہ تیرا حسب ونسب بلند اور اُونچا ہے۔ لیکن تُو نے ہمارے درمیان ایک نئی چیز پیدا کر دی ہے جماعت میں تفرقہ ڈال دیا ہے، اپنی قوم کو بیوقوف اور کم عقل کہتا ہے، اپنے آباؤ اجداد کو کافر بتاتا ہے، تُو نے عربی قبیلوں میں ہمیں بے عزت کر دیا ہے، کہتے ہیں کہ قریش میں ایک جادوگر اور کاہن پیدا ہُوا ہے۔ اگر اس کا سبب شہوت ہے تو قریش سے جس عورت کو

پسند کریں آپ کے نکاح میں دیتے ہیں اور اگر اس کا سبب احتیاج اور فقر ہے تو ہم آپ کو اس قدر مال دیں گے کہ ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہوگا اور اگر اس کا سبب ریاست و حکومت کی خواہش ہے تو ہم آپ کو بالاتفاق اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں اور اگر یہ دماغی خرابی کی وجہ سے ہے تو ہم اس کا علاج کرواتے ہیں تاکہ فاسد مادہ نکل جائے تاکہ ہم دوستی و محبت کے راستہ پر چل سکیں۔" جب عتبہ اپنی یہ خیالی باتیں پیش کر چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "آپ نے اپنی بات ختم کر لی؟" اس نے کہا: "ہاں"۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو شروع فرمائی، آپؐ نے فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ حٰمٓ ٥ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ كِتَابٌ فُصِّلَتْ اٰيَاتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ٥ اس آیت تک پہنچے فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ٥ تو عتبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حسبك حسبك۔ کسی دوسرے کے پاس ایسی کلام نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔

ایک روایت میں ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۃ کی تلاوت فرما رہے تھے تو عتبہ اپنے ہاتھوں کو پس پشت رکھے زانو پر تکیہ لگائے سن رہا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی آیت پر پہنچے سجدہ کیا پھر آپ نے فرمایا" اے ابا الولید! سنا تو نے جو کچھ سنا اب جاؤ جو چاہو کرو۔" عتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اپنی قوم کی طرف روانہ ہوا، جب انہوں نے اسے دیکھا، آپس میں کہنے لگے: خدا کی قسم ابوالولید کا وہ چہرہ نہیں ہے جس کے ساتھ وہ گیا تھا۔ جب ان کے پاس پہنچا کہنے لگا: خدا کی قسم میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس سے پہلے میں نے ہرگز نہیں سنا تھا، بخدا اس کلام کی عظیم شان ہوگی۔ میں اب مصلحت اسی میں دیکھتا ہوں کہ اب تم اسے ستانے میں مبالغہ نہ کرو اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دو، اگر تمام قبائل عرب اس پر غالب آ گئے تو تمہارا مقصد بغیر کسی تکلیف اور زحمت کے حاصل ہو جائے گا اور اگر وہ غالب آیا تو اس کا ملک تمہارا ملک ہے اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے۔ اس وقت تم سب سے زیادہ خوش قسمت لوگ ہو گے۔ کہنے لگے خدا کی قسم اس نے تجھے اپنی زبان کے جادو سے فریفتہ کر لیا۔ عتبہ نے کہا میری رائے یہی تھی جو میں نے کہہ دی،

ویسے تمھیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔

دُعا کی قبولیت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنا کہ آپ نے قریش کو بددُعا دی ہو مگر یہ کہ وُہ مقبول ہُوئی،
ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، ابوجہل لعین قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اپنی مجلس میں بیٹھا ہُوا تھا، وہاں نزدیک ہی ایک اُونٹ ذبح کیا ہوا تھا، اس کی خون آلُود اوجھری لایا اور کہا "تم میں سے کون ہے جو اس اوجھری کو عین سجدہ کی حالت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دے" سب سے بدترین شخص عتبہ بن مغیط اس ناپسندیدہ کام کو کرنے کے لیے اُٹھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کی حالت میں ٹھہرے رہے، کفار ہنستے تھے، ہنسی سے لوٹ پوٹ ہُوئے جارہے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں تھا اور دُور سے سارا واقعہ دیکھ رہا تھا، وُہ ہنستے تھے اور میں رو رہا تھا مگر کفار کے خوف سے دم نہیں مار سکتا تھا، یہاں تک کہ کسی شخص نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع دی، آپ نے آکر اس بوجھ کو آپ کے کندھوں سے اُٹھایا اور کفار کو بُرا بھلا کہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہُوئے، تین مرتبہ فرمایا: اللھم علیك بقریش - اس کے بعد چند نام لے کر تفصیلاً بددُعا فرمائی: اللھم علیك بابی جھل بن ھشام وعتبۃ بن ربیعۃ وولید بن عتبۃ وعقبۃ بن ابی مغیط وابی بن خلف وعمارہ بن الولید لعنۃ اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم ان لوگوں کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میدانِ بدر میں قتل ہُوئے، عمارہ اور امیہ بن خلف کے سوا تمام کو کنویں میں پھینک دیا گیا، عمارہ اور امیہ کا جوڑ جوڑ الگ کر دیا گیا اور عمارہ کو بہت بُرے اور دردناک طریقے سے ہلاک کر کے دوزخ میں بھیجا، جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

کمزور صحابہ پر مشرکین کے مظالم

محمد ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو طالب کی زندگی میں بُت پرستوں کو خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعرض ہونے کی جرأت نہ ہُوئی، بلند مرتبہ اور اشراف صحابہ رض کو بھی ان کی قوم اور

ساتھیوں کی زیادتی کی وجہ سے اپنی مرضی کے مطابق دُکھ نہیں دے سکے تھے، لیکن بلالؓ، صہیبؓ، خبابؓ اور عمار یاسرؓ جیسے کمزور اور فقراءِ اہلِ اسلام کو کئی طریقوں سے عذاب دیتے تھے، بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر سخت دھوپ میں بٹھا دیا جاتا، بعض کو آگ کی طرح گرم ریت پر دوپہر کے وقت ڈال دیا جاتا، بعض کو بھوکا پیاسا رکھا جاتا تاکہ وُہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے علیٰحدہ ہو جائیں، مسلمانوں کی ایک جماعت جن میں صبر و برداشت کی قوت نہیں تھی، وُہ کلمات جو مشرکین چاہتے تھے زبان سے ادا کر دیتے مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی وُہ جماعت جو دُکھ اور مصیبت برداشت کرنے کی طاقت رکھتے تھے ثابت قدم رہے اور ان مصائب اور رنج و محن میں زیورِ صبر کو پہنے رکھا، ان میں سے ایک حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت بلال حبشیؓ پر تشدّد

روایت میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیہ بن خلف جمحی کے غلام تھے اور اس کے خانہ زاد تھے، حضرت بلالؓ کی والدہ حمامہ اور والد رباح نامی تھے اور وُہ بھی اُمیّہ کے غلام تھے امیہ بہت مالدار آدمی تھا، اس کے کئی بیٹے اور بارہ غلام تھے، لیکن بلالؓ کو وہ سب سے زیادہ چاہتا تھا اسے اپنے بت خانہ کا انچارج بنایا ہُوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے جب حضرت بلالؓ کو دولتِ ایمان سے نوازا، بُت خانہ میں خدا تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے۔ دوسرے تمام لوگ بتوں کو سجدہ کرتے لیکن وُہ خدا کو سجدہ کرتے تھے۔ جب امیہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے پُوچھا "تسجد لرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم"۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "اسجد اللہ الکبیر المتعال"۔ امیہ اس بات سے مشتعل ہو گیا اور آپؓ پر تشدد کرنے لگا۔ کہتے ہیں کہ جب آفتاب نصف النہار پر پہنچ جاتا اور گرمی کی شدت سے زمین تنور کی مانند تپی ہُوئی ہوتی اسے مکّہ کے کھلے میدان میں لے جاتا اور ننگا کر کے سخت دھوپ اور گرم ریت پر ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیتا اور ایسے گرم پتھر کہ جن پر گوشت بُھن جائے اس کے سینہ، پشت اور پہلو پر رکھتا اور گرم ریت اس پر ڈالتا اور تکلیف دیتا تھا تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے برگشتہ ہو کر لات و عزّیٰ پر ایمان لے آئے۔ لیکن ان تمام تکالیف کے باوجود آپ کی زبان پر احد احد کے الفاظ جاری ہوتے یعنی میں

خدا وحدہٗ لاشریک کی پرستش کرتا ہوں۔ کبھی آپ کو کانٹوں پر کھینچتے یہاں تک کہ کانٹے ان کے گوشت پوست میں سے گزرتے اور ان کی ہڈیوں کو لگتے مگر آپ احد احد پکارتے۔ اسی حالت میں ورقہ بن نوفل (ایک نصرانی موحد) آپ کے پاس سے گزرا، جب حضرت بلالؓ کو اس حالت میں دیکھا، کہا اے بلال! توحید سے ہرگز منہ نہ پھیرنا اور یہ اشعار پڑھے:

لا تعبدن الٰہا غیر ربکم ۔۔۔ فان دعاکم فقولوا بیننا حدد

مسخر کل من تحت السماء ۔۔۔ لا ینبغی ان یساوی ملکہ احد

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا، وہ دوزخی کتا اس طریق سے آپؓ کو عذاب دے رہا تھا اور کہتا تھا: "تو کہہ میں لات وعزّیٰ پر ایمان لایا۔" حضرت بلالؓ فرماتے "میں لات اور عزّیٰ سے بیزار ہوا۔" اس خبیث کا غصہ اور زیادہ ہو جاتا۔ اچانک میں نے دیکھا وہ دوزانو ہو کر آپؓ کے سینہ پر بیٹھ گیا اور آپؓ کا گلا گھونٹنے لگا یہاں تک کہ سانس کی آمد و رفت منقطع ہو گئی اور حرکت جاتی رہی، میں سمجھا ختم ہو گئے، جس کام کے لیے میں جا رہا تھا اسے پورا کر کے شام کے وقت واپس آیا تو آپؓ ابھی تک بیہوش پڑے ہوئے تھے، اچانک ہوش میں آگئے، لعین نے کہا: "کہو میں لات اور عزیٰ پر ایمان لایا۔" حضرت بلالؓ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور احد احد کہتے تھے۔ انتہائی ضعف کی وجہ سے بات سمجھ نہیں آتی تھی۔

امام اوحدی نے کعب سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں میں نے اس شخص سے سنا جس نے بلالؓ سے سنا تھا، حضرت بلالؓ نے بتایا کہ اس خبیث یعنی امیّہ نے ایک روز مجھے موسم گرما میں باندھ کر تمام رات اسی حالت میں رہنے دیا۔ پھر دوپہر کے وقت ننگا کر کے دھوپ میں سنگریزوں پر ڈال دیا اور گرم پتھر لا کر میرے سینہ پر رکھ دیے، جس سے میں بیہوش ہو گیا، معلوم نہیں کس شخص نے وہ پتھر میرے سینہ سے دور کیے، مجھے جب ہوش آیا تو شام ہو چکی تھی، میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا وہ مصیبت بھی کیسی نعمت ہے جس میں محبوب کی یاد ہو۔ عارف درویش جانتا ہے کہ بلا و محنت، نعمت و عطاء کا پھل ہے اور جسم و مال اور جان کا نقصان سرمایۂ کمال اور عزت و جلال کا زیور ہے، جسمانی مجاہدہ اور

ریاضت آئینۂ جان کے لیے جلا کا باعث ہے۔ حضرت رومیؒ فرماتے ہیں: ؎

پس ریاضت را بجاں شو مشتری　　چوں سپردی تن بخدمت جاں بری
در ریاضت بایدت بے اختیار　　سر بنہ شکرانہ را اسے کامگار
چوں حقت داد آں ریاضت شکر کن
تو نکردی او کشید از امر کن

حضرت بلالؓ ہی کا بیان ہے کہ ایک روز اس خبیث نے مجھ پر ظلم ڈھایا کہ اُونٹ کے بالوں کی ایک پچاس گز لمبی رسّی میری گردن میں ڈال کر مکّہ کے لڑکوں کو پکڑا دی وہ مجھے اُوپر سے نیچے اور نیچے سے اُوپر کھینچتے پھرے یہاں تک کہ میری گردن زخمی ہوگئی۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے مجھے اُن کے ہاتھ سے نجات دلائی۔

روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سخت عذاب دیا جارہا تھا اور انھیں پتھروں کے نیچے رکھا ہُوا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس طرف سے گزرے انھیں اس حال میں دیکھا، آپؓ کا دل اس پر کڑھا، آپؓ نے فرمایا: اے امیّہ! اس غلام کو عذاب دینے سے تیرا کون سا کام سنورتا ہے، خدا سے ڈر اور اس سے اپنا ہاتھ روک لے۔ امیّہ کہنے لگا: میرا غلام ہے جسے میں نے اپنا مال دے کر خریدا ہے، مجھے اسے سزا دینے کا حق پہنچتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا: وہ آدمی جو لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کو دُکھ دیتا ہے، یہ کس قدر ظلم ہے جو تو اس پر روا رکھے ہُوئے ہے۔ امیّہ نے کہا: اے ابو قحافہ کے بیٹے! تُو نے ہی اسے نقصان کی راہ پر ڈالا ہے اور بتوں کی عبادت سے روکا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترغیب دی ہے۔ اب اسے اس عذاب سے چھڑا، اگر تیرے دل میں رحم ہے تو اسے مجھ سے خرید لے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے غنیمت جانا، فرمایا میں نے ایک سفید نصرانی غلام اور دس اوقیہ سونا دے کر حضرت بلالؓ کو اس سے لے لیا۔ اس کے بعد امیّہ ہنسنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے پُوچھا: تُو کیوں ہنستا ہے؟ کہنے لگا: خدا کی قسم تُو نے بہت نقصان اُٹھایا، قسم بخدا اگر تُو مجھ سے اسے ایک درم میں خریدتا تو بھی میں اسے بیچ دیتا۔ ابوبکرؓ نے فرمایا:

خدا کی قسم میں نے بہت عمدہ سودا کیا ہے۔ اگر تو مجھ سے اس ایک غلام کے بدلے میرا تمام مال طلب کرتا تو میں دے دیتا اور اسے لے لیتا، پھر حضرت بلالؓ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی چادر مبارک سے حضرت بلالؓ کے گرد و غبار کو جھاڑا اور اس کے آقا کے سامنے ہی نیا لباس پہنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور فرمایا: یا معشر قریش اشہد انہ حر لوجہ اللہ تعالیٰ، گواہ رہو کہ میں نے اسے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے آزاد کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کی شان میں سورۃ واللیل اذا یغشیٰ نازل فرمائی، قیامت تک حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ذکر خیر محراب و منبر پر پڑھا جاتا رہے گا اور آپؓ کو اس صفت سے یاد کیا کریں گے۔

عمار یاسرؓ مقامِ عشق میں رؤساءِ بنی مخزوم عمار یاسرؓ اور اس کی ماں اور باپ کو تکلیف پہنچاتے تھے۔ ایک روز مکہ کے میدان میں گرم ریت پر انھیں ننگا لٹایا ہوا تھا اور گرم ریت اُن کے اُوپر گراتے تھے اور اُن کے اعضا پر گرم پتھر رکھتے تھے کہ اگر گوشت ان پتھروں پر رکھا جاتا تو کباب ہو جاتا تا کہ وُہ دین سے پھر جائیں اور عیاذاً باللہ کلمۂ کفر کہیں وُہ کہتے کہو کہ لات و عزیٰ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر ہیں وُہ نہیں کہتے تھے بلکہ وُہ کہتے تھے کہ مصیبت نعمت ہے، مصیبت پر رونا غلطی ہے۔

جان فدائے یار دل رنجانِ من ناخوش او خوش بود بر جانِ من
اے عجیب من عاشق ایں ہر دو ضد عاشقم بر قہر و بر لطفش بجد

ایسے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور فرمایا: اصبرًا یا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ (اے آلِ یاسر! تھوڑا صبر کرو، اللہ نے تمھارے لیے جنت کا وعدہ کر لیا ہے) عمارؓ کی والدہ سمیہؓ کو مشرکین نے دو اُونٹوں کے درمیان باندھ دیا تھا۔ ایک کافر (ابو جہل) نے اس کی شرمگاہ پر برچھا مار کر قتل کر دیا اور اس کے خاوند یاسر کو بھی دوسرے طریقے سے قتل کر دیا۔ اسلام میں سب سے پہلے خلعتِ شہادت زیبِ تن کرنے والے یہی دونوں تھے۔ اے درویش! جب رب العزت کی بارگاہ سے رنج اور تکلیف پہنچے یقیناً اہلِ محبت رنج و محنت سے اس قدر ذوق اور لذت حاصل کرتے ہیں کہ دوسروں کو

نعمت وراحت سے وُہ لذت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ انھیں ہر وقت یہ خطاب آتا رہتا ہے ؎

چو سرمست منی جانا ز درد سر چہ غم دارے　　چو آہوے منی ایجان ز شیر نر چہ غم دارے
چو مہ روے تو من باشم ز سال و مہ چہ اندیشی　　چو شور و شوق من ہستت ز شور و شر چہ غم داری
چو من با تو چنیں گرمم چہ آہ سرد میداری　　چو بر بام فلک باشی ز خشک و تر چہ غم داری

گرفتی باغ و بر ہارا ہمی خور آں شکر ہا را
اگر بستند درہا را چہ بندد ور چہ غم داری

ایک دفعہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جو کفار کہتے تھے، زبان سے کہہ دیا، اس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہا کہ عمار کافر ہوگیا۔ آنحضرت نے فرمایا: حاشا، ایسا ہرگز نہیں ہے، وہ کافر نہیں ہوسکتا، یقیناً وُہ از سر تا پا ایمان سے بھرا ہُوا ہے، ایمان اس کے خون اور گوشت پوست میں سرایت کر گیا ہے۔ جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کفار سے نجات ملی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کفار کے ظلم وستم کی وجہ سے روتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک ان کی آنکھوں پر ملتے تھے اوران کے آنسوؤں کو صاف کرتے تھے، آپ نے فرمایا ان عادوا لك فعد لهم بما قلت، بعض مفسرین نے اس آیہ کریمہ من كفر بالله من بعد ايمانه الا من اكره وقلبه مطمئن بالايمان کے شان نزول کو حضرت عمارؓ کے واقعہ کو قرار دیا ہے اور آیت وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا میں عبداللہ بن ابی سرح کی حالت کا بیان ہے۔

باب دوم

ہجرتِ حبشہ

ہجرت اولیٰ ـــــ حبشہ کی جانب

ہجرت کا سبب اور مہاجرین کی تعداد امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ قریش ظلم و تعدی کے عادی ہو چکے تھے۔ ان لوگوں کی ایذا رسانی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ پر عام ہو گئی اور ان کا ظلم و ستم انتہا درجہ کو پہنچ گیا، صحابہ کرام کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کی: "یارسول اللہ! اگر آپؐ حاطب بن عمیر بن عبد شمس پر ظلم و ستم کو دیکھتے تو ضرور مہربانی فرماتے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اجازت فرما دی، صدیقؓ نے پوچھا: "یارسول اللہ! آپ کس طرف ہجرت کا حکم فرماتے ہیں؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمینِ حبشہ کی جانب رہنمائی فرمائی کیونکہ صحابہ کرامؓ مسافت کم ہونے اور وہاں کی آب و ہوا ام القریٰ مکّہ کے مناسب ہونے کی وجہ سے اس طرف ہجرت کرنا بہتر سمجھتے تھے، وہاں روانہ ہوئے۔ ستم رسیدہ پندرہ مردوں اور چار عورتوں نے ہجرت کی اور چل پڑے، جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

عثمان بن عفانؓ، آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، اپنی بیوی سہلہ بنت سہل بن عمرو، زبیر بن العوام، مصعب بن عمیر، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالاسد اس کی بیوی ام سلمہ بنت اسد بن مغیرہ، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابوخثیمہ، ابوسبرہ بن ابی رحم اور حاطب بن عمرو بن عبدالشمس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ان مہاجرین کے ساتھ حاطب بن سہیلؓ بھی تھے، عثمان بن مظعونؓ کو ان کی امارت سپرد کی گئی، لعضوں کا کہنا ہے کہ

ان کے امیر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔

روایت ہے کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہجرت کرنے کا عزم کیا، چاہا کہ تنہا ہجرت کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رقیہ کو اپنے ساتھ لے جاؤ کیونکہ تم ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے، اس کے بعد اسماء بنت ابوبکرؓ کو ان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے بھیجا، اس نے آکر بتایا کہ حضرت رقیہؓ کو سوار کر کے سمندر کی طرف لے جا رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت لوط اور ابراہیم علیہما السلام کے بعد میری بیٹی اور عثمان سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں۔

روایت ہے کہ جب مہاجرین ساحلِ سمندر کے قریب پہنچے تو نوفل بن معاویہ ملا، کہنے لگا کہ یہ سب اکٹھے ہو کر کہاں جا رہے ہو، انہوں نے کہا کہ تجار کی ایک کشتی آئی ہے، اُسے خریدنے جا رہے ہیں، نوفل جو عمرہ کی نیت سے آ رہا تھا، مکہ میں پہنچا تو اس نے مہاجرین کا قصہ بیان کیا، قریش نے کہا وہ کشتی خریدنے کے لیے نہیں جا رہے بلکہ ہم سے بھاگ کر نجاشی شاہ حبشہ کے پاس جا رہے ہیں۔ بعض قریش ان کے پیچھے بھاگے، مہاجرین خدا کے فضل و کرم سے سمندر سے صحیح وسلامت گزر چکے تھے، قصہ یوں ہُوا کہ جب وہ پیدل ساحلِ دریا پر پہنچے تو انھیں کشتی بالکل تیار ملی اس کے ذریعہ امن و سکون کی جگہ پہنچ گئے، مکہ میں اپنے دوستوں کے پاس زبانِ حال سے یہ پیغام پہنچایا ؎

ستر اللہ علینا چہ علا لاست دریں کو
رنجہ فرما بسوے ما کہ تماشاست دریں سو

قریش کی وُہ جماعت جو ان کے پیچھے نکلی تھی بے نیلِ مرام لوٹی۔ یہ واقعہ بعثت سے پانچویں سال ظہور پذیر ہُوا۔

نزول سُورۃ والنجم اذا ھوٰی مہاجرین کے روانہ ہونے کے بعد سورۂ کریمہ وَالنجم نازل ہُوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے مجمع میں اسے مسجد حرام میں پڑھنا شروع کیا، آنحضرت آیات کے درمیان توقف فرما کر پڑھ رہے تھے۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے کہ اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ہ وَمَنٰوۃَ

الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی ہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توقف فرمایا۔ شیطان کو اس دوران میں موقع مل گیا اور چند کلمات ملا دیے اور مشرکین کے کانوں میں اس طرح پہنچائے تلك الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی یعنی یہ بت سادات اور بزرگ ہیں اور یقیناً ان کی سفارش کی امید کی جاتی ہے۔ جب کفّار نے یہ سُنا تو اُنھوں نے خیال کیا کہ یہ کلمات بھی قرآنی آیات سے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی زبان مبارک سے ادا فرمایا ہے، اس وجہ سے خوش ہوگئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت ختم کی، حکم کے مطابق آپ نے سجدہ کیا، دوستوں نے اپنی پسند سے اور کفّار نے شیطان نابکار کے شبہ کی بنا پر ان کے ساتھ موافقت کی، اس مجلس میں سرداران قریش موجود تھے ان میں ولید بن مغیرہ اور سعید بن العاص اور ایک روایت میں عتبہ بن ربیعہ ان میں شامل تھے، بعض نے تکبّر کی وجہ سے اور بعض نے اس وجہ سے کہ وہ سجدہ نہیں کر سکتے تھے ایک مشت خاک اٹھا کر اپنی پیشانی کے نزدیک لے جا کر اس پر سجدہ کیا۔ جب کفار مجلس سے اٹھ گئے، کہنے لگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معبودوں کو سجدہ کیا ہے اور ہمارے ساتھ ہمارے دین میں موافقت کی ہے، کیونکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ زندگی، موت، رزق دینا اور پیدا کرنا خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہے لیکن یہ معبود خدا تعالیٰ کے دربار میں ہمارے شفیع ہوں گے۔ اب جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعتقاد میں ہمارے ساتھ موافقت کی ہے، ہم بھی اس کے ساتھ صلح کرتے ہیں اور اس کو آئندہ تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ اس خبر کی حقیقت کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ساتھ صلح کر لی ہے اور جھگڑا ختم ہوگیا ہے اردگرد تمام علاقے میں پھیل گئی۔ بیان کرتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اپنے کام میں ثابت قدم رہیے کیونکہ قریش آپ کے فرمانبردار اور موافق ہیں ہم آپ کی مدد اور اعانت کریں گے تاکہ آپ کی شریعت تمام دنیا میں پھیل جائے۔ اور آپ کے دین کے محل کی بنیادیں مضبوط ہو جائیں۔ روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں واپس تشریف لائے تو جبرائیل علیہ السلام نے شیطان کے القا سے آپ کو آگاہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ سے بے حد غمگین و رنجیدہ ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلّی اور اطمینان کے لیے یہ آیت بھیجی: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ

رَسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ یہ آیت جب مشرکین سے سُنی، کہنے لگے "جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے خداؤں کے بلند مرتبہ کے ذکر سے پشیمان ہوگیا ہے ہم بھی اپنے عہد کو توڑ کر صلح سے پھر گئے ہیں" ان بدبختوں نے دوبارہ ایذارسانی کا سلسلہ شروع کر دیا اور عداوت و دشمنی کی گھات میں بیٹھے۔

مہاجرینِ حبشہ کی واپسی آخر رمضان المبارک میں جب مہاجرین کو یہ خبر پہنچی کہ مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر لی ہے اور ان سے صلح ہوگئی ہے، تو انہوں نے کہا گھر بار سے ہماری ہجرت کا سبب ان بدبختوں کی دشمنی تھا، اب جبکہ دشمن سے خوف امن میں تبدیل ہوگیا ہے واپس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا بہتر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمت سعادتِ اخروی ہے۔ مہاجرین نے واپس جانے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ ماہِ شوال میں مکہ کو لوٹے، مکّہ کے نواح میں پہنچے تو انہیں اہلِ مکّہ کا ایک قافلہ ملا، ان سے کیفیت دریافت کی، انہوں نے بتایا کہ کفّار کو ایک سورۃ میں اشتباہ ہوگیا تھا جب انہیں معلوم ہُوا کہ ہماری فکر اور سوچ نے دھوکا کھایا، پرانی دشمنی کی طرف چلے گئے، دشمنی اور عداوت میں پہلے سے بھی سبقت لے گئے۔ مہاجرین اس خبر سے پریشان ہوگئے اور واپس آنے پر پشیمان ہُوئے۔ مہاجرین میں سے ہر شخص کسی قریشی کی حمایت میں مکّہ میں داخل ہُوا۔ چنانچہ حضرت عثمان بن عفّانؓ اور حضرت رقیہ خاتونؓ سعید بن العاص کی پناہ میں آئے، ابوحذیفہ اور اس کی زوجہ اپنے والد عتبہ بن ربیعہ کی پناہ میں، زبیر بن العوام زمعہ بن الاسود کی پناہ میں، مصعب بن عمیر نضر بن الحارث کی حمایت، ابوسبرۃ بن ابی رحم اخنس بن شریق کی حمایت اور ایک روایت میں سہل بن عمرو کی پناہ میں آئے۔ حاطب بن عمرو حویطب بن عبدالعزیٰ کی حمایت میں، سہل بن بیضا اپنے خاندان کے ایک مرد کی پناہ میں آئے، عثمان بن مظعون ولید بن مغیرہ کی پناہ میں آئے۔ ایک روایت میں عبداللہ بن مسعودؓ کو ان مہاجرین میں شمار کیا گیا ہے۔ آپؓ اپنی برادری کے کسی فرد کی پناہ میں نہیں آئے بلکہ چند روز بعد حبشہ کی طرف پھر ہجرت کر گئے۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ مہاجرینِ حبشہ ماہِ رجب میں مکّہ سے ہجرت کی غرض سے نکلے اور ماہ شعبان میں حبشہ پہنچے اور رمضان وہاں قیام کیا، ان کی واپسی ماہِ شوال میں ہوئی۔ چنانچہ دو ماہ اور کچھ دن حبشہ میں قیام کیا۔

عثمانؓ بن مظعون کا ولید بن مغیرہ کی حمایت سے خروج

چند روز ولید بن مغیرہ نے عثمان بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی حمایت میں رکھا تھا اور اس کی رعایت کیا کرتا تھا، ایک روز عثمانؓ نے کہا: میں مشرک کی ذمہ داری میں نہیں رہوں گا۔" ولید کہنے لگا: بھتیجے! کیا مجھ سے تمھیں کوئی تکلیف پہنچی ہے جو مجھ سے دُوری اختیار کرتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، میں خدا کی ذمہ داری میں رہنا چاہتا ہوں۔ ولید عثمانؓ کو ساتھ لے کر مسجد حرام کی طرف آئے اور کہا: اے گروہِ قریش! عثمان میری حمایت میں تھا، میں کسی قسم کی تکلیف اسے پہنچنے نہیں دیتا تھا، اب وہ مجھ سے بیزار ہے، میں بھی اس سے بری الذمہ ہوتا ہوں اور اسے موجِ بلا کے سپرد کرتا ہوں تاوقتیکہ وہ دوبارہ مجھ سے میری حمایت طلب کرے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز عثمان بن عبداللہ المغیرہ المخزومی نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کی آنکھ پر طمانچہ مارا جس سے وہ نیلی ہوگئی۔ ولید نے ہنس کر کہا: میری پناہ سے نکل کر ان مصائب میں مبتلا ہو گیا۔ عثمانؓ نے کہا: میں ان مصیبتوں میں بھی خوش ہوں۔ ولید نے پوچھا وہ کیوں؟ کہا: کیونکہ یہ تکلیفیں خدا تعالیٰ کے پاس میری طرف سے نیکیوں کا ذخیرہ بن جاتی ہیں، پھر میں صحت مند ہوں اور ان تکالیف کو برداشت کرسکتا ہوں۔ ؎

محنتے کاں برائے دوست کشی — راحت جاں و ابتلائے من ست
تاگدائے درِ حبیب شدم — بادشاہِ جہاں گدائے من ست

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو سیدھے عثمان بن عبداللہ المغیرہ کے پاس گئے اور گھونسہ مار کر اس کی ناک توڑ دی۔ اس طرح انہوں نے اس سے حضرت عثمانؓ کا بدلہ لے لیا۔

ہجرتِ ثانیہ ــــ حبشہ کی جانب

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حبشہ سے لوٹے، مشرکین پھر ان کی ایذارسانی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے لگے اور روز بروز اس میں اضافہ ہوتا رہا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان کو ہجرت کرنے کی اجازت فرمائی، اس مرتبہ صحابہ کرام کی بہت بڑی تعداد نے ہجرت فرمائی۔ امام واقدی کی روایت کے مطابق ان کی تعداد ایک سو تین[۱۰۳] تھی جن میں سے بیاسی[۸۲] مرد اور اکیس[۲۱] عورتیں تھیں۔ یہ لوگ حبشہ میں قیام پذیر رہے، وہاں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنیکی خبر انہوں نے سنی، تینتیس[۳۳] آدمی حبشہ سے نکلے، دو[۲] آدمیوں نے مکہ کا رُخ کیا، سات قید ہوگئے اور چوبیس[۲۴] آدمی مدینہ منورہ میں آگئے۔

جو لوگ حبشہ میں ٹھہرے رہے، ان میں سے سات آدمی فوت ہو گئے، ان میں سے ایک عبداللہ جحش تھا جو عیسائی ہو کر مرا۔ حبشہ میں مہاجرین کے بارہ[۱۲] بچے پیدا ہُوئے، جن میں سے سات لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ فتح خیبر کے روز جعفر بن ابی طالب کے ساتھ چھبیس[۲۶] آدمی آئے جن میں سے تیرہ[۱۳] مرد، چھ[۶] عورتیں اور سات بچے تھے۔ اس ہجرت کے دوران متعدد واقعات رونما ہُوئے، ہم صرف سات واقعات آئندہ صفحات میں بیان کریں گے۔

۱۔ نجاشی کا حُسنِ سلوک جب اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حبشہ سے واپس آئے تو انہوں نے وہاں کے باشندوں، خوشگوار آب و ہوا، لذیذ کھانوں، تروتازہ میووں، جسم کی صحت اور بدن کی قوت کو تفصیل سے بیان کیا، انہوں نے بتایا کہ وہاں چار عبادت گاہیں ہیں جن کے لیے وُہ قربانی کرتے ہیں، فقیروں کی دعوت کرتے ہیں اور غریبوں پر نوازشیں کرتے ہیں۔ جب ہم حبشہ کی سرزمین میں داخل ہُوتے، نجاشی نے ہمارے حالات کی چھان بین کرنے کے بعد ہمیں امن دے کر زیر بار احسان کیا۔
حضرت عثمان بن عفانؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! حبشہ مرکزِ تجارت ہے، ہم نے وہاں ایک ماہ تک قیام کیا، تجارت سے ہم نے بہت کچھ کمایا، آج حبشہ سے زیادہ موزوں اور بہتر

جگہ مسلمانوں کے لیے کوئی نہیں تاوقتیکہ خدا تعالیٰ ہجرت کے لیے جگہ متعین فرمادے یا قوم اسلام قبول کرے۔ ہمارے متعلق نجاشی کی بے انتہا مہربانیاں اور ان گنت احسانات تھے جو وہ ہمارے لیے کرتا تھا اور اپنی ساری توجہ ہماری حفاظت اور دیکھ بھال پر لگا رکھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فارجعوا الیہا علی برکۃ اللہ" ۔ خدا تعالیٰ کی برکت و حفاظت کے ساتھ سرزمینِ حبشہ کی طرف واپس چلے جاؤ۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ بھی اس طرف تشریف لے چلیں تو وُہ لوگ جو پڑھے لکھے اور آداب سے واقف ہیں، دعوت و تبلیغ کی برکت سے مسلمان ہو جائیں گے اور دین کی اعانت اور اہلِ ایمان کی مدد کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ابھی ہجرت کا حکم نہیں دیا گیا، میں ابھی حکم الٰہی کا منتظر ہوں، تمہیں چونکہ حکم ہو چکا ہے اس لیے وہاں قیام کرو۔ اس مرتبہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی امیر تھے۔

۲۔ ہجرتِ صدیق رضی اللہ عنہ

سیرت کی بعض کتابوں میں اس واقعہ کو بیعت عقبہ کے بعد بعثت کے دسویں سال میں ذکر کیا گیا ہے اور حارث بن زید کی جگہ ابی الدغنہ کا ذکر کیا ہے۔

اس دفعہ بے دینوں کی ایذا سے تنگ آکر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حبشہ کا سفر اختیار کیا۔ فراقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے داغ کو مجبوراً دل پر لگایا۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ برکۃ العماد کے مقام پر پہنچے، حارث بن زید جو اس زمانہ میں اپنی قوم کا سردار تھا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا: مجھے میری قوم نے وطن سے نکال دیا ہے، مجھ پر اتنے ظلم و ستم ڈھائے ہیں کہ میرے ٹھہرے رہنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی، وہاں سے نکل کھڑا ہوا ہوں تاکہ کسی ایسی جگہ قیام کروں جہاں اطمینان و فراغت سے خدا تعالیٰ کی عبادت کر سکوں۔ حارث نے کہا: آپ جیسے شخص کے لیے مناسب نہیں کہ اپنی قوم کو چھوڑ کر چلا جائے، آپ کا مکہ سے باہر جانا درست نہیں ہے کیونکہ صلہ رحمی، مشقت و آلام کی برداشت، خواص و عوام پر احسان، کمزوروں کی ہمیشہ مدد کرنا اور سخاوت آپ کے ذاتی اوصاف اور آپ کی عمدہ صفات ہیں

میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں ، واپس جائیے اور اپنے خدا کی عبادت میں مشغول رہیے اور کسی شخص کے ظلم وستم کے خوف سے اپنا وطن مت چھوڑیئے، میں حتی الامکان آپ کی حفاظت کروں گا اور کبھی آپ کی حفاظت سے دست بردار نہیں ہوں گا۔ اس طرح حارث ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پھر مکّہ واپس لے گیا۔ سرداران قریش کو بلایا اور ابوبکرؓ کے ساتھ ان کے طرزِ عمل پر انھیں ملامت کی اور بتاکید طرفداری اور حمایت کرنے کی وصیت کی، قریش نے بھی اس کی حمایت کی رعایت کرتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ظلم و تعدّی بند کر دی اور کہا کہ ابوبکرؓ کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر میں عبادت کرے اور عبادت کے اظہار اور اعلانیہ قرآن خوانی کی کوشش نہ کرے کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ ہمارے اہل وعیال فریفتہ اور گمراہ نہ ہوجائیں، حارث نے ابوبکرؓ کے ساتھ طے کیا کہ اس شرط کی رعایت کرے، حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر میں مسجد تعمیر کی، اس جگہ عبادت اور تلاوتِ قرآن مجید میں مصروف ہوتے۔ مشرکین کے بچے اور عورتیں تلاوتِ قرآن مجید کے وقت جمع ہوجاتے اور اسلام کے ساتھ محبّت کا اظہار کرتے۔ چنانچہ قریش بے تاب ہوگئے اور حارث کے پاس شکایت کی اور درخواست کی کہ وہ اپنی حمایت اور پناہ کو ترک کردے تاکہ وہ ابوبکرؓ کے دفاع اور منع کرنے کی کوشش کریں۔ حارث نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: "آپ کو علم ہے کہ ہمارے درمیان کیا طے پایا تھا، یا تو اس کے مطابق عمل کیجئے یا میری حمایت سے نکل جائیے، کیونکہ اگر آپ اسی طرح کرتے رہے تو قریش آپ کو ایذا پہنچائیں گے، مجھے یہ پسند نہیں کہ جو شخص میری پناہ اور حمایت میں ہو اسے کوئی شخص گزند پہنچائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تیری پناہ اور حمایت چھوڑتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں کیونکہ ماسوی اللہ کی حفاظت سے خدا تعالیٰ سے التجا بہتر ہے اور اللہ بہترین محافظ ہے۔ ؎

درگہ خلق ہمہ زرق وفریب است وہوس
کار درگاہ خداوند جہاں دارد و بس
ہر کہ او نام کسے یافت ازیں درگہ یافت
اے برادر کس او باش ومیندیش از کس

۲۔ نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کے خلاف دعویٰ

ارباب سیر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ جب یارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حبشہ میں پہنچے، صمیمہ جو اس وقت تختِ سلطنت پر جلوہ افروز تھا اور نجاشی کے نام سے مشہور تھا، ان کے ضروری حالات معلوم کرنے میں مصروف ہوا اور اس نعمت کی کما حقہٗ قدر وقیمت کا اسے علم ہُوا۔ تمام مہاجرین کو اپنے محل میں جگہ دی اور ان کے ساتھ نیکی اور احسان کا طریقہ اختیار کیا۔ جب کفّار کو ان لوگوں کے اطمینان اور فارغ البالی کا علم ہوا، تو وُہ بہت متفکر اور پریشان ہُوئے، چنانچہ اُنہوں نے نجاشی اور اس کے درباریوں کے لیے ان کے حسبِ مراتب ایسے تحائف اور ہدایا تیار کیے جو ان کو پسند تھے۔ عمرو بن العاص اور عمارۃ الولید اور ایک روایت کے مطابق عبداللہ بن ابی ربیعہ کے سپرد کیے اور نجاشی کے پاس انہیں اس امید اور توقع کے ساتھ بھیجا کہ وہ گروہِ مہاجرین کو حاصل کریں اور ان کے اطمینان وسکون کو غارت کریں۔ بادشاہ کے مصاحبین کے لیے الگ ان کے حسبِ مراتب تحائف بھجوائے تاکہ وُہ ان کی امداد و اعانت کریں اور بادشاہ کے پاس ان کی سفارش کریں۔

بیان کرتے ہیں کہ دورانِ سفر شراب نوشی کرتے ہُوئے عمرو اور عمارہ کے درمیان تلخ کلامی ہوئی، ایسا کیوں ہُوا، اس میں مختلف روایات ہیں، القصّہ عمارہ نے فرصت کو غنیمت جانا اور عمرو کو دریا میں گرا دینے کی کوشش کی، عمرو نے کشتی کو پکڑ لیا اور لوگوں نے اسے اس ہلاکت سے نجات دلائی، عمرو کے دل میں اس کا کینہ تھا اس نے بدترین طریقہ سے نجاشی کے ذریعہ ہلاک کروا دیا، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک روز نجاشی کی مجلس میں عمرو اور عمارہ بیٹھے ہُوئے تھے، نجاشی کی ایک خوب صورت لونڈی تھی، عمارہ جو ایک خوبرو نوجوان تھا، کو دیکھتی رہی، جب گھر آئے تو عمرو نے عمارہ سے کہا میں نے بادشاہ کی لونڈی کو تجھ پر فریفتہ پایا ہے، اس کے ساتھ دوستی پیدا کر لو ممکن ہے اس طرح ہمارا کام آسان ہو جائے اس سے خاص شاہی خوشبوؤں میں سے کچھ طلب کر، عمارہ نے اپنے دوست کے اشارہ پر اس لونڈی سے اظہارِ محبت شروع کر دیا اور اس سے کچھ خوشبو طلب کی،

لونڈی نے قدرے خوشبو اس کو دے دی۔ عمرو نے وہ خوشبو اس سے ہتھیا لی اور اُسے نجاشی کے پاس لے گیا اور کہا: میرے ساتھی نے بادشاہ کی لونڈی کے ساتھ میل ملاپ پیدا کر لیا ہے اور لونڈی نے بھی خود کو اس کے سپرد کر دیا ہے، اس امر کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے بادشاہ کی خاص خوشبو اس کے پاس بھیجی ہے۔ بادشاہ اس بات سے سخت برہم ہوا اور چاہا کہ عمارہ کو قتل کر دے، اس نے سوچا کہ ایسے شخص کو قتل کرنا جو امان لے کر میرے ملک میں آیا ہو، مناسب نہیں، اُسے کسی دوسرے طریقہ سے سزا دینی چاہیے، چنانچہ اس نے جادوگروں کو اس پر متعین کیا انھوں نے پارہ اس کی احلیل میں پھونک دیا، عمارہ لوگوں سے متنفر اور بیزار ہوگیا اور جنگلی جانوروں کے ساتھ جا ملا۔ عرصہ دراز تک صحرا نوردی کرتا رہا یہاں تک کہ قریش کی ایک جماعت نے گھات لگا کر اُسے پکڑ لیا اور قید کر دیا وہ اس سے اس قدر مضطرب اور بے چین ہوا کہ تڑپ تڑپ کر جان دے دی اور جہنم رسید ہوا۔

القصہ قریش جب سرزمینِ حبشہ میں پہنچے اور ندمائے دربار سے ملاقات کی، تحائف و ہدایا ان کی خدمت میں پیش کیے اور درخواست کی کہ ہمارے چند احمق اور بے وقوف نوجوان اپنے دین کو چھوڑ کر اس طرف آ گئے ہیں، انھوں نے اپنے ملکی دین سے رُوگردانی کی ہے اب ہمیں ان کے ہم قبیلہ اور والدین نے بھیجا ہے تاکہ بادشاہ مہربانی فرما کر ہمارے ساتھ ان کو بھیج دے۔ ندمائے نے کہا تم اپنی درخواست بادشاہ کی خدمت میں پیش کرو ہم تمھاری امداد کریں گے تاکہ تمھارا مقصد پورا ہو۔ جب ایلچیوں کو بادشاہ کے حضور پیش ہونے کی اجازت ملی بادشاہ کی خدمت میں سجدۂ تعظیم بجا لائے اور تحائف پیش کیے، نجاشی نے عمرو بن عاص سے ان کے آنے کا مقصد دریافت کیا، اس نے کہا کہ میں ہمارے بہت سے قبائل آباد ہیں، ان قبائل میں سے قبیلہ بنی ہاشم میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، جادو کرتا ہے اور اس نے ایک نیا دین پیدا کیا ہے۔ بعض بے وقوف اس پر ایمان لے آئے ہیں اور اس کی ملت کو قبول کر لیا ہے۔ جب ہم انھیں ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں تو اطراف و جوانب میں بھاگ جاتے ہیں، اب ایک جماعت ہمارے بھائی بندوں کی اس ملک میں آئی ہے، ہم سے اور ہمارے دین سے پھر چکی ہے، اپنے آباؤ اجداد کے طریقے کو

چھوڑ دیا ہے۔ نیا دین جو ہمارے اور بادشاہ کے دین کے بھی مخالف ہے گھڑ لیا ہے، حالانکہ بادشاہ عیسائی مذہب رکھتا تھا، بادشاہ کے ندیم اور مصاحب تحائف اور رشوت کی وجہ سے ان کی حمایت کر رہے تھے اور اس کوشش میں تھے کہ ان کا مقصد پورا ہو جائے، بادشاہ کے حضور میں انہوں نے یوں کہا کہ ہر قبیلہ اور جماعت دوسروں کی نسبت اپنے حالات کو بہتر جانتا ہے، اس لیے مناسب یہی ہے کہ ان مہاجرین کو ہم ان کے سپرد کر دیں اور اس طریقہ سے ہم قریش کو خوش کریں، شاہ نجاشی اس بات سے خفا ہوا اور کہا "خدا کی قسم میں یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کروں گا اور اس قوم کو جس نے میری پناہ حاصل کی ہے، دشمن کے سپرد نہیں کروں گا،" کہتے ہیں کہ بادشاہ نے آسمانی کتابوں کا بہت مطالعہ کیا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات تورات اور انجیل میں موجود تھیں اسے یقین تھا کہ ان کے خروج کا وقت ہے۔ جانتا تھا کہ اس کی قوم انہیں جھٹلائے گی اور مکہ سے نکال دے گی۔ جب بادشاہ نے اس شخص کا نام پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کا نام محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو اسے معلوم ہو گیا کہ وہ پیغمبر ہیں لیکن اس نے اس بات کو ظاہر نہیں کیا، عمرو سے پوچھا؛ اس کا مذہب کیا ہے، ملت کیا ہے اور وہ کس امر کی دعوت دیتا ہے۔ اس نے جواب دیا: اس کا کوئی مذہب نہیں۔ نجاشی نے کہا: وہ جماعت جس کے مذہب اور ملت کو میں نہیں جانتا اور وہ میری پناہ میں ہو تمہارے سپرد نہیں کر سکتا۔ لیکن میں ایک اجلاس بلاتا ہوں اور مخالفین کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کرتا ہوں تاکہ وہ اپنی بات خود بیان کریں اور ہر ایک کے حالات معلوم کرتا ہوں مہاجرین بھی اپنے دین و ملت کو بیان کریں۔ اس نے مسلمانوں کو بلایا، مسلمانوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا، ہم اس جماعت کے ساتھ کس انداز سے گفتگو کریں، ان کے مزاج کے موافق بات کریں یا صحیح صورت بیان کریں۔ حضرت جعفر طیارؓ، جو گروہ مہاجرین میں شامل تھے نے فرمایا کہ کوئی چیز سچ سے بہتر نہیں، ہم جو کچھ جانتے ہیں بیان کریں گے، تمام مہاجرین حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو اپنا مقتدا اور پیشوا بنا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، طے ہوا کہ جعفر رضی اللہ عنہ ہی گفتگو کریں۔ بادشاہ کے حکم پر ان کے علماء بھی جمع ہوئے انہوں نے انجیل کی کتابیں اپنے سامنے رکھ لیں، اراکینِ سلطنت بھی تمام جمع ہوئے

اس طرح بہت بڑا مجمع اکٹھا ہوگیا۔ اس کے بعد مہاجرین کو اندر طلب کیا، مہاجرین نے سلام کیا مگر سجدہ جو حبشہ میں رائج تھا، نہ کیا، وزراء نے سجدہ نہ کرنے کا سبب پوچھا، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے، ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر خدا کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس دروازے کو ہم پر نہیں کھولا گیا۔ اس بات سے بادشاہ کے دل پر ہیبت طاری ہوگئی۔ علماء کی نظروں میں جعفر رضؓ اور دوسرے صحابہ کا وقار بڑھ گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے جعفر رضؓ سے کہا: "قریش کے قاصد یہ چاہتے ہیں کہ میں تمہیں ان کے سپرد کر دوں"۔ جعفر رضؓ نے کہا: ان ایلچیوں سے پوچھیے کہ کیا وہ ہماری غلامی کا دعویٰ کرتے ہیں"۔ عمرو نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہے یہ تمام آزاد ہیں، باعزت قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا ہمارے ذمہ کسی کا قرض ہے؟ کہنے لگے، ایسا بھی نہیں ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا ہم نے کسی کو قتل کیا ہے؟ کہنے لگے: ان میں سے کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ جب سلسلۂ کلام یہاں تک پہنچا تو عمرو بن عاص نے کہا: بادشاہ سلامت! ان لوگوں نے ہماری، ہمارے آباؤ اجداد کی اور خود اپنی بھی مخالفت کی ہے یہاں تک کہ ہمارے نوجوانوں کے عقائد کو خراب کر دیا ہے، ہماری یکجہتی اور اتحاد ختم ہوگیا ہے، ان کو ہمارے سپرد کیجیے تاکہ ہم حسبِ سابق اپنا انتظام وانصرام کر سکیں۔ نجاشی، شاہِ حبشہ نے مسلمانوں سے مزید حالات دریافت کیے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر جواب دیا اور بادشاہ کے گوش گزار کیا کہ اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی پرستش کرتے تھے، مردار کھاتے اور فواحش و منکرات کا ارتکاب کرتے، ان برے اور قبیح اعمال پر اصرار کرتے تھے، خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور فیضان عمیم سے ہم میں سے ایک پیغمبر ہماری طرف بھیجا، جس کے حسب و نسب کے کمال اور عمدگی کو ہم جانتے ہیں۔ اس کی امانت و صداقت، عفت اور پاکدامنی مشہور و معروف ہے۔ اس نے ہمیں ایک خدا کی عبادت کرنے کے لیے کہا اور دینِ اسلام کی طرف ہماری رہنمائی کی، نیکی کا حکم دیا، برے کاموں سے منع کیا، نماز، روزہ، صلۂ رحمی اور تمام عمدہ اخلاق کا حکم دیا۔ جوئے، شراب، سود اور تمام گناہوں اور معاصی سے منع فرمایا، ہمارے لیے ایسی شریعت لائے کہ کسی بھی

انسان کی بات چیت اس جیسی نہیں ہے۔ ہمیں واضح اور یقینی دلائل کے ساتھ اس کی صداقت معلوم ہوگئی، ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لے آئے، ہم نے قوم کے باطل دین کو چھوڑ دیا اسی لیے ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی اور ہمیں انواع واقسام کی تکالیف پہنچانے لگے، ہم میں ان سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی، ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کسی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا، ہم نے تمام بادشاہوں سے آپ کے پاس آنے کو پسند کیا تاکہ ہمیں ان کے ظلم وستم سے محفوظ رکھیں، ہمیں ان کے ہاتھ میں گرفتار نہ کرائیے۔ نجاشی نے پوچھا جو کلام ان پر اترا ہے کیا اس میں سے تمہیں کچھ یاد ہے؟ اسے پڑھیے تاکہ میں سنوں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں اور سورۂ کہیٰعص پڑھنا شروع کی، نجاشی نے قرآن سنا، جب اس آیت فکلی واشربی وقری عینا پر پہنچے تو رو پڑا، اس قدر رویا کہ دامن تر ہوگیا آنسو اس کے رخساروں پر ڈھلکتے تھے، علماء بھی اس قدر روئے کہ ان کے رخسار اور کتابیں تر ہوگئیں، انتہائی ذوق وشوق سے کہتے تھے ؎

چشم کز بہر دوست تر داریم — گر شود چشمہ دوست تر داریم

ریختیم آب چشم و کشتہ نشد — داغہائے کہ بر جگر داریم

اس کے بعد نجاشی نے کہا: خدا کی قسم یہی کلام یحییٰ اور موسیٰ (علیہما السلام) پر نازل ہوا، یہ دونوں نور ایک ہی مشکوٰۃ سے نکلے ہیں، پھر عمرو بن عاص اور عمارہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا خدا کی قسم میں اس جماعت کو تمہارے سپرد نہیں کروں گا، تمہیں اور ان کو ملنے نہیں دوں گا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کفار کے بھیجے ہوئے نمائندے مایوس اور شرمندہ واپس گئے، عمرو بن عاص نے کہا: خدا کی قسم کل میں نجاشی کی خدمت میں پیش ہو کر اس قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا۔ عبداللہ بن ربیعہ نے ہر چند اسے اس خیال سے روکا اور صلہ رحمی کا واسطہ دیا مگر وہ باز نہ آیا، دوسرے روز عمرو بن عاص نجاشی کے پاس گیا اور کہا یہ جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تمہارے اعتقادات کے خلاف عقیدہ رکھتی ہے نجاشی نے دوبارہ حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا کہتے ہو؟ آپ نے جواب دیا: وہی کہتے ہیں جو اللہ جل وعلا کہتا ہے

کہ وُہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ نجاشی نے زمین سے لکڑی کا ایک ٹکڑا اُٹھایا اور کہا، عیسیٰ علیہ السلام اور جو کچھ تم نے کہا ہے اس میں ذرا فرق نہیں میں تمہیں اور اس کو جس کے پاس سے تم آئے ہو خوش آمدید کہتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ وُہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ وہی شخص ہیں جن کے آنے کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے اور جس کی بشارت انجیل میں ہے، تم اطمینان خاطر سے میری مملکت میں رہو، جو شخص بھی تمہیں تکلیف پہنچائے گا اسے سزا دی جائے گی، اگرچہ وُہ مجھے سونے کا پہاڑ بھی دیں میں تمہیں ان کے سپرد نہیں کروں گا اور جو شخص تم سے ایک دینار بھی جرمانہ میں لے گا اس سے لے کر تمہارے نوکروں کو دُوں گا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم جان بُوجھ کر قریش کے ان دونوں قاصدوں سے متعرض ہوتے تھے تاکہ یہ کوئی حرکت کریں اور ان سے بدلہ لیں مگر وہ بالکل متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اس کے بعد نجاشی نے کہا جب خدا تعالیٰ نے بغیر کسی رشوت کے یہ کرم کیا ہے میں بھی رشوت نہیں لُوں گا اور کسی کی بات نہیں سُنوں گا اور فرمایا کہ ان کے تحائف اور ہدیے واپس کر دیں وُہ قوم جس نے اپنے رسول کو جھٹلایا اور تکذیب کی ہے میں بھی اس کے تحائف قبول نہیں کرتا۔

۴۔ ابتدائے سلطنت نجاشی اور اس کا انصاف

منقول ہے کہ ابحر نامی نجاشی کا باپ حبشہ کا بادشاہ تھا۔ نجاشی کے علاوہ اس کا کوئی بیٹا نہیں تھا، ابحر کا ایک بھائی تھا جس کے بارہ لڑکے تھے۔ اہلِ حبشہ نے فیصلہ کیا کہ نجاشی کے باپ کو قتل کر دیں اور اس کے بھائی کو بادشاہ بنالیں تاکہ کثرتِ اولاد کی وجہ سے ملک توارث کے طور پر ان کے قبضہ میں رہے، غیروں کی دست اندازی سے محفوظ رہے۔ اس خیال محال کی بنا پر انہوں نے اس نیک خصلت بادشاہ کو قتل کر دیا اور نجاشی کے چچا کو حکومت کے لیے منتخب کر لیا۔ ایک عرصہ کے بعد جبکہ نجاشی بچپن کی سرحدیں عبور کر کے جوان ہو چکا تھا اپنے چچا کی خدمت پر کمربستہ ہوا، اس کا مشیر اور قابلِ اعتماد بن گیا۔ دانشمندی اور عدل و انصاف کی وجہ سے اکثر اہم امور کلیہ اس کے سپرد کر دیئے۔ وُہ جماعت جس نے اس کے باپ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی جب اس نے

جہانبانی اور اختیار کے آثار اس کی پیشانی پر دیکھے خائف اور پریشان ہو گئی ایسا نہ ہو کہ اس کے چچا کی سلطنت ختم ہونے کے بعد حکومت اس کی طرف منتقل ہو جائے اور اسے اپنے کئے کی سزا ملے، لامحالہ اس جماعت نے اس صورتِ حال کو بادشاہ کے گوش گزار کیا کہ ہم آپ کے بھتیجے سے اس معاملہ کی وجہ سے جو ہم سے اس کے باپ کے متعلق سرزد ہوا خائف ہیں، اور شب و روز اسی وجہ سے ڈرتے ہیں، اب دو باتوں ہیں سے ایک کو قبول کیجئے یا تو اسے قتل کروا دیجئے یا ملک بدر کر دیجئے۔ بادشاہ اس بات کو بعید از عقل سمجھا، اس نے کہا کل تم نے اس کے باپ کو قتل کیا ہے اب اس کے بیٹے کو قتل کرنے کا قصد کر رہے ہو۔ جب اہل حبشہ کا اصرار حد سے بڑھا، مجبوراً اس نے شہزادے کے اخراج کا حکم صادر کر دیا بشرطیکہ برادرانِ یوسف کی مانند فروخت کر کے مال و جائداد سے جُدا کریں۔ اعیانِ ملک نے اسے تاجروں کے پاس چھ سو دراہم کے عوض فروخت کر دیا، خریداروں نے اسے کشتی میں بٹھا دیا اور موافق ہوا کا انتظار کرنے لگے تاکہ کشتی کو چلائیں۔ اتفاقاً جب دُوسری نماز کا وقت ہو گیا بادل اُٹھا اور برسنے لگا۔ بادشاہ جو نجاشی کا چچا تھا سیر و تفریح اور بارش کے نظارے کے لیے نکلا اچانک بجلی کڑکی اور اسے جلا کر خاکستر کر دیا۔ حبشہ کے لوگ حیران و پریشان ہو گئے، انہوں نے چاہا کہ اس کے لڑکوں میں سے ایک کو اس کی جگہ تختِ سلطنت پر بٹھائیں۔ کسی میں بھی اس امر کی قابلیت نہیں تھی، آخر کار انہوں نے یہ تدبیر کی کہ نجاشی کے پیچھے جائیں اور تاجروں سے واپس لا کر تختِ سلطنت پر بٹھائیں اس کی تلاش میں دریا کے کنارے پر آئے انہوں نے دیکھا کہ کشتی ابھی روانہ نہیں ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ کشتی روانہ ہو چکی تھی پھر خدا تعالیٰ کے حکم سے کشتی واپس آئی، اعیان ملک کشتی میں آتے اور نجاشی کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آئے۔ اسی وقت تاجِ شاہی نجاشی کے سر پر رکھ دیا اور لباس شاہی اسے پہنا دیا دُوسرے روز تاجروں نے ان سے اپنی قیمت طلب کی، انہوں نے لیت و لعل سے کام لیا، تاجروں نے بادشاہ کی خدمت میں استغاثہ پیش کر دیا۔ بادشاہ نے کہا یا تو ان کی رقم انہیں دی جائے یا ان کا غلام ان کے سپرد کیا جائے اگرچہ غلام تختِ سلطنت پر ہی کیوں نہ ہو۔ جب نجاشی نے یہ حکم صادر فرمایا فوراً ان کی رقم ان کو ادا کر دی گئی۔ اس کے عدل و انصاف کا لوگوں نے

اعتراف کیا۔ کہتے ہیں کہ اس کے عدل و انصاف کا یہ پہلا کرشمہ تھا جو ظاہر ہُوا۔ اس قصہ کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نجاشی نے کہا تھا کہ خدا تعالیٰ نے رشوت قبول نہ کرتے ہوئے مجھے سلطنت عنایت فرمائی۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ تھا۔

۵۔ نجاشی کا ایمان لانا

مورخین کا کہنا ہے کہ جب عمرو بن العاص بادشاہ کے دربار سے مایوس واپس ہُوا، نجاشی نے پوشیدہ طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع بھیجی کہ میں خدا تعالیٰ اور آپ پر ایمان لے آیا ہُوں۔ دونوں طرف سے پیغامات اور خط وکتابت ہوتی رہی بعض کا ذکر اپنی جگہ پر ہوگا، اس کے بعد اس نے مشاہیرِ قوم کو طلب کیا اور کہا میرا دل گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں اور اس کا دین سچا ہے، اگر ہم اس پر ایمان لے آئیں تو عذاب سے بچ جائیں گے۔ اہلِ حبشہ کہنے لگے ہم اس بات کے لیے راضی نہیں ہیں۔ جب نجاشی نے دیکھا کہ اس کی بات کو تسلیم نہیں کیا جائے گا تو اس نے کہا: میں تمہارے ایمان کو آزماتا تھا، میں اپنے دین پر قائم ہُوں۔ مسلمانوں پر نظرِ عنایت رکھتا تھا۔ اپنے اسلام کو قوم سے پوشیدہ رکھتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور عوام سے پوشیدہ رکھنا آپ کو بتا رکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں اسے معذور سمجھتے تھے۔ جب قریش کو نجاشی کے مسلمان ہونے کی اطلاع ملی، ان پر بہت گراں گزرا۔ نجاشی نے آخر کار اپنے ایمان کو ظاہر کر دیا۔ کہتے ہیں کہ اظہار کا سبب یہ تھا کہ جب بادشاہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی تصدیق کی اور دشمن پر ان کو ترجیح دی، دشمن مقہور اور مغلوب ہو گئے۔ علماء نصاریٰ نے نجاشی سے کہا: اے بادشاہ! آپ نے ان کی ایسے معاملے میں تصدیق کی ہے جس سے ہمارے دین کی مخالفت لازم آتی ہے، اب آپ ایک مجلسِ مناظرہ منعقد کیجیے تاکہ ہم ان سے اور اس کلام پر جو ان پر نازل ہوا ہے مباحثہ کریں، خدا تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اس غرض کے لیے وحی نازل فرمائی قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ آخری چھ آیات تک۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کو لکھوا کر حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کے پاس بھیج دیا۔ جب نجاشی کے دربار میں مباحثہ ہُوا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ

نے یہ آیت پڑھی مَاکَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا۔ نجاشی نے کہا درست کہتے ہیں نصرانیت اور یہودیت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ظاہر ہوئی، اس کے بعد حضرت جعفرؓ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ۔ نجاشی نے کہا خدایا! میں آج ابراہیم علیہ السلام کا ولی ہوں۔ اور اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا اور حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کی بہت دلداری کی اور کہا کہ اس کے بعد تم پر کوئی آفت نہیں آئے گی، علماءِ نصاریٰ اس سے اجازت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے سوالات پوچھے اور جوابات سُنے۔

۶۔ حبشہ کے راہبوں کا آنحضرت کی زیارت کے لیے آنا

واقعہ یوں ہوا کہ بڑے بڑے راہبوں کی ایک جماعت جس کی تعداد بیس تھی، مکہ معظمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مقامِ ابراہیم پر ملاقات کی، ان کے سب سے بڑے عالم نے جس کا نام طابور تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی، اس نے کہا: "آپ ہی ہیں جنہوں نے رسالت کا دعویٰ کیا ہے؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" طابور نے پوچھا: "آپ مخلوقات کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "خدا تعالیٰ کی، جس کا کوئی شریک نہیں"۔ پھر آپ نے قرآنی آیات ان پر پڑھیں، تمام رونے لگے یہاں تک کہ ان کے رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ طابور نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور بے مثال ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اس کے رسول ہیں۔ اس کے باقی ساتھیوں نے بھی اسی طرح گواہی دی اور تصدیق کی اور مسلمان ہو گئے۔ جب نصرانی علماء آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے، ابوجہل اور اُمیّہ بن خلف قریش کی ایک جماعت لے کر ان سے ملے اور نجاشی کو بُرا بھلا کہا، کہنے لگے: خدا اس جماعت کو نا امید کرے جس نے تمہیں دین کی جستجو اور تحقیق کے لیے بھیجا ہے۔ تم اس لیے آتے ہو کہ اس شخص کی خبر لے جاؤ تمہارے پاس کچھ بھی عقل نہیں، ایک ساعت اس کی مجلس میں بیٹھے ہو اور اپنے دین و مذہب سے

پھر گئے ہو، تم نے اس کی ہر بات کی تصدیق کی ہے حالانکہ وہ دس سال سے ہمارے درمیان ہے سوائے چند بے عقل اور ناسمجھ اور فقیر و محتاج لوگوں کے کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ خدا کی قسم ہم نے تم سے زیادہ کسی کو احمق نہیں دیکھا اور تم سے زیادہ جاہل کوئی قوم ہم نے نہیں دیکھی۔ علمائے نصاریٰ نے کہا تم پر سلامتی ہو اور تمہارا کوئی حق ہم ضائع نہیں کریں گے۔ جاہلوں کی باتوں سے ہم اس حق سے جو ہم پر ظاہر ہوا ہے روگردانی نہیں کریں گے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ٹھہرے رہے تاکہ قرآن مجید سیکھیں، زیورِ اسلام سے آراستہ و پیراستہ ہو کر اپنے ملک کو لوٹے۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے کہ جب علماءِ نصاریٰ نجاشی کے پاس لوٹے تو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کی صفات کے متعلق استفسار کیا۔ طابور نے جو کچھ دیکھا اور سمجھا تھا بیان کیا۔ نجاشی نے کہا کتابوں میں آپ کی ایسی ہی صفات درج ہیں اس طرح نجاشی ہمیشہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کرتا رہتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتوحات اور ظفر مندیوں پر خوش ہوتا۔ چنانچہ ساتواں واقعہ اس امر کی دلیل ہے۔

۷۔ نجاشی کو فتح بدر کی خوشی

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک روز نجاشی نے دو سفید پُرانے کپڑے پہن رکھے تھے۔ گھر سے ایسی حالت میں باہر نکلا کہ نہ تو سر پر تاج شاہی تھا اور نہ ہی کندھوں پر دیباج ڈالا ہوا تھا۔ آکر زمین پر بیٹھ گیا، اہلِ حبشہ نے تعجب کیا۔ اس کے بعد حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ وہ بھی آگئے جب انھوں نے بادشاہ کو اس حالت میں دیکھا انھیں بڑا تعجب ہوا۔ دورانِ گفتگو حضرت جعفرؓ سے کہا کہ مَیں نے ایک جاسوس تمہارے ملک کی طرف جاسوسی کے لیے بھیجا ہوا تھا۔ اس نے آکر خوشخبری سنائی کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح عنایت فرمائی ہے اور آپ کے دشمنوں کو اس میدان میں جس کا نام بدر ہے ہلاک کر دیا ہے قریش کے سردار عتبہ، شیبہ، ابی الحکم، زمعہ بن الاسود اور امیہ بن خلف سب قتل ہو گئے ہیں اور فلاں فلاں لوگ گرفتار ہیں۔

حضرت جعفرؓ نے اظہارِ خوشی کے بعد پوچھا کہ کیا بات ہے کہ بادشاہ پرانے کپڑے پہنے زمین پر بیٹھا ہے۔ اس نے کہا احکامِ انجیل میں مَیں نے ایسا ہی پایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واجب قرار دیا ہے کہ جب انہیں کوئی نعمت حاصل ہو اظہارِ شکرِ نعمت کریں اور شکر کے اظہار میں تواضع برتیں، لامحالہ جب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح عنایت فرمائی تو میں نے چاہا کہ تمھیں اس نعمت سے آگاہ کردوں، میں نے تواضع و انکساری کا طریق اختیار کیا ؎

ز شاہاں تواضع بود دلپسند — کہ مطلوب باشد حلاوت ز قند

تواضع کند ہر کہ انساں بود — کہ نخوت ز افعال شیطاں بود

دریں راہ خاکی و افتادگی

بر آمد ز شاہی و شہزادگی

نجاشی کے بعض دُوسرے واقعات، اس کی وفات اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ پڑھنا اپنے مقام و محل میں بیان ہوگا۔

بعثت کے چھٹے سال کے واقعات

حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کا ایمان لانا

مولفِ کتاب ہذا (ملّا معین کاشفی) خدا تعالیٰ ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے، فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی کیفیت میں مختلف روایات نظر سے گزریں، لیکن امام مستغفریؒ نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں جس روایت کو بیان کیا ہے تمام روایات سے مفصّل ہے۔ چونکہ اس کتاب میں بسط و شرح کے ساتھ واقعات بیان کرنے کا لحاظ رکھا جاتا ہے اسلیے دلائل النبوۃ کی روایات سے واقعہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

عطاء بن یسار نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت بیان کی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا جبکہ آپ مکّہ سے

باہر گئے ہوئے تھے جب ہم صفا مقام پر پہنچے مشرکین وہاں جمع تھے۔ ولید بن مغیرہ کا ایک بُت تھا جس کی وہ پرستش کر رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا: یا معشر قریش! قولوا لا الٰہ الا اللہ، ولید نے ابوجہل سے کہا اے ابوالحکم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مجمع میں مَیں شرمندہ کروں، تیری کیا رائے ہے؟" ابوجہل لعین نے اسے قسم دی کہ اسے شرمندہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کر۔ ولید پلید اُٹھا اور اپنے بُت کو اپنی گردن پر رکھ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: "آپؐ کہتے ہیں کہ میرا خدا شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔ ولید نے کہا: میرا خدا میری گردن پر ہے اور تمام دیکھ رہے ہیں، تیرا خدا کہاں ہے تاکہ ہم بھی دیکھیں۔ چونکہ قوم کے دل نورِ عقل سے منور نہیں تھے، معاملات کی حقیقتوں کو نہیں سمجھ سکتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہ دیا، مشرکین بُت کی طرف متوجہ ہو کر اسے سجدہ کرنے لگے پھر انہوں نے کہا اے ہمارے الٰہ! اے ہمارے آقا و مولا! ہم چاہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کرنے میں ہماری مدد فرما، اسی وقت بُت میں سے ایک دیو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو و مذمت میں پکار کر چند شعر پڑھے، جن کا پہلا شعر یہ تھا ؎

فتح اللہ رای کعب بن فھر

ما اضل العقول والاحلام

تا آخر شعر۔ ان اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اس نے برائی بیان کی اور کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر برانگیختہ کیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ اشعار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنے پریشان ہو کر گھر واپس آئے۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس آگیا، میں نے عرض کیا اس بت کی گفتگو آپ نے سنی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، شیطان ہے جو بتوں کے پیٹ میں داخل ہو جاتا ہے اور کفار کو انبیاء کے قتل کرنے پر ابھارتا ہے مگر جو شیطان بھی اس کام کے لیے اٹھتا ہے اور انبیاء علیہم السلام پر لعنت بھیجتا ہے جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے دو باتین

راتیں گزری ہوں گی، ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک آنے والا آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے سلام کیا ہم نے اس کی آواز سُنی مگر آنکھوں سے نہیں دیکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: کیا اہل آسمان سے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: "جنّوں سے ہو؟" کہا: ہاں۔ آپ نے آنے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا: میں نے اپنے چچا زاد بھائی سے یُوں سُنا کہ مسعر نامی جن نے بُت کے پیٹ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ناشائستہ کلمات کہے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل رنجیدہ ہُوا۔ میں اس سے بدلہ لینے کی خاطر اس کے قتل کے درپے ہوا۔ میں نے اسے کوہِ صفا میں جا لیا اور ایک ہی وار سے اسے جہنم رسید کر دیا۔ اہلِ ایمان کو اس کے شر سے نجات دلائی اب میری درخواست ہے کہ علی الصباح کوہِ صفا پر آپ تشریف لائیں کیونکہ وہ لوگ پھر اس بت کی عبادت کریں گے میں اسی بت کی زبان سے آپ اور آپ کے دین کی مدح و ثنا میں چند باتیں قوم کو سُناؤں تاکہ دوستوں کو فرحت و سرور حاصل ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نام پُوچھا، اس نے کہا: سمحج۔ آپ نے فرمایا: کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے اس سے اچھے نام سے پکاروں۔ کہا: ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا: میں نے تیرا نام عبداللہ رکھا ہے اور یہ پسندیدہ نام ہے۔ وہ خوشی خوشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے واپس آیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وُہ رات ہم پر بہت طویل گزری، انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے میں نہ آتی تھیں کیونکہ ہم اس کے منتظر تھے کہ وہ کل مسعر جن کے نقصان کی تلافی کرے۔ جب صبح ہُوئی، ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوہِ صفا پر گئے مشرکین حسبِ سابق بت کی عبادت میں مشغول تھے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے، آپ نے ان کو کلمۂ توحید کی دعوت دی، وہ اور زیادہ خشوع و خضوع سے عبادت کرنے لگے، آپ سے زبان درازی کی اور اس بت سے درخواست کی کہ وُہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کی تنقیص کرے اچانک اس مومن ہاتف سمحج نے جس کا عبداللہ نام رکھا گیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کی تعریف میں چند اشعار پڑھے جن کے شروع کے اشعار یہ تھے: ؎

انا عبد اللہ و ابن الھیعرا انا قتلت ذو الفجور مسعرا

عممت فضرب سیف منکرا آری الصفا بلا عتی واستکبرا

وخالت الحق و رام المنکرا

بشتمت نبینا المطھرا

آخر اشعار تک اس نے پڑھے، اس کے بعد مشرکین نے بت کی زبان سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سُنی اس بت کو بُرا بھلا کہا اور زمین پر مار کر توڑ دیا اور اس واقعہ کو جادو قرار دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوتے آپ کو ایذا دینے اور توہین کرنے لگے۔ انتہائی جہالت سے ابو جہل اور اس کے ساتھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے اور گالیاں دینے لگے۔ کمینوں کی ایک جماعت عدی بن حمراء ثقفی اور ابن وصد بن زیلی وغیرہ مارنے پیٹنے لگے یہاں تک کہ آپؐ کا چہرہ مبارک خون آلود اور جسم اطہر گرد آلود ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشادِ خداوندی کے مطابق وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا صبر و تحمل کا دامن تھامے ہوئے تھے وہ جس قدر بھی ایذا و اضرار کی کوشش کرتے ان کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتے آپ نے صرف اسی کلام پر اکتفا کیا یا معاشر قریش لم تضربونی فانی رسول اللہ علیکم اے گروہِ قریش! تم مجھے کیوں مارتے ہو حالانکہ میں تمہاری طرف خدا تعالیٰ کا رسول ہُوں۔ دلائل النبوۃ میں یہ بھی ہے کہ ایک جاہل بوڑھا کفار میں تھا اس کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی جس کے ساتھ نیزہ تھا اس نے چاہا کہ اس نیزے کو خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم پر مارے فی الفور اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اس تکلیف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رکھا، القصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے مجروح دل اور غمگین سر مبارک جھکائے مسجد حرام کے ایک کونہ میں آکر بیٹھ گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس حال کی خبر ہُوئی، گھر سے باہر بھاگیں، روتی ہوئیں بے چینی اور بے قراری سے سر پر ہاتھ مارتیں فریاد کرتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتی تھیں اور فرماتی تھیں من رای الحبیب محمدا صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم۔ ہ

بگوی بر سر کوز و نشاں ہمی پرسم — نشان یار خود از این وآں ہمی پرسم
زیار ماندہ جدا بر مثال تن بے جان — بہر کہ می رسم از جان جان ہمی پرسم

حبیبی محمد اضربوک — حبیبی محمد اجحد وحقک
وانکر ومعرفتک حبیبی محمدا — لا یعلمون انک رسول اللہ الیہم

اتفاقاً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس وقت تیر اندازی کر رہے تھے۔ آپؓ اکثر اوقات شکار میں مصروف رہتے، شکار کے لیئے نکلے ہُوئے تھے اور ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈالے ہوئے تھے تاکہ اسے تیر کا نشانہ بنائیں۔ ہرن نے ان کی طرف منہ کر کے فصیح زبان میں کہا ترمی بالسھم الی ولا ترمی الی قاتل ابن اخیک لو رمیت ھذا السھم الی قاتل ابن اخیک لکان خیرا یعنی تیر میری طرف پھینکتے ہو اور وہ شخص جو تمہارے بھتیجے کو قتل کرنا چاہتا ہے اس کی طرف نہیں پھینکتے، اگر اس تیر کو اس کی طرف پھینکے تو میرے پیچھے بھاگنے سے بہتر ہے۔ حضرت حمزہؓ اس بات سے متعجب ہُوئے، جب اپنے گھر پہنچے تو ان کے گھر کی ایک بڑھیا، جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین کی ایذارسانی دیکھی تھی ان کے سامنے کھانا لے کر آئی، انتہائی کوفت اور دلتنگی کی وجہ سے ضبط نہ کر سکی، آہ وزاری اور گریہ نے ضبط کی باگ ڈور اس کے ہاتھ سے چھین لی۔ حضرت حمزہؓ نے جب یہ حال دیکھا تو رونے کا سبب پوچھا۔ بڑھیا نے کہا: مجھے لات وعزیٰ کی قسم اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا یتیم بھی ہوتا کہ اس کا حسب نسب ظاہر نہ ہوتا لیکن تمہارے یتیموں میں منسلک ہوتا یا کوئی کمزور کسی قبیلے سے تعلق رکھتا، اس کی ایسی حالت نہ ہوتی جو تیری آنکھوں کی روشنی اور بھتیجے کی ہُوئی۔ حمزہؓ اس بات سے سخت مشتعل ہُوئے اور کہا کہ افسوس ہے تجھ پر، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا بیتی؟ اس ضعیفہ نے جو زیادتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتے دیکھی تھی، مِن وعَن بیان کر دی۔ حضرت حمزہؓ نے کہا: ہائے افسوس، ابو طالب کہاں تھا؟ بڑھیا نے کہا: مکّہ سے باہر اپنے مواشی کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ ان حالات کی خبر اسے نہ ہو سکی۔ کہا: ابولہب کہاں تھا؟ کہنے لگی: وہ سنگدل

جاہل اور نامراد خدا ناشناس بالاخانہ پر بیٹھا ہوا پکار کر کہہ رہا تھا کہ اس جھوٹے اور جادوگر کو قتل کر دو۔ کہا: عباس کہاں تھا؟ اس نے کہا: شمع کے گرد پروانے کی طرح گر رہا تھا، فریاد کرتا اور کہتا تھا کہ اپنے بیٹے پر رحم کرو، اپنے عزیز و قرابت دار پر رحم کرو، اس کا کوئی اختیار نہیں چل رہا تھا، وہ بے بس تھا۔ حمزہؓ زار و قطار روئے اور کہا: جب تک میں اپنے بھتیجے پر ظلم کرنیوالے سے انتقام نہ لے لوں مجھ پر کھانا پینا حرام۔ کہتے ہیں کہ تین دن رات اس نے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ ایک روایت ہے کہ لونڈی عبداللہ جذعان نے اس واقعہ کو حمزہؓ سے بیان کیا اور حضرت حمزہؓ کو اس نامبارک گروہ سے انتقام پر ابھارا۔ اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اُٹھے، اپنی زرہ پہنی اور تلوار حمائل کی، کمان کو ہاتھ میں پکڑ کر گھوڑے پر سوار ہوئے، اس گروہ کی طرف کوہِ صفا کو گھوڑے کا رُخ موڑ دیا، اس وقت تمام مشرکین وہاں موجود تھے، جب حمزہؓ کو ہتھیار بند دیکھا، ڈرے، ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر پہلے ہمیں اس نے مرحبا کہا اس کے بعد طواف میں مصروف ہُوا تو اس کی خوشنودی کی نشانی ہے اور اگر ہماری طرف متوجہ نہ ہوا اور پہلے طواف کرنے لگا تو سمجھ لیجئے کہ اپنے بھتیجے کی وجہ سے غصّے میں ہے۔ کہتے ہیں ان دنوں مرحبا کا لفظ نعم صباحا کے قائم مقام تھا۔ جب انہوں نے حمزہؓ کو ان سے محترز دیکھا اور حضرت حمزہؓ نے ان کی طرف مطلقاً توجہ نہ کی اور نہ ہی نظر اٹھا کر دیکھا نہ انھیں سلام کیا، انھوں نے دروازہ بند کر لیا کیونکہ وُہ ان کی ایذا و انتقام کے درپے تھے۔ جب طواف سے واپس آئے ان پر حملہ آور ہُوئے اور کہا: اے معاشر قریش! تم میں سے کس نے میرے بھتیجے کے ساتھ زیادتی کی ہے اور ظلم و تعدی میں حد سے بڑھا ہے۔ ان میں سے ابوجہل نے جواب میں پہل کی اور کہا: اے ابو العمارہ! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ اور ایذا دینے کی کوشش کی ہے۔ حضرت حمزہؓ نے پُوچھا: اے ناقص ترین مخلوق! کیا وجہ تھی کہ تُو نے اس مبارک بیٹے کو تکلیف پہنچائی، مجھے لات و عزیٰ کی قسم اگر میں وہاں موجود ہوتا تو تلوار سے بے دریغ تمہارے سروں کو کاٹتا۔ فی الفور گھوڑے سے اُترے اور کمان کو ابوجہل کے سر پر اس قدر مارا کہ سات جگہوں سے اس کا سر پھٹ گیا، وہ شرمندگی سے کہتا تھا: ذروا اباعمارۃ فانی شتمت ابن اخیہ، ابوعمارہ کو انتقام لینے دو کیونکہ میں نے اس کے بھتیجے کو گالیاں دی ہیں۔ اس کے بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں مسجد حرام میں پہنچے، دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گوشہ میں قبلہ رو بیٹھے ہیں۔ حضرت حمزہ رضؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آئے اور کہا: السلام علیک یا ابن اخی۔ آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی، دوبارہ کہا: السلام علیک یا ابن اخی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف متوجہ ہوئے، آبدیدہ ہو کر فرمایا: وہ بے کس جس کا نہ کوئی چچا ہے نہ باپ، نہ اس کی ماں ہے نہ بھائی، نہ کوئی یار و مددگار ہے، نہ کوئی کارگزار ہے نہ وزیر، نہ کوئی محرم ہے نہ راز داں، نہ کوئی ساتھی ہے نہ دوست، کسی کو اس سے کیا ہمدردی۔ ؎

آہ کاندر زمانہ محرم نیست ہیچ کس را ز حال من غم نیست
بایدم ساخت باجراحت دل از کسم چوں امید مرہم نیست
دم نیارم زدن ز سوز درون کہ کسم غمگسار و ہمدم نیست
قصۂ غصّہ کہ من دارم
باکہ گویم کہ ہیچ محرم نیست

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے لات وعزیٰ کی قسم کھا کر کہا: میں آپ کی امداد کے لیے آیا ہوں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا! مجھے اس خدا کی قسم جس نے مجھے مخلوقات کی طرف بھیجا ہے اگر تو دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرے اور شمشیر آبدار کے ساتھ میرے دشمنوں سے یہاں تک جنگ کرے کہ تیرے اعضاء ان کے خون سے تر ہو جائیں اور ان بے ادبوں کی لاشوں کو اپنے گھوڑے کے پاؤں تلے روند ڈالے، خدا تعالیٰ کی بارگاہ سے تجھے دُوری اور بُعد ہی حاصل ہوگا اور بارگاہِ قدس میں جب تک کلمۂ شہادت زبان سے ادا نہیں کرے گا اور میری نبوت و رسالت کی تصدیق نہیں کرے گا کچھ بھی قرب حاصل نہیں ہوگا۔ حمزہ رضؓ نے کہا: میں نے ابوجہل لعین کا سر تیری خاطر توڑا اور متکبروں کے ظلم کے ہاتھ تیری طرف بڑھنے سے روک دیئے۔ آپ نے فرمایا: "چچا جان! اگر آپ خلعتِ ایمان پہن لیں تو مجھے اس انتقام سے کہیں زیادہ خوشی و مسرت حاصل ہوگی۔" حمزہ رضؓ نے کہا: میں نے قریش سے سنا ہے کہ آپ کے پاس نہایت ہی شیریں کلام ہے جس کے ذریعہ لوگوں کو مسحور کر لیتے ہیں، وہ کلام آپ نے

کس سے سیکھا ہے اور وہ شعلہ کس آگ سے روشن کیا ہے؟" آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے خدا جل وعلاء کا کلام ہے۔ عرض کیا: اس میں سے کچھ مجھے سنائیے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ مومن کی تلاوت شروع کی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ حضرت حمزہؓ نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا خدا گنا ہوں کو بخشنے والا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کہا: اس کلام سے کچھ اور پڑھیے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ طٰہٰ اس آیت تک پڑھی لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝ حمزہؓ نے کہا: ہمارے مکہ میں ڈیڑھ ہزار بُت ہیں چھ سو ساٹھ کعبہ میں اور باقی مکہ میں، ایک بالشت کے برابر بھی ان کا حکم نہیں چلتا، آپ فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے میرے خدا کی ملکیت ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آج رات میں غور و فکر کروں گا اور کل آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ یہ کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس ہوا۔

حبیبِ خداؐ کی دلداری کے لیے فرشتوں کا حاضر ہونا

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلداری اور پاسِ خاطر کے لیے چار فرشتوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا، فرشتۂ جبال، فرشتۂ بحار، فرشتۂ آفتاب اور فرشتۂ باد، ان کو حکم دیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کریں اور جب کچھ آپ فرمائیں بجالائیں۔ سرورِ کائنات نے ان سے ان کا حال پوچھا، ایک سے دریافت فرمایا کہ آپ فرشتوں کے کون سے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں؟ اور آپ میں کس قدر قوت و طاقت ہے؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دریاؤں اور سمندروں پر موکل فرشتہ ہوں، اگر آپ حکم دیں تو میں تمام سمندروں کو حکم دوں کہ وہ اپنا پانی باہر پھینک دیں اور تمام زمین طوفانِ نوح کی طرح غرق ہوجائے اس سرکش باغی جماعت سے آپ نجات پائیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔ پھر دوسرے سے

پوچھا: تو کیسا فرشتہ ہے؟ اور تجھ میں کس قدر قوت و طاقت ہے؟ اس نے عرض کی: میں فرشتۂ باد ہوں۔ اگر آپ حکم دیں تم پر ایسی ہوا چلاؤں کہ قومِ عاد کی طرح لوگوں کو تباہ کردے اور آپ کو اس بدبخت قوم سے نجات دلادوں۔ آپ نے لاحول پڑھا۔ اس کے بعد تیسرے فرشتہ سے یہی سوال کیا، اس نے بتایا: میں سورج پر موکل فرشتہ ہوں، اگر آپ چاہیں تو سورج کو کوہِ اُحد کی چوٹیوں تک نیچے لے آؤں، کفّار کے مغز کھول اُٹھیں اور ہلاک ہوجائیں اور آپ ان کے شر سے محفوظ ہوجائیں۔ آپ نے لاحول پڑھا۔ اس کے بعد چوتھے فرشتے سے بھی یہی سوال کیا۔ اس نے کہا: میں پہاڑوں پر موکل فرشتہ ہوں، اگر آپ فرمائیں تو کوہِ ابوقبیس کو بیخ و بُن سے اکھاڑ کر مکّہ اور اہلِ مکہ کے سروں پر گرا کر سب کو خاک کے برابر کردوں اور آپ کو ان کے شر سے نجات دلادوں۔ آپ نے پھر لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا اور فرمایا: اے فرشتو! تمھیں میری اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا: میں دعا کرتا ہوں، تم آمین کہو۔ انہوں نے کہا: سمعا وطاعۃ۔ پھر پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا: الٰہی! ہم سے انواع واقسام کے عذاب و سزا کو اٹھالے میری قوم کو سیدھے راستہ کی ہدایت فرما، انہیں راہِ راست پر رکھ کیونکہ یہ قوم میری رسالت کو نہیں جانتی اور میرے حق کو نہیں پہچانتی۔ ملائکہ نے اس دعا پر آمین کہی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحسین و تعریف کی۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ حق تعالیٰ نے انبیاؑ کے اضطرار اور بے چینی کے وقت ان کے پاس ہمیں بھیجا، تمام انبیاؑ نے قوم پر نفرین بھیجی اور عذاب کی درخواست کی، آپ ہی نے ہدایت و صلاح کی دُعا کی اور ان کی اصلاح و نجات کی کوشش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فرشتو! میرے پروردگار نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنوں، اس لیے نہیں بھیجا کہ لوگوں کے لیے عذاب کا سبب بن جاؤں۔ بعد ازاں فرشتے بارگاہِ الٰہی میں واپس چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ کو بیان کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی توجہ حمزہؓ کے ایمان کی طرف تھی، وہ رات دُعا میں گزاری
یہ دُعا فرمائی: اللھم اقرعینی باسلام عمی حمزۃ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
اس رات حمزہؓ چالیس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانۂ مبارک پر آئے تھے اور
محبت و اشتیاق کا اظہار کرتے تھے، جب صبح صادق ہوئی اور دن نے اپنی روشنی کے
لشکر ہر طرف پھیلانا شروع کر دیئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب آپ کی نظر حمزہ پر پڑی، فرمایا: چچا جان! ہمارے اور تمہارے
درمیان آج تمہارے ایمان لانے کا وعدہ تھا، اب اپنے وعدے کو پورا کیجئے۔ حمزہؓ نے کہا:
ایسا ہی کروں گا۔ لیکن میری خاطر اس کلام میں سے جو کل آپ نے پڑھا تھا، پھر پڑھیے۔
خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ الرحمٰن شروع کی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝
وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ جب یہاں تک پہنچے حضرت حمزہؓ نے کہا: بھتیجے! میرے لیے
اتنا ہی کافی ہے، میری عقل بتاتی ہے کہ نجم اور شجر مخلوق کو سجدہ نہیں کرتے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ پس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حلقۂ اہلِ اسلام میں داخل
ہو گئے اور دینِ اسلام نے حضرت حمزہؓ کی برکت سے غلبہ حاصل کیا، قریش شکستہ دل ہوئے۔
ایک روایت میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ قریش کے پاس جانے سے پہلے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی کے لیے پہنچے، دولتِ اسلام حاصل کی اور شرفِ متابعت سے
سرفراز ہوئے، اس کے بعد انتقام لینے میں مصروف ہوئے اور اس منحوس کے سر کو سات جگہ
سے زخمی کیا، جس سے خون بہتا تھا۔ ایک شخص مجلس سے اٹھا اور کہنے لگا: ابا عمارہ! ابھی
آپ غصہ میں ہیں تھوڑی دیر صبر کیجئے تاکہ پھر پشیمان نہ ہونا پڑے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے
کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اس کے بندے اور رسول ہیں، میں اس ملت سے روگردانی نہیں کروں گا۔ اگر تم میں طاقت
ہے تو مجھے اس دین سے پھیر دکھاؤ۔ کفار اس بات سے بہت رنجیدہ ہوئے اور مسلمانوں کی
ایذا سے ہاتھ روک لیا حالانکہ اس سے پہلے مسلمان ان سے بہت دُکھ اٹھاتے تھے اور

مقابلے اور جھگڑے کی طاقت ان میں نہیں تھی۔

جس روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس سے پہلے ایک واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ یُوں ہُوا کہ جب صحابہ کی تعداد انتالیس ۳۹ ہُوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم دین کو پوشیدہ کیوں رکھیں، ظاہر کیوں نہ کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی ہم میں پوری طاقت نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے باہر نکلنے کے لیے بہت اصرار کیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھر سے باہر نکلے اور حرم میں جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ یہ پہلا خطبہ تھا جو دینِ اسلام میں پڑھا گیا، اس خطبہ میں اسلام کی دعوت تھی، مشرکین کو بہت ناگوار گزرا۔ پوری سختی سے مسلمانوں کی ایذا دہی کے لیے اٹھ کھڑے ہُوئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا۔ عتبہ بن ربیعہ علیہ اللعنۃ نے آپ کو پکڑ کر آپ کے چہرہ پر اس قدر مارا کہ ناک رخساروں سے ممتاز دکھائی نہیں دیتی تھی، بنو تمیم نے جا کر ان کے ہاتھ سے رہائی دلائی اور کپڑے میں لپیٹ کر ان کے گھر لے گئے، آپ قریب المرگ ہو چکے تھے۔ اس دن شام تک بے ہوش پڑے رہے۔ ہوش میں آنے کے بعد سب سے پہلی بات جو اُن کی زبان سے نکلی یہ تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس حال میں ہیں۔ حاضرین نے اُن کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور انھیں ملامت کرنے لگے کہ یہ تمام دُکھ اور تکلیف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے ہی تجھے پہنچی ہے اور تم اسی طرح ان پر فریفتہ ہو۔ آپ کی والدہ ام خیر نے کھانا تیار کیا اور آپؓ کے پاس لائیں، آپؓ نے کہا: جب تک مجھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم نہ ہو جائے، مَیں کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا، اگرچہ ان کی والدہ نے بہت اصرار کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا، آپ رضا مند نہ ہُوئے، اپنی والدہ کو حضرت عمر بن الخطاب کی صاحبزادی ام جمیل کے پاس بھیجا تاکہ اُس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم کرے۔ ام جمیل نے ڈرتے ڈرتے کہا: میں کسی کو نہیں جانتی اگر آپ چاہیں تو میں تمہارے ابوبکر کے پاس چلتی ہُوں، جب وہاں پہنچی تو اس نے حضرت ابوبکر رضؓ کو زخمی اور شکستہ خاطر پایا۔ ام جمیل نے کہا: اے ابوبکر رضؓ! جس قوم نے تمہارے ساتھ

یہ معاملہ کیا ہے ظالم اور جفا پیشہ ہیں اور آخر کار اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پوچھا۔ ام جمیل نے کہا: آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم خیر و عافیت سے ارقم کے گھر موجود ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے نذر مانی ہے کہ جب تک میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر لوں گا، کھانا نہیں کھاؤں گا۔ پس آپؓ نے رات تک صبر کیا، جب راستوں پر لوگوں کی آمد و رفت ختم ہو گئی، ان دونوں عورتوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو گود میں اٹھا لیا اور آپؓ کو بوسے دیے۔ صحابہؓ آپ کی متابعت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بدن پر بوسے دیتے اور روتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس زخم کے سوا جو خبیث عتبہ نے میرے چہرہ پر لگایا ہے کوئی تکلیف نہیں، اب میری والدہ حاضر ہیں دُعا فرمائیے خدا انھیں ہدایت دے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی، پھر انہیں اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی والدہ ام خیر مسلمان ہو گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ جن کی تعداد انتالیس ۳۹ تھی ایک ماہ تک اسی گھر میں رہے۔ اور ایک روایت میں ہے حضرت حمزہؓ اسی روز ایمان لاتے جس روز حضرت ابوبکرؓ کو کفار نے یہ اذیت اور تکلیف پہنچائی۔ اس طرح اس نقصان کی تلافی ہو گئی۔

حضرت عمر ابن الخطابؓ کا ایمان لانا

روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم جا رہے تھے کہ آپ نے حضرت عمرؓ کو ابو جہل کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا جو آپس میں کوئی راز کی بات کر رہے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس روز اور رات یہ دُعا مانگتے رہے:

"اللھم اعز ھذا الدین بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام"۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کی دعا دوسرے روز عمر بن الخطاب کے حق میں قبول فرمائی اور اسے دین اسلام کی ہدایت فرمائی۔ قصہ یوں ہوا کہ جب آیت اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ

جَہَنَّمَ آخر دو آیتوں تک نازل ہُوئی، ابُوجہل نے کہا: اے معشرِ قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے دین میں طعن کرتا ہے، تمہارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتا ہے، تمہارے آباؤ اجداد کا ٹھکانا دوزخ میں قرار دیتا ہے۔ اور یہ سب کچھ تمہارے معبودوں اور آباؤ اجداد کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ بات غیرت و مردمی سے بعید ہے کہ ہم اپنے کان بہرے کر لیں اور ہر بار اسے چھوڑ دیں، تم میں سے جو شخص بھی اسے قتل کرے گا، سُرخ رنگ کے سَو اُونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی جو چالیس ہزار درہم بنتی ہے میں اسے دُوں گا۔ قریش میں سے حضرت عمرؓ اٹھے اور کہا جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا اسے پُورا کرو گے یا یُونہی ہوائی بات ہے۔ اس نے کہا یقیناً وصول ہوگی نقد نہ کہ ادھار۔ حضرت عمرؓ نے کہا: لات و عزّیٰ کی قسم ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ عمرؓ نے ابوجہل کا ہاتھ پکڑا اور کعبہ میں لے آئے اور ہبل جو سب سے بڑا بُت تھا اُسے گواہ بنایا۔ عمرؓ باہر نکلے اور تلوار حمائل کر کے آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے چل پڑے۔ لات و عزّیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں اس وقت تک بیٹھوں گا نہیں جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سر نہ لے آؤں گا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھائی اور فرمایا تجھے اس وقت تک بیٹھنے نہیں دوں گا جب تک کہ تمہارے سر کو صد یقین اور مقربین کے پاؤں میں نہ ڈال دُوں گا۔ اے عمر! تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے تلوار اٹھائی ہے اسی تلوار کو تیرے شوق کا طوق بنا دوں گا اور تیرے کام جاں کو عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لذت سے آشنا اور شیریں کروں گا۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ایک ہزار چار سو چار مشہور شہر تیری تیغ سیاست سے زیورِ اسلام سے آراستہ کروں گا اور بارہ ہزار فرلانگ رومی علاقہ کو تیرے زیرِ فرمان کروں گا۔ اس بزرگ عمامہ کے ساتھ جو تو سر پر باندھتا ہے اور یہ قباءِ دیبا جسے تو زیب تن کرتا ہے، اس مہم کو کافی نہیں ہوگی، میں اس ۳۵ بیھر، گودڑی کو جسے عشق کے بزاز دل نے اپنی دکان میں ترتیب دیا ہے اور ہماری تقدیر کے بادشاہ نے خلعتِ عدالت کے طور پر بنایا ہے خلوت خانہ کو بمقتضائے لوکان نبی بعدی لکان عمر پہناؤں گا۔ ے

توگر چند تخم ستم کاشتی ز تو جنگ و از ما ہمہ آشتی

یکین بستہ با ما بظاہر کمر ‏ ‏ ز مہمانی ما تو خوش بے خبر
ز دامِ میسّر نہ شد جستنت
کہ حبل المتین ست در گردنت

القصہ راستہ میں بنی زہرہ کا ایک شخص جو زیورِ اسلام سے آراستہ تھا، لیکن قریش کے خوف سے اپنے دین کو چھپائے ہُوئے تھا، اس سے ملا۔ اس نے پوچھا: عمر! کہاں جارہے ہو؟ اس نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے پر کمربستہ ہُوا ہُوں۔ لیکن ہاتف غیبی زبانِ حال سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کہتا تھا ؎

اے بستہ بر قتلم میان کز بے ملالی بستۂ
قصد غریبی کردہ نازک خیالی بستۂ

اس زہری شخص نے کہا: اس معاملہ میں تو نے جو جرأت کی ہے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب سے کیسے عہدہ برآ ہو گا؟ عمر نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تو دینِ محمد صلی اللہ علیہ کی طرف رغبت رکھتا ہے اگر ایسا ہے تو قتل کا آغاز تجھ سے کروں گا۔ اس نے کہا: نہیں بلکہ میں اپنے آبا کے دین پر ہُوں۔ اس شخص کی آبا سے مراد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام تھے۔

اس کے بعد وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ مقام ابطح میں پہنچے، لوگ ایک بچھڑے کو ذبح کرنے کے لیے مذبح میں لائے ہُوئے تھے اور اس پر اکٹھے ہو رہے تھے، وہ بچھڑا فصیح و بلیغ طریقہ سے یہ کلمات کہہ رہا تھا یاآل ذریح امر نجیح رجل نصیح بلسان فصیح یدعوکم الی دین صحیح، ایک روایت میں یدعوکم الی شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، لوگ اس کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور اُسے تنہا چھوڑ دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں اس واقعہ سے رعب پیدا ہو گیا، جب کعبہ میں پہنچے سردارانِ قریش دارِ اسماعیل میں جمع تھے، گوسالہ کا قصہ جیسا انہوں نے دیکھا اور سنا تھا، ان سے بیان کیا۔ ابوجہل نے کہا: یہ عجیب و غریب واقعہ ہے، عمر کے علاوہ جو بھی یہ بات کہتا میں یقین نہ کرتا، لیکن اے عمر! میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرنا اور اس راز کو پوشیدہ اور محفوظ رکھ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ ماکتمت شیئًا

سمعت لا حقا و لا باطلا، خدا کی قسم جو کچھ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے خواہ وہ حق ہے یا باطل میں اسے نہیں چھپاؤں گا، رؤساءِ بنی عدی متردد ہوئے اور کوشش کی کہ کسی طرح عمرؓ کو اس کے اظہار سے باز رکھیں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی توجہ نہ کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں چل پڑے، راستہ میں بنی خزاعہ کی ایک جماعت انہیں ملی، اپنے ایک جھگڑے کے فیصلہ کے لیے بت کے پاس بُت خانہ میں جا رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کہہ کر ساتھ لے لیا، جب بُت کے سامنے پہنچے اور قصہ بیان کر کے جواب کے منتظر تھے کہ بُت کے پیٹ سے ہاتف نے یہ اشعار پڑھے: ؎

یا ایہا الناس ذو الاجسام   ما انتم وطایس الاحلام

و مسند الحکم الی الاصنام   فکلکم اراده ھمو اکالھمام

اماترون ما اری امام   من ساطع یجلوا الظلام

قد لاح للناظرین التہام   حتی یری الناظر بالشام

اکرمہ الرحمٰن مامن الامام   یامر بالصلوٰۃ و الصیام

والبر والصلة للارحام

ویزجر الناس عن الأثام

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بُت کی زبان سے یہ باتیں سُنیں تو مکان سے باہر نکلے اور دل میں کہا کہ چند عجیب چیزیں مشاہدہ سے گزری ہیں اس سے پہلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام کامیابی سے ہمکنار ہو مجھے اس کے قتل میں جلدی کرنی چاہیے۔ راستہ میں بنی عبد المطلب سے ایک شخص جسے نعیم بن عدی بن الظلام کہا جاتا ہے، ملا، اس نے پوچھا: اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کے ارادے سے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا: بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کا تجھے کوئی خوف نہیں کہ اس قدر خطرناک کام کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تم دینِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف رغبت رکھتے ہو، اگر ایسا ہے تو پہلے تجھے قتل کرنا چاہیے۔ اس نے کہا: میں اپنے آباء کے دین پر ہوں۔ اس کے بعد اس نے کہا: اے عمر! میں تجھے ایک عجیب

چیز سے واقف کروں؟ عمرؓ نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: تیری ہمشیرہ فاطمہ اور اس کا خاوند سعید بن زید بن عمرو بن نفیل نے بھی دینِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قبول کر لیا ہے، پہلے اپنے خاندان کی اصلاح کر، اس کے بعد دوسروں کی فکر کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہُوا اور اس سے اس بات کی صداقت پر گواہ طلب کیا۔ اس نے کہا: اگر اس بات کی تحقیق کرنا چاہتا ہے تو ایک بکری ذبح کر، اگر وُہ تیرا ذبیحہ کھا لیں تو سمجھنا کہ وُہ تیرے ہی دین پر ہیں ورنہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین پر ہیں۔ حضرت عمرؓ پہلے اپنی ہمشیرہ کے گھر گئے، ان دنوں سورۂ طٰہٰ اتری ہوئی تھی، حضرت عمرؓ کی بہن اپنے خاوند کے ساتھ حضرت خباب بن الارث سے اس سورہ کی تلاوت سیکھ رہے تھے، گھر کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ تھوڑی دیر دروازے پر ٹھہرے رہے اور ان کی آواز سنتے رہے، پھر دروازے کو زور زور سے کھٹکھٹایا، جب انہیں معلوم ہُوا کہ عمر ہے، اس صحیفہ کو جس پر سورہ لکھی ہُوئی تھی چھپا دیا اور حضرت خبابؓ کو گھر کے ایک کونے میں چھپا دیا، دروازہ کھولا، عمرؓ داخل ہُوئے اور بہن سے پُوچھا: مَیں نے کچھ آواز سُنی ہے تم کیا پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے کہا: بات تھی جو آپس میں کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ایک بکری چاہیے، انہوں نے پیش کر دی، انہوںؓ نے اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کیا، گوشت کو بھون کر بہن اور بہنوئی کو کھانے کی دعوت دی، انہوں نے معذرت کی کہ ہم نے نذر مانی ہُوئی ہے کہ ہم گوشت نہیں کھائیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم تیرا ذبیحہ نہیں کھائیں گے۔ عمرؓ کو نعیم کی بات کی صداقت معلوم ہُوئی۔ حقیقت حال معلوم کرنے کے بعد اپنی بہن کو مارنے لگے، اس کا خاوند سعید مصالحت اور چھوڑانے کے لیے آگے بڑھا تو اُسے سر کے بالوں سے پکڑ کر مارنے پیٹنے لگے، بہن اسے چھڑانے لگی تو اس کے سر پر زخم آیا اور اس سے خون بہہ کر اُس کے چہرہ پر آ گیا، ان کی بہن چلائی: اے عمر! ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکے ہیں، اگر تو ہم کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے گا ہم اس دین سے نہیں پھریں گے۔

پھر بے تحاشہ اُونچی آواز سے کلمۂ شہادت اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد

رسول اللہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اے عمر! تیری خلافِ منشا ہم ایمان لا چکے ہیں، عمرؓ حیران رہ گئے اور اس کام سے پشیمان ہوئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ خباب بن الارت گھر میں چھپا ہوا تھا اور انھیں قرآن پڑھا رہا تھا، عمرؓ نے اس کی آواز سُنی تھی، بہن سے اس کے متعلق پوچھا، اس نے کہا: میں اور میرا خاوند ہی تھے کوئی اور آدمی نہیں تھا، عمرؓ نے کہا: ایک غیر آدمی کی آواز تمہارے درمیان آ رہی تھی، عمرؓ اس مکان میں داخل ہوئے اور خبابؓ کو باہر لے آئے اور اسے مارنا پیٹنا شروع کر دیا، سعید اسے چھڑانے کے لیے آیا، عمرؓ طاقت ور تھے، دونوں پر غالب آئے، بہن خاوند کی مدد کے لیے آئی، وہ بھی مغلوب ہو گئی اس کا سر پھٹ گیا، چہرہ خون آلود تھا لیکن کفر کے دین سے اظہارِ بیزاری کر رہی تھی اور کلمۂ شہادت پڑھ رہی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بہن کی اپنے دین میں یہ سختی دیکھی تو مار کُٹائی سے ہاتھ روکا اور اس کی خوشنودی اور دلجوئی کرنے لگے۔ مکان کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور ان کی بہن اپنے شوہر کے ساتھ دُوسرے گوشہ میں بیٹھی رہی، جب رات کا کچھ حصّہ گزر گیا تو اُن کی بہن اُٹھی اور خاوند کو اُٹھایا، وضو کر کے تلاوت میں مشغول ہوئے اور سورۂ طٰہٰ پڑھنا شروع کی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۞ طٰہٰ ما انزلنا علیك القراٰن لتشقٰی ۞ الا تذکرۃ لمن یخشٰی تنزیلا ممن خلق الارض والسمٰوات العلٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی له ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وما بینهما وما تحت الثرٰی ۞ عمرؓ نے دل میں سوچا کہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کا ہے۔ عمرؓ حیران ہوئے اور اپنی بہن سے مخاطب ہو کر کہا: فاطمہ۔ اس نے پوچھا: کیا بات ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا: جو کچھ زمین و آسمان اور تحت الثرٰی میں ہے وہ تمہارے خدا کی ملکیت ہے؟ فاطمہ نے کہا: ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ کہنے لگے: ہمارے ڈیڑھ ہزار بُت ہیں جن کا حکم مکّہ کی ایک بالشت زمین میں بھی نافذ نہیں ہوتا، اپنی یہ کتاب مجھے دو تاکہ میں مطالعہ کروں۔ فاطمہ نے کہا: آپ کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ ہیں اور یہ کتاب وُہ ہے جسے "لا یمسه الا المطهرون" پاک لوگ چھو سکتے ہیں۔ عمرؓ نے پُوچھا: مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے کہا: اُٹھ کر وضو کیجیے تاکہ آپ میں یہ کتاب چھُونے کی صلاحیت

پیدا ہو۔ حضرت عمرؓ اُٹھے، غسل گیا اور زبانِ حال سے یہ کہتے تھے : ؎

غسل در اشک زدم کاہل طریقت گویند
پاک شو اوّل وبس دیدہ براں پاک انداز

پھر ان کی بہن نے کہا: ممکن ہے آپ اس کتاب سے بے ادبی کریں۔ عمرؓ نے قسم کھائی کہ اس کی عزّت وتوقیر میں کوئی کمی نہیں کروں گا، اور کہا: مجھے فاطمہ کے خدا کی قسم میں اپنے دل میں اسلام کی محبت پاتا ہوں۔ فاطمہ نے صحیفہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں دے دیا، انھوں نے اسے اپنی گود میں رکھا، سعید ان کے قریب آیا اور سورہ طٰہٰ پڑھنی شروع کی، جب اس جگہ پہنچا اللہ لا الٰہ الاّ ھو لہ الاسماء الحسنیٰ، اس کلام کی تلاوت کی شیرینی اور فصاحت و بلاغت نے انکار کی باگ کو ان کے ہاتھ سے چھین لیا اور اس کلام کے اعجاز اور اس بیان کی حقیقت کا اعتراف کیا، کہنے لگے : کس قدر عمدہ کلام اور اچھا خطاب ہے۔ ان ھذا الرب اھل لان نعبد اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمّد رسول اللہ۔ جب یہ الفاظ ان کی زبان سے نکلے، حضرت خبابؓ نے سمجھ لیا کہ فاتح الابواب نے عمرؓ کے دل کا دروازہ کھول دیا ہے اور دُعا مقبول ہُوئی، مکان سے باہر نکلے اور کہا: اے عمر! تجھے خوشخبری ہو کہ کل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے متعلق دُعا فرمائی تھی اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی درگاہ سے تیرے یا ابوجہل کے ایمان لانے کی درخواست کی تھی، فرمایا تھا اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام۔ قبولیت کا اثر تیری ذات میں ظاہر ہُوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خباب! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایئے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو لیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت پر پہنچنے میں رہنمائی کی اور ایک روایت میں ہے کہ اس رات صبح تک حضرت عمرؓ درد وسوز کے ساتھ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات میں مصروف رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شوقِ دیدار لحظہ بہ لحظہ فزوں تر ہوتا گیا۔ جب صبح ہُوئی قضا و قدر نے نور کا جھنڈا اس زبرجدی محل پر بلند کر دیا اور ظہور کا فرش بچھانے والوں نے اس بساط (زمین) پر خوشی ومسرت سے آمد ورفت کی طرح ڈال دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے کہا: اے خباب! آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ تاکہ آپ کے دینِ اسلام کی غلامی کا شرف جلد از جلد حاصل کروں اور عزت و شرف کی گردن میں خدمت و حق گزاری کی رسی ڈالوں، حضرت خبابؓ نے کہا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہؓ کے گھر میں ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ارقمؓ بن ارقم کے گھر میں ہیں۔ حضرت عمرؓ سعیدؓ اور خبابؓ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حضرت خبابؓ ان کے رہنما بنے، راستہ میں بنی سلیم کے چند لوگوں سے ملاقات ہوئی جو اپنے جھگڑے کے تصفیہ کے لیے اپنے بت ضماد نامی کے پاس جا رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ ضماد بت کے پاس آئے۔ جب ضماد بت کے پاس اندر پہنچے اُن میں سے ایک شخص نے کہا: اے ضماد! ہمارے درمیان فیصلہ فرما، ہاتف نے ضماد بت کے پیٹ سے یہ اشعار پڑھے: ؎

ترکو الضماد وکان یعبد وحدہ قبل الصلوٰۃ علی النبی محمد

ان الذی ورثة النبوۃ والھدی بعد ابن مریم من قریش مھد

سیقول من عبد الضماد ومثلہ

لیت الضماد ومثلہ لم یعبد

تمام قوم حیران ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: اے عمر! شاید تُو نے دینِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قبول کر لیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا ہے جس کے دین کا حکم سب پر فائق ہے۔ آسمانوں پر بزرگ و برتر خدا ہے جو ہر چھپے ہوئے اور پوشیدہ راز کو جانتا ہے۔ جب وہاں سے باہر نکلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان و ایقان بڑھ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہؓ کے گھر اور ایک روایت میں حضرت ارقمؓ کے گھر میں قیام پذیر تھے اور قریش کے خوف سے چھپے ہوئے تھے، ایک شخص کو نگہبانی کے لیے دروازے پر بٹھا رکھا تھا، مسلمان کفار کے ارادے اور سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر ان کے اتفاق کر لینے سے بہت خائف اور ہراساں تھے، دشمن کعبہ کے دروازے پر جمع تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کے لیے بھیجا ہوا تھا۔ ہر لحہ ان شکستہ دل فقراء کے کانوں میں ڈھول اور نقارے کی آواز پہنچ رہی تھی، ان کا خوف اور ڈر بڑھ رہا تھا، اور دل شہادت پر

پختہ ہو رہا تھا یہاں تک کہ ایک روایت میں ہے کہ بعض کبار صحابہؓ کہتے ہائے افسوس! ہم ان چند پُرفریب کمینوں کے ہاتھ قتل ہوں گے اور ایک مرتبہ بھی اعلانیہ کلمۂ شہادت نہ کہہ سکیں گے۔ کہتے ہیں کہ انتہائی حسرت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رُخ کرکے کہتے: "اے آسمانِ رسالت کے آفتاب! اور اے وادیِ گمراہی کے پریشان حال لوگوں کے لیے ہادی و رہنما! ہمیں اجازت فرمائیے کہ ہم اس گھر سے باہر نکلیں اور فقراء کی آوازیں آواز ملا کر ایک دفعہ کلمۂ شہادت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ عالمِ بالا کے رہنے والوں کے کانوں میں پہنچائیں۔ اس کے بعد اگر ہم تیغِ سیاست سے شہادت کی سعادت حاصل کریں تو کچھ مضایقہ نہیں"۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فقراء! حوصلہ کرو، وہ قادر جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتشِ نمرود کو باغ میں تبدیل کر دیا تھا اور جادوگروں کے جادو کو انہی پر اُلٹا دیا تھا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو تیغِ سیاست سے محفوظ رکھا، وُہ ان فقراء کو بھی اشرار کے شر اور کفّار کے ضرر سے اپنی حمایت کی پناہ میں محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: "دوستو! کیا تمہیں آئینۂ ضمیر میں خدا تعالیٰ کے اسرار میں سے کوئی سرّ معلوم ہوتا ہے؟ اور کوئی دلہن معانی کے حجلہ کی دلہنوں میں سے حُسنِ کامل کے پردہ پر دکھائی دیتی ہے؟" دوستوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو کچھ آپ کے جہاں نما روشن دل کے پیالہ میں عکس پڑتا ہے اس کی کچھ نہ کچھ حقیقت ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا: میری نظر میں عجیب معاملہ ظاہر ہوتا ہے، میں گمان کرتا ہوں کہ مشرق سے مغرب تک ایک جال ہے جو کھنچا ہُوا ہے اور یہ گھر گھاس پھوس کے اس مکان کی مانند ہے جسے شکاری تیار کرتے ہیں، وحشی پرندہ آ کر اس جال کے اردگرد پھرتا ہے میں نے اس جال کی رسّی پکڑ رکھی ہے، فرشتے اس پرندے کو اس جال کی طرف ہنکا رہے ہیں، وُہ مرغ آہستہ آہستہ اس جال کی طرف بڑھ رہا ہے، اہلِ آسماں کہہ رہے ہیں، آیا، آیا ؎

آمد آں یارے کہ من میخواستم　　راست شد کارے کہ من میخواستم

باز گشت آں صید وحشی سوے دام　　ہم بہنجاری کہ من میخواستم

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فقراء کو پریشان خاطر دیکھا، گھر کے ایک گوشہ میں تشریف لے جا کر قاضی الحاجات کی درگاہ میں مناجات میں مصروف ہُوئے، عمامہ مبارک

سر سے اتار دیا اور چادر پاک کو گردن میں ڈالا اور کہا: اے اللہ! مشرق و مغرب تک تمام دُنیا میں صرف یہ انتالیس ۳۹ آدمی ہیں جو تیری پرستش کرتے ہیں اور دل و جان سے تجھ سے محبت کرتے ہیں ان فقرا کے سوزِ سینہ اور اُن کی آنکھوں کے آنسوؤں کی حرمت کے طفیل ہمیں ان کفّار کے شر سے محفوظ رکھ اور ان میں سے ایک سردار ہم کمزوروں کی مدد کے لیے بھیج جو ان زخمی دلوں کے زخموں کی مرہم بن سکے، ابھی دُعا و مناجات میں تھے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آ پہنچے اور کہا: یارسول اللہ! جب آپ نے جناب قدس الٰہی سے رؤسائے قوم میں سے ایک نگہبان اور مددگار طلب کیا ہے جو دینِ اسلام کی امداد کرے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی بارگاہ سے پاکیزہ خطاب پہنچا کہ اے مقرب فرشتو! اس جگہ سے جہاں کعبہ کا دروازہ ہے ارقم بن ارقم کے گھر تک تمام صف بہ صف کھڑے ہوجاؤ اور نچھاور کرنے کے لیے تھالوں کے تھال اپنے ہاتھوں پر رکھو اور اے اہلِ آسمان! آؤ دیکھو، نظارہ کرو کہ ہم اپنے حبیب کی امت کی بیوہ عورتوں کے لیے لکڑیاں جمع کرنے والا بھیج رہے ہیں، نہیں نہیں بلکہ ہم بارگاہِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک محافظ و نگہبان مقرر کرتے ہیں، خطۂ اسلام کی مملکت کے لیے سپہ سالار مقرر کرتے ہیں، اے فرشتو! طرقوا طرقوا کہتے ہوئے راستہ کو کشادہ کردو اور اس سپہ سالارِ میدانِ عنایت کو ہدایت کا راستہ دکھاؤ۔ ؎

آب زنید راہ را زانکہ نگار مے رسد

مژدہ دہید باغ را بوئے بہار مے رسد

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دیکھیے ہم نے عمر کو بھیجا ہے تاکہ وہ دینِ اسلام کو تقویت دے اور پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ قدم بقدم چلے، اُٹھیے اور اس کے استقبال کو باہر نکلیے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پُوچھا: جبرائیل! وُہ صلح کے لیے آرہا ہے یا جنگ کو؟

جبرائیل علیہ السلام نے کہا: لڑائی کی کونسی جگہ ہے، ہزارہا فرشتے حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے گفت و شنید کرتے اور دُعا گو رہے ہیں تب کہیں عمر کے نام کو بدبختوں کی فہرست سے نکال کر نیک بختوں کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ اسی گفت گو میں تھے کہ حضرت عمرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور زبانِ حال سے کہتے تھے: ؎

آمد بدرت امید وارے کو را بجز تونیست یارے
محنت زدۂ نیاز مندے خجلت زدۂ گناہگارے
از گفتۂ خود سیاہ روئے وز کردۂ خویش شرمسارے
از یار جدا فتادہ عمرے از دست بماندہ روزگارے
حاشا ز درے تو باز گردد
نومید چنیں امید وارے

جب دروازے کی زنجیر کی آواز صحابہؓ نے سُنی، جستجو کی تو عمرؓ کو شمشیر گردن میں حمائل کیے ہوئے دیکھا کہ وہ خوش خصال پیغمبر علیہ السلام کے قتل کے ارادہ سے آیا ہے۔ بے انتہا ڈر رہے اس کے ایمان لے آنے اور خیالات کی تبدیلی کی انھیں کوئی خبر نہیں تھی۔ حضرت حمزہؓ نے کہا: وہ ایک آدمی ہی تو ہے، اس قدر خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے ؎

گر شیر شود خصم چہ پیدا چہ نہفت
با شیر بشمشیر سخن باید گفت

اگر بھلائی اور اچھے ارادہ سے آیا ہے تو اسے مبارک ہو اور اگر بُرے ارادے سے آیا ہے تو میں اس بات کا ضامن ہوں کہ اسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ دوں گا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے استقبال کو باہر نکلے اور کہا: اے عمر! تیرا کیا خیال ہے، کہ اس قدر بنی عبدالمطلب کے ہوتے ہوئے جو لوہے کو دانتوں سے چباتے اور عزت و نام کے لیے جانیں چھڑکتے ہیں ہم اس گھر میں ہوں ایسی حالت میں تُو یہ توقع رکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہو جائیگا ایسے محال خیال کو سر سے نکال دو۔ جب گفت و شنید کی آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، بذاتِ خود حضرت عمرؓ کے استقبال کے لیے باہر تشریف لائے، دیکھا کہ عمر کندھے پر تلوار لٹکائے دروازے پر کھڑا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کی کمر میں ڈال کر اس قدر بھینچا کہ اس کا بند بند لرز اُٹھا اور تلوار کندھے سے گر پڑی۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھینچا مجھ پر اس قدر دشوار گزرا کہ میں سمجھا میری ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی اور سر پوست سے

جُدا ہو جائے گا۔ جب عمر نے آں حضرت سے یہ صلابت ملاحظہ کی پکار اٹھا: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ، اس کے بعد شرمندگی سے اپنا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھکا دیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو بغل میں لیا ان کے چہرہ اور سر کو بوسے دیتے اور تکبیر کہتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر صحابہ کرامؓ نے سُنی، تمام تکبیر کہتے ہُوئے حضرت عمرؓ کے استقبال کو باہر آئے، اسے مبارک دیتے اور ان کے اسلام لانے پر خوش ہوتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا کہ اب مسلمانوں کی کتنی تعداد ہے؟ آپ نے فرمایا: اب تمہاری شرکت سے چالیسؓ کی تعداد پُوری ہُوئی۔ عرض کی: لات وعزّیٰ کو کھلم کھلا پُوجا جاتا ہے اور اٹھارہ ہزار عالم کے خدا کی عبادت چھُپ کر کریں، خدا کی قسم ہم بھی خدا تعالیٰ کی عبادت علانیہ کریں گے، اندر باہر ہر جگہ عبادت کریں گے، کہتے ہیں اسی روز اور ایک روایت میں دُوسرے روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر لے آئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دائیں جانب، حضرت حمزہؓ بائیں جانب، علی رضی اللہ عنہ سامنے اور علیؓ کے آگے حضرت عمرؓ تھے، تمام کے ہاتھ میں برہنہ تلواریں تھیں اور باقی تمام مسلمان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھے چل رہے تھے کعبہ تک گئے، سرداران قریش دارِ اسمٰعیل میں جمع تھے اور ایک روایت میں حجر میں تھے، دُور سے جب ان کی نظر عمر پر پڑی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام دوستوں کے ساتھ اکٹھا دیکھا، پہلے انہوں نے خیال کیا کہ شاید عمر تمام لوگوں کو قتل کے لیے مقتل میں لے جا رہا ہے۔ اچانک حضرت عمرؓ نے بلند آواز سے کہا: من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا عمر بن الخطاب۔ جو شخص مجھے جانتا ہے جانتا ہے اور جو شخص نہیں جانتا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میں عمر بن خطاب ہُوں۔ اے معاشر قریش! اسلام قبول کرو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں جلدی کرو وگرنہ اس تلوار کے ساتھ بے دریغ تمہارے سر اڑاؤں گا اور ایک بھی کافر کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ جب دشمنوں کی جماعت نے یہ آواز سنی تمام نے راہِ فرار اختیار کی اور دینِ کفر سے مایوس ہو گئے۔

انہوں نے کہا: اے عمر! تو نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم قبول کر لیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے اس کا

جواب ان اشعار میں دیا:

مالی ارا اکم کلکم قیاما   الشیخ والشاب والغلاما
قد ثبت اللہ لنا اماما   محمد قد شرح الاسلاما
فالیوم حقا تکسر الاصناما
وترکوا الاخوان والاعماما

قوم اس واقعہ سے سخت حیران ہوئی کہ عمرؓ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لیے گیا اور اس کی غلامی کی رسّی اپنی گردن میں ڈال لی ؎

شمشیر بکف عمرؓ بر قتلِ رسول آید
در دامِ خدا افتد و ز بخت ظفر یابد

انھوں نے آپس میں کہا یہ بہت بڑا معاملہ ہے، ہم بھی جان کی بازی لگاتے ہیں اور آتشِ محمدیؐ کو بجھانے، احمدی شعلوں کی چمک کو مٹانے کے لیے ہم پوری کوشش کرتے ہیں، تمام مل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں نے بھی حضرت عمرؓ کی امداد کے لیے تلواریں کھینچ لیں اور کفار کو بھگا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھا کر ان میں سے سب سے بڑے کو پکڑ لیا اور اٹھا کر پھینک دیا، اس کے سینہ پر بیٹھ گئے، انگلی اس کی آنکھوں میں ڈال دی، وہ فریاد کرتا تھا کہ میری امداد کو پہنچو، عمر مجھے ہلاک کیے دے رہا ہے۔ بڑی کوشش کے بعد اسے حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے چھڑایا اور بھاگ نکلے، کعبہ کے میدان کو مسلمانوں کے لیے خالی کر دیا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں دو رکعت نماز پڑھی اور ایک روایت کے مطابق ظہر کی نماز باجماعت ادا کی، وہ ظہورِ اسلام کا پہلا دن تھا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا دل مبارک کعبۃ اللہ میں داخل ہونے کی بہت رغبت رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ اظہارِ شوق فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑا اور آپ کو بیت اللہ شریف کے اندر لے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکان کو بتوں سے بھرا ہوا دیکھا، عصا مبارک

کے ساتھ بتوں کی طرف اشارہ فرماتے اور یہ آیت کریمہ پڑھتے قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ بھی بتوں کو خطاب کرکے یہ شعر کہتے ؎

یاایھا الاصنام ھذا احمدٌ

ھذا رسول اللہ حقا فاشھدوا

ان کان للالٰہ فاسجدوا

یک دم تمام بُت سجدہ میں گِر پڑے، حق سبحانہ، وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین، یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تجھے خدا کافی ہے اور دین میں تیرے پیروکار۔ مفسرین کہتے ہیں کہ "پیروکاروں" سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، صہیبؓ بن سنان فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے دُکھ دینے والوں سے بدلہ نہیں لے سکتے تھے، روایت میں ہے کہ جس روز حضرت عمرؓ ایمان لاتے، اسلام نے ترقی کی اور مسلمانوں نے پھر ذلت ورسوائی کا منہ نہیں دیکھا۔ رضی اللہ عنہم وارضاہ اجمعین۔

باب سوم

بعثت کے آٹھویں سال سے دسویں سال تک کے واقعات

فارسیوں کا رومیوں پر غلبہ اور ابوبکر صدیق رضؓ کا ابی بن خلف کے ساتھ شرط باندھنا،

نبوت کے ساتویں سال ایک نہایت سخت واقعہ رونما ہُوا اور وہ مدینہ میں اوس اور خزرج کے درمیان جنگ تھی، چونکہ اس کا مقام میلاد میں کوئی دخل نہیں بلکہ تاریخ مدینہ سے ہے اس لیے ہم اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔

نبوت کے آٹھویں سال مکہ میں یہ خبر عام ہُوئی کہ فارسیوں نے رومیوں پر فتح حاصل کر لی۔ مشرکین اس خبر سے بہت خوش ہُوئے، کہنے لگے : رومی اہلِ کتاب ہیں اور فارسی آتش پرست، جس طرح کسریٰ نے قیصر پر لشکر کشی کی ہم بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج پر جو اہل کتاب ہے، غالب آئیں گے۔ مسلمانوں کے دل ان باتوں کے سننے سے غمگین ہوتے تھے، پس جبرئیل امین خدا تعالیٰ کے حکم سے یہ پیغام لائے : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِہِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ، مسلمان اس آیت کے اُترنے سے خوشی کا اظہار کرتے تھے، ناسمجھ کفار اس صورتِ حال کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کلمات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھڑے ہُوئے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابی بن خلف لعنۃ اللہ علیہ کے ساتھ شرط باندھی کہ اگر تین سال تک اور ایک دُوسری روایت کے مطابق چھ سال تک رومیوں کو غلبہ حاصل ہو تو ابوبکر دس جوان اُونٹ اس لعین سے لے گا اور اگر غلبہ حاصل نہ ہو تو دس اونٹ اس کو دے گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو اس شرط کا علم ہُوا تو انہوں نے کہا کہ کلمۂ بضع میں ابہام ہے کیونکہ عرفِ عرب میں یہ تین یا نو عدد میں استعمال ہوتا ہے۔ پس

اس کلمہ کا تعین اور کم از کم مدت مناسب نہیں تھی، کیونکہ ممکن ہے کہ رومیوں کو نو سال کا عرصہ گزرنے سے پہلے غلبہ حاصل نہ ہو اور ایک روایت میں ہے کہ اس مدت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، آپ نے فرمایا : جاؤ، اونٹوں کی تعداد بڑھادو اور اسی طرح مدت میں بھی اضافہ کرو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور کہا کہ میں سالوں کو بھی زیادہ کرتا ہوں اور مال کو بھی، قصہ مختصر نو سال کی مدت اور سو اونٹ مقرر ہوئے اور طرفین اس پر راضی ہو گئے، اس وقت شرط باندھنا حرام نہیں ہوا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس خوف سے کہ ابوبکر شہر سے چلے نہ جائیں عبدالرحمٰن پسر ابوبکر کو ضامن مقرر کیا اور جب ابی بن خلف جنگِ اُحد میں شریک ہونے کے لیے گیا تو عبدالرحمٰن نے کہا کہ ضامن دو، اس نے ضامن دے دیا۔ جنگِ اُحد میں وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے مارا گیا۔ صلح حدیبیہ یا جنگِ بدر یا فتح خیبر کے روز رومیوں کے فارسیوں پر فتح مند ہونے کی خبر پہنچی، عبدالرحمٰن نے ابی بن خلف کے ضامن سے اُونٹ لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تصرف میں لانے کا حکم دیا۔

بائیکاٹ

اربابِ سیر و تاریخ نے بیان کیا ہے کہ جب کفارِ قریش نے دیکھا کہ اسلام روز بروز طاقت پکڑ رہا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت لحظہ بہ لحظہ بلند ہو رہی ہے تو ان کی دشمنی، سرکشی اور حسد زیادہ ہوا، لیکن حضرت ابو طالب کی حمایت اور بنی عبدالمطلب کی رعایت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعرض نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بعد، شریعت کے محل کی بنیادیں حضرت فاروق اعظم اور سید الشہداء کی امداد سے مضبوط ہوئیں، طبلِ نبوت کی آواز دُور و نزدیک پہنچی، صحابہ کی ایک جماعت نے حبشہ کے اندر امن و فراغت سے اپنا وطن بنا لیا اور اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہجرت کرنے کی جگہ مل گئی، کفار نے آپس میں طے کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے دشمنوں کے ازالہ کے لیے پوری کوشش کریں گے اور مسلمانوں کو بنیاد سے اکھاڑنے کی ہر ممکنہ کوشش کریں گے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور قتل کریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ تمام اشرافِ قریش حضرت ابو طالب کے پاس آئے اور کہا: دو کاموں میں سے ایک کام کیجئے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دیجئے تاکہ ہم اُسے ہلاک کر دیں کیونکہ اس نے ہم سب کے دین کی مخالفت کی ہے۔ یا ہم قریشیوں کی مخالفت، جنگ اور دشمنی کے لیے تیار ہو جائیے، یقین کیجئے ہم آپ کے بھتیجے کو قتل کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے یا وُہ ہم سے اور ہمارے دین سے تعرض کرنا چھوڑ دے اور ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہنا چھوڑ دے۔ یہ کہہ کر مجلس سے اُٹھ گئے، سوچ سمجھ کر علی الصبح ان کا جواب دیں۔ حضرت ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور قوم سے جو کچھ انہوں نے سُنا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، پھر آپ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے فرزندِ ارجمند! مجھ پر رحم کر، اور اس گرہ کو جہاں تک ہو سکے کھول، ان کو اور ان کے معبودوں کو بُرا بھلا کہنے سے اپنی زبان روکیے، کیونکہ یہ فساد کا باعث اور انکار اور دشمنی کا سبب بنے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ میں کر رہا ہُوں وہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے حکم سے کر رہا ہُوں۔ آپ کے تنفر سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی، اور غیروں کے ڈرانے اور دھمکیوں سے تغیر نہیں ہو گا۔ اگر تبلیغ رسالت میں میری مدد کریں تو آپ کے لیے بہتر ہو گا ورنہ خدا تعالیٰ کی عنایت اور آسمانی مدد سے میرا کام پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔ یہ کہہ کر آپ مجلس سے اُٹھ گئے حضرت ابو طالب پر اس بات سے رقت طاری ہُوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھایا اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے کام پر مضبوط رہیے اور جس کام کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے پُورا کیجئے، جب تک میں زندہ ہُوں دشمن آپ پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے۔ اور یہ چند ابیات ابو طالب کے اشعار میں سے ہیں، جو انہوں نے پڑھے ؎

واللہ ان یصلوا الیك بجمعھم — حتی اوسد فی التراب دفینا

فاصدع بامرك ماعلیك فصاعۃ — والبشر بذلك وقرتك عیونا

ودعوتنی وزعمت انك ناصح — ولقد صدقت وکنت ثم امینا

وعرضت دینا فقد عرفت بانہ

من خیر ادیان البریۃ دینا

بعض اہل تاریخ نے ان اشعار کا فارسی میں یوں ترجمہ کیا ہے :؎

کس نیارد کرد قصدِ جانت اے فرزندِ من — تا نخواہد گشت در خاکِ لحد عمت دفین
کار بر فرمانِ حق کن ہیچ از خواری مترس — شاد باش اے نورِ چشمِ من مشو اندوہگین
پنند و اندیشہ ات در شان ما صد قست دہر — دعوتی کردی وحق در جانب تست اے امین
عرض دینی میکنی بر ما و ما را روشن ست — اینک از اہل نجا تست آنکہ رو آرد بدین

گر ز خواری و ملامت می نبودی محترز
بودمی اندر قبول دین تو حقا متین

جب کفّار نے حضرت ابوطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت وحمایت میں کوشاں پایا تو وُہ بنو ہاشم کی مخالفت میں متحد ہو گئے، دشمنی کی بنیاد کو مضبوط کرنے کے لیے قریش نے ایک دُوسرے کے ساتھ عہد باندھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے ساتھ نکاح، خرید و فروخت، میل ملاپ نہیں کریں گے اور کسی کام میں ان کی مدد نہیں کریں گے اور مکّہ کی سرزمین میں انہیں کسی چیز سے نفع اٹھانے کی اجازت نہیں دیں گے، ان سے صلہ رحمی ختم ہو گی اور ان سے سلام وکلام قطع کرنا ضروری ہوگا، ان کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے سوا کسی دوسری چیز پر صُلح نہیں ہوگی۔

اس بارے میں انہوں نے ایک عہد نامہ لکھا، چالیس سرداروں نے اس تحریر پر مُہریں لگائیں اور ریشم میں لپیٹ کر موم جامہ پہنا کر کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیا تاکہ اس معاہدہ اور گفت گو کی تاکید ہو۔ کہتے ہیں کہ اس تحریر کا کاتب منصور بن عکرمہ بن عامر تھا، وُہ بدبخت اس تحریر کی وجہ سے شل ہو گیا تھا۔ ایک روایت کی رُو سے نضر بن حارث اور ایک روایت میں طلحہ بن ابی طلحہ عبدری تھا۔ سیرت کی بعض روایات میں ہے کہ اس نامہ کو انہوں نے ابوجہل کی خالہ ام الجیلاس کے سپرد کیا تاکہ حفاظت سے رکھے۔ ان روایات میں جمع اس طرح ہے کہ عہد نامے کئی لکھے گئے ہوں گے، بعض کعبہ کے دروازہ پر اور بعض امینوں کے سپرد کیے گئے۔

القصہ جب حضرت ابوطالب کو اطلاع ملی، بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو بلایا اور

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نگہبانی کے لیے ان سے مدد طلب کی، مسلمان آخرت میں درجات کی بلندی اور مشرکین اپنے قبیلے کے تعصب اور حمیت کی بنا پر جیسا کہ عربوں کی عادت ہے، مدد کے لیے کمربستہ ہوئے، حضرت ابوطالب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احتیاط کے طور پر ایک گھاٹی میں جو انہی کے نام سے منسوب تھی (یعنی شعب ابوطالب) میں آگئے، ابولہب کے سوا دوسرے تمام بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب نے ان سے موافقت کی، اس نے انتہائی بدبختی سے انکار کر دیا۔ جب کفار کو خبر ہوئی تو انہوں نے اس عہد کو قسم کے ساتھ پختہ کیا اور اس گھاٹی میں ان کا محاصرہ کر لیا، ان میں سے جو باہر نکلتا اسے قسما قسم کی تکلیفیں اور اذیتیں دیتے، بازاروں میں سوداگروں اور دکانداروں کو کہہ دیا تھا کہ کوئی کسی قسم کا کوئی سامان بنی ہاشم کے ہاتھ فروخت نہ کرے، نہ ہی کوئی ہدیہ یا تحفہ دے، روایت ہے کہ گھاٹی میں داخل ہونے کے بعد مسلمانوں کا کام بہت دشوار ہو گیا۔ جب بھی اہل اسلام میں سے کوئی اس جائے امن سے باہر قدم رکھتا، کفار کے شرارا سے بعید تکلیفیں پہنچاتے، یہانتک کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ طاقت نہیں تھی کہ موسم حج اور عمرہ کے علاوہ کسی وقت اس گھاٹی سے باہر نکل سکیں۔ موسم حج میں جب باہر نکلتے تو ہر شخص پوری کوشش اور تگ و دو کے بعد معمولی کھانے پینے کا سامان حاصل کر کے واپس شعب میں چلا جاتا، پورا سال اسی سے گزارتے۔ ایامِ حج میں بھی ابوجہل، نضر بن الحارث، عاص بن وائل اور عتبہ بن ابی معیط وغیرہ راہ جاتے اور جو لوگ کھانے پینے کی چیزیں فروخت کے لیے لاتے انھیں کہتے تم میں سے جو شخص ان کو کھانا بیچے گا اس کے مال واسباب تباہ ہوں گے۔ اگر کبھی موسم حج میں بے مروّت مخالفین دیکھتے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی غلام کوئی چیز خرید رہا ہے تو زیادہ قیمت پر وہ چیز خود خرید لیتے، وہ مظلوم اس سے محروم واپس ہو جاتا، مکّہ کے رہنے والوں کو خود اتنی ہمت کہاں تھی کہ ایک مثقال کھانا بھی مسلمانوں کو بھیج دیں۔ اگر مشرکین میں سے کوئی رحم کرتا اور صلہ رحمی کرتا، اپنے رشتہ داروں کے پاس پوشیدہ طور پر کچھ کھانا بھیجتا، تنگ نظر بے رحم دشمن کو اس کی خبر ہو جاتی اسے منع کرتے، زجر و توبیخ کرتے اور ذلیل و خوار کرتے، ان فقرا کے آنے جانے کا راستہ بند کرتے، ان کے رشتہ داروں اور لواحقین

میں سے جسے بھی وہ پاتے اس کے ہاتھ پاؤں توڑتے، زخمی کرتے تاکہ غلے اور بازار سے طعام نہ خریدیں اور ان کے چوپائے اس وادی میں نہ چریں۔ یہاں تک کہ ان کا ناطقہ تنگ ہو گیا، یہاں تک کہ بچوں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمزوروں کی گریہ وزاری سے کفار راتوں کو سو نہیں سکتے تھے، ناپاک ولید بن مغیرہ اور وہ خوں آشام کتا ابوجہل بن ہشام اہلِ اسلام کو تنگ کرنے میں سب سے زیادہ تشدد کرتے تھے۔

روایت ہے کہ حکیم بن حزام، خدیجۃ الکبریٰ کا بھتیجا اپنی چچی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے خوراک کی ایک مقدار پشت پر اٹھائے لیے جا رہا تھا، ابوجہل کو اس کی اطلاع ہو گئی اس سے لپٹ گیا اور کہا کہ تو نے عہد کے خلاف کیا ہے جو بنی ہاشم کے لیے طعام لے جاتا ہے، جب تک تجھے قریش کے پاس ذلیل و رسوا نہیں کروں گا تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ ابو البختری بن ہشام باوجودیکہ خود بھی کتا تھا، نے کہا: اپنی چچی کے لیے کھانا لیے جاتا تھا، صلہ رحمی کی رعایت کر رہا تھا منع نہیں کر سکتے۔ وہ خبیث کتا اپنی جہالت پر اسی طرح ڈٹا ہوا تھا، ابوالبختری اٹھا اور اونٹ کے پاؤں کی ہڈی جو وہاں پڑی ہوئی تھی اٹھا کر اس لعین کے سر پر ماری اور اسے زخمی کر دیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں نزدیک ہی تھے ابوجہل ان کو دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا، کیونکہ انہیں اس کی اس ذلت کا علم ہو گیا تھا اور ان کی نظر میں بے عزت ہو گیا۔

روایت ہے کہ ایک رات ہشام بن عمرو بن ربیعہ کھانے کی تین بوریاں بنی ہاشم کے پاس لے گیا، قریش کو معلوم ہو گیا، انہوں نے ابوسفیان کو دکھایا، وہ کہنے لگا: زیادہ سختی مت کرو، جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے اسے نہ روک سکتے ہیں اور نہ ہی زجر و توبیخ کر سکتے ہیں، خدا کی قسم اگر ہم بھی ایسا ہی کریں تو بہتر ہے۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اس مہربانی کی وجہ سے جو ہشام بن عمرو بن ربیعہ اور حکیم بن حزام نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کی بمقتضائے ارحم ترحم دولت اسلام سے مشرف ہوئے، اور حضرت ابوسفیان رضی نے جو انصاف کی بات کہی تھی اہلِ ایمان کے گروہ میں داخل ہوا اور وہ سگ لعین ابوجہل نورِ ایمان کے بغیر کفر کی تاریکیوں کے ساتھ دوزخ کی انتہائی گہرائی میں جا گرا۔ عیاذاً باللہ

رحم خواہی بر ضعیفاں رحم آر　　خندہ خواہی گریہ کن اشکے بیار
ہر کہ ایں جا رحم آرد بر ضعیف　　رحم بیند از خداوندِ لطیف

بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ابوالعاص بن الربیع کبھی کبھی رات کو گھاٹی میں کھجوروں اور گندم کا قافلہ لاتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں فرمایا:

لقد صاھرنا ابوالعاص محمد ناصرہ لقد کان یتعھد الی العیر نحن فی الحصار فیرسلھا الی الشعب لیلاً، یعنی ابوالعاص نے ہمارے ساتھ حقِ دامادی ادا کیا، ہم نے اسے اچھا داماد پایا، رات کے وقت گندم اور کھجوروں کے بوجھ گھاٹی میں بھیجتا ایسے وقت میں جبکہ کفّار نے ہمارا محاصرہ کیا ہوا تھا۔

بیان کرتے ہیں کہ ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شفقت کی بنا پر گھاٹی کی مضبوطی کی انتہائی کوشش کرتے اور کسی وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں غفلت اور سستی نہیں کرتے تھے، رات کے وقت جب آفتاب عالمتاب مغرب میں غروب ہوجاتا، تلوار حمائل کر کے آپ کے گھر کے گرد پہرہ دیتے، شمع کے گرد پروانہ کی طرح طواف کرتے اور کبھی رات کے پہلے حصّہ میں جس مکان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے، رات کے آخری حصّہ میں کسی دُوسری جگہ لے کر سُلاتے، دن کے وقت اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی حفاظت کے لیے مقرر فرماتے، قریش کا تشدد حضرت ابوطالب، بنی عبدالمطلب اور ان کے احباب پر انتہا کو پہنچا، یہاں تک کہ کفّار کے ساتھ معاہدہ کرنے والے اکثر خود پشیمان اور رنجیدہ ہُوئے۔

روایت ہے کہ کفّار قریش میں سے سب سے پہلا شخص جو اس عہد کو توڑنے کا باعث ہُوا، ہشام بن عمرو بن الحارث تھا، ہشام، زہیرہ بن امیہ المخزومی کے پاس گیا اور کہا: اے زہیر! مروّت و جوانمردی کے مذہب میں یہ کب جائز ہے کہ تُو تو لذیذ کھانا کھائے خوشگوار پانی پیئے اور بڑی آسائش سے دن گزارے اور تیرے بھائی بدترین حالات میں روز و شب بسر کریں، یہاں تک کہ ان سے خرید و فروخت بھی نہ کرے، خدا کی قسم! اگر تو ابی الحکم بن ہشام یعنی ابوجہل کو اس کے رشتہ داروں کے متعلق ایسی ہی

بات کی جو اس نے تجھے کہہ رکھی ہے تو وُہ ہرگز قبول نہ کرتا اور تیرے ساتھ موافقت نہ کرتا۔
زہیر نے جواب دیا: خدا کی قسم اگر میرے ساتھ دُوسرا شخص ہوتا تو اس پختہ معاہدے کو توڑنے کی کوشش کرتا، ہشام نے کہا: میں نے دوسرا شخص پا لیا ہے جو اس معاملہ میں تیری موافقت کرے گا۔ زہیر نے پُوچھا: وُہ کون ہے۔ اس نے کہا: میں ہُوں۔ زہیر کہنے لگا: تیسرا شخص تیار کرو۔ ہشام، مطعم بن عدی بن نوفل بن مناف کے پاس گیا اور کہا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ عبد مناف کے دو قبیلے محنت، فقر اور بھوک سے ہلاک ہو جائیں، تو اس سے واقف ہونے کے باوجود قریش کے ساتھ ان کی مخالفت میں موافقت کرے، اس نے کہا: ایک آدمی سے کیا ہو سکتا ہے، ہشام نے کہا: اس کام میں مَیں تمہارے ساتھ ہوں، اسے بتایا کہ زہیر بھی اس کام میں ہمارے ساتھ ہے۔ مطعم نے کہا: چوتھا موافق پیدا کرو۔ ہشام ابوالبختری کے پاس گیا، گزشتہ حکایات کی مانند اس سے گفتگو کی، ابوالبختری نے معاونین کے متعلق دریافت کیا، ہشام نے ایک ایک کے متعلق اسے بتایا۔ ابوالبختری نے کہا: اگر پانچواں حمایتی مل جائے تو ان پانچ دوستوں کی امداد سے امید ہے ہماری مہم کامیاب ہو جائے گی، ہشام نے زمعہ بن الاسود بن عبد المطلب بن عبد العزیٰ سے ملاقات کی، اور اس سے اسی قسم کی باتیں کیں۔ زمعہ نے پوچھا کہ اس کام میں ہمارے موافق کوئی شخص ہے۔ ہشام نے تمام متفق دوستوں کے نام بتائے۔ قصّہ مختصر طے پایا کہ رات کے وقت تمام وُہ لوگ جو اس کارِ خیر میں کوشش کر رہے ہیں، مکّہ کے قبرستان حجون میں جمع ہوں اور قریش کے معاہدہ کو توڑنے کے لیے عہد و پیمان باندھیں جب خورشید عالم افروز نے اپنے چہرہ پر رات کی سیاہی کا نقاب ڈال لیا، پانچوں دوست مقررہ جگہ پر جمع ہُوئے اور طے کیا کہ کل اس ظالم معاہدہ کو توڑنے کی کوشش کریں گے اور اس مضبوط صحیفہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ زہیر نے کہا: میں کل قریش کی مجلس میں بات شروع کروں گا، تم میری امداد کرنا، اتفاق رائے کے بعد تمام اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے، صبح کے وقت جبکہ دنیا سُورج کی روشنی سے صاحبانِ علم و عرفان کے دل کی مانند روشن ہو گئی وُہ پانچوں قریش کی مجلس میں پہنچے، پہلے زہیر طواف کے بعد قوم کی طرف

متوجہ ہوا اور کہا: اے اہل مکہ! کیا یہ جائز کام ہے کہ ہم آرام و آسائش سے زندگی گزاریں لذیذ کھانے کھائیں عمدہ لباس زیب تن کریں اور ناز و نعم سے گزر بسر کریں اور ہمارے عزیز رشتہ دار بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب اپنے اہل و عیال کے ساتھ تنگی اور تکلیف میں زندگی بسر کریں یہاں تک کہ بھوک سے ہلاکت کی نوبت پہنچ جائے، خدا کی قسم میں اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھوں گا جب تک میں اس ظالم صحیفہ کو ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر دوں گا۔ جب اس نے یہ کہا تو ابوجہل مسجد حرام سے ناپاک آواز سے پکارا: خدا کی قسم تو نے جھوٹ کہا تو اسے نہیں توڑ سکے گا۔ زمعہ بن الاسود نے ابوجہل کی طرف رُخ کر کے کہا: خدا کی قسم تو سب سے جھوٹا ہے۔ ہم اس صحیفہ کی کتابت کے وقت بھی اس کے مضمون سے راضی نہیں تھے۔ ابوالبختری نے کہا: خدا کی قسم زمعہ سچ کہتا ہے کیونکہ صحیفہ کے اندر جو کچھ لکھا ہوا ہے ہماری رضا اس کے ساتھ شامل نہیں تھی۔ مطعم بن عدی نے کہا: زمعہ اور ابوالبختری جو کچھ کہتے ہیں درست ہے اور جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے جھوٹا ہے۔ ہشام بن عمرو نے اپنے دوستوں کی بات کی تائید کی اکثر قریش ان کی حمایت پر اتر آئے۔ ابوجہل نے کہا: بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات رات کو طے کی گئی ہے۔ اس معاملہ میں قوم میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اتفاقاً اسی دوران میں خدا تعالیٰ نے دیمک کو اس ظالم صحیفہ پر متعین کر دیا، جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر سے اپنے غمگسار و غمگین چچا کو آگاہ کیا۔ حضرت ابوطالب نے کہا: باہر سے ہمارے پاس کوئی نہیں آتا اور اس جگہ سے باہر کوئی نہیں جاتا یہاں تک کہ آپ کی طرف جھوٹ بھی منسوب نہیں کیا جا سکتا، آپ یہ بات کیسے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: قادرِ مطلق اللہ جل شانہ، نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا جس نے مجھے آ کر اطلاع دی۔ حضرت ابوطالب نے کہا: تیرا خدا برحق ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچ کہتے ہیں، اس کے بعد آپ اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر گھاٹی سے باہر نکلے اور حجر میں جہاں قریش کا مجمع تھا، گئے، معاندین نے جب ابوطالب کو دیکھا، اس خیال سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت سے تنگ آ گیا ہے، عزت و احترام سے کہا: غالباً ایسے شخص کے قتل پر آپ راضی ہو گئے ہیں جس میں ہماری اور آپ کی بھلائی ہے۔ حضرت ابوطالب نے کہا:

میں ایک اہم کام کے لیے آیا ہوں کہ جماعت کی بھلائی اس میں ہے آپ اس صحیفہ کو جو ہماری دشمنی میں لکھا گیا ہے، لائیے، ابوجہل اور اس کے متبعین نے خوش ہو کر خیال کیا کہ جب ابو طالب صحیفہ کو دیکھیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دیں گے فی الفور عہد نامہ لے کر ابو طالب کی خدمت میں پیش کر دیا، حضرت ابو طالب نے کہا، اے قوم! یہ عہد نامہ اسی طرح تمہاری مہر کے ساتھ موجود ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ حضرت ابُوطالب نے کہا: مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ خدا تعالیٰ نے دیمک کو اس عہد نامہ پر مسلط کر دیا ہے اور اس نے خدا تعالیٰ کے نام کے سوا ظلم، جور قطع صلۂ رحمی وغیرہ تمام تحریر کو مٹا دیا ہے، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر دینے میں جھوٹے ہوئے تو انہیں تمہارے سپرد کر دوں گا، جو کچھ تمہاری مرضی ہو اس کے ساتھ کرنا اور اگر اس کی سچائی ظاہر ہو جائے تو تم عہد نامہ کے مضمون کو چھوڑ دو اور دشمنی اور عداوت کا طریقہ ترک کر دو۔ قریش نے اس بات کو پسند کیا اور کہا آپ نے درست فرمایا، جب عہد نامہ کو کھولا تو "باسمك اللّٰهم" کے سوا جو اس تحریر کے شروع میں لکھا ہوا تھا کوئی حرف باقی نہیں تھا، مخالفین نے شرمندہ ہو کر سر جھکا دیئے، ابوجہل اس صورت حال کے مشاہدہ کے باوجود سرکشی اور دشمنی کی راہ پر قائم تھا، اس کے بعد حضرت ابو طالب اور آپ کے ساتھی کعبہ کے پردوں میں آئے اور دشمنوں پر نفرین کی، اظہارِ بیزاری کیا اور واپس گھاٹی میں چلے گئے، اس کے بعد وہی پانچ اشخاص جن کے نام پہلے ذکر ہو چکے ہیں نے کہا کہ ہم اس ظالم عہد نامہ سے بیزار ہیں، اکثر قریش نے ان کی موافقت کی، مطعم بن عدی نے اس صحیفہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، منافقین و کفار کے اتفاق کے ٹوٹ جانے کے بعد موافقین مسلح اور ہتھیار بند ہو کر گھاٹی کے دروازہ پر آئے اور محصورین کو باہر نکال کر ان کے گھروں کو بھیجا۔ قریش کو تعرض کرنے کا موقع نہ دیا، یہ صورتِ حال نبوت کے دسویں سال رونما ہوئی، گھاٹی میں آنے کی ابتدائے نبوت کے ساتویں سال ہوئی، تین سال تک مسلمان اور ان کے معاہد اس مصیبت میں مبتلا رہے۔ اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس روز انچاس سال مکمل ہو چکی تھی اور پچاسواں سال شروع ہو چکا تھا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء کرنے والوں کا انجام

بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ مشرکین میں سے پانچ آدمی جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا پاتے ٹھٹھہ مخول کرتے، ادب و تعظیم کا مطلق خیال نہ کرتے، اور عزت و احترام کے آداب کو خاطر میں نہ لاتے تھے ان کے نام یہ ہیں؛ عاص بن وائل سہمی جہمی، اسود بن عبد المطلب، اسود بن عبد لغوث، ولید بن مغیرہ اور حارث بن قیس الطلاطلہ، ان میں سب سے زیادہ گستاخ اور اس ناپسندیدہ کام میں سب سے زیادہ بڑھا ہُوا ولید پلید تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچوں کے طرزِ عمل سے بہت زیادہ رنجیدہ اور ملول تھے۔ روایت ہے کہ ایک روز مسجدِ حرام میں خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہُوئے تھے، جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ یہ پانچوں شخص ان کے سامنے سے گزرے، جبرائیل علیہ السلام نے عاص بن وائل کے پاؤں کی ہتھیلی، اسود بن عبد المطلب کی آنکھ، اسود بن عبد لغوث کے سر، ولید کی پنڈلی اور حارث کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو بشارت ہو ان کا شر ختم ہُوا اور آپ ان سے فارغ ہُوئے۔ ان میں سے ہر ایک مصیبت میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوا، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ایک روز عاص اپنے دو بیٹوں کے ساتھ سوار ہو کر مکّہ کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی کے کھیت میں باہر گیا ہُوا تھا، جب گھوڑے سے نیچے اترا، ایک کانٹا اس کے پاؤں میں چُبھ گیا، اس نے شور مچایا کہ مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے لڑکوں نے بہت تلاش کی مگر سانپ کا کوئی نشان نہ ملا اور اس کا پاؤں سُوج کر اُونٹ کی گردن کے مطابق موٹا ہو گیا، وُہ چلاتا تھا کہ "قتلنی رب محمد" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے مجھے ہلاک کر دیا۔ اسود بن عبد المطلب مکّہ کے باہر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اندھا ہو گیا، جبرائیل علیہ السلام آئے، اس کے سر کو پکڑ کر درخت سے مارتے تھے وہ غلام کے پاس فریاد کرتا تھا جو اس کے ساتھ تھا وہ کہتا تھا میں کسی شخص کو نہیں دیکھتا جو تجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔ یہ تمام بے چینی کیوں ہے؟ وُہ فریاد کرتا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب قتل کرتا ہے، تھوڑی دیر کے بعد وُہ بھی عاص کے پاس دوزخ میں پہنچا۔ اسود بن عبد لغوث کو مکّہ کے باہر بادِ سموم نے آ لیا، اس کا رنگ سیاہ ہو گیا، جب گھر واپس آیا، گھر والوں نے اسے

نہ پہچانا اور اسے گھر میں گھسنے نہ دیا، دروازہ بند رکھا، غصّہ سے اپنا سر دروازے سے مارتا رہا، یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا، حارث بن قیس نے شور مچھلی کھائی جس سے پیاس نے اس پر غلبہ کیا، جس قدر پانی پیتا تھا، سیر نہیں ہوتا تھا، کہتا تھا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب قتل کرتا ہے، اس نے اس قدر پانی پیا کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ ولید بن مغیرہ ایک روز ایک تیر بنانے والے کے پاس سے دامن کشاں گزرا، ایک تیر اس کے دامن کے ساتھ چمٹ گیا اس نے انتہائی تکبر کی وجہ سے چادر اوپر نہ کی اور عورتوں کے پاس سے اسی طرح گزرا اور تیر کو دامن سے باہر نہیں نکالا یہاں تک کہ اس کی پنڈلی زخمی ہو گئی جس سے عرق النساء کی اسے بیماری ہو گئی وہ درد والم سے چیختا چلاتا اور کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے مجھے قتل کر دیا، یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا آیت اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ اس کی تائید کرتی ہے۔

بعثت کے دسویں سال کے واقعات

موتِ ابو طالب ارباب سیر و تاریخ نے یوں بیان کیا ہے کہ گھاٹی سے نکلے ہوئے آٹھ ماہ اکیس دن ہو گئے حضرت ابو طالب نے وفات پائی۔ محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ جب ابو طالب بیمار ہوا قریش اس کی بیمار پرسی کے لیے آئے، پہلے انہیں نوازا، پھر اس جماعت کو نصیحت کی، ان کو تعظیم کعبہ، صلہ رحمی، مزدور کی رعایت اور سوالی کو عطیات دینے کی وصیت کی، سچ بولنے اور امانت کی ادائیگی پر بہت اصرار کیا، پھر کہا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور پیروی کرو کیونکہ وہ قریش کا امین اور عرب کا صدیق ہے وہ ایک ایسے کام کے لیے مبعوث ہوا ہے جسے دل نے قبول کر لیا ہے اور زبان نے اس کی سچائی کی گواہی دی ہے، خدا کی قسم مجھے یوں نظر آتا ہے کہ دنیا بھر کے اشراف اور اطراف و اکناف کے سادات و عظماء اور اکابر نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا ہے اور اس کے قول کی تصدیق کی ہے۔ تمام ملک عرب و عجم اس کے قبضۂ تصرف میں آ گیا ہے تمام جہان کے انتظام و انصرام کی باگ ڈور اس کے دستِ تدبیر میں دے دی گئی ہے، نیک بختی اور سعادت کے دروازوں کی کنجیاں اس کی فرمانبرداری کی جیب میں رکھ دی گئی ہیں اے بنی ہاشم

اس سے قربت اور نزدیکی حاصل کرو، جان و مال سے اس کی مدد کرو۔ قریش نے کہا : اپنے بھتیجے سے درخواست کیجئے کہ جنت سے کوئی چیز منگوا دے جس کی وہ یہ سب تعریفیں کرتا ہے اور آپ کے لیے بھیجے تاکہ وُہ آپ کے لیے شفاعت ہو۔ ابوطالب نے ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ تیرا چچا کہتا ہے کہ میں بُوڑھا، کمزور اور بیمار ہُوں جنت سے تھوڑے سے کھانے پینے کی آرزو رکھتا ہُوں، مجھے عنایت فرمائیے تاکہ وُہ میری تندرستی کا باعث ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابُوطالب کے قاصد کو کوئی جواب نہ دیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو اس مجلس میں حاضر تھے، نے جواب دیا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جنت کے طعام و شراب کو کفّار کے لیے حرام قرار دیا ہے۔ قاصد نے واپس جاکر صورتِ حال بیان کی، کفّار نے پھر ابُوطالب سے کہا: دُوسری مرتبہ پھر اسی شخص کو اسی غرض کے لیے بھیجا، اس دفعہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکَافِرِیْنَ۔ قاصد نے آنحضرت کے جواب کو پہنچا دیا۔ قاصد کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت ابوطالب کے گھر تشریف لے گئے، دیکھا کہ گھر قریش سے بھرا ہُوا ہے، آپ نے فرمایا: مجھے اپنے چچا کے ساتھ تھوڑی دیر ٹھہرنا ہے آپ ذرا باہر تشریف لے جائیں۔ کہنے لگے: آپ کی ان سے رشتہ داری ہے تو ہم بھی ان کے رشتہ دار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا: چچا جان! حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے بچپن میں میری کفالت کی اور میرے بڑا ہو جانے پر میری رعایت اور شفقت میں دریغ نہیں کیا، اب وقت یہ ہے کہ آپ ایک کلمہ کہہ کر میری امداد کریں تاکہ قیامت کے روز میں خدا تعالیٰ کے پاس آپ کی شفاعت کروں۔ حضرت ابوطالب نے پوچھا: وُہ کون سا کلمہ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا اِلٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریك لہ کہہ دیجئے۔ حضرت ابوطالب نے کہا: میں یقیناً جانتا ہُوں کہ آپ میرے خیر خواہ ہیں، خدا کی قسم اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ آپ کو سرزنش کریں گے اور کہیں گے کہ تیرا چچا موت سے ڈر گیا، میں یقیناً یہ کلمہ کہہ کر آپ کی آنکھیں روشن کرتا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ ابیات اس وقت پڑھے: ؎

ودعوتنی علمت و انك ناصحی   ولقد صدقت و کنت فیہ امینا

آخر شعر تک۔ کہتے ہیں قریش نے جب اشعار کے کلمات سُنے یا چیخے کہ آپ اپنے بزرگوں عبدالمطلب، ہاشم اور عبدالمناف کی ملت سے رُوگردانی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصرار فرماتے تھے کہ چچا جان! ایک بار اس کلمہ کو کہہ دیجئے تاکہ قیامت میں آپ کے کام کو دلی تسلی کے ساتھ کر سکوں۔ ابوجہل، عبداللہ اور ابی امیہ پھر اصرار کرتے تھے کہ اے ابوطالب! عبدالمطلب کے دین و ملت سے انحراف کرتا ہے، یہاں تک کہ آخرکار اس نے کہا: نہیں، ابوطالب بزرگوں اور عبدالمطلب کی ملت پر جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چچا جان! کیا بات ہے کہ تمام لوگوں کو میری بات سننے اور پیروی کرنے کی وصیت کرتے ہو اور خود مخالفت کرتے ہو۔ اس نے کہا، خدا کی قسم اگر تندرستی کی حالت میں ہوتا تو آپ کی اتباع کرتا، خدا کی قسم مجھے یہ بات بُری معلوم ہوتی ہے کہ لوگ کہیں ابوطالب مرتے وقت موت کے ڈر سے مسلمان ہوا اور صحت کی حالت میں مسلمان نہیں ہُوا۔ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ابوطالب کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو اس کے سرہانے سے اُٹھ کھڑے ہُوئے اور فرمایا: خدا کی قسم حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے تمہارے لیے بخشش طلب کروں گا۔ ایک دُوسری روایت میں ہے کہ جب ابوطالب کا مرض شدت اختیار کر گیا، قریش نے سمجھ لیا کہ وُہ اس بیماری سے نجات نہیں پائے گا ایک دوسرے سے کہا اگرچہ ابوطالب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں پُوری پوری کوشش کرتے تھے، اب وہ موت کے کندھوں پر سوار ہے ہمیں اس کے بھتیجے کے کام سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ حمزہؓ جس سے زیادہ بہادر عرب میں پیدا نہیں ہوگا مسلمان ہو گیا، عمر خطابؓ جس کا دبدبہ اور سیاست روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے اس کا فرمانبردار بن گیا اور ہر قبیلہ کے لوگ اس کے دین میں داخل ہو چکے ہیں اور روز بروز اس کا کام ترقی پر ہے اور ہر روز اس کی آواز عرب کے قبائل میں پھیلتی جاتی ہے جب وہ بلند مرتبہ ہو جائے گا وُہ مکہ اور اہل مکہ پر غالب آجائے گا، ہمیں اس کا مطیع اور فرمانبردار ہونا پڑے گا یا جنگ اور مقابلہ کرنا پڑے گا، مصلحت یہی ہے کہ ہم ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوں اور درخواست کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلائے اور ہمارے اور اس کے درمیان صلح کے قواعد مستحکم کرے تاکہ اُس کے بعد اُسے ہمارے دین کے ساتھ کوئی واسطہ نہ ہو،

اور ہمیں بھی اس کی ملامت سے کوئی سروکار نہ ہو، جب تمام اس بات پر متفق ہو گئے عتبہ، شیبہ، ابوجہل، امیہ بن خلف، ابوسفیان بن حرب اور دوسرے سرداران قریش کی ایک جماعت ابوطالب کی خدمت میں آئی اور کہا: اے ابوطالب! ہم نے ہمیشہ آپ کی سرداری اور حکومت کا اعتراف کیا اور کبھی بھی آپ کے حکم سے سرتابی نہیں کی، ہمیں ڈر ہے کہ جب آپ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اسی طرح دشمنی اور جھگڑا باقی رہے گا۔ اگر آپ مصلحت سمجھیں تو اُسے طلب کیجئے اور طے کیجئے کہ وہ اس کے بعد ہمارے دین و مذہب سے تعرض نہ کرے ہم بھی اس سے تعرض نہیں کریں گے۔ حضرت ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور کہا: قریش کے سردار اور اشراف کی آپ سے ایک درخواست ہے اگر قبول ہو جائے آپ کے مقاصد حاصل کرنے میں وہ کوشش کریں گے اور آپ کی خواہش کے مطابق زندگی گزاریں گے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری بھی قوم سے ایک درخواست ہے۔ پوچھا: آپ کی درخواست کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری درخواست ایک کلمہ سے زیادہ نہیں ہے جب اسے کہہ لیں گے تمام عرب پر حاکم ہو جائیں گے اور تمام عجم ان کا فرماں بردار ہو جائے گا۔ ابوجہل نے کہا: ہم ایک کلمہ کی بجائے پانچسو کلمات کہیں گے فرمائیے وہ کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیجئے۔ قوم نے جب یہ سنا تو سخت برہم ہوئی اور کفِ افسوس ملنے لگی۔ انہوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے ایک ہزار خداؤں کو ایک کرتا ہے، یہ عجیب کام ہے، ہم جسقدر تیری رعایت کرتے ہیں اور تیری مراد کے متلاشی ہوتے ہیں تو نہیں چاہتا کہ اصلاح کی کوئی صورت پیدا ہو۔ یہ کہا اور اُٹھ کر چلے گئے۔ اس کے بعد ابوطالب نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) قریش سے آپ کی درخواست معقول تھی اور آپ نے موقع کی بات کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطالب کی اس بات سے اس کے ایمان لانے کی امید ہوئی، آپ نے فرمایا: چچا جان! ایک دفعہ کلمہ لا اِلٰہ الا اللہ کہہ دیجئے تاکہ قیامت کو اس کے وسیلہ سے آپ کی شفاعت کروں۔ ابوطالب نے کہا: قسم بخدا! اگر قریش کی ملامت اور لوگوں کے اس گمان کا، کہ میں موت کے ڈر سے ایمان لایا ہوں، خوف نہ ہوتا تو میں آپ کی

خاطر یہ کلمہ کہہ دیتا اور آپ کے دل کو اس سے خوش کرتا اور آنکھوں کو روشن کرتا، پھر اس کی حالت متغیر ہوگئی، زبان منہ میں پھیرتا تھا، عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے کان کو اس کے منہ کے نزدیک لے جاکر کہا: اے میرے بھتیجے! وُہ کلمہ جسے تو اُسے کہنے کے لیے رہنمائی کرتا تھا، کہتا ہے مگر کمزوری کی زیادتی کی وجہ سے دُوسروں تک آواز نہیں پہنچا سکتا۔ اس روایت کو دلائل النبوت میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

اہل بیت سے روایت ہے کہ وُہ اس بات پر متفق ہیں کہ ابوطالب ایمان کے ساتھ فوت ہُوا ہے۔ لیکن یہ روایت اہل سنت وجماعت کے مخالف ہے اور اس روایت کے مخالف بہت سے دلائل موجود ہیں۔

پہلی دلیل: جب حضرت ابوطالب فوت ہو گئے، امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا: عمّك الشيخ الضال قد مات۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور فرمایا: جاؤ اسے نہلاؤ اور تکفین وتجہیز کا انتظام کرو۔ اور فرمایا: انه مات مشرکًا۔ نیز فرمایا: اذهب نورہ غفر الله له ورحمته، جاکر اسے ڈھانپ دو، خدا تعالیٰ اُسے بخشے، خدا تعالیٰ اس پر رحمت کرے، اگر مجھے منع نہ کر دیا گیا تو مَیں اس کے لیے بخشش طلب کروں گا۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کی وفات پر بہت ملول ورنجیدہ ہُوئے، روئے، جنازہ کے ساتھ گئے اور فرماتے تھے: چچا جان! آپ نے صلہ رحمی کا حق ادا کیا، میرے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی، خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، حاصل کلام یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ عمّك الشيخ الضال قد مات، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ انه مات مشرکا، ابُوطالب کے کفر پر مرنے کی دلیل ہے۔

دُوسری دلیل: جب حضرت ابوطالب کو دفن کر دیا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ سے واپس ہُوئے تو کئی روز تک گھر سے باہر نہیں نکلے اس وعدہ کی بنا پر جو ابوطالب سے موت کے وقت کیا تھا کہ میں آپ کے لیے خدا تعالیٰ سے مغفرت طلب کروں گا، ہمیشہ اس کے لیے مغفرت طلب کرتے، جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پتا چلا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ وہ بھی اپنے ان آباؤ امہات کے لیے جو کفر کی حالت میں فوت ہوئے تھے طلب مغفرت کرنے لگے حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کافر باپ کے لیے مغفرت طلب کی تھی، حق سبحانہ' و تعالیٰ نے آیت بھیجی مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ کہتے ہیں کہ آیت إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ اس جگہ انتہائی لطیف بشارت ہے کہ حق سبحانہ' و تعالیٰ کو چونکہ مشرکین کی بخشش مطلوب نہیں۔ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے متعلق استغفار کرنے سے منع فرمادیا' گنہگاروں کو چونکہ بخشنا چاہتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لیے استغفار کا حکم فرمایا وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔

امام فارابی فرماتے ہیں: فکما لا یجوز ان یغفر لمن نہاہ عن الاستغفار انہ لا یجوز ان لا یغفر من امرہ بالاستغفار لہ، جس طرح مشرکین کا بخشنا جائز نہیں اسی طرح مومنین کا نہ بخشنا بھی جائز نہیں۔ واللہ یفعل مایشاء۔

تیسری دلیل: صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابو طالب بن عبد المطلب کے کفر پر ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ میرے باپ (عباسؓ) نے کہا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابو طالب آپ کا خیر خواہ تھا، آپ کی حمایت اور مدد کرتا تھا اور آپ کی خاطر قریش سے تعصب برتتا تھا، خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی فائدہ اسے پہنچے گا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، آگ کی ضحضاح میں ہے اور اگر وہ میری حمایت و نصرت میں نہ ہوتا تو دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔ "ضحضاح" تنگ پانی کو کہتے ہیں جو پست زمین میں جمع ہو جاتا ہے اور ٹخنوں تک پہنچ جاتا ہے اور یہ آگ سے استعارہ کیا گیا ہے۔

چوتھی دلیل: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، آپ نے فرمایا:

اهون الناس عذابا يوم القيامة ابی طالب له شراکان من النار يغلی منها

دماغ، یعنی ابوطالب کا عذاب قیامت کے روز دُوسرے تمام کافروں سے نرم اور ہلکا ہوگا، اس کے پاؤں میں آگ کی دو جوتیاں ہوں گی ان جوتیوں کی حرارت سے اس کے سر کا مغز کھولتا ہوگا مگر اس کا خیال یہ ہوگا کہ مجھ سے زیادہ کسی کو عذاب نہیں ہو رہا۔

بعض علماء کا قول ہے کہ کفر کی چار قسمیں ہیں :

۱۔ کفر انکار ۲۔ کفر جحود

۳۔ کفر نفاق ۴۔ کفر عناد

کفر انکار یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو نہ پہچانے، نہ دل سے اور نہ ہی زبان سے۔

کفر جحود یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو دل سے جانے مگر زبان سے اقرار نہ کرے جیسے ابلیس کا کفر، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہودیوں کا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے :۔

فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ الیٰ جحدوا۔

کفر نفاق یہ ہے کہ زبان سے خدا تعالیٰ کا اقرار کرے لیکن دل میں اعتقاد نہ ہو۔

کفر عناد یہ ہے کہ دل سے خدا تعالیٰ کو پہچانے لیکن زبان سے خدا تعالیٰ کا اقرار نہ کرے اور نہ ہی اس کے احکام و فرامین کے سامنے سرِ تسلیم خم کرے، جیسے ابو طالب کا کفر، اس نے کہا : ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان البریاد بنا،

اور یہ طے شدہ بات ہے کہ جو شخص بھی ان چاروں اقسام میں سے کسی کے ساتھ بھی متصف ہوگا وہ مغفرتِ الٰہی سے محروم رہے گا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فوتیدگی

اربابِ سیر وتاریخ، خدا انہیں جزائے خیر دے، نے لکھا ہے کہ مشہور قول کے مطابق ابوطالب کی وفات کے تین روز بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت دُگنی ہوگئی اور درد والم اور مصائب کی کوئی انتہا نہ رہی، کیونکہ آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مونس وغمگسار تھیں، غم و اندوہ اور حزن و ملال کی کثرت کی وجہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے بہت کم باہر نکلتے تھے، یہاں تک کہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کا نام "عام الحزن"

رکھا، یہ بعثت کا دسواں سال تھا۔

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رحلت کے وقت، موت کی شدت کرب و بے چینی کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت فرمانی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روئے اور دُعا فرمائی، اس کے بعد فرمایا: جنت تمہارے دیدار کی مشتاق ہے، تمام امہات المؤمنین سے تُو بہتر ہے، تُو تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہے، تُو مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ سے زیادہ بزرگ ہے، میں تجھے جنت میں تیری والدہ حوّا اور تیری بہن سارہ جو حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ ہیں، کے سپرد کرتا ہوں۔ اے خدیجہ! اپنی ان بہنوں سے خوشی اور شادمانی سے مل جن کا عورتوں میں ثانی نہیں ہے اور مومنات میں قدرت و اقتدار میں بے مثل ہیں کبھی انہوں نے خوف و مشیت الٰہی سے خدا کی قسم نہیں اُٹھائی، حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ان کو عورتوں کے عذر یعنی حیض و نفاس سے پاک رکھا اور تمام جہان کی عورتوں پر اُنھیں فضیلت دی اور دونوں کا معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک میرے ساتھ نکاح کر دیا، یہ دونوں جنت میں تیرے ساتھ ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت خدیجہؓ نے یہ خبر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی باوجودیکہ جانکنی کی حالت میں تھیں، مسکرائیں اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو مبارک ہو، ان کی صحبت سے آپ نفع اٹھائیں اور وہ آپ سے منتفع ہوں، خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا کہ وہ میری سوکنیں نہیں ہیں، غیرت کی رُو سے کوئی تکلیف ان سے مجھے نہیں پہنچے گی، بلکہ میری بہنیں ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ھٰذہ و اللہ الحق المبین و تمام الیقین والفضل فی الدّین، اور فرمایا: جو کچھ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے خدا تعالیٰ کے فرمان پر اظہار رضامندی واللہ حق مبین ہے اور تمام فضل اور یقین دین میں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے اگرچہ بظاہر رضامندی کا اظہار کیا لیکن از روئے غیرت جو کمال محبت کی مقتضی ہے اس کے چہرہ کی حالت تبدیل ہو گئی اور سوکن کی تکلیف کے نشانات اس کے چہرہ پر ظاہر ہو گئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: زندگی میں ہمیشہ آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رعایت فرماتے تھے، وفات کے وقت آپ نے یہ اندوہ اسے پہنچانا کیسے جائز سمجھا، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس کے نیک کاموں کو دیکھا مگر کسی میں سوا جہاد اور غزوات میں شرکت کے کوئی کمی نہیں تھی، کیونکہ سوکن پر غیرت کھانا عورتوں کے لیے جہاد اور غزوہ ہے۔ میری خواہش ہوئی کہ غزوہ وجہاد کا ثواب بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے اس لیے ایک لحظہ کے لیے یہ غم اس پر میں نے جائز رکھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات

اگرچہ اس حمیدہ خصال کے اوصاف کے کمال اخلاق کے گہرے دریا میں غوطہ لگانا غواص کے لیے ممکن نہیں۔ لیکن اس درجات صدق ویقین میں سبقت لے جانے والی مقبرۃ المعلیٰ میں مدفون خدیجۃ الکبریٰ کے کچھ فضائل اور بعض خصوصیات احاطۂ تحریر میں لائی جاتی ہیں۔ بعون اللہ وحسن توفیقہ۔

وہ فاضلہ کاملہ دختر خویلد بن اسعد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن لوی تھی، اس کا نسب قصی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ گزشتہ صفحات میں معلوم ہوا کہ ان کا عقد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کب باندھا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر کتنے سال تھی، ایمان لانے میں سبقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انس و محبت پہلے لکھی جا چکی۔ اب اس عورتوں کی سردار رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں سے دس خصوصیات سنیے:

۱۔ جب تک یہ پاکباز وبلند مرتبہ عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔

۲۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اُس وقت شادی کی جبکہ آپ کنوارے تھے۔

۳۔ آپ نے انہیں تمام عورتوں سے بہتر کہا۔

حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو افضل مانتے ہیں اور ایک جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ترجیح

دیتی ہے اور بعض لوگ توقف کرتے ہیں۔

۴۔ جبرائیل علیہ السلام نے رب العالمین کا سلام سید المرسلین کے ذریعہ سے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پہنچایا۔

۵۔ یہ کہ زندگی بھر آنحضرت کو آزردہ نہیں کیا اور ایسا طرزِ عمل اختیار نہیں کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر ملال کا غبار آنے پائے۔

۶۔ یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوا ابراہیمؑ کے ان سے پیدا ہوئی۔ پہلا قاسمؓ اور اسی وجہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہوئی۔ دوسری زینبؓ، تیسری رقیہؓ، چوتھی فاطمہؓ اور پانچویں ام کلثومؓ اور ایک قول کے مطابق فاطمہؓ سب سے چھوٹی تھیں، اور یہ تمام نبوت سے پہلے پیدا ہوئے۔ چھٹا عبداللہ اور صحیح قول کے مطابق طیب اور طاہر اسی کے لقب ہیں۔ درج الدرر میں اسی طرح ہے، اور ایک دوسرے قول کے مطابق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خدیجہؓ سے تین لڑکے شمار کیے ہیں قاسم، طیب اور طاہر اور مشہور قول کے مطابق چار لڑکے تھے۔ یہ تینوں اور عبداللہ۔ لیکن اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام بچپن کے زمانہ میں فوت ہو گئے۔ لڑکیاں جوان ہوئیں اور اُن کی شادیاں ہُوئیں، ان سے اولاد پیدا ہوئی، ان کی تفصیل اپنی اپنی جگہ پر آئے گی۔

۷۔ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد کا سلسلۂ نسب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر ختم ہوتا ہے اور یہ آپ کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

۸۔ یہ کہ آپؓ سب سے پہلے اسلام لائیں۔ عورتوں میں سے کسی نے بھی آپ پر سبقت نہیں کی اور من سن سنۃ حسنۃ کے مطابق اس کا ثواب دُگنا ہُوا۔

۹۔ یہ کہ ان کے پاس بہت سا مال و دولت تھا جو کہ تمام خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے صرف کیا، اسی وجہ سے انہیں ازواجِ مطہرات پر فضیلت ہے جن میں یہ خصوصیت نہیں تھی۔ تفسیر کبیر میں ہے، خدا تعالیٰ کا قول ہے کہ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے پاس

غمگین حالت میں آئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا حال ہے؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قحط کے دن ہیں اور لوگ محتاج ہیں، اگر میں ان کی امداد کرتا ہوں اور درویشوں اور محتاجوں پر احسان کرتا ہوں تو تیرے مال کا نقصان ہے جس کی وجہ سے حجاب ہے اور اگر ایثار اور سخاوت سے باز رہتا ہوں تو باز پرسی اور سزا کا گمان ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے قریش کو بلایا، حاضرین میں سے ایک حضرت ابوبکر صدیق رضؓ بھی تھے۔ صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس قدر سُرخ سونا لاکر باہر ڈال دیا کہ جو شخص اس ڈھیر کی دُوسری طرف تھا مجھے دکھائی نہیں دیتا تھا، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے گروہ قریش! گواہ رہو کہ یہ مال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حق اور ان کی ملکیت ہے، جس کو چاہیں دیں اور جہاں چاہیں خرچ کریں۔

۱۰۔ حضور علیہ السلام ان کے لیے زندگی میں اور بعد موت استغفار فرماتے اس حد تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بہت زیادہ یاد کرنے کی وجہ سے غیرت کھائی اور ایک روز کہا آپ قریش کی بوڑھی عورتوں میں سے ایک بوڑھی عورت کو جس کے منہ میں بڑھاپے کی وجہ سے کوئی دانت باقی نہیں رہا تھا، وہ اپنی عمر گزار چکی تھی، اب خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کا بدل عطا فرما دیا ہے کب تک یاد کرتے رہیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: خدا کی قسم مجھے اس سے بہتر کوئی عورت نہیں ملی، وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب تمام لوگ کافر تھے، اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب تمام لوگوں نے مجھے جھٹلایا، اس نے اس وقت میری امداد کی جب تمام لوگوں نے مجھے محروم رکھا، خدا تعالیٰ نے مجھے اس سے فرزند عنایت فرمائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے طے کر لیا کہ آئندہ وہ کبھی بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بُرائی سے یاد نہیں کرے گی۔

روایت ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے انہیں مقبرہ حجون میں جو مکّہ میں قبرستان ہے دفن کیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مبارک ان کی جدائی سے بہت غمگین وملول ہوا، ان کی وفات بعثت کے دسویں سال ہوئی، ان کی عمر مبارک

پینسٹھ سال تھی، پچیس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔ آپ کی بہت زیادہ فضیلتیں ہیں، صرف ان چند پر اکتفا کیا گیا ہے۔

کتاب دلائل النبوۃ وغیرہ میں ہے اور ثقہ ائمہ حدیث سے سُنا گیا ہے کہ جب ابو طالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دار البقا کی طرف رحلت فرما گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حزن و الم متواتر اور مسلسل ہونے لگے، کم عقلوں کی جرأت اور سختی اور دشمنوں کی عداوت پے در پے ہونے لگی۔ نقل ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے مجمع کے پاس سے گزرے انہوں نے اپنے میں سے ایک احمق کو اس بات پر آمادہ کیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر خاک ڈالے، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، جس سے آپ کے سر مبارک اور چہرہ اقدس پر خاک پڑ گئی اور سر مبارک خاک آلود ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لڑکی نے آپ کو اس حالت میں دیکھ لیا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ، رخسار اور سر سے گرد دُور کرتی اور روتی تھی خواجۂ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات نے فرمایا جب تک ابو طالب زندہ تھا قریش مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے، پھر فرمایا: میری بیٹی! مت رو، خدا تعالیٰ تیرے باپ کی حمایت کرے گا اور اپنی آغوشِ تربیت میں پرورش کرے گا۔

روایت ہے کہ جب ابو لہب کو معلوم ہُوا کہ اس مایۂ عیش و سرور کی نسبت قریش نے ظلم و ستم کی آستیں سے دستِ تعدی نکالا ہے اور ظلم و ستم کا طریق اختیار کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ زیادہ سے زیادہ بے ادبی اور گستاخی کرتے یہاں تک کہ دشمن بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کرنے لگے۔ ابو لہب جو ہمیشہ دشمنی کرتا، نے طغیان و سرکشی کی آگ پر پانی چھڑکا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت و حمایت کا ذمہ دار رہوا۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنے کام کی تبلیغ میں ثابت قدم رہ، ابو طالب کے زمانہ میں جیسا کرتا تھا، کر، لات و عزیٰ کی قسم جب تک میں زندہ ہُوں دشمن تجھے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

نقل ہے کہ قریش کے ایک احمق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں، جب ابو لہب کو معلوم ہوا تو اس نے اس شخص کو مارا پیٹا، وہ احمق فریاد کرتا ہُوا قریش کی محفل میں گیا

اور کہا: ابولہب مسلمان ہوگیا ہے۔ قریش نے ابولہب سے پوچھا: کیا آپ دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو گئے ہیں؟ اُس نے جواب دیا: نہیں، میں ملّتِ عبدالمطلب پر ہُوں، لیکن اپنے بھتیجے کی حمایت کرتا ہُوں تاکہ کوئی ملال اسے نہ پہنچے اور فارغ البالی سے اپنا کام کرے۔ قریش نے کہا: آپ اچھا کام کرتے ہیں اور صلہ رحمی کا حق ادا کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام میں مصروف رہے اور مشرکین ابولہب کے خوف سے آپ کو تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے، یہاں تک کہ ابوجہل بن ہشام اور عقبہ بن ابی معیط نے مکر وحیلہ کے طور پر ابُولہب سے کہا کہ تُو اپنے بھتیجے سے دریافت کر کہ عبدالمطلب کی جگہ کہاں ہے؟ ابولہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ عبدالمطلب کی جگہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: وُہ اپنی قوم کے ساتھ ہے۔ ابولہب نے ان سے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے جواب میں یُوں کہا ہے۔ انہوں نے کہا: اس بات کا معنیٰ یہ ہے کہ وُہ دوزخ میں ہے، ابولہب اس بات سے مشتعل ہُوا اور کہا: عبدالمطلب دوزخ میں جائے گا؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، جو شخص اس کے دین پر چلے گا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخی ہوگا۔ اس بات سے بہت زیادہ رنج وملال اس کے نامبارک دل میں پیدا ہوا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بعد مجھ سے ساتھ دینے کی اُمید نہ رکھ اور میری دوستی سے ہاتھ اٹھالے اور اپنی حمایت کی باگ ڈور کسی اور کے سپرد کر کیونکہ ہمارے درمیان دوستی کا رشتہ ٹوٹ گیا ہے۔ پس قریش پھر دلیر ہو گئے اور اپنے اُسی بدبختی کے کاروبار میں مشغول ہُوئے اور وہ لعنتی بے ادب کتا یعنی ابولہب ایذا دینے والوں کے تنگ راستہ پر بیٹھا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی پر کمر بستہ ہُوا۔ اس میں اس قدر مبالغہ کیا کہ آپ کو مکّہ چھوڑ کر قبائل کی طرف رُخ کرنا پڑا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف کی طرف تشریف لے جانا

ارباب سیر رحمہم اللہ نے اپنی معتبر کتابوں میں یُوں تحریر فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفّار وفجّار کی بے ادبی و گستاخی کی وجہ سے مکّہ میں نہ ٹھہر سکے تو زید بن حارثہ کے ساتھ مکّہ سے باہر تشریف لائے

اور طائف جانے کا عزم کیا، ممکن ہے کوئی جماعت آپ کی حفاظت و رعایت کے لیے اٹھ کھڑی ہو، پہلے بنی بکر وائل کے قبیلہ کے پاس گئے، اس قبیلہ کو سیدھے راستہ پر چلنے کی دعوت دی، اس بدبخت قوم کو قبولیت کی توفیق نہ ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اندر جگہ نہ دی، وہاں سے بنی قحطان کے قبائل میں سے ایک قبیلہ کے پاس گئے، انہوں نے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ دی پھر اس پر پشیمان ہوئے، آپ نے وہاں سے قبیلۂ ثقیف کی طرف رُخ کیا۔ ایک روایت کے مطابق دس روز طائف میں اس قبیلہ میں رہے، قبیلہ کے اکابر واشراف میں سے ہر شخص کے پاس گئے اور اسے اسلام کی دعوت دی، لیکن کسی نے قبول نہ کی۔ اپنی قوم کے کم ظرف اور احمقوں کو انہوں نے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیں، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ کی ڈھال بن گیا، اس فرزند ارجمند کو پتھر مارتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے اس کا سر پھوڑ دیا۔ محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں طائف کے اندر قبیلہ بنی ثقیف کے رؤسا میں سے تین بھائی تھے، عبد یالیل، مسعود اور حبیب پسران عمر بن عمیر، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ملاقات کی اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان سے مدد طلب کی، ان میں سے ایک نے کہا: اگر تو پیغمبر ہو تو میں نے خانہ کعبہ کو چورایا ہو۔ دُوسرے نے کہا: خدا تعالیٰ کو تجھ سے بہتر آدمی نہیں ملا جسے پیغمبری کے لیے بھیجتا جو تجھے چُن لیا۔ تیسرا کہنے لگا: میں آپ سے بات نہیں کرتا کیونکہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو آپ کی شان و مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے کہ میں آپ سے بات کروں، اگر پیغمبر نہیں ہو تو تم سے کس لیے بات کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری رسالت کو قبول نہیں کرتے تو کم از کم اس بات کو پوشیدہ رکھو۔ خواجۂ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے یہ غرض تھی کہ قریش صورتِ واقعہ کو سُن کر بے ادبی اور ایذارسانی میں زیادہ دلیر نہ ہو جائیں، لیکن ان بدبختوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے بہت پریشان اور رنجیدہ ہو کر نکلے۔ ان بدبختوں نے اپنے احمق اور کم ظرف لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں بھیجا جو آپ کو گالیاں دیتے اور آپ کے پیچھے پتھر پھینکتے تھے اور کہتے تھے

کہ اے جادوگر!، اے مجنون! تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمارے درمیان پھوٹ ڈالے اور ہمارے سیدھے سادے لوگوں کو گمراہ کرے۔

نصرانی غلام عداس کا ایمان لانا

روایت ہے کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ کا قصد کیا، راستہ میں عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ کا ایک باغ تھا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ثقیف کی ایذا رسانی اور تعرض سے بچنے کے لیے خود کو اس باغ میں ڈال دیا اس وقت عتبہ اور شیبہ بلند مقام پر تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل ثقیف جو کچھ کرتے تھے وُہ ایک ایک کو دیکھ رہے تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انگور کے درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے اور بے انتہا حزن و ملال نے آپ کے قلب مبارک پر غلبہ کیا، سنگدلوں اور احمقوں کے پتھروں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پنڈلیاں خون آلود ہوگئی تھیں، مجروح اور غمگین دل کے ساتھ دست مبارک دُعا کے لیے اٹھائے اور مناجات کرنے لگے: "خدایا! ضعف و ناتوانی کی شکایت، عاجزی، سرگردانی، صبر کی کمی اور اپنی ذلت و خواری کی زیادتی کی حکایت جناب کی پاک درگاہ میں عرض کرتا ہوں، تیرے جمال باکمال کا وصف ارحم الراحمین ہے، گِرے ہوؤں کی دستگیری اور آوارہ لوگوں کی معذرت کو قبول کرنا تیری بے انتہا عنایت سے وابستہ ہے۔ رحمت و مہربانی ہیں تو کافی ہے' ہر شکستہ حال کی بھلائی تیرے ہی پاس ہے، اے میرے پروردگار! میری مشکل حل کردے، اگر تُو میری مشکل حل نہیں کرتا تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے، اس غیور کے جو مجھے دیکھ رہا ہے اور پیشانی پر بل ڈال رہا ہے یا عہد شکن دشمن جو میری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اگر میرے پروردگار کی توجہ میری طرف مبذول ہے تو مجھے اس سے کوئی باک نہیں ہوگا۔ ؎

ایا لیت تحلوا والحیٰوۃ مریرۃ
ویا لیت ترضی والایام عقاب

؎ اگر جہان ہمہ دشمن شوند از بد و نیک
تو دوست باش کہ از دشمنی خلق چہ باک

لیکن میری تقصیرات سے تیری معافی کا میدان زیادہ وسیع ہے۔ میں تیرے چہرہ کے نور

کے ساتھ پناہ چاہتا ہُوں، وُہ نور جو تاریکیوں کو روشن کرنے والا ہے، دنیا و آخرت کے کام گو درست کرنے والا ہے، اس بات سے کہ تیری ناراضگی مجھ پر نازل ہو، عتاب تیرے ہی لئے ہے یہاں تک کہ تُو راضی ہو جائے لاحول ولا قوۃ الّا باللہ، عتبہ اور شیبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے دیکھا جو کچھ دیکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے کسی و تنہائی، غربت و تکلیف مشاہدہ کی رگ قرابت میں حرکت پیدا ہُوئی، اُن کا ایک نصرانی غلام عداس نامی تھا، اس سے انہوں نے کہا انگور کے چند خوشے پلیٹ میں رکھ کر اس شخص کے پاس لے جا۔ غلام نے اپنے آقا کے فرمان کے مطابق پلیٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ پُر انوار کے سامنے جا کر رکھ دی اور دُور کھڑا ہو گیا، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر ان انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا، عداس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی چہرہ اور پیشانی کی طرف دیکھا اور کہا یہ ایسا کلام ہے جو میں نے اس ملک میں کسی سے نہیں سُنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پُوچھا: تو کون ہے اور کس ملک کا باشندہ ہے اور کون سے دین پر ہے؟ اُس نے جواب دیا: میں نصرانی ہُوں اور اہلِ نینوا سے ہُوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مردِ صالح یونسؑ بن متی کی بستی سے۔ عداس نے پوچھا: آپ یونس علیہ السلام کو کیسے جانتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرا بھائی ہے، وُہ پیغمبر ہے اور میں بھی پیغمبر ہوں۔ عداس نے پوچھا: آپ کا اسم گرامی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میرا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) عداس نے کہا: مدت ہُوئی میں نے آپ کا وصف تورات میں پڑھا ہے اور آپ کی رسالت کی تعریف تورات میں پڑھی ہے، مجھے معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو اہلِ مکّہ پر بھیجے گا وہ آپ کی فرمانبرداری نہیں کریں گے اور آپ کو وہاں سے نکال دیں گے، خدا تعالیٰ آخر کار آپ کو فتح دے گا یہاں تک کہ واپس مکّہ جائیں گے، آپ کا دین تمام روئے زمین پر پھیل جائے گا۔ اب مجھے اپنا دین سکھائیں کیونکہ کئی سال سے آپ کی بعثت کے زمانہ کا انتظار کر رہا ہُوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام پر اسلام پیش کیا، اس نے اسے دل و جان سے قبول کر لیا۔ عداس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا، قدوس قدوس کہا۔ ربیعہ کے بیٹوں نے جب یہ حال مشاہدہ کیا

تو آپس میں کہنے لگے: غلام کا کام ہاتھ سے نکل گیا۔ جب عداس واپس ہُوا اس سے پُوچھا: تجھے کیا ہو گیا، تُو نے کیا دیکھا اور اس شخص سے کیا سُنا کہ تُو نے اس کے ہاتھ پاؤں چُومے۔ اُس نے کہا: اس نے مجھے ایسی بات بتائی جو پیغمبر کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ انہوں نے کہا: تجھ پر افسوس ہے، تجھے اس نے دھوکا دیا اور تیرے دین کو خراب کر دیا۔ عداس نے کہا: ایسا مت کہو، تمام روئے زمین پر اس سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔ القصّہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے چلے گئے اور بطن نخلہ میں ٹھہرے جو مکّہ سے ایک رات کی راہ ہے۔ نصیبین کے جنّات کی ایک جماعت وہاں خدمت میں حاضر ہُوئی اور سعادتِ ایمان حاصل کی۔

جنّات کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا اور ایمان لانا

نقل ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطن نخلہ میں نزول اجلال فرمایا کفار کی ناپسندیدہ باتوں اور اشرار کی شرارتوں سے آپ کا دل مبارک فکرمند اور پُراز رنج و ملال تھا۔ دن ختم ہونے کو تھا، شاہ آفتاب اپنا تخت بارگاہ ظہور سے حرم سرائے غروب میں لے گیا اور آسمان کے سبزہ زار کے میدان کو نورانی چاند سے آراستہ کیا، آپ نے وہیں توقف فرمایا، مادر ایام نے تاریکی کی چادر اس لاجوردی محل کے حرم نشینوں کے سروں پر ڈال دی اور پری پیکر ستاروں کی آنکھ میں سُرمہ ڈال دیا، سیّد کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی خوشبودار شمع جلائی اور عود کو نیاز کی انگیٹھی میں جلاتے تھے کہ اچانک سات اور ایک روایت میں نو نصیبین کے جِنّ اور ایک روایت کے مطابق نینوی کے جِنّ اس جگہ پہنچے، حضرت سیّد المرسلین کی عنبریں زلفوں کی خوشبو کو سُونگھا، نماز کے اندر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن پڑھنا انہوں نے سُنا، قرآن کی رُوح پرور نسیم کو سُونگھنے اور رُوح میں فرحت و انبساط پیدا کرنے والے قرآنی کلمات کو سُننے کے لیے ٹھہر گئے، نماز کے پُورا ہونے اور تلاوت آیات بیّنات کے سُننے سے فراغت کے بعد انہوں نے خود کو صاحبِ قرآن کے سامنے ظاہر کر دیا، رسولِ انس و جِنّ اور آزاد و غلام تمام انسانوں میں مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ایمان کی دعوت دی جسے انہوں نے بلا توقف و تکلف قبول کر لیا، اور

تحقیق کی گیند تصدیق کے میدان سے لے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اپنے گھر واپس پہنچو، اپنی قوم کو دین کی دعوت دو اور میرا پیغام ان کو پہنچا دو۔ انہوں نے قبول کر لیا، چنانچہ آیہ کریمہ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ؁ اس واقعہ سے خبر دیتی ہے، جب وہ اپنی قوم میں پہنچے جنات کے سامنے انہوں نے کلام مجید کی کچھ فصاحت و بلاغت اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ جہاں افروز کو مختصراً بیان کیا، جن بِلا دیکھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گرفتار ہوئے اور میدانِ طلب میں آپ کی خدمت میں علمِ توجہ بلند کیا۔ بعض تفاسیر اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جب جنات چوری چھپے باتیں سننے سے روک دیے گئے آسمان کی طرف جانے سے ممانعت ہو گئی، آپس میں کہنے لگے: کوئی بات ہو گئی ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حجاب بن گئی ہے۔ اب تمام دنیا میں مشرق سے مغرب تک معلوم کرنا چاہیے تاکہ اس کا سبب معلوم ہو سکے، ان سیاحوں سے جن کے ذمہ ارض تہامہ کی تلاش تھی سات جن بطنِ نخلہ میں پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتفاقاً ملاقات ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد اور ایک روایت میں صبح کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب جنوں نے قرآن سنا تو کہنے لگے: قسم بخدا ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان یہی حائل ہے۔ اس کے بعد دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی سعادت حاصل کی، جب اپنی قوم کے پاس واپس پہنچے تو کہا: اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؁ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا۔

نقل ہے کہ اس رات کے تین ماہ بعد ان روحانی اشخاص کی ایک جماعت جو لطیف اجسام رکھتے ہیں اور احکامِ الٰہی کے مکلف ہیں، فلاح و نجات کے چہروں پر حجاب کا پردہ ڈالے خود کو چھپائے مکہ کے مقبرہ حجون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کے آنے کی خبر دی اور ایک روایت میں ہے کہ حرم مکہ کے درختوں میں سے ایک درخت

آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چل کر حاضر ہوا اور کہا : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! جنّات کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہے اور ملاقات کا ارادہ رکھتی ہے اور حجون میں ٹھہری ہوئی ہے، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو قوم کے سامنے بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے آج رات جنّات کے پاس جانے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ ان کو اسلام کی دعوت دوں اور ان کے سامنے قرآن پڑھوں، دوستوں میں سے کون میرا ساتھ دے گا؛ تمام صحابہؓ خاموش تھے، کسی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب نہ دیا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میں آپ کی خدمت میں رہوں گا، چنانچہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل ہوا - ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ہم حجون سے ہو کر شعبِ حجون میں آئے، خواجۂ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک سے زمین پر دائرہ کھینچا اور مجھے فرمایا کہ اس دائرہ میں آجاؤ، اس خط سے باہر نہ نکلنا، اگر اس دائرہ سے باہر نکل گیا تو پھر مجھے کبھی نہیں دیکھ سکے گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پشتہ کے اوپر نماز میں مصروف ہوئے اور نماز میں سورۂ کریمہ طٰہٰ کی تلاوت شروع کی اطراف وجوانب سے جنّات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رُخ کیا اور آپ کی مجلس سے بہرہ ور ہوتے۔ ایک روایت میں بارہ ہزار، ایک قول کے مطابق ساٹھ ہزار اور ایک مذہب کے مطابق جنّات کے چالیس جھنڈے تھے اور ہر جھنڈے کے زیر سایہ کثیر تعداد تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہوئے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہیں ایمان و اسلام کی دعوت دی۔ تمام نے قبولیت کا جامہ پہنا اور محبّت کا جامِ معرفت پیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ جنّات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دعویٰ کی صداقت پر ایک ایسا خرقِ عادت کا گواہ جو رسالت پر گواہی دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت پر معجزہ ہو، طلب کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کو جو وہاں موجود تھا مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے درخت! خدا تعالیٰ کے حکم سے سامنے آ۔ وُہ درخت اسی وقت حرکت میں آیا، اپنی شاخوں کو زمین پر گھسیٹتا ہوا،

پتھروں پر چلتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا،

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے درخت! تو کس چیز پر گواہی دیتا ہے؟ درخت نے فصیح زبان میں کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ جل وعلا کے رسول ہیں۔ پھر فرمایا: واپس اپنی جگہ پر چلا جا۔ درخت اسی طرح واپس چلا گیا جیسے آیا تھا۔

نقل ہے کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ اشراف جنّوں کو منتخب فرمایا اور ان کو شریعت کے اہم مسائل سکھائے، ان کو حکم دیا کہ دوسروں کو بھی سکھلائیں، اس کے بعد جنّات اپنے اپنے گھروں اور وطنوں کو واپس ہوئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا اس رات چند اشخاص کو میں نے گدھوں کی مانند دیکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے میں زور زور کی آوازیں سُنتا تھا، میں ڈرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی آفتِ بد نہ پہنچے، انہوں نے اس قدر ہجوم کر رکھا تھا کہ میرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پردے حائل ہو گئے تھے، مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بھی سُنائی نہیں دیتی تھی، بعد ازاں جیسے بادل کے ٹکڑے منقطع ہو جاتے ہیں آہستہ آہستہ قدم قدم اور گروہ در گروہ لوٹنے لگے، وہ پرُے دُور ہو گئے یہاں تک کہ میدان بالکل صاف ہو گیا، صبح طلوع ہونے کے بعد جبکہ فراشِ قدرت نے نور کی چادر اور ظہور کا شامیانہ عالم نور کی دلہن کی سرائے پر کھینچ دیا، حضرت خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، پوچھا: کیا دیکھا؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے سیاہ مردوں کو دیکھا جنھوں نے سفید کپڑے لپیٹ رکھے تھے۔ آپ نے فرمایا: وہ نصیبین کے جنّ تھے، مجھ سے انہوں نے درخواست کی کہ ان کی سواری اور خود ان کے لیے خوراک مقرر کروں۔ ان کی خوراک وہ ہڈی ہو گی جو ہم کھانے کے بعد پھینک دیتے ہیں اور ان کی سواری کی خوراک ہماری سواریوں کی لید ہو گی۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے پوچھا یارسول اللہ! ہڈی اور لید ان کو کیسے کفایت کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہم جس ہڈی کو بھی پھینکیں گے خدا تعالیٰ اسی مقدار گوشت جو ہم نے کھایا ہے اس پر پھر پیدا فرما دے گا اور ہر لید سے اس قدر دانہ جس قدر دانہ کھا کر لید بنی ہے ان کی سواریوں کے لیے پیدا کر دے گا

اور حدیث لا تستنجوا العظم ولا بروث فانہا زاد اخوانکم من الجن اس معنیٰ کا ثبوت ہے،

ہم اپنے قصہ کی طرف واپس آتے ہیں۔

ارباب سیر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطن نخلہ میں چند روز قیام فرمایا، پھر لوٹنے کا ارادہ فرمایا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لوٹنے کی خبر ان دوستوں نے سنی جو مکہ میں تھے تو انہوں نے پیغام بھیجا کہ ابھی آنے میں توقف فرمایئے کیونکہ قریش کے کم عقل لوگ طائف کے مخالف باشندوں کے سلوک سے واقف ہو چکے ہیں، ایسا نہ ہو کہ اس طرزِ عمل کی پیروی کریں اور ظلم و ستم کے دروازے ہم پر کھول دیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ حرا پر آئے اور ایک شخص کو اخنس بن شریق اور سہل بن عمرو کے پاس بھیجا، اور درخواست کی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حمایت میں لے لیں تاکہ آپ مکہ میں تشریف لے آئیں۔ اس بے راہ ناپاک اخنس بن شریق اور بے توفیق سہل نے آپ کی درخواست پر کوئی توجہ نہ دی، اور حمایت کا جھنڈا، تختِ عنایت کے بادشاہ کے نام بلند نہ کیا، اس کے بعد مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ میں تیری حمایت میں اپنے گھر میں آؤں اور بے خوف خانۂ کعبہ کا طواف کر سکوں؛ مطعم نے کہا: ہاں مجھے قبول ہے، صلہ رحمی اور شفقت کے راستہ کو پائے مروت سے طے کر سکتا ہوں، پس مطعم نے اونٹ پر سوار ہو کر وادی حرم کے اطراف و جوانب میں ندا کی کہ اے قومِ قریش! جان لو اور آگاہ رہو کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری پناہ میں ہے، ہر نیک و بد کو چاہیے کہ اس کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئے، ابوجہل لعین نے پکارا کہ اے مطعم! تو اجیر ہے یا تابع؛ یعنی اسے اپنی حمایت میں لیا ہے یا اس کے دین میں داخل ہو گیا ہے؛ مطعم نے کہا: نہیں، بلکہ اسے اپنی حمایت میں لیا ہے۔ اس نے کہا، جو تیری پناہ میں ہے وہ ہماری پناہ میں ہے، ہمارے اختیار کی باگ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں آئے اور حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور طواف کی سنت ادا کی، پھر اپنی خاص مجلس میں تشریف لائے، مطعم اور اس کے متبعین آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے، آپ قبائل کے پاس جاتے اور دین کی دعوت دیتے تھے، جب بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی جماعت کو دینِ اسلام کی دعوت دیتے اکثر یوں ہوتا کہ ابولہب جہنمی پیچھے سے آتا اور اس جماعت کو دین کے قبول کرنے اور

سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت سُننے سے منع کرتا اور کہتا کہ اس شخص کی بات مت سنو، جھوٹا ہے، یہ تمہیں اپنے آباؤ اجداد کے راستہ پر چلنے سے روکنا چاہتا ہے اور نیا دین پیش کرتا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ دُوسرے روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مطعم کے پاس گئے اور حمایت ترک کرنے کی درخواست کی، مطعم نے اس کی وجہ پُوچھی، آپ نے جواب دیا کہ میں ایک دن سے زیادہ مشرک کی پناہ میں نہیں رہنا چاہتا۔ مطعم نے آپ کی درخواست قبول کر لی، خدا تعالیٰ جل وعلا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پناہ میں محفوظ رکھا، کفار ہمیشہ دین کو چھپانے اور سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ملّت کو قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے جس طرح بھی ہو سکتا تھا، لوگوں کو دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم قبول کرنے سے ڈراتے اور اطراف وجوانب کے لوگوں کو روکتے تھے اور اگر کوئی مسافر کسی دوسرے ملک سے وہاں پہنچتا تو اسے بہرصورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچنے سے روکتے تھے، ایسا نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی سعادت سے مشرف ہو، خصوصاً زمانۂ حج میں ان میں سے ایک طفیل بن عمرو دوسی تھا جو مکّہ میں آیا، کفار نے اگرچہ بہت چاہا کہ اسے دین قبول کرنے سے روکیں مگر کامیاب نہ ہو سکے ؎

ہر کہ با خورشید دارد ہمنشینی روز و شب
ہر شبِ تاریک باوے ہمچو روز روشن است

نقل ہے کہ طفیل بن عمرو دوسی قبیلۂ دوس کا سردار اور رئیس تھا

ایمانِ طفیل بن عمرو دوسی

جس کی شہرت اطراف وجوانب میں پھیلی ہُوئی تھی، مکہ میں آیا، قریش کی ایک جماعت اس کے استقبال کو گئی اور کہا: آپ بزرگ آدمی ہیں اور ہماری آپ سے پرانی شناسائی اور دوستی ہے، شفقت اور نصیحت کے طور پر بات کہتے ہیں قبول کریں۔ طفیل نے کہا: کہئے کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے درمیان ایک شخص پیدا ہُوا ہے جس کے ہاتھ سے ہم تنگ ہیں، ہمارا اور ہمارے باپ دادے کا دین تباہ کر دیا، ہمارے اور قوم کے درمیان تفرقہ کی بنیاد رکھی، جادو کی مانند اس کی باتیں ہیں جو سُنتا ہے اپنے رشتہ داروں سے جُدا ہو جاتا ہے اور گھر بار چھوڑ دیتا ہے ؎

قمری نالاں کہ عاشق بود بر بالائے سرو　　در سرا و کرد آخر خانمانِ خویش را

اب ہم آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ اس کے حال کو جان لیں اور کسی طرح بھی اس کے نزدیک نہ جائیں اور نہ ہی اس کی بات سنیں وگرنہ دوسروں کی طرح اس پر فریفتہ ہو جائیں گے اور حکومت، ریاست آپ کے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ طفیل نے کہا: چونکہ اس قوم نے مجھے بہت زیادہ ڈرایا تھا، میں نے پختہ عہد کر لیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نہیں جاؤں گا اور نہ ہی ان کی بات سنوں گا، جب میں مکّہ میں داخل ہوا اپنی قیام گاہ پر ٹھہرا رہا، جب کبھی مسجد کے دروازے کے سامنے سے گزرتا تو کانوں میں روئی ٹھونس لیتا تاکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ سنوں یہاں تک کہ ایک روز اتفاقاً مسجد میں داخل ہوا میں نے دیکھا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے ہیں اور قرآن پڑھ رہے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک میرے کانوں میں پہنچی جس سے میرے دل میں لذت و حلاوت پیدا ہوئی، دوبارہ آپ کا کلام سنا، حلاوت و شیرینی بڑھ گئی، میں نے سوچا، ہو سکتا ہے کہ لوگوں کی باتیں خود غرضی پر مبنی ہوں اور حسد کی وجہ سے کہی ہوں، مجھے دوسروں کے کہنے کی وجہ سے اجتناب نہیں کرنا چاہیے، میں نے دل میں سوچا، قبائلِ عرب میں جہاں کہیں کوئی مشکل پیش آتی ہے، میری رائے اس مشکل کام اور گرہ کو کھولتی ہے، اور امور کلیہ میری عقل کی تدبیر سے حاصل ہوتے ہیں میں کیوں نہ جاؤں اور اس شخص کی بات کیوں نہ سنوں، اور غور سے کیوں نہ دیکھوں، اگر وہ ٹھیک دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں کو اچھی بات کہتا ہے میں بھی اس کی فرمانبرداری کروں، جب مجھے یہ خیال پیدا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیٹھ گیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے، اُٹھے اور گھر کی طرف چل دیے، میں آپ کے پیچھے ہو لیا، جب آپ گھر میں داخل ہوئے، میں نے اجازت لی اور عرض کی: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی قوم نے مجھے ایسا ایسا کہا اور مجھے بہت زیادہ ڈرایا، اس وجہ سے میں بہت بچتا رہا، کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ آپ کی باتیں نہ سنوں، اب آج میں نے آپ کی دلنواز آواز سنی ہے جس سے میں نے حلاوت محسوس کی ہے، اب حاضر ہوا ہوں تاکہ معلوم کروں کہ آپ لوگوں کو کس امر کی دعوت دیتے ہیں، اگر اس میں بہتری ہو تو میں بھی آپ کی متابعت کروں، وگرنہ پرہیز کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے شریعت کے احکام بیان فرمائے

اور قرآن مجید مجھے سُنایا، خدا کی قسم میں نے اس سے بہتر کبھی کوئی چیز نہیں سُنی، مجھے معلوم ہوگیا کہ ان لوگوں نے حسد اور عداوت کی بنا پر یہ باتیں کی تھیں، میں نے فوراً کلمہ لا إله الا الله واشهد ان محمدًا رسول الله پڑھا اور دائرہِ اسلام میں داخل ہوگیا، پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں قبیلۂ دوس کا سردار ہوں، میں اپنی قوم میں واپس جاؤں گا، مجھے آپ کی طرف سے کوئی نشان ملنا چاہیے جو میرے اسلام کے سچا ہونے کی دلیل ہو اور آپ کی نبوت کے لیے معجزہ ہو، جب میری قوم اس نشانی کو دیکھے ایمان لے آئے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللهم اجعله اٰية، پس میں نے اجازت طلب کی، جب اپنی قوم کے پاس گیا میں نے اپنے دونوں ابروؤں کے درمیان نور چمکتا دیکھا، میں ڈرا کہ میری قوم سمجھے گی کہ میرے چہرے کو آگ لگ گئی ہے۔ میں نے کہا: خداوندا! اس ایمان کی نشانی کو میرے چہرے سے کسی دوسری حالت میں تبدیل فرما دے۔ اسی وقت نور سر کی طرف منتقل ہوگیا اور شمع کی مانند چمکتا تھا، جب قوم نے اسے دیکھا متعجب ہوئی مگر حالات کا کسی کو علم نہیں تھا۔ جب میں اپنے گھر گیا میرا باپ آیا، میں نے کہا: اباجان! مجھ سے دُور رہیے، اب نہ میں آپ کا بیٹا ہوں اور نہ آپ میرے باپ۔ باپ نے پُوچھا: کیوں؟ میں نے کہا: میں مسلمان ہوں اور آپ ابھی تک کافر ہیں، میں نے دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کر لیا ہے اور آپ ابھی تک باطل دین پر قائم ہیں، اس نے کہا: بیٹا! جو دین تیرا ہے وہی میرا ہے، اور جو دین تُو رکھتا ہے میں بھی اُسی پر ہُوں۔ میں نے کہا: جا کر پاک پانی سے غسل کیجئے اور پاک کپڑے پہن کر میرے پاس آئیے تاکہ میں آپ کے سامنے اسلام پیش کروں، والد گئے اور غسل کیا، پاکیزہ کپڑے پہن کر آئے اور دولتِ ایمان سے سرفراز ہُوئے۔ میری بیوی آئی، اس سے بھی یہی باتیں کیں، وُہ بھی مسلمان ہوگئی۔ اسی طرح ایک عرصہ گزر گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے شکایت کی، میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری قوم دو گروہوں میں تقسیم ہوگئی ہے، بعض نے اسلام قبول کر لیا ہے اور ایک جماعت قبول نہیں کرتی دعا فرمائیے تاکہ وُہ ہلاک ہوجائے، آپ نے فرمایا: میں بد دعا نہیں کرتا بلکہ دُعائے خیر کرتا ہُوں، فرمایا اللهم اهد قوم دوس، پھر فرمایا: اے طفیل! جاؤ اور قوم کو اسلام کی دعوت دو، نرمی اور مدارات اور تلطف سے

کام ہوتا کہ حق سبحانہ، و تعالیٰ انہیں دولتِ اسلام سے نوازے، میں نے جاکر نرمی اور تلطف سے دعوت دی یہاں تک کہ جب فتح خیبر کے روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا تو اُسی خاندان مسلمان ہو کر میرے ساتھ تھے، تمام کو آپؐ نے غنیمت سے حصّہ مرحمت فرمایا، مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الکفین بھیجا، میں نے ان کے بُت کو جلا دیا، ان سے جنگ لڑی، خدا تعالیٰ کی مدد سے میں نے سب کو شکست دی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ میں رہا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمِ آخرت کی طرف انتقال فرمایا، جب اہلِ یمامہ مرتد ہوئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی سرکوبی کے لیے لشکر بھیجا، طفیل اپنے دونوں لڑکوں کے ساتھ لشکرِ اسلام کے ساتھ گیا ہُوا تھا۔ جب طفیل لشکرِ یمامہ کے نزدیک پہنچا، اس نے کہا کل رات میں نے خواب دیکھا ہے جس سے میں بہت خائف ہُوں۔ ساتھیوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے دیکھا کہ انہوں نے میرا سر مونڈ دیا اور ایک پرندہ دیکھا جو میرے منہ سے باہر نکل کر اڑ گیا، ایک عورت کو دیکھا جس نے مجھے اپنی بغل میں لے لیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے لڑکے کو دیکھا کہ مجھے بہت تلاش کرتا ہے، اس کو انہوں نے مجھ سے چھپا دیا۔ جب اس نے یہ خواب بیان کیا، کہنے لگے: انشاء اللہ بہتر ہو گا۔ طفیل نے کہا: میں نے اپنی خواب کی خود تعبیر کی ہے، انہوں نے پوچھا: کیا؟، اس نے کہا: اس جنگ میں مَیں مارا جاؤں گا، سر مونڈنے کا یہی مفہوم ہے، جو پرندہ مَیں نے دیکھا ہے کہ میرے منہ سے نکل کر اڑ گیا، وہ پرندہ میری رُوح ہو گا جو مجھ سے جدا ہو جائے گی اور وُہ عورت جس نے مجھے اپنی بغل میں لیا اور اپنی طرف کھینچا وُہ قبر ہو گی یہ جو میں نے اپنے لڑکے کو دیکھا کہ مجھے طلب کرتا ہے، کی تعبیر یہ ہے کہ جب وہ مجھے قتل کر دیں گے، وہ بھی چاہے گا کہ شہید ہو جائے لیکن اس وقت وُہ شہید نہیں ہو گا۔ القصّہ جب مرتدین کے ساتھ مسلمان لڑ رہے تھے، طفیل شہید ہو گیا، اس کے بعد اس کے لڑکے نے سخت جنگ کی اسے بہت سے زخم آئے لیکن شہید نہ ہُوا۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا پہلا سال تھا جب وُہ بھی شہید ہُوا۔

آنحضرت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کا نکاح

بعثت کے دسویں سال ہی ماہِ شوال میں خولہ بنت حکیم بن عثمان بن مظعون کی صواب دید اور توسط سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان عقد نکاح منعقد ہوا ۔ قصّہ یُوں ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کی وجہ سے سلطان کن فکان کے خان و مان میں خرابی پیدا ہُوئی کہ ع

سامان خان و مان ہمہ از کدخدائی است

حضرت خولہ اس حالت کو دیکھ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا: خدیجہ رضی اللہ عنہا دنیا سے رحلت فرما گئیں ، گھر کا انتظام بغیر موافق ساتھی کے جو غمگین دل کی تسکین اور گھریلو مہمات کی کفایت کر سکے ، حاصل نہیں ہوتا ، اب اگر آپ پسند فرمائیں تو آپ کیلئے کسی شریف عورت کا رشتہ طلب کریں ۔ آپ نے فرمایا : خولہ ! عورتوں میں سے وہ کون سی عورت ہے جو اس کام کی لیاقت اور ہمارے ساتھ مناسبت رکھتی ہو؟ خولہ نے کہا : اگر دوشیزہ پسند کریں تو وہ بھی ہے اور اگر ثیب چاہیں تو وہ بھی ہے ، فرمایا : کون ہے ؟ خولہ نے کہا: دوشیزہ عائشہ رضؓ آپ کے دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور ثیب سودہ بنت زمعہ جو آپ پر ایمان لا چکی ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : دونوں کا رشتہ میرے لیے مانگ ۔ خولہ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عائشہ رضؓ کی خواستگاری کی ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شُبہ ہُوا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد اخوت باندھا ہے کیا بھائی کی لڑکی کی بھائی سے شادی کی جا سکتی ہے ۔ خولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور یہ مسئلہ پُوچھا ۔ آپ نے فرمایا : واپس جا کر انھیں کہو کہ میرے اور آپ کے درمیان اخوت اسلامی ہے ، نسبی اور رضاعی نہیں جو تمہاری بیٹی کی حرمت کا موجب ہو ۔ خولہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اطلاع دی اور اُن کو مطمئن کیا ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل کو پھر ایک اندیشہ نے آ پکڑا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے کے لیے عائشہ رضؓ کا رشتہ مانگا ہوا ہے اور انہوں نے قبول کر لیا ہے ، اس کے ساتھ وعدہ تھا ، ابوبکر رضؓ نے

کبھی وعدہ خلافی نہیں کی تھی، اس وجہ سے خویلہ کو کہا تو اسی جگہ ٹھہر اور خود مطعم کے گھر گئے، مطعم کی بیوی نے جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دُور سے دیکھا، کہا: اے ابو بکر! کیا تو اس بات کی امید رکھتا ہے کہ ہمارے لڑکے کو ہمارے دین سے پھیر دے گا اور اسے مسلمان کر لے گا، اسے اپنی لڑکی دے گا، یہ نہیں ہو سکتا۔ ابو بکرؓ نے مطعم سے پُوچھا: کیا تو بھی اسی طرح کہتا ہے؛ اس نے کہا، ہاں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے غنیمت جانا، وہاں سے گھر واپس آئے اور خویلہ سے کہا: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ وُہ تشریف لے آئیں۔ خویلہ آئیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا، اس روز عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سن ہجری کے پہلے سال ہُوئی، اپنے مقام پر اس کا ذکر ہو گا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے باقی فضائل اور خصوصیات تفصیلاً انشاءاللہ اپنی اپنی جگہ پر بیان ہوں گے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہ سے نکاح

حضرت سودہ، زمعہ بن قیس بن عبدود بن نفر بن مالک بن فہر بن عامر بن لوی بن غالب کی بیٹی تھیں، حضور کے نکاح میں آنے سے پہلے وُہ اپنے چچازاد بھائی سکران بن عمرو کی بیوی تھیں، وہ اور ان کا شوہر اتفاق رائے سے مسلمان ہُوئے اور شروع میں حبشہ کی طرف رخ کیا، وہاں جاکر سکران نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا، جب مکہ میں واپس آئے تو سکران فوت ہو گیا اور سودہ رضی اللہ عنہا تنہا رہ گئیں، یہاں تک کہ اسی سال ماہِ شوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے مشرف ہُوئیں، ان کا مہر چار سو درم مقرر ہوا، آپؓ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے عورت تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے شرفیاب ہُوئیں۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ چونکہ سودہؓ عمر کے آخرین حصہ میں تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ان کو طلاق دے دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کو ایک طلاق دے دی مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں بیٹھ گئیں اور رو کر درخواست کی کہ حضور رجوع فرمالیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے دل میں صحبت کی خواہش باقی نہیں ہے، صرف یہ

چاہتی ہُوں کہ کل قیامت کے دن آپ کی ازواجِ مطہرات میں اُٹھوں، میرے ساتھ از سرِ نو عقد فرمائیے، میں اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخشتی ہوں۔ علمائے تفسیر نے آیہ کریمہ وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِھَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا الیٰ اٰخرہٖ کا شانِ نزول یہ قصہ قرار دیا ہے، اور اس خصوصیت کو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں شمار کیا ہے، وعظ و نصیحت کرنیوالوں (اربابِ تذکیر) کی کتابوں میں مَیں نے ایک اور روایت خوشخبری پر مشتمل دیکھی ہے کہ جب سودہ رضی اللہ عنہا کا خاوند سکران فوت ہوگیا تھا اور سودہ بیوہ ہوگئی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیجا کہ اگر تو چاہے تو تیری کسی سے شادی کرا دوں، اس نے آپ سے عرض کیا، میری ہمت بلند ہے، اگر میں شادی کروں گی تو آپ ہی سے کروں گی۔ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ سودہؓ کو مایوس نہ کیجئے، نکاح میں لے آئیے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے سرفراز ہُوئیں انہیں معلوم ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت ان کی طرف زیادہ نہیں ہے۔ باوجود اس کے کہتے ہیں کہ جب اس دردمند فراق کی ماری نے طلاق کی خبر سُنی، فریاد کرتی ہُوئی عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر آئی اور وہیں دھرنا مار کر بیٹھ گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دروازہ کھولنے کے لیے اُٹھیں، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیٹھ جا کیونکہ وہ فراق کی ماری ہُوئی ہے ایسا نہ ہو کہ تجھے دیکھ کر اس کا غم و اندوہ زیادہ ہوجائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اُٹھے اور آکر دروازہ کھولا، سودہ رضی اللہ عنہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پر گر پڑیں اور عرض کیا کہ اگر مجھے نکاح میں نہیں رکھتے تو بطور لونڈی ہی قبول فرمائیے تاکہ قیامت کے دن آپ کی خدمت سے جدا نہ ہُوں۔ وہ اسی گفت و شنید میں تھے کہ جبرائیل علیہ السلام پیغام لائے کہ "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آج آپ سودہؓ کو بڑھاپے کی وجہ سے طلاق دیتے ہیں تو خطرہ ہے کہ آپ کے اُمتیوں کی اکثریت جو اعمال کے اعتبار سے بدہیئت، بدشکل اور ضعیف ہے کل قیامت کو میری رحمت سے دُور کر دی جائے تو آپ کیا کریں گے، آج ایک کو میری خاطر قبول کرلیں تاکہ کل قیامت کو میں لاکھوں گنہگاروں کو تیری خاطر قبول کروں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان نو ازواجِ مطہرات میں سے ایک تھیں جو آپ کے وصال کے وقت موجود تھیں

اور امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں وفات پائی۔ مدینہ جانے کے بعد یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی عورت تھیں جن کے انتقال کے بعد تابوت تیار کیا گیا اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ سے پانچ احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث صحیح بخاری میں ہے واللہ اعلم بالتحقیق۔

گمراہ لوگوں سے مکالمہ ومحاکمہ

ایک بدبخت جماعت چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت و دشمنی میں مشغول رہتی اور استہزاء اور مذاق کی باتیں کرتی تھی، حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کے مطابق آیات بینات نازل فرماتے، ان میں سے بعض مناظرے بعثت کے دسویں سال بعض پہلے اور بعض بعد کے ہیں۔ مگر چونکہ تمام واقعات ایک ہی انداز کے ہیں اس لیے ایک ہی فصل میں بیان ہوئے۔ یہ کل آٹھ واقعات ہیں۔

حضور کے خلاف قریش کا پہلا اجتماع

ایک دن رؤسائے قریش عتبہ، شیبہ، ابو سفیان بن الحرب، نضر بن الحارث، ابو البختری بن ہشام، ابو جہل بن ہشام، اسود بن عبد المطلب، امیہ بن خلف اور عتبہ بن ابی معیط لعنہم اللہ وغیرہ کعبہ کے نزدیک جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپس میں مشورہ کیا۔ ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج کر آپ کو بلایا اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے قبائل عرب میں کسی شخص کو وہ کچھ کرتے نہیں دیکھا جو آپ نے اپنی قوم کے ساتھ کیا ہے آپ نے ہمارے تمام معبودوں کو باطل قرار دے دیا اور ہماری قوم کو گمراہ کیا ہے، ہمارے خداؤں کو آپ نے گالی گلوچ سے یاد کیا، ہمیں کافر و گمراہ کہا ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ہم اپنی دولت آپ کو دینے کے لیے تیار ہیں اور اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ ہم آپ کو اپنا سردار اور پیشوا بنالیں اور بادشاہ تسلیم کرلیں تو ہم ایسا کرنے کے لیے بھی تیار ہیں، آپ کو بالاتفاق اپنا بادشاہ مان لیتے ہیں اور اگر کسی دماغی فتور میں مبتلا ہیں تو تجربہ کار اطباء کو بلاکر آپ کا علاج کرواتے ہیں غرضیکہ جس طرح بھی ہوسکے آپ ہمارے دین اور ہمارے معبودوں کے متعلق

لب کشائی نہ کریں۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میری قوم! مجھے تم سے نہ مال چاہیئے نہ سلطنت، بات صرف اتنی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور میری طرف اپنا کلام قرآن مجید بھیجا ہے تاکہ تمہیں جنت کی خوشخبری سناؤں اور دوزخ کے عذاب سے ڈراؤں۔ اگر آپ نے قبول کر لیا تو دنیا و آخرت کی بھلائی تمہارے ہی لیے ہے اور اگر انکار کرو گے تو میں خدا تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کروں گا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے یہ جواب سنا اور سیدالنس وجاں صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی قسم کی تبدیلی یا نرمی سے مایوس ہو گئے تو معارضہ پر اتر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لاجواب کرنے کے لیے سوالات پوچھنے لگے۔ سب سے پہلے انہوں نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہتے ہیں کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں اور اپنے دعویٰ کی صداقت پہ دلائل رکھتا ہوں، اب آپ کو پتا ہے کہ مکّہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں بہت تنگی سے گزارہ ہوتا ہے۔ پانی وغیرہ کی قلت ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی تصدیق کریں، دعا کیجئے کہ مکّہ کے پہاڑ کا صفایا ہو جائے اور میدان کشادہ ہو جائے اس میں چشمے اور نہریں جاری ہو جائیں جس طرح شام اور عراق میں بہہ رہی ہیں تاکہ ہم آسائش و سہولت سے کھیتی باڑی کر سکیں اور عمارتیں بنا سکیں، پھر دعا کیجئے کہ ہمارے مردہ بزرگوں میں سے قصی بن کلاب زندہ ہو جائے اور وہ آپ کے سچا ہونے کی گواہی دے تاکہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے خدا تعالیٰ نے اس لیے نہیں بھیجا بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ خدا تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچا دوں اگر تم اسے قبول کر لو تو دنیا و آخرت کی بھلائی تمہارے لیے ہے اور اگر قبول نہ کرو تو میں صبر کروں گا تاکہ دیکھوں کہ خدا تعالیٰ کیا حکم فرماتے ہیں۔ پھر کہنے لگے: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو کم از کم آسمانوں سے فرشتہ ہی طلب کیجئے جو آپ کی رسالت کی تصدیق کرے تاکہ ہم آپ پر ایمان لائیں۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس لیے نہیں بھیجا گیا۔ پھر کہنے لگے: تمہارے پاس نہ مال ہے نہ ملک، نہ ہی آپ کو دوسروں پر کوئی برتری یا امتیاز حاصل ہے، آپ دوسروں کی طرح کھاتے پیتے اور بازار و کوچہ میں گھومتے پھرتے ہیں، یہ دعویٰ جو آپ کرتے ہیں اس کے لیے

اسباب درکار ہیں اور باقی تمام مخلوق سے امتیاز، تاکہ آپ کا یہ دعوٰی تسلیم کیا جا سکے، اب آپ دعا کیجئے تاکہ آپ کے لیے سونے چاندی کے خزانے ظاہر ہوں، آپ کے لیے باغات ہوں جن میں نہریں جاری ہوں اور سونے کے مکانات آپ کے لیے ہوں تاکہ آپ کا شرف تمام لوگوں پر ظاہر ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس لیے نہیں بھیجا گیا، اے گروہِ قریش! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے رسالت کے لیے بھیجا گیا ہے اور یہ تمام مخترعات جن کی تم مجھ سے درخواست کرتے ہو خدا تعالیٰ کے دستِ تصرف میں ہے، اگر وُہ چاہے تو اس سے ہزار گنا زیادہ پیدا کر سکتا ہے لیکن مجھے ایسی چیزیں مانگنے کے لیے نہیں کہا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ ہمارے اس مطالبہ کو نہیں مانتے تو ہم بھی آپ پر ایمان نہیں لاتے، ہم ایمان لانے کی کوئی آرزو نہیں رکھتے، اب اپنے خدا سے کہیے کہ اگر وُہ قادر ہے اور ہم کو عذاب دے سکتا ہے تو ہم پر عذاب بھیجے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عذاب بھیجنا اس کے اختیار میں ہے اگر چاہے گا عذاب بھیجے گا اور اگر نہیں چاہے گا تو نہیں بھیجے گا۔ پھر کہنے لگے: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمارا گمان یہ ہے کہ اس قسم کی محاکات اور بعض محرمات کا اظہار رحمان یمامہ کی طرف سے تجھے حاصل ہوتا ہے اور ہم رحمان یمامہ پر ایمان نہیں لائیں گے، دُوسرے ہم میں اس سے زیادہ بات چیت کی طاقت نہیں ہے، اس کے بعد آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم تجھے قتل کرنے کے درپے ہیں، ہم نے شرم و حیا کے پردے کو اٹھا دیا ہے، ہم سے جہاں تک ہو سکا آپ کو ایذا دیں گے۔

جب رؤسائے قریش نے سید الانبیاء کے متعلق یہ کہا تو ان کے زیر اثر غنڈے کُتّوں کی طرح نعرہ و فغاں کرنے لگے اور بیہودہ گوئی شروع کر دی، ان میں سے ایک جاہل نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، جب تک آپ خدا اور فرشتوں کو گواہی کے لیے نہیں بلاتے ہم آپ کی رسالت و پیغمبری پر ایمان نہ لائیں گے۔ عبد اللہ بن اُمیّہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا زاد بھائی تھا، اُٹھا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک آپ آسمان پر سیڑھی لگا کر فرشتوں کو گواہی کے لیے نہیں لاتے جو گواہی دیں کہ آپ خداوند جل وعلا کے پیغمبر ہیں،

آسمان سے ایک کتاب لائیے جو آپ کے مدعا کی تصدیق کرے اور باوجود ان تمام باتوں کے پُورا کرنے کے مَیں آپ کی تصدیق نہیں کروں گا اور آپ کی رسالت کو تسلیم نہیں کروں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تنگ دل ہو کر اُٹھے اور مجروح دل اور پریشان حال گھر کو لَوٹے۔ حق سبحانہ، و تعالیٰ نے تمام واقعہ کے مضمون پر آیت بھیجی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم پر مرہم رکھی اور تسلی دی وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔

ابوجہل کی ایذارسانی محمد بن اسحاقؒ بیان کرتے ہیں کہ جب خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی مجلس سے بے پروا باہر نکل گئے۔ ابوجہل لعین نے حماقت کی اور کہا: اے معشرِ قریش! میری طاقت جواب دے چکی ہے اور صبر کا چارہ نہیں رہا، اس آدمی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غصّہ سے کہ باوجودیکہ اس نے ہمارے دین و ملّت کو تباہ کر دیا ہے، ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں، ہمیں بے دینی اور گمراہی کی طرف منسوب کیا، ہماری جماعت سے متعرض ہُوا، ہمارے اقرباء اور رشتہ داروں کے درمیان جھگڑے پیدا کر دیے ہم نے اس کی دلداری کی اور اس کی خوشنودی کے طالب ہُوئے اس نے کسی طرح ہماری طرف توجہ نہ کی اور ہمارے سکون و آرام کا ذرا خیال نہ کیا، اب میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا اور خود کو اور اپنی قوم کو رنج سے نجات دلاؤں گا خواہ اس کے قتل کے بعد مجھے بھی قتل کر دیا جائے۔

کہتے ہیں کہ ان دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے، رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کھڑے ہوتے، آپ کا رُخ کعبہ کی طرف بھی ہوتا اور بیت المقدس کی طرف بھی۔ دُوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ معمول وہاں نماز کے لیے کھڑے ہُوئے، ابوجہل ایک پتھر اُٹھا کر ایک کونے میں چھپ کر کھڑا ہو گیا

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ میں جانے کا انتظار کرنے لگا اور تمام قریش دُور کھڑے انتظار کر رہے تھے کہ یہ کیا حیلہ کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس طرح لڑتا ہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے، اس لعین نے فرصت کو غنیمت جان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے لیے پتھر اٹھایا فی الفور اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے اور اس کے ہاتھ سے پتھر گر پڑا، اس کا رنگ زرد پڑ گیا، خوف زدہ ہو کر پیچھے کو بھاگا، لوگوں نے جب اسے یوں دیکھا، بھاگم بھاگ اس کے پاس پہنچے اور کہا: اے ابوالحکم! تجھے کیا ہوا؟ اُس نے کہا: جب میں پتھر مارنے کے لیے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نزدیک گیا، میں نے ایک اژدہا کو مست اُونٹ کی طرح اپنی طرف آتے ہُوئے دیکھا جو منہ کھولے ہُوئے میری طرف بڑھ رہا تھا، میں ڈر گیا، میرا رنگ اُڑ گیا اور میرا ہاتھ شل ہو گیا تا آنکہ میں نے بھاگ کر جان بچائی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ وُہ پتھر ابو جہل کے ساتھ چمٹ گیا اگرچہ اس نے بہت کوشش کی کہ وُہ اسے جُدا کر دے مگر الگ نہ کر سکا۔ حیران ہوا کہ کیا طریقہ اختیار کرے کہ وہ پتھر اس سے جُدا ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گریہ وزاری کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عاجزی کرنے لگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی تو وہ پتھر اس سے جُدا ہوا۔ پھر اس نے عداوت و دشمنی کی راہ اختیار کی۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اژدہا کی خبر جب ابُوجہل کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: وُہ جبرائیل علیہ السلام تھے اگر وُہ نزدیک آتا تو اُسے ہلاک کر دیتے۔

ابُولہب اور اس کی بیوی حمالۃ الحطب

ابولہب اور اس کی بیوی دونوں اسقدر بدبخت تھے کہ قیامت کے بھی منکر تھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اکثر قیامت کے احوال اور دوزخ سے ڈراتے مگر وُہ باور نہ کرتے یہاں تک کہ ابولہب قیامت میں دوبارہ اٹھائے جانے کی تمثیل یُوں کرتا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر لیتا اور اس میں پھُونک مارتا اور کہتا رُوح بدن میں اس

طرح ہے، اور جب بدن سے باہر نکل گئی ہوا کی مانند دوبارہ بدن میں کیسے آئے گی۔ اس کی بیوی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کے لیے آپ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیتی تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک ان سے زخمی ہو جائیں۔ حق سبحانہ، و تعالیٰ نے دونوں بدبختوں کے حق میں سورہ تبت یدا ابی لہب نازل فرمائی اور اس کے ان دونوں منحوس ہاتھوں کو ہلاکت سے تعبیر کیا، اس کی عورت کے متعلق کہا کہ کل قیامت کو ہم ہر کانٹے کے عوض کانٹوں کا ایک ڈھیر بنا دیں گے اور اسے اس کی گردن میں ڈالیں گے اور دوزخ کی آگ اس میں لگا دیں گے وہ اس میں جلے گی تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ کس ہستی کی راہ میں کانٹے بچھاتی تھی ؎

زموے بیندیش کاں صفدر لیست   زخارے بپرہیز کاں خنجر لیست

مرنجان دل پشۂ ذرۂ   کراز ہر دلے سوے حضرت دریست

جب ابولہب کی بیوی نے سُنا کہ اس کے خاوند اور اس کے متعلق آسمان سے سورۃ نازل ہُوئی ہے، سخت غضب ناک ہُوئی اور آنحضرت کو مارنے کے لیے ایک پتھر اٹھایا، جب مسجد حرام میں آئی اس نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آئی تاکہ پتھر آپ کے سر مبارک پر مارے حق تعالیٰ نے اس کی دونوں آنکھوں پر اس طرح پردہ ڈال دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تو دکھائی دے رہے تھے مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی نہیں دیتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پُوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں گئے، ابھی یہاں تھے میں نے انہیں دیکھا تھا، اب نظر نہیں آتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وُہ کہتی تھی خدا کی قسم مجھے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مل جاتے تو میں یہ پتھر ان کے سر پر مار کر ان کو ہلاک کر دیتی وُہ ہماری برائیاں بیان کرتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ ہم بھی شاعر ہیں اور ہجو کہہ سکتے ہیں۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو اس طرح کہی؛ ؎

مذمما عصینا   وامراہ ابینا

ودینہ قلینا

اس جاملہ کی مذمم سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ مذمم لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں جس کی بُرائی کی گئی ہو۔ جو محمد یعنی تعریف کیا ہوا کی ضد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے لیے ان کے نام مبارک کی ضد کے ساتھ پکارا، یہاں تک کہ قریشی شیطانوں کے درمیان اس نام نے شہرت پائی اور اس اُلٹے نام کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وُہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے، نام میں تبدیلی کر دی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مذمم کہا۔ القصّہ وُہ فاجرہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلی گئی، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا، یارسول اللہ! کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا: اس نے مجھے نہ دیکھا کیونکہ اللہ نے اس کی آنکھوں کو اندھا کر دیا تھا، واللہ اعلم بالصواب۔

اُمیّہ بن خلف کو سزا

روایت ہے کہ اُمیہ بن خلف جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا اپنی آنکھوں کو ٹیڑھا کرتا اور مسخرے اور بھانڈ کی صورت میں آتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عیب بیان کرتا رہتا۔ حق تعالیٰ نے اس کے متعلق سورہ ویلٌ لکل ھمزۃ لمزۃ نازل فرمائی۔ ھمزہ وہ شخص ہے جو لوگوں کو ننگی گالیاں دیتا ہو اور آنکھ اور ابرو کے اشاروں سے لوگوں کے عیب نکالتا ہو۔ لمزہ وہ شخص ہے جو پوشیدہ طور پر لوگوں کی عیب جوئی کرے اور ان کو دُکھ دے۔

عاص بن وائل کا تمسخر

عاص بن وائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ پہنچاتا اور آپ سے بیہودہ مذاق کرتا تھا۔ خباب بن الارث رضی اللہ عنہ کی کوئی چیز اس کے پاس تھی، وُہ اس سے مطالبہ کرتے تھے، وُہ کہا کرتا: کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے یہ وعدہ نہیں کرتے کہ کل قیامت کے دن تمھیں جنّت ملے گی، اُس جگہ تم جو کچھ طلب کرو گے حق تعالیٰ تمہیں عطا کرے گا۔ حضرت خبابؓ نے کہا: ہاں۔ عاص نے کہا: جب ایسا ہی ہے تو پھر تم صبر کرو، کل جنّت میں مَیں تمہاری مطلوبہ چیز ادا کر دُوں گا، کیونکہ جب خدا تمہیں جنّت میں داخل کرے گا تو میں تم سے کم مرتبہ نہیں ہُوں گا، مجھے بھی جنت میں لے جائیں گے۔ خدا تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت بھیجی:

افرایت الذی کفر بایٰتنا وقال لاوتین مالا وولدا اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمٰن عہدا کلا سنکتب مایقول ونمد لہٗ من العذاب مدا۔

نضر بن الحارث سے مناظرہ

نضر بن الحارث بھی بڑا شیطان تھا، انتہائی فتنہ پرور، ہمیشہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ پہنچاتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی رکھتا، قرآن کے ساتھ معارضہ کرتا، اس نے بہت سے سفر کر رکھے تھے، اکثر ممالک کی سیر کی ہوئی تھی، رستم اور اسفندیار کے واقعات سے باخبر تھا، عجمی بادشاہوں کی حکایات سُن رکھی تھیں، بہت فصیح تھا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مجلس منعقد کرتے اور قرآن پڑھتے اور لوگوں کو تبلیغ رسالت کرتے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اُٹھ جاتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر آکر بیٹھ جاتا اور رستم اور اسفندیار کا قصہ شروع کرتا، عجمی بادشاہوں کے قصّے درمیان میں بیان کرتا جاتا تا جاہل اس کی حکایات کی طرف راغب ہوتے اور اس کے گرد جمع ہو جاتے، بعض کور باطن اس کی باتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیمتی باتوں پر ترجیح دیتے، خیالی باتوں اور بے حقیقت جھوٹی بکواس کو قرآنی حقائق و اشارات پر ترجیح دیتے کہ یہ باتیں جو نضر بن حارث بیان کرتا ہے ان پُرانے افسانوں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں زیادہ اچھی ہیں ؎

ہمائے کوہ فگن سایۂ شرف ہرگز
دراں دیار کہ طوطی کم از زغن باشد

حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اس کے متعلق آیت بھیجی: ان کان ذا مال و بنین اذا تتلیٰ علیہ اٰیاتنا قال اساطیر الاوّلین، فرمایا کہ یہ آیت نضر بن الحارث کے متعلق نازل ہوئی اور ان کے ساتھیوں کے متعلق جو اس کی باتوں کو اچھا کہتے تھے یہ آیت آئی: ومن الناس من یشتری لہو الحدیث،

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، ولید بن مغیرہ ایک جماعت کے ساتھ حاضر تھا، نضر بن الحارث آکر بیٹھ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دلیل و برہان سے

اس طرح ثابت کیا کہ وُہ کوئی جواب نہ دے سکا تمام حاضرین کو معلوم ہوگیا کہ اس کے پاس کوئی بات باقی نہیں رہ گئی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نضر بن الحارث اور اس کے متبعین کے متعلق یہ آیت پڑھی: انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم انتم لھا واردون۵ اور مجلس سے باہر آ گئے، قریش باتیں کرنے لگے اور اس بات سے انہیں بہت دُکھ پہنچا، ابھی قریش مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عبداللہ زبیری آ پہنچا۔ یہ بات اس کے سامنے پیش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کی اور نضر بن الحارث کے لاجواب ہونے اور مجلس میں ہونے والے مجادلات کو بیان کیا۔ اسے اپنی دانشمندی پر بڑا ناز تھا۔ کہنے لگا: اگر میں اس وقت موجود ہوتا تو اس آیت پر جو اس نے تمہاری نسبت پڑھی ہے اسے لاجواب کر دیتا۔ انہوں نے پوچھا: وہ کیسے؟ اس نے کہا: کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ نہیں کہتے کہ ہم اور ہمارے تمام معبود دوزخ میں جائیں گے" انہوں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: ہم میں عرب کے بہت سے ایسے قبائل ہیں جو فرشتوں، حضرت عزیر اور حضرت عیسٰی علیہما السلام کی پرستش کرتے ہیں۔ اس تقریر کے مطابق فرشتے، حضرت عزیر اور حضرت عیسٰی علیہما السلام بھی دوزخ میں ہوں گے۔ قریش اس کی اس بات سے حیران ہوئے اور اس کی تعریف کی۔ انہوں نے دوبارہ مجلس منعقد کی اسی بات کو دوبارہ شروع کیا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کے قول کے مطابق لازم آتا ہے کہ فرشتے، حضرت عزیر اور حضرت عیسٰی علیہما السلام بھی دوزخ میں جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: کل من احب ان یعبد من دون اللہ فھو مع من عبدہ انما یعبدون الشیطان، یعنی جو کوئی اس کی عبادت کرنے والوں کی عبادت سے راضی ہو بلکہ اس بات کو دوست رکھتا ہو کہ اس کی پرستش کی جائے مثلاً فرعون، نمرود، شداد کے پرستش کرنے والوں کے ساتھ دوزخ میں جائے گا۔ فرشتے اور پیغمبر اس سے پاک ہیں کہ وہ اپنی پرستش پر راضی ہوں۔ ان کی زندگی میں ان کی پوجا کرنے کی کسی کو جرأت نہ تھی، ان کی وفات کے بعد شیطان نے خیالی صورت بنا کر ایک کا نام عزیر اور دوسرے کا عیسٰی رکھ دیا۔ جو لوگ اس صورت کی پُوجا کرتے ہیں وہ درحقیقت شیطان کی پرستش کرتے ہیں۔ جب قیامت ہوگی ان کو اس دیو کے ساتھ جو ان کا معبود تھا سب کو دوزخ میں بھیج دیں گے اور حضرت عزیر اور حضرت عیسٰی

علیہما السلام جنت کے صدر نشینوں میں سے ہوں گے۔ یہ بات ان پر قوی حجت ثابت ہوئی، انہیں اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ حق سبحانہ، وتعالیٰ نے اپنے حبیب کی بات کے مطابق آیت بھیجی اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولٰٓئِکَ ھُمْ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ۔

عقبہ بن ابی مغیظ کی حرکت شنیعہ

اُبی بن خلف اور عقبہ بن ابی مغیظ ایک دوسرے کے دوست تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن۔ ایک روز عقبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور آپ کی باتیں سُنیں۔ جب اُبی کے پاس گیا تو وہ اس سے سخت ناراض ہوا اور کہا کہ اب مجھ سے قطع تعلق کرلے اس کے بعد میں تیرا منہ دیکھوں گا نہ ہی تجھ سے کوئی بات کروں گا، اس بات پر اس نے قسم اٹھائی، صرف اس بات پر کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیوں گیا اور ان کی باتیں کیوں سُنیں، عقبہ ہرچند محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے اظہار بیزاری کرتا رہا مگر اسے یقین نہ آتا تھا، یہاں تک کہ اس بات پر فیصلہ ہُوا کہ اگر عقبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھوک ڈالے تو وہ (ابی بن خلف) اس سے دوستی کرلے گا۔ اس بدبخت نے اس لعین کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حرکت شنیعہ کا ارتکاب کیا۔ حق تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت بھیجی؛ وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ۝ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا۔

ولید بن مغیرہ کی گستاخی

ولید بن مغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن اور حاسد تھا، ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرتا اور واہیات مذاق کرتا، اس بات پر وہ بہت مغرور تھا اور اس کا اظہار کرتا رہتا تھا کہ یہ ممکن نہیں کہ مجھ جیسا عقلمند اور دانا مکہ میں اور مسعود بن عمیر ثقفی جیسا طائف میں ہو اور جبرائیل علیہ السلام ہماری طرف آنے کی بجائے ابوطالب کے یتیم بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے آیت بھیجی؛ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ۝ اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ

اُبی بن خلف کی شرارت

ابی بن خلف ایک روز بوسیدہ ہڈی کا ایک ٹکڑا اٹھائے ہُوئے تھا اور کہتا تھا کہ یہ ناممکن بات سُنو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے کہ اس ہڈی کو جو بوسیدہ ہو چکی ہے۔ پھر زندہ کریں گے اور قبر سے اٹھائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس نے اس بوسیدہ ہڈی کو اپنی انگلیوں سے مَسلا اور پھونک مار کر اُڑا دیا اور کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تو کہتا ہے کہ اس گرد کو جس کے اجزا متفرق ہیں، جمع کریں گے اور اس میں جان ڈالیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ہاں میں کہتا ہوں، اے اُبَی! جب تو قبر میں بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جائے گا تو تجھے اٹھایا جائے گا اور دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ پھر خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہُوئے یہ آیت بھیجی: اَوَ لَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ۝ الی آخر السورہ۔

اسود بن المطلب کی گستاخیاں

اسود بن المطلب ایک روز اکابر قریش کی ایک جماعت ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور امیہ بن خلف کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کے دوران ملے اور استہزاء کے طور پر کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آؤ ہم اور تم عبادت میں شریک ہو جائیں، ہم تمہارے خدا کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہمارے خداؤں کی عبادت کریں، اگر آپ کا خدا بہتر ہوگا تو ہم نے بھی اس کی پرستش کی ہوگی اس کی خیر و برکت ہمیں پہنچے گی اور ہمارے خدا بہتر ہوئے تو آپ نے ہمارے خداؤں کی عبادت کی ہوگی اور ان کی خیر و برکت آپ کو پہنچے گی حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر یہ آیتیں بھیجیں: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ الی آخرہ۔

اسی قسم کے مناظرے مختلف سورتوں اور آیات کے اُترنے کا سبب ہُوئے جو بیشمار ہیں اور تفاسیر اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اس کتاب میں اتنی تعداد ہی کافی ہے۔

اگرچہ کفار اور جہلاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذلت آمیز سوالات پوچھتے تھے اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرے اور مباحثے کرتے تاہم ان میں سے ہر ایک سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عزت واقبال، جاہ وجلال اور کمال کا سبب بن جاتا، کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی اور ذلت کا پروگرام بناتے، حق سبحانہ، وتعالیٰ انہی معاملات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وبزرگی کا سبب بنا دیتا۔ مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں:

منکراں را قصد از لال ثقات ذل شد عز و ظہور معجزات
قصد شان ز انکار ذل دیں بدہ عین ذل عز رسولاں آمدہ
گر نہ انکار آمدے از ہر بدے معجزہ برہاں کجا نازل شدے
خصم منکر تا نشد مصداق خواہ کے کند قاضی تقاضاے گواہ
معجزہ ہمچوں گواہ آمد زکے بہر صدق مدعی در بیشکے
طعن چوں می آمد از ہر نا شناخت
معجزہ میداد و حق وحی نواخت

بعثت سے دسویں سال کے واقعات

اس سال کے دوران انصار میں اسلام پھیلنے کا آغاز ہوا۔ سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات موسمِ حج میں حاجیوں کے گروہ در گروہ آنے کی وجہ سے قبائل کے استقبال کے لیے باہر جاتے اور اسلام کی دعوت دیتے اس سال بھی حسبِ معمول عقبہ کی طرف تشریف لے گئے، قبیلۂ خزرج کے چھ آدمی اسعد بن زرارہ، عوف بن الحارث، قطبہ بن عامر بن حدید، عقبہ بن عامر، جابر بن عبداللہ بن رباب اور رافع بن مالک آئے ہوئے تھے، چونکہ تقدیرِ الٰہی اس سعادت مند جماعت کی پیشانی پر قبولیت کی تحریر لکھ چکی تھی اور مدینہ میں یہودی علماء کی خبریں ان کو ملی تھیں کہ بنی لوی بن غالب سے ایک ایسا پیغمبر مبعوث ہوگا جس کی دولت وسلطنت کا جھنڈا سب پر لہرائے گا اور اس کے دبدبہ کے ظہور کا وقت قریب پہنچ چکا ہے اور اس کے اظہارِ جمال کا وقت آگیا ہے تاکہ اس پسندیدہ پیغمبر کے انوار کی شعاعوں سے کفر وانکار کی تاریکیاں دور ہوں اور بت پرستی کے دستور و آئین کو

دنیا سے اکھاڑ پھینکے، مردانگی کی تلوار غیرت کے نیام سے نکالے اور دشمنوں کو ہلاک کرے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھ اشخاص کے سامنے نبوت کا اظہار کیا اور ان کو دین اسلام کی دعوت دی تمام نے قبول کیا اور فرمانبرداری کے دامن کو پوری مضبوطی سے پکڑا، مخلصانہ عقیدت میں باقی تمام اہلِ مدینہ سے ممتاز ہو گئے، مدینہ واپس آنے کے بعد وہاں کے باشندوں کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور اسلام کے ضابطوں کی تاکید میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا، وعظ و نصیحت کی صیقل سے دوستوں کے دلوں سے غفلت کے زنگار کو دُور کرتے تھے، جس طرح مکّہ معظمہ میں اسلام میں سبقت لے جانے والی ایک مخصوص جماعت تھی، مدینہ منورہ میں یہ چھ اشخاص دولتِ اسلام میں سب سے سبقت لے گئے اور والسابقون الاوّلون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان کے مطابق یہ اور ان کے تبعین خوشنودی اور لقاءِ خداوندی کی دولت سے مشرف ہوئے وباللہ العصمة والتوفیق۔

باب چہارم

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حکمتِ معراج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج آپ کے زبردست معجزوں اور واضح خصوصیات میں سے ہے، واقعۂ معراج کو مصنفین نے بہت مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ جس زمانہ میں مولفِ کتاب وعظ و نصیحت کی غرض سے تقریریں کیا کرتا تھا، معراج کے متعلق عجیب و غریب واقعات، اشارات اور اخبار و آثار جمع کرنے کا شوق تھا، اس کے متعلق اس نے ایک رسالہ لکھا تھا، اس کے مسودہ کی تیاری میں بہت محنت کی۔ اِس کتاب میں جس کا نام معارج النبوۃ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا پوری تفصیل سے ذکر کرنا مناسب معلوم ہوا۔ لامحالہ اس واقعہ کا طرزِ بیان واعظوں کے انداز پر رکھا گیا ہے۔ محدثین، مفسرین اور واعظوں کی روایات سے معراج کے متعلق جو بھی قوی یا کمزور اور ضعیف روایات دستیاب ہوئیں اس باب میں درج کر دی گئیں، اس لیے یہ باب دوسری تمام سیرت کی کتابوں سے ممتاز ہو گا۔

اللہ کے افعال میں بے شمار حکمتیں اور اشارات ہیں، رسالہ معراجیہ میں بعض اشارات اور حکمتوں کو بیان کیا گیا ہے لیکن اس جگہ بیس[۲۰] حکمتوں پر اکتفا کیا گیا ہے:

حکمت نمبر ۱ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیہ کریمہ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ نازل ہونے سے پہلے کبھی نوافل کی نماز پڑھتے اور کبھی آرام فرماتے ایک رات آپ کی چشم مبارک خواب میں تھی اور دل بیدار کہ جبرائیل امین کے پروں کی دل نواز آواز ساتویں آسمان سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشِ ہوش میں پہنچی خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے اور بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئے، جبرائیل علیہ السلام

تشریف لائے اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حق سبحانہٗ و تعالیٰ آپ کو سلام بھیجتا اور فرماتا ہے کہ میں نے آپ کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ اپنے غلاموں کے گناہوں کی مغفرت طلب کریں اور اس کام کا خوابِ راحت اور بسترِ استراحت سے کوئی تعلق نہیں، اب اُٹھیے اور باہر وادیٔ مکہ تک قدم رنجہ فرمائیے تاکہ اپنی اُمت کے افعال، اعمال اور احوال سے واقف ہو کر عبرت حاصل کریں اور آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ وقتِ خواب ہے یا ہنگامِ بیداری۔" حضرت جبرائیلؑ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک پکڑے وادیٔ مکہ میں لے آئے اور تمام اُمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا اور ایک ایک کے گناہ دکھائے، آپ نے اس قدر گناہ و عصیان اور ذلت کے اسباب ملاحظہ فرمائے جو حد و شمار سے باہر تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: "اے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ مقامِ محمود حاصل کرنا چاہتے ہیں تو نوافل کی طرف توجہ مبذول فرمایئے، کم خوری اور بیداری کی ریاضت کیجئے، بھوک اور بیداری کی برکت سے شفاعت کے درجات تک پہنچئے۔" پھر یہ آیت پڑھی: وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے گناہوں کے مشاہدہ سے اور عتابِ باری سے متاثر مجروح دل اور زخمی سینہ کے ساتھ گھر لوٹے۔ اللہ کے حضور عرض کی: بار الٰہا! اب میں ان کی کون سی معصیت اور عیب کی معذرت کروں اور کون سے جرم و گناہ کی شفاعت۔ حکم ہوا: آپ کی اُمت کے گناہ آپ کی شب بیداری کے ساتھ وابستہ ہیں، اگر تہائی امت کی مغفرت چاہتے ہیں تو رات کا تیسرا حصہ جاگئے اور اگر نصف تو آدھی رات، دو تہائی تو دو تہائی اور اگر تمام امت کی مغفرت چاہتے ہیں تو تمام رات خدا کی عبادت کیجئے۔ کہتے ہیں کہ سورہ یا ایھا المزمل قم الیل الا قلیلا نصفہٗ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ ورتل القرآن ترتیلا ۞ اتری، اس معنی کو بیان کرتی ہے جس کو اُوپر بیان کر چکے ہیں۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہائی، نصف اور دو تہائی کے حساب کی رعایت مشکل ہے، بسترِ مبارک کو بالکل لپیٹ دیا اور شب بیداری کرنے لگے۔ القصہ کمرِ ہمت باندھی اور عبادت و شب بیداری میں مصروف ہوئے، نہ دن کو آرام تھا نہ رات کو چین، نہ صبح فارغ تھے نہ شام، لمبی لمبی راتیں دو ۲ رکعت میں ختم کر دیتے اور صبح سے رات تک

اُمت کا غم کھاتے ، اس قدر قیام کا اہتمام کیا کہ پائے مبارک سُوج گئے۔ پروردگار جل و علا کی بارگاہ میں اس قدر نالہ وزاری کی کہ مقرب فرشتے بھی تڑپ اُٹھے ، اور عرض کیا کہ خدایا! یہ کیسا دُکھ ہے جو گنہگار امت کی خاطر اس مبارک فطرت بے گناہ پر رکھا ہے ہر لمحہ جس کے غم واندوہ کی آواز آسمانی محلات اور عالم قدس تک پہنچتی ہے ، خداوند جل وعلا نے کمال بے نیازی سے سورۂ کریمہ طٰہٰ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى بھیجی یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو فرمایا تھا کہ ہماری عبادت اور اُمت کے استغفار کے لیے قیام کیجئے یہ نہیں کہا تھا کہ ریاضت و مجاہدہ سے خود کو ہلاکت میں ڈال دیں ، اُمت کے گناہوں کو آپ کے سامنے پیش کیا جو آپ کو بہت زیادہ دکھائی دیے ، اب ہم آپ کو ملکوتِ اعلیٰ پر لاتے ہیں تاکہ اپنی رحمتوں کے دریا اور مغفرت کے خزانے آپ کو دکھائیں تاکہ آپ دیکھ لیں کہ معصیت امت زیادہ ہے یا دریاہائے رحمت ۔ ؎

آفاق تیرہ روز ز روئے سیاہِ ماست
دریائے رحمتِ تو فزوں از گناہِ ماست

حکمت نمبر ۲ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جانے میں یہ حکمت تھی کہ چونکہ قضاءِ الٰہی اور حکمِ خداوندی جاری ہو چکا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اپنی اُمت کی شفاعت کریں گے اہل سعادت اور اہلِ شقاوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاں آرا فکر سے وابستہ تھے ، اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ میں ہر شخص اس طرح مشغول ہوگا کہ دُوسرے کی طرف توجہ کرنے کی مجال ہی نہیں ہوگی اور دُوسرے کے حالات پر نظر ڈالنا ناممکن ہوگا ، اس لیے حضرت خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر لے گئے اور وہاں عجائب و غرائب آپ کو دکھائے ، جنت کے درجات اور جہنم کی پہنائیوں کو دیکھا ، ثواب کے انعام اور دردناک عذاب کو ایک ایک کر کے دیکھا ، ان کی ہیبت اور سختی کو جانچا تاکہ جب قیامت کا دن ہو اور ان کی سختی اور ہیبت ظاہر ہو تو تمام لوگوں کے لیے اس کا دیکھنا دشوار اور سخت ہوگا ان کی زبان سے نفسی نفسی کے الفاظ نکلیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے اسے دیکھا ، سمجھا اور گزارہ ہوگا ، آسانی سے گزر جائے گا ، یہاں تک کہ تمام لوگ نفسی نفسی کہہ

رہے ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمتی اُمتی کہیں گے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے فرعون کی طرف بھیجا، موسیٰ علیہ السلام نے معجزہ طلب کیا، اُن کے عصا کو ان کا معجزہ بنا دیا اور فرمایا: الق عصاك۔ اپنی لاٹھی پھینکئے، انہوں نے پھینکی تو اژدہا بن گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے ڈرے اور بھاگ کھڑے ہوئے، حکم ہوا خذھا ولا تخف، اسے پکڑ لو اور مت ڈرو۔ آپ سے ڈر اور خوف جاتا رہا، پھینکنے کا حکم دینے میں یہ حکمت تھی کہ اگر ایک مرتبہ اس صورت کو مشاہدہ نہ کیا ہوتا دوسری مرتبہ وہ بھی فرعون اور فرعونیوں کی طرح ڈر جاتے اور اُن کا معجزہ ضائع اور بیکار ہوجاتا۔ اسی طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات عالمِ غیب کے امور مشاہدہ نہ ہوتے تو قیامت کے روز دوسروں کی طرح خائف ہوتے اور گنہگاروں کی شفاعت کے لیے زبان نہ کھولتے۔

حکمت نمبر ۳ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں سے بہشت کا وعدہ فرمایا ہے اور اپنے دیدار کا امیدوار کیا ہے کہ للذین احسنوا الحسنیٰ و زیادۃ اور تمام طالبانِ حق کو کامرانی کی بزم گاہ میں دوستی اور محبت سے بلایا ہے واللہ یدعوا الی دار السلام اور اس نعمت کے حاصل ہونے کا واسطہ اور اس دولت کی وصولی کا رابطہ ہمارے آقا و مولیٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر کسی سامان کی خرید کی طرف کسی خریدار کا رجحان ہو تو دلال کی معرفت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور جب تک دلال اس سامان کی حقیقت سے پورے طور پر واقف نہ ہو، اس مال کی جس طرح چاہیے تعریف و توصیف نہیں کر سکتا، پس خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رب العزت کی بارگاہ میں وصال کا واسطہ اور وصول کی دلیل ہیں۔ اس دنیا میں جو فضل و شرف کی سرائے اور انعام و اکرام کی بارگاہ ہے، لے گئے اور مکانات، اطعمہ، اشربہ اور قیمتی لباس، زیورات ایک ایک کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طالبانِ راہِ حق کو ترغیب دینے کے لیے بھیجا تاکہ آپ کی رہنمائی اندھوں کے لیے فائدہ بخش ہو۔

حکمت نمبر ۴ بعض علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حبیب خدا تھے اور دوست کو تمام موجودات کی اطلاع ہونی چاہیے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ شاہان مجازی

جب کسی انسان کو اپنی محبت کے لیے مخصوص کرتے ہیں تو اپنے خزانے اور دفینے اسے دکھاتے ہیں اور اس کے قبضۂ تصرف میں دیتے ہیں اسی طرح سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کے خزانے اور دفینے دکھائے رایت الی الارض فارایت مشارقہا ومغاربھا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر لے گئے اور آسمانوں کے ملکوت دکھائے، جنّت و دوزخ کی کنجی آپ کی عزت وجلال کی جیب میں رکھی تاکہ جو شخص آپ کی دولتِ شفاعت سے مشرف ہو، جنت کی فیروزمندی کا مظاہرہ کرے اور جو شخص اس سعادت سے محروم رہے ہرگز فلاح وبہتری کا منہ نہ دیکھے۔ نعوذ باللہ۔

حکمت نمبر ۵ جب عالمِ وجود نے نیستی سے ہستی کا جامہ پہنا، زمین اور آسمان کے درمیان مناظرہ ہُوا۔ آسمان اپنے آپ کو برتر شمار کرتا اور زمین اپنے آپ کو، تو اس سلسلہ میں تفسیر بحر الدرر میں چند مقامات پر اس مناظرے کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے یہاں مُشتے نمونہ از خروارے کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ آسمان نے کہا: میں بلند وبالا ہوں والسماء رفعھا۔ زمین نے کہا: مجھ میں فراخی ہے وجعل لکم الارض بساطا۔ آسمان بولا: مجھ میں سخاوت کا مادہ ہے جو موتی مجھے عطا ہوتا ہے بخش دیتا ہوں۔ زمین بولی: مجھے ایسا وجود عطا کیا گیا ہے کہ جو بوجھ بھی مجھ پر رکھا جاتا ہے اٹھا لیتی ہوں۔ آسمان نے کہا: مجھے انوار بخشے گئے ہیں۔ زمین نے جواب دیا مجھے اسرار عطا کیے گئے ہیں۔ آسمان نے کہا: مشیت ایزدی نے خورشید کے سنہری گیند کو میرے دامن میں رکھا ہے کہ والشمس وضحٰھا، قدرت نے ہمارے فیروزی رنگ کے کُرتہ کے گریبان میں چاند کا موتی ٹانکا ہے والقمر اذا تلٰھا، حکمت کے کاغذ ساز نے ہمارے لطیف صحیفوں کے تہ بتہہ اوراق کو سنہری ستاروں سے آراستہ کیا ہے انا زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب، حفظ وحمایت کے نگہبان نے ہمارے اس عالی شان قلعہ سے شیطانی لشکر پر سنگ باری کی الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہابٌ ثاقبٌ، ہر شام جب تاریکیوں کے جھنڈے اس لاجوردی محل کی رفعت پر چھا جاتے ہیں ستاروں کے لشکر نور کی سواریوں پر حرکت میں آتے ہیں۔ ہر صبح کو جب صبح کے سلطانی لشکروں کا دستہ فلاح و

کامیابی کے خزانوں کے ساتھ ان روحوں کے قافلوں کی بندرگاہ سے گزرتا ہے۔ ستارے گروہ در گروہ سیر و تفریح کرتے ہُوئے گزر جاتے ہیں۔ زمین نے کہا: اے آسمان! تُو کہاں تک تکبر کرے گا، تُو انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا کی تفسیر نہیں جانتا، کیا تُو نہیں دیکھتا کہ مشیّت نے میرے اس وسیع و عریض رنگا رنگ میدانوں کو حکمت کے تقاضے کے مطابق کس قدر نقش و نگار سے آراستہ کیا ہے۔ مشاطۂ قدرت نے میری پیچیدہ گلگوں زلفوں کو باغات کی دلہنوں کی شاخوں پر کس خوب صورتی سے لپیٹا ہے، کیا تُو نے موسمِ بہار کی بادِ نسیم کے دوران صحن لالہ زار میں مشاہدہ نہیں کیا کہ صبا نے گلزار کے چہرے پر کس قدر تکلف کیا ہے، غنچہ کی نگاہ باغ کے گلرخوں کے رخسار پر کھلی ہوئی ہے، بلبل کا خطیب سبحان ذی الملک والملکوت کہتے ہُوئے ہم آواز لوگوں کی مانند اور ہر مرغزار میں قمریاں ہم آواز قاریوں کی مانند خوش الحانی میں مصروف ہیں۔ آسمان نے کہا: اے زمین! باغات، پھولوں اور مرغانِ خوش الحان سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اگر تجھے خوش الحانی چاہیے تو صاحبانِ عصمت ملکی کی تسبیحات کے نغمات اور آسمانی پاکیزہ عبادت گاہوں کے باشندوں کے زمزمے، چڑیوں کے چہچہوں اور باغ کے پرندوں کے ترنم سے کیا کم ہیں، میرے آسمان سے زیادہ آراستہ و پیراستہ کون سی جگہ ہے، تُو میری بات کیوں نہیں مانتی کہ نقاشِ قدرت نے میرے اندر لاکھوں شاخ و برگ کیسے پیدا فرمائے اور ہر کوکب و اختر کی شکل و صورت سُرخ گلاب کے پھُول کی مانند ہر پتّی اور شاخ کے ساتھ کیسے آویزاں کی، چاند جو اپنے جاہ و جلال کے ساتھ میری فضا عیش و سرور کی بزم گاہ میں نور کا شامیانہ تانے عطار د عطر فروش کی مانند حکمت کا عطر اور دانشمندی کی دھُونی رمائے ایک دوسرے کے متصل، زہرہ جس کے حسن و جمال کی شہرت ہے خوشدلی کے بستر پر خوشی و شادمانی کا طنبورہ ہاتھ میں تھامے کھڑا ہے۔ شاہِ آفتاب نور کے سراپردہ میں اپنے چاروں طرف ظہور اور منافع کے خزانے تمام حاضرین پر نچھاور کرتا ہے، مریخ تاریخ کے ان صفحات پر اعتباری نقوش کی مانند شنگرف اور ہڑتال سے منقش، مشتری جو دولت و اقبال اور سعادت و فضیلت کا نگینہ ہے حسن کی جلوہ گاہ اور کمال کی چوٹی پر جا پہنچا ہے، زحل بلند مقام پر بدبختوں کے چہروں پر بدبختی کی سیاہی ملتا ہے۔ غرضیکہ ؎

ہم چیں ہر یک ز اجرام سپہر | شستہ از سرچشمۂ انوار چہر
ثابت و سیارہ چوں شاہ عروس | دست در گردن تبخت آبنوس

یہ تمام عالمِ صورت سے تعلق رکھتے ہیں، میں رفعت و بلندی کے اعتبار سے آسمان کا قلعہ، فرشتوں کی عبادت گاہ، بلند و بالا عرش کا مقام و محل ہوں یا وسیع و عریض کرسی کے احاطہ میں ہوں، کیا جبرائیلؑ، میکائیلؑ، عزرائیلؑ اور اسرافیلؑ کا مسکن مَیں نہیں ہُوں، میں حضرت مریمؑ کے بیٹے عیسٰی علیہ السلام کی عبادت گاہ ہوں اور لوح و قلم کا محرم راز مَیں ہُوں، تقدس و پاکیزگی کا بیت المعمور ہُوں، القصہ حسین آسمان نے پریشان حال زمین پر اپنی برتری دکھائی، میں پُر نم آنکھوں سے سرِ خجالت جھکائے کئی ہزار برس مایوس پڑی رہی۔ جب خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نیستی سے صفحۂ ہستی پر تشریف فرما ہُوئے، زمین فخر و مباہات سے جھُوم اُٹھی اور بولی: اے آسمان! میں اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد و مسکن ہُوں جس کے طفیل اٹھارہ ہزار عالم عالمِ وجود میں آئے اور بارگاہِ ملکوت کے مقرب اس کی بزمِ شہود کے خوشہ چین بنے۔ اگرچہ اس کا گوہر پاک عالمِ افلاک کے دائرہ سے بھی بلند و بالا ہے مگر آپ کے وجود کا قیام و مقام میرا ہی کرۂ خاکی ہے، آپ کا جسمِ اطہر مجھ سے اٹھا، آپ کی بعثت مجھ پر ہُوئی اور آپ کا روضہ مبارک میری گود میں ہے، کیا یہ مقام جو مجھے ملا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کے طفیل مجھے جو فضیلت و برتری حاصل ہُوئی ہے تیرے نصیبوں میں ہے؟ آسمان مغلوب و لاجواب ہو کر زاویۂ گمنامی میں جا چھُپا۔ اس کے بعد شکستہ دل آسمانوں نے واہب العطایا کی بارگاہ میں بار بار زاری کی اور درخواست کی کہ اے اللہ! اس صاحبِ کرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کی برکت سے آسمانوں کو منور و معطر کر دیا تاکہ میں یونہی سدا اندوہ و غم میں مستغرق نہ رہوں۔ حق تعالیٰ نے آسمانوں کی درخواست کو قبول فرماتے ہُوئے حکم دیا کہ آپ کو فرشتوں کے کندھوں پر سوار کر کے تمام آسمانوں سے گزارا جائے اور ایک درجہ سے درجہ دنیٰ فتدلیٰ تک پہنچایا جائے۔ اس طرح اہلِ سماء کی مراد پُوری ہُوئی اور آسمان اس دولت کی بدولت شرمندگی اور محرومی کے احساس سے باہر آیا۔

حکمت نمبر ۶ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کے مختلف طبقات سے گزار کر درجاتِ عالیہ تک پہنچایا گیا تاکہ آپ اپنی اُمت کو بغیر کسی واسطہ کے خدا تعالیٰ کے سپرد کردیں۔ گویا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں زمین پر اُمت کو آپ کے سپرد کرتا ہوں لیکن زمین پر آپ اُمت ہی کو دیکھتے ہیں۔ مقامِ قرب میں آئیے تاکہ ہم انھیں آپ کو دکھائیں اور سپرد کرنے والے کو دیکھیں کہ وہ کون ہے جو انھیں آپ کے سپرد کرتا ہے اور وہ شَے کیا کچھ ہے جو آپ کے سپرد کی جارہی ہے۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) سپرد کرنے سے پہلے وہ ہمارے ساتھ تھے تمام عیوب کے باوجود ہمارے لائق تھے، اس کے باوجود ہم نے اپنی عنایات کو ان سے نہیں روکا، آپ بھی ان کو شفقت سے محروم نہ رکھنا، یہی وجہ ہے کہ کل قیامت کو تمام نفسی نفسی کہیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امتی امتی پکاریں گے، یہاں ایک بہت ہی لطیف راز ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام نفسی نفسی کہیں گے حالانکہ نفس حق نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمتی اُمتی کہیں گے اور امت بھی حق نہیں ہے، بظاہر یُوں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہمت کی بزرگی اور راز کی درستی کی وجہ سے امتی کی بجائے ربی ربی کہتے لیکن اس ضمن میں ایک راز ہے کہ ربی کہنا اُمتی کہنے میں داخل ہے کیونکہ اُمتی کہتے وقت نگاہ میں اُمت نہیں ہے بلکہ اُمت کو سپرد کرنے والا ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ عطا جو آپ نے مقامِ قرب میں میرے سپرد کی، اُمت تھی۔ اگر ان سے ہاتھ اٹھا لیتا ہُوں تو دوست کے عطیہ کی بے قدری ہوتی ہے، آپ نے اپنا وظیفہ اُمتی اُمتی بنایا۔ اس میں ایک اور نکتہ شرحِ تعرّف میں بیان ہوا ہے کہ حق تعالیٰ نے اس اُمت کے ساتھ دو عجیب کام کیے ہیں، ایک یہ کہ تمام اُمتوں کو انھی کے سپرد کردیا۔ جب انبیاء ان میں سے اُٹھ گئے انہوں نے زنار پہنا اور عہد و پیمان توڑ دیا، یہاں تک کہ کوئی صلح و آشتی باقی نہ رہی، لہٰذا انبیاء نے نفسی نفسی کہا کیونکہ ان کی اُمت میں صلح و آشتی باقی نہیں رہی تھی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو اپنے عہد پر قائم رکھا، ان کی دوستی کا اصل معاہدہ باقی ہوگا اور دوستی کی صلاحیت ان میں ہوگی اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امتی امتی کہیں گے، دُوسرا عجیب و لطیف کام جو اس امت کے ساتھ روا رکھا یہ تھا کہ اگرچہ

اس امت نے سابقہ اُمتوں سے دُگنی جفاکاری کی مگر چونکہ اصل دوستی کو انہوں نے قائم رکھا پھر یہ جفاکاری بھی اس امت کی ذلت کے لیے نہیں تھی بلکہ دو امور کو ظاہر کرنے کے لیے تھی، ایک یہ بات تھی کہ اپنی دوستی کو اس امت کے ساتھ ظاہر کرے، دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مرتبہ کو ظاہر کرنا مقصود تھا۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ التجاوز علی الجفاء علی قدر المحبۃ وعظم الجفاء علی عظم جاہ الشفیع یعنی گناہوں کی کثرت سے درگزر کرنا محبت کے پختہ ہونے کی دلیل ہے اور گناہ زیادہ ہونے کے باوجود سفارش سے بخش دینا شفاعت کرنے والے کی عزت واحترام کی دلیل ہے۔

حکمت نمبر خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر ایسی خلوت حاصل تھی جسے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لی مع اللہ وقتٌ لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبي مرسل سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس بات کے آرزومند رہتے تھے کہ آپ کو اس جگہ پہنچائیں کہ وقت کا جو حاصل اور مقصد ہے خود وقت بن جائے، چنانچہ ملک مقرب سے مراد جبرائیل علیہ السلام اور نبی مرسل سے حضرت خلیل علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔ یہی نہیں بلکہ نبی مرسل سے مراد قالب اور ملک مقرب اس کی روح ہے، کی بھی درمیان میں گنجائش نہ ہو اور دونوں جہانوں کا وجود اس وجدان کے احاطہ میں کسی طرح بھی تو نہ لایا جاسکے، لامحالہ اس بے ثبات منزل اور اطراف وجوانب والی مجلس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر لے جایا گیا اور جو کچھ مقصود بالذات تھا آپ کو دکھایا گیا۔

حضرت یونس علیہ السلام زمانہ کی گردش سے مضمحل اور لوگوں کی مجلس سے ملول ہوئے تو گوشۂ تنہائی کی خواہش کی تاکہ اطمینان سے اپنے دوست کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کریں، مچھلی کے پیٹ کو آپؑ کی خدمت کے لیے جس طرح کہ چاہیے تھا ترتیب دے کر تسبیح و تقدیس میں مصروف کر دیا اور اس طرح آپ کو مقصد تک پہنچایا۔ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حال سے اس طرح خبر دی کہ لا تفضلونی علی یونس بن متی کیونکہ میرا عروج بلندی کی جانب ہوا اور ان کا پستی کی جانب یعنی بارگاہِ رب العزت تک رسائی فوق اور تحت میں برابر ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے فوق العرش اور تحت الثریٰ

مساوی، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا قصہ بھی اسی طرح کا ہے کیونکہ ان کی خلوت آگ کے درمیان مقرر کی گئی اور اس جگہ اغیار کی مزاحمت کے بغیر باری تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ مشغول کیا اور بلند درجات اور اونچے مقاصد تک پہنچایا ہے۔

حکمت نمبر ۸ جب حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی محبوبی کی خلعت سے شرفیاب فرمایا اور اس نوازش کی شہرت ملکوت کے کانوں تک پہنچی اور اس انعام کی صدا عالمِ ملکوت کے گنبد میں گونجی تو تمام موجودات سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات سے محبت کرنے لگے۔ ملاءِ اعلیٰ جنہوں نے ابتداء میں اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَیَسۡفِكُ الدِّمَآءَ کہہ کر اظہارِ عفو کیا تھا اور اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ کا جواب سن کر سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اکثر مفسرین کا مسلک یہ ہے کہ جو کچھ علم غیب کے ساتھ اشارہ کیا اور اپنے علم کے سپرد کیا وہ وجودِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تھا یعنی تم حضرت آدم علیہ السلام کی نسل میں بس صرف مفسدین اور تباہ کاروں کو دیکھتے ہو اور میری نظر اس سعادتمند پر ہے جس کے وجود کی برکت سے تمام کائنات کو خلعتِ وجود ملا اور جس شخص کو رب العزت کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل ہوا اُسی ہستی ہی کے طفیل ہوا۔ لامحالہ جب عالمِ دانش و بینش میں وجود باجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے تمام موجودات کی پیدائش کا مقصود و مطلوب دیکھا تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے مشتاق ہوئے اور جناب جل و علا کی بارگاہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی درخواست کی۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عاشقان مشتاق کی تسلی کے لیے نو آسمانوں کی سیر کرائی تاکہ جہان کو پیدا کرنے کی حکمت انہیں معلوم ہو بلکہ اٹھارہ ہزار عالم کی حکمت کا علم ہو اور طلبِ حکمت اور سوال کرنے کی معذرت کر سکیں۔ جس کی مثال یہ ہے کہ زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بے پناہ محبت تھی قَدۡ شَغَفَهَا حُبًّا، چونکہ مصر کی ملامت کرنے والی عورتوں نے جمالِ یوسفؑ ملاحظہ نہیں کیا تھا، زلیخا بیچاری کو ملامت کرتی رہیں، زلیخا نے ان کی ملامت کی زبان بند کرنا چاہی، یوسف علیہ السلام سے کہا اُخۡرُجۡ عَلَیۡهِنَّ۔ جب ان کی نگاہ یوسفؑ کے حسن و جمال پر پڑی اس طرح مدہوش ہوئیں کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور

انہیں خبر تک نہ ہوئی فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ۔

حکمت نمبر ۹ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالمِ سفلی سے عالمِ علوی کی سیر اس لیے کرائی گئی کہ آپ عالمِ ذات الٰہی کے وصال کے آب شیریں کے پیاسوں اور عالمِ ملکوت کے معتکفین کی خدمت و عبادت کا مشاہدہ کریں اور راہِ عبادت پر خوشدلی اور انبساط کے ساتھ گامزن ہوں۔

حکمت نمبر ۱۰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج میں ایک یہ حکمت تھی کہ جب جلالی اور جمالی تجلیات کے تواتر اور تسلسل کے لیے اس مقام کو سنا تو منزلِ دید اور مرتبۂ علم الیقین سے سرحدِ عین الیقین اور زیورِ حق الیقین سے آراستہ و پیراستہ ہونا چاہا۔

حکمت نمبر ۱۱ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قیدخانۂ دنیا سے اس بلند مرتبہ مکان پر اس لیے لے جایا گیا کہ آخرت کے لطائف ملاحظہ کریں اور رذائلِ دنیا سے مکمل طور پر دامن سمیٹ لیں اور فنا ہونے والی چیز پر علیٰ وجہ البصیرت عالمِ باقی کو ترجیح دے کر اپنائیں۔

حکمت نمبر ۱۲ ایک تمثیل ہے جسے اربابِ اشارت نے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مشاطہ (پیغام رساں) جو کہ معشوق کے ساتھ عاشق کا رابطہ اتصال اور واسطۂ وصال ہے بادشاہ کے سامنے دُلہن کے کمال کی تعریف اور حُسن کی توصیف کرے وہ محبت قائم نہیں ہو سکتی جو محبوب خود کو حسن کے زیور اور کمال کی زینت سے آراستہ کر کے عاشق کے سامنے جلوہ گر ہو اور حُسن کے انوار کی شعاعیں غیروں کے توسط کے بغیر طالب وصال پر ڈال لے، اسی طرح اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عرصہ سے ہمارے حُسن و جمال کی شہرت اور جاہ و جلال کا دبدبہ جبرائیل علیہ السلام کی زبانی آپ سُن رہے ہیں اور قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کے چشموں کے آب شیریں کے پیاسے آبِ حیات وصل کے جویا ہیں۔ اب اُٹھیے اور واسطہ کو حرکت دیجئے نہیں نہیں بلکہ واسطہ کو درمیان سے اٹھا دیجئے

کیونکہ ہمارے حسن و جمال نے زیورِ کمال سے آراستہ، جلال کی دلہن کے چہرہ سے نقاب کو اٹھادیا ہے اور ہمارا انعام واکرام سے مالا مال سمندر عالم شہود کی بلندی پر جود و سخاوت کی موجیں مارتا ہُوا وحدت ذات میں صدف سے زیادہ صاف و شفاف ہوگیا ہے ؎

ساقی مے ناب بر گرفتہ بہر تو شراب بر گرفتہ
ہاں گر سرِ عشر تست باز آے کاں یار نقاب بر گرفتہ
عکس رخ خویش دید در جام ہر گہ مے ناب بر گرفتہ
روشن شد ازاں سراچہ دل
کاں ماہ حجاب بر گرفتہ

حکمت نمبر ۱۳ حق سبحانہٗ وتعالیٰ چاہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اقسامِ وحی سے مشرف کریں، سب اقسامِ وحی سے افضل وحی بے واسطہ جبرائیل علیہ السلام ہے، چنانچہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور مفسرین نے کہا ہے کہ آیت اٰمَنَ الرَّسُوْلُ اسی قسم ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ کے بغیر شبِ معراج میں سُنتے تھے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اپنی مراد طلب کرتے تھے اور قبولیت کی خوشخبری سُنتے تھے رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا آخر سورۃ تک، اس باب میں بہت سے لطائف ہم نے اپنی کتاب "شرائف الاوقات" میں معراج کے باب میں ذکر کیے ہیں وہاں مطالعہ کیجئے، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جانے میں حکمت یہ تھی کہ یہ آیات بذاتِ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنائیں۔

حکمت نمبر ۱۴ ملاءِ اعلیٰ کے ملائکہ کے درمیان کچھ باتیں ہُوئیں، انہوں نے چند سوالات ایک دُوسرے سے پُوچھے جن کا تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔ کہتے ہیں کہ چار سال سے یہ گفتگو ان کے درمیان جاری تھی اور جواب نہیں مل رہا تھا یہاں تک کہ سیّدِ عالم فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے نور سے مشرف کیا اور اپنا سایۂ ہمایونی آخری زمانہ کے خاکساروں پر ڈالا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن وجمال اور وسعتِ کمال کی شہرت ملاءِ اعلیٰ اور عالم بالا کے کروبیّین کے کانوں میں

پڑی انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ مشکلات آپ ہی کے اشارہ سے حل ہوں گی، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مقربانِ الٰہی کی درخواست پر خواجۂ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمانوں کی سیر کرائی تاکہ آپ ملاءِ اعلیٰ کے سوالات کا حل پیش کریں اور اس عقدۂ لاینحل کو کھولیں، یہ سوالات اور ان کا شافی جواب عنقریب اپنی جگہ پر آئے گا۔ انشاءاللہ العزیز۔

حکمت نمبر ۱۵ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جانے کی ایک حکمت جو حضرت امام جعفر بن محمد الباقر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمائی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی تعلیم سے شرفیاب کرنا چاہتا تھا، جب آسمانوں کے طبقات سے گزر گئے اور عرش وکرسی اور لوح وقلم سے بھی گزر کر پردۂ خاص پر پہنچے تو پردہ کے پیچھے سے ایک فرشتہ باہر آیا اور نماز کے لیے اذان جو اب معروف ہے کہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنی۔ یہ واقعہ بھی اپنے مقام پر شرح وبسط کے ساتھ بیان ہوگا انشاء اللہ العزیز۔

حکمت نمبر ۱۶ ایک اور حکمت یہ بیان کی ہے تاکہ تمام بزرگوں اور ارکان ممالک پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تقدم متحقق ہو جائے، پہلے آپ کو بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کا امام بنایا تاکہ آپ کی فضیلت سب پر ظاہر ہو جائے، اس کے بعد بیت المعمور میں تمام فرشتوں کی امامت کرائی تاکہ ان پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ظاہر ہو جاتے اور زمین میں مشرق سے مغرب تک تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تاکہ تمام افراد جن وانس پر حاکم اور بادشاہ ہوں، پس معراج میں حکمت ہمارے آقا ومولیٰ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام موجودات پر ہے۔

حکمت نمبر ۱۷ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج آپ کے دلی اطمینان اور ایقان کے لیے ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں یہود ونصاریٰ اور گبر وترسا سے بے پناہ سختیاں برداشت کی تھیں اور اس قدر ملامت اور ریاضت دیکھی تھی کہ اس کی تلافی آسمان کی طرف عروج اور حرم سرائے خاص کے

بغیر کسی طرح سے نہیں ہو سکتی تھی حضرت حق سبحانہ، وتعالیٰ دلیل و برہان کی عظمت اور شان و شوکت کی بلندی آپ کو دکھانا چاہتا تھا تاکہ تمام دنیاوی مجاہدات و ریاضات اس نعمت کے مقابلہ میں ناچیز اور حقیر دکھائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نازپروردہ کو اس غبار و کدورت سے رہائی دلائے تاکہ محنت و مشقت کی بارش کے بعد اس آرامگاہ میں استراحت فرمائیں۔

حکمت نمبر ۱۸ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں مقدار کی کوئی حیثیت باقی نہ رہے اس بات کی توضیح یہ ہے کہ جب بادشاہی عطیات اور خداوندی خلعتیں جیسے نام کی بلندی، عزت و احترام، لوائے حمد اور مادون تحت لوائی، حوضِ کوثر، شفاعتِ کبرای، قبر سے تمام مخلوقات سے پہلے اُٹھنا، جنت میں تمام انبیاء اور رسولوں سے پہلے داخل ہونا اور دوسری لاکھوں عنایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہیں۔ دنیا کا دستور ہے کہ جب بادشاہ کسی ملازم کو کسی خاص اعلیٰ خلعت سے مخصوص فرماتے ہیں وہ شخص اس خلعت اور انعام کے ساتھ فخر و مباہات کرتا ہے کیونکہ اس عطا کے ساتھ وہ عزیز و محترم ہوا ہے لیکن یہاں تمام چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت عزیز و محترم ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دوسری چیز کے ساتھ محترم کیا ہے۔ لامحالہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فخر کرتی ہیں اور ان کا افتخار آپ نے اپنے اعزاز و افتخار کے ضمن میں مشاہدہ کیا اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انا اول من تنشق الارض عنہ ولا فخر ولواء الحمد بیدی ولا فخر، میرے لیے یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کو میری ذات کے ساتھ فخر ہے۔ ادنیٰ اعلیٰ کے ساتھ فخر کرتا ہے، اعلیٰ ادنیٰ کے ساتھ فخر نہیں کرتا، تمام کو مجھ پر ناز ہے کیونکہ میں ہی سب سے افضل و برتر ہوں، میں اُس کے ساتھ ناز و فخر کرتا ہوں جو مجھ سے اعلیٰ و برتر ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے گئے اور عالمِ کون وفساد کی بے مائیگی آپ کو دکھائی، تمام جہان مشتِ خاک کی مانند آپ کے پیروں تلے دکھایا تاکہ قیامت کے روز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شفاعت کرنا آسان ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قاب قوسین کے مقام پر لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ تمام امت اس جہان میں داخل ہے جو آپ کی خاک پا ہے، اگر قیامت کے روز آپ ہم سے اپنی خاک پا کی بخشش طلب کریں گے تو ہرگز آپ سے دریغ نہیں کیا جائے گا اپنے دل کو خوش رکھئے اور اطمینان رکھیے کہ اس باب میں کم و زیادہ میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔

حکمت نمبر ۱۹ اللہ تعالیٰ نے جب خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو تمام مخلوقات سے پہلے اپنے نور سے پیدا کیا تو تین مقامات اس کے رکھنے کے لیے مقرر فرمائے، مقامِ ہیبت، مقامِ لطف اور مقامِ قرب، ایک ہزار سال مقامِ ہیبت میں رکھا یہاں تک کہ مودب ہوئے، پھر ایک ہزار سال مقامِ لطف میں رکھا تو انبساط پیدا ہوا، پھر ایک ہزار سال مقامِ قرب میں رکھا، یہاں تک کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ موانست حاصل ہوئی۔ جب اس پاکیزہ روح کو اس مقام سے جسم خاکی میں لایا گیا تو وہ اس مقام کی مشتاق ہوئی یہاں تک کہ اس سے آرام چین جاتا رہا جیسے آگ جب جل اٹھتی ہے تو وہ مضطرب اور متحرک ہوتی ہے اور بلندی کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے۔ اس کی وہ اچھل کود وطن کا شوق ہوتا ہے جہاں سے وہ آئی ہے۔ اس پرندے کو جسے باغ سے پکڑ کر پنجرے میں بند کر دیں، تڑپتا ہے اور خود کو زمین پر پٹختا ہے، یہ سب کچھ اصلی وطن کی طرف جانے کا اشتیاق ہوتا ہے۔ چنانچہ مصنّفِ کتاب ہذا فرماتے ہیں: ؎

شاہبازے تو دریں دام گہ آرام مگیر — سوئے شہ باز پرا زاں کہ وطن میطلبی
عندلیبِ چمن قدسی اے طائرِ عشق — گر تماشائے گل و صحن چمن میطلبی
بر سرِ عرش دویدم کہ بگو یار کجاست — گفت با تست شب و روز زمن میطلبی
عاقبت پردہ برافگند کہ ہاں پیشتر آے
جام می گیر اگر شرم شکن میطلبی

القصہ جب آپ کی روح مبارک کو مقامِ ہیبت میں پگھلایا گیا اور لطف کے ساتھ پرورش کی اور قرب سے نوازا تو اسی مقام میں جانے کے شوق میں جسم کے پنجرے میں روح کو

آرام نہیں تھا اور وُہ اسی قرب کا متلاشی تھا، جان کو بغیر بدن کے اس مقام پر لے جانے کی کوئی صورت نہ تھی کہ اگر جسم بے جان رہ جاتا تو شریعت کو قائم کرنے سے عاجز آتا۔ لامحالہ نفس کو اس راز کے طفیل وہاں لے گئے، جب نفس نے راز کے مقام کے ذوق کو پالیا وہ جگہ اسے پسند آئی۔ کہنے لگا یہ اچھی جگہ ہے یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا اس لیے ان الفاظ دنیٰ فتدلیٰ سے خطاب فرمایا کہ اے میرے حبیب! اگر آپ طالبون کو راستہ نہیں بتائیں گے تو کون بتائے گا اور اگر آپ عاشقوں پر معرفت کے دروازے نہیں کھولیں گے تو کون کھولے گا۔

از یک دم تو ہزار خستہ　　ہریک ز ہزار رنج رستہ
گر مردہ بود و گر کہ مجروح　　یابد ز تو این شفا و آں روح

اے درویش! خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال اس باز کی سی ہے جسے ہزار دینار سے خرید تے ہیں اور اس سے چڑیوں کا شکار کرتے ہیں جس کی قیمت ایک درہم بھی نہیں ہوتی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارے باز ہیں، چند چڑیوں کو، جن سے مراد امت ہے آپ کے ذریعہ شکار کریں گے۔ اگر آپ یہاں ہوں گے تو ان کو کون لائے گا ؎

تو باز عشقے در زمیں نہ مرغکی تو دانہ چیں
از بہر صید ایں چنیں از دست ما پریدہٗ

اے درویش! خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس شکار گاہ میں صید بھی تھے اور صیاد بھی، ایک پرندہ انا من اللہ کی شاخ سے اُڑا اور صیاد کی صورت میں بعثت الی الاسود والاحمر کی کائنات کے گرد پرواز کرنے لگا۔ آخرکار اس مرغِ وصال کو پالیا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارنی انظر الیك کے تیر و کمان سے شکار کرنا چاہا مگر نہ کر سکے کیونکہ اَوجِ کبریائی لَن ترانی کی انتہائی بلندیوں پر تھا۔ لاکھوں نشیب و فراز اسے دکھائے گئے الم تر الی ربك پس وہی پرندہ تھا اور وہی دانہ، وہی شمع تھی اور وہی پروانہ ؎

مادر غم عشق غمگسار خویشیم　　سرگشتہ و شوریدہ کار خویشیم
محنت زدگان روزگار خویشیم　　صیادانیم و ہم شکار خویشیم

حکمت نمبر۲۰ جس روز اللہ وحدہٗ لاشریک نے کمال بے نیازی سے یہ سات منزلہ آسمانی محل استوار کیا اور بلند بام اور زر افشاں معبد انس وجان کو اپنی قدرتِ کاملہ سے ہوا میں معلق فرمایا۔ ؎

مقدرے کہ بآلت بقدرت مطلق　　کند زشکل بخاری چو گنبد ازرق
نہ خشت ورشتہ معمار را در و بازار　　نہ چوب وتیشۂ نجار را در و رونق
حصار ساختہ زیں آبگینہ گوں طارم
بگرد او زدہ از بحرِ بیکراں خندق

پھر اس کی حکمت نے زَیَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَۃِ نِ الْکَوَاکِبِ کے مصداق نہایت عمدہ اور لطیف منازل آسمانی کو سنہری کواکب اور روپہلی ثواقب سے آراستہ کیا اور اس کی قدرت نے روپہلی چاند کی قبا کو فیروزی رنگ آسمان کی شکل میں پیش کیا اور اس کی خشیت نے آفتاب کو اپنی قدرت تسخیر سے گول اور منوّر بنا کر گلشنِ کن فکاں کے میدان میں پھینکا۔ ؎

ازیں گردندہ گنبد ہائے پر نور　　بجز گردش چہ شاید دید از دور
ولے در طبع ہر داننده ہست　　کہ با گردندہ گردانندۂ ہست

تو زر وجواہر نچھاور کرنے والا اسفینۂ سکون وراحت سطحِ امواج پر تیرنے لگا اور عالمِ امکان کی بساط کے دائرہ کے مرکز پر گھومنے لگا، ستاروں کی سواری جو نور کی دہلیز کے محافظ عالمِ ظہور کے سیّاروں کی گزرگاہ پر نصب کی گئی تھی وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ہر ایک اپنی حالت کی تعریف اور گفتگو کی توصیف میں کوشاں تھا، انہی میں سے ایک سورج اور چاند کے درمیان مجادلہ ومناظرہ تھا جو کئی مرتبہ رونما ہو چکا تھا۔ چاند زبرجدی آسمان کے خیمہ سے ہاتھ بڑھا کر جھگڑے کا آغاز کر دیتا اور کبھی آفتاب چوتھے آسمان کے سنہری طنابوں کے پردہ سے منہ نکال کر آنکھیں دکھاتا۔ چاند نے کہا، میں مملکت شب کا بادشاہ ہوں، شہریار بدر میرا نام ہے اور قمر میرا لقب ہے۔ جب سیاہ رُو رات تاریکی کا دوپٹہ سر پر ڈالے مغرب کے حجرہ سے نکلتی ہے تو کواکب کے دکاندار آسمان کے بازار میں روشنی کا ساز وسامان پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں منابر نہ کے خطیب ظہور کی مجالس میں یخرجہم من الظلمات الی النور کا خطبہ میرے ہی

نام کا پڑھتے ہیں تاکہ میں تختِ سلطنت پر بیٹھ کر مرقعِ نورانی تاج سر پر رکھوں اور خوب صورت لباس زیبِ تن کروں۔ زحل جو بلند ترین مقام پر اطلس یاقوتی کا لباس پہنے بزرگانہ انداز اور خود اعتمادی کے ساتھ ساتویں برج پر تکیہ لگائے میری خدمت گاری میں کمربستہ ہوتا ہے۔ مشتری عمدہ دیبا کا لباس پہنے قضائے امامت کی مسند پر مسندِ حکومت سے تکیہ لگائے میرے واجب الاطاعت فرمان کو خواص و عوام تک پہنچاتا ہے۔ مریخ غلبہ کا خنجر ہاتھ میں پکڑے میری امداد و اعانت کے لیے تدبیر کی کمان پر تقدیر کا تیر رکھے میرے دشمنوں کی بیخ کنی اور دوستوں کے غلبہ کے لیے مستعد ہے زہرہ محبت و الفت کا دف سرور کے ہاتھوں میں تھامے میری عیش و نشاط کی محفل میں موجود اور دلنواز نغمہ اور مسحور کن آواز سے میرے ہم نشینوں کو وجد میں لاتا ہے۔ عطارد اپنی پوری غنیمت کے ساتھ صندوقچہ میں ستارے کی مانند نہیں بلکہ قلعہ پر ستارے کی طرح آسمانی مسند پر میرے دیوان کی جگہ خوشی و مسرت کا اظہار کیے بنات النعش کے تنگ چشم اور ثریا کے ہتھیار بند میرے تخت کے سامنے دست بستہ مودّب کھڑے ہیں، ابھی میرے متبعین اپنے مقصد کو نہیں پہنچے تھے اور خوشی و شادمانی کے اسباب تیار بھی نہیں کیے تھے کہ اچانک مشرق کی طرف سے طلوعِ صبح نے جھنڈے بلند کر دیے اور سنہری قبا، برق انداز اور شاہ آفتاب کے سیمیں کلاہ لشکر زبرجدی پردے کے اُفق سے حملہ آور ہوئے، آسمان نے نور و کواکب کے مہروں کو مات کرنے میں بڑی تیزی کی۔ شعبدہ بازان قمار خانہ فلکی اور قدیم کارخانہ ملکی، لاجوردی آسمان کی اس بہار بے اماں کو لوٹ کر جا رہے ہیں اور آسمانی میدان کو میرے خوش بخت لشکروں سے خالی کر دیتے ہیں۔ جب چاند کے بادشاہ نے معدلت پناہ شاہ آفتاب کی فوج کی شکایت تمام آسمانی باشندوں کے گوش گزار کی، دن کے فتحمند بادشاہ یعنی آفتاب جہاں تاب نے اس سوال کے جواب میں امتحان کے نیام سے تیغ زبان کو کھینچا، بات یہاں تک پہنچی کہ جس روز قضاء وقدر کے دہقان آسمان کے سبزہ زار کو تر و تازہ اور نورانی آسمان کو منور کرتا تھا، میرے روپہلی گھوڑے کے لیے اس نے ایک چراگاہ تیار کی تاکہ ہر صبح میرا سیمیں تن سنہری لگام نورانی مشرب اشہب مشرق کے اصطبل سے طلوع کے دریچوں سے باہر جھانکے غلامانِ صبح کو حکم دوں کہ وُہ نجوم کی کنکریوں کو اس مرغزار سے چھین لیں جو مابدولت کی سواری کی جگہ ہے،

مشتری جو آسمان کے دار القضا کا کاتب اور شاہی دفتر کے کاغذات کو لکھنے والا ہے۔ صورت دعویٰ اور جواب دعوی کو تقدیر کی قلم سے تحریر کے روزنامہ پر مقرر و محرر کیا ہوا تھا قضا و قدر کے وکیل کے سپرد کیا اور واجب الاذعان حکم مشتری کے نام جاری ہوا کہ اس قسم کی مشکلات کا حل اور ان واقعات کی پیشی موقوف رکھو کیونکہ ہم ولایت تشریع کے حاکم اور عالم درایتِ اصل و فرع کو نور کی سواری پر اس زرنگار محل پر لاتے ہیں، تمام کلی اور جزئی دعاوی اور قضایا جو کئی ہزار سال سے موقوف اور رُکے ہوتے تھے آپ کی عالم آراء رائے سے مربُوط کرتے ہیں ؎

اے گہر تاج فرستادگاں — تاج دہ گوہر آزادگاں
ہرچہ ز بیگانۂ و خیل تواند — جملہ دریں راہ طفیل تواند
چوں تو بعالم علم افراختی — غلغلہ در کون در انداختی
مہر شد ایں نامہ بعنوان تو
ختم شد ایں خطبہ بدوران تو

جب یہ مقدمہ معلوم ہوگیا تو تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سید السادات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے جو زبان حال سے وارد ہو کر ما زاغ البصر و ما طغیٰ زبان قال سے حاصل ہوا ہے۔ اس آیت کی اور زیادہ تحقیق باب معراج کے آخر میں آئے گی۔

واقعہ معراج پر چند ابتدائی اشارات

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم سے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور براق کو ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ اشتیاق کے دروازے پر کھڑا کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قدمِ ہمت براق کی رکاب میں ڈال کر پُوچھا کہ اے جبرائیل ع! مجھے کہاں جانا ہے، جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس منزل کی دہلیز کی سات منزلیں ہیں اور ہر منزل میں کئی محفلیں آپ کی تشریف آوری کی منتظر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمت کا تازیانہ ارادہ کے ہاتھ میں پکڑا۔ ؎

برق کردار بر براق نشست — تازیش زیر و تازیانہ بدست

چوں در آورد در رکابش پائے	کبک علوی خرام جست از جائے
ہر چہ را دید زیر گام کشید	شب لکد خورد و مہ لگام کشید

پہلے آسمان کی سیر

جب پہلے آسمان پر پہنچے، چاند سعادت کے پشتیبانوں کے ساتھ تکیہ لگائے کبھی مقام ہلال میں جلالی انوار کے پرتو میں ایام صبا میں نسیم صبا کی طرح خوش و خرم اور کبھی مقام بدر پر عزو شرف کی منزل میں عہد جوانی کی مانند آب زندگانی کے پیالے کی طرح بغیر کسی پریشانی اور دُکھ کے پیش ہوا اور خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بُراق کی لگام تھام لی اور کہا : ؎

آراستہ خانہ بیاسائے دمے	از ظلمت خود خانہ بیارائے دمے
تا دست خود از دامن غم باز کشم	بنشین زسر مراد از پائے دمے

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانِ حال سے فرمایا کہ منازلِ افلاک میرے سامنے ہیں، تیرے پاس جو کچھ حاضر ہے پیش کر۔ چاند نے عرض کیا : جناب ! موسمِ ربیع کی دکان کو رنگ دینے والا میں ہوں، بلند و بالا ستونوں کو مَیں ہی تیار کرنے والا ہوں۔ لاکھوں مختلف اور متفاوت رنگ بہار کے پھولوں اور درختوں کے میووں میں نگاہ کے لیے فاعتبروا یا اولی الابصار کا اظہار ہوتا ہے، یہ تمام اثر میری گرمی کے آثار ہیں، میں کامل نقشبند اور ماہر رنگ ساز بھی ہوں۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے چاند ! تجھے شرم نہیں آتی کہ اس کھوٹے سامان کو میرے سامنے پیش کرتا ہے اور میرے پاس آتا ہے، اگر تو ربیع کا صباغ ہے تو میں وہ ماہر سباغ ہوں کہ بلغ ما انزل الیك کے مٹکے سے اسرار کے زنگبار سے بہتر رنگ ستفترق امتی الی اثنتین وسبعین فریقا پیدا کرتا ہوں، جو شخص دکان کے استاد سے اونچا ہونے کی کوشش کرتا ہے آسمان کی انجمن اور ملائکہ کے مجمع میں بے قدر ہو جاتا ہے اور وانشق القمر کے دُرے کھاتا ہے۔ ؎

اے کوس دولت تو ملک بر فلک زدہ	عشقت علم بہ سینۂ ہر یک بیک زدہ
آئینہ دار طلعت تو بودہ آفتاب	خرگاہ زر طناب ازاں بر فلک زدہ
مہ لاف حسن زد بفلک لاجرم شگاف	از پنجۂ سیاست تو بر فلک زدہ

دوسرے آسمان کے واقعات

اس کے بعد دُوسرے آسمان کا ارادہ فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطارد کو جو حل وعقد کے امر و نہی کے دفتر کے سامنے رکھے کبھی دریائے قیر کی سیاہی سے تدبیر کے قلم کے ساتھ شب قدر کے صفحہ پر مشک اذفر سے تحریر کرتا ہے اور کبھی کافور کی بوتل میں سے سنہری قلم کے ساتھ دن کے دیباچہ پر سفید نقش و نگار بناتا ہے، کو دیکھا۔ جب اس کی نظر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر پڑی استقبال کے لیے آگے بڑھا اور نیازمندی سے یُوں عرض پرداز ہوا: ؎

اے دل شدہ فتنۂ رخ ماہ وشت — عاشق شدہ جاں براں سخنہائے خوشت
درکلبۂ ما دمے درآے و بنشیں — تاجان و دل خستہ کنم پیش کشت

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عطارد! تیرے پاس کیا کچھ ہے؟ کہنے لگا: میں آسمان کے محل کا صدر نشین ہوں، آسمانی دفتر کی تحریریں میں اپنی قلم سے تیار کرتا ہُوں اور برجِ جوزا میری ملکیت ہے۔ عزت و احترام کے جواہرات میری حشمت و جلال کے قبضے میں ہیں، صاحبانِ جاہ و جلال کے نام فضل و کمال کا منشور میں ہی تحریر کرتا ہوں، اب آپ کی خدمت میں حاضر آپ کے حکم کا منتظر ہُوں۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عطارد! اگر تو آسمانی سبع مثانی کا صدر دیوان ہے تو سبع مثانی جو قرآنی منشور کا صدر ہے میرے پاس ہے، اگر کنگرۂ جوزا تیرے زیرِ فرمان ہے تو باغ رضوان لاکھوں حور و قصور کے ساتھ میرے کمترین غلام کی ملکیت ہے، تُو نے ابھی گوشۂ عدم سے قدم باہر نہیں رکھا تھا کہ خوان سالار فطرت نے شہرت کے ضیافت خانہ میں میرے قرصِ وجود کو لاجوردی خوان کے گرد رکھا ہُوا تھا کہ اوّل ما خلق اللہ تعالیٰ نودی، وہ شخص جس نے ضیافت میں عند ربی حشمت و جلال کا طعام اور عزت و احترام کی شراب ھو یطعمنی ویسقینی لی ہُوئی ہو تیرے اس حقیر سے ماحضر پر کیسے توجہ دے سکتا ہے۔

تیسرے آسمان کی سیر

عزم و ہمت کی باگ چرخِ سوم کی طرف پھیر دی، وہاں زہرہ کو دیکھا جو خوشی و شادمانی کا باجا تیار کر کے چنگ و رباب کے

ساتھ گا رہا تھا، طرب انگیز نغموں کی پاکیزگی سے دختران کواکب کو خوابِ اقوال سے بیدار رکھے ہوئے تھا اور آسمان کے سبز پوش صوفیوں کو اپنی دل آویز آواز سے وجد میں لا رہا تھا، کبھی عطارد کے قلم کی نمی سے اپنے رقصاں دائرہ پر پانی چھڑکتا تھا اور کبھی آفتاب کی گرمی میں اپنے صاف و شفاف ارغنوں کی جلد کو خشک کرتا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری ملی، پکار اُٹھا، ؎

اے ہر دو جہاں نثار خاک پایت　　گردوں نرسد بقدر عالی رایت
یک لحظہ گزر بکوے درویشاں کن　　تا از دل و از دیدہ بسازم جایت

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرکبِ دولت کی باگ کھینچ لی اور کہا: رُکنے کا مقام نہیں، تیرے پاس ما حضر کیا ہے؟ لے آؤ۔ زہرہ نے کہا: قصر سوم کی مملکت کے تمام قطعات میرے قبضۂ اختیار میں ہیں، گنبد خانۂ افلاک کے گویّوں کا زمزمہ میرے نغمات کے اوتار کی حد ہی سے ہے، آسمانی عبادت گاہوں کے زرق برق لباس پہننے والے میرے سرود سے رقص کناں ہیں، طرب سرائے ملکوت کی بزم کے حریف میرے نغمہ اور آواز پر رقص کرتے ہیں، جب میں خوشی کے دلنواز تاروں کو بجاتا ہوں کواکب کے مجلس نشین ثواقب کے درہم و دنانیر میرے دائرہ میں پھینکتے ہیں۔ آج رات وہ تمام آپ پر نچھاور کرتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لطیف اشارات کے ساتھ اس ضعیفہ کا جواب دیا کہ اے زہرہ! تیرے اس بے فائدہ نغمہ پر وہ شخص فریفتہ ہو گا جس کے گھر میں کوئی زہرہ نہ ہو اگر تو بارہ مقامات پر چوبیس قسم کے مختلف نغمے رکھتی ہے تو میری زہرہ ایک سال میں بارہ مہینے، ایک ماہ تیس دن اور ایک روز چوبیس گھنٹوں میں تیئیس رکعت نماز کے اوتار میں اقم الصّلوٰۃ نیاز کے حلقہ کو یوں حرکت دیتی ہے کہ ہر دوگانہ میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ رحمت کے لاکھوں نشا ہوار موتی اس کے گوش ہمت میں ڈالتا ہے ان رحمۃ اللہ قریبٌ من المحسنین، عصمت کے لاکھوں درہم و دینار اس کی عفت پر قربان کرتا ہے کہ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون ان درہم و دینار کو جنہیں تو گداگری سے حاصل کرتی ہے میں کیا کروں گا۔ براق کی باگ کو حرکت دی اور چوتھے آسمان کا قصد فرمایا۔

فلک پیما، شاہانہ آفتاب نور افشاں، لاکھوں جانستان نیزے اسکے
چوتھے آسمان پر آگے پیچھے چمکتے دیکھے۔ اس کے طلوع ہونے سے چاند باوجود نور کے
سیاہ رات کے پردے میں جا چھپا اور اس کی حرارت و تپش سے مریخ تو یخ آمیختہ زرنگار غبار
کے ساتھ لاکھوں روپہلی جلا جل اور سنہری زنجیریں اس کے سنہری طناب سے لٹکے ہوئے
تملق اور چاپلوسی کے رشتہ کو نور افشانی کے باوجود اغیار کے ساتھ میل جول سے گرے ہوئے
نہیں ہیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک اثر خبر اور اس سردار کی آمد کی خوشخبری آفتاب
کے کانوں میں پہنچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کو بھاگا آیا اور یہ رباعی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی:

ے

اے خواجہ کہ عشق ازلی مایۂ تست　　تا عرش فلک کمینہ یک پایۂ تست
شخصت زلطافت چو ندارد سایہ　　زانست کہ آفتاب در سایۂ تست

ے

دل بندۂ زلف تابدار تو کنم　　جاں چاکر لعل آبدار تو کنم
گر با من دل خستہ برآری نفسے　　صد جان اگرم بود نثار تو کنم

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سورج کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ منازل افلاک میرے در پیش ہیں
ٹھہرنا ناممکن ہے، جو کچھ تیرے پاس ہے وہ پیش کر۔ کہنے لگا: چوتھے تخت کا بادشاہ میں ہی
ہوں اور ساتوں آسمانوں کے انجم کا میں سلطان ہوں، اگر میری روشنی ظاہر نہ ہوتی تو پتھر کا
جگر دل تنگ پتھر میں یاقوتی رنگ کی خلعت کیسے پہنتا اور لعل بدخشانی ارغوانی شراب کیسے
پیتا، یمنی عقیق کو عزت و تمکین کے نگینے کے لائق بناتا ہوں، میں سرخ سونے کو خزاں کے
پتوں کی مانند زعفرانی لباس پہناتا ہوں، میں پھلوں کے اطفال کے درختوں کی گود میں
نامکمل طریقہ سے پرورش کرتا ہوں، موسم سرما کی سردی میں زربفت کا لباس سردی کے
مارے ہوؤں کے سروں پر ڈالتا ہوں، حاصل کلام یہ کہ زندگی بھر کی کمائی آپ کی تشریف آوری
پر قربان کرتا ہوں۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو آسمانی قطعات کا مشعل بردار ہے
تو میں آسمانِ لولاک کا آفتاب ہوں، آسمان جلالت کا علمبردار اور کاروانِ رسالت کا قافلہ سالار

ہُوں، جب میرے آفتابِ نبوّت نے آسمانِ فتوحات و کشادگی پر اسلام کے جھنڈوں کو نصب فرمایا، گمراہی کی وادی کے سرگشتگانِ جہالت کی تاریکی سے آزاد ہُوئے اور گمراہی کے کوراہے سے ہدایت کے راستہ پر گامزن ہُوئے۔ اے آفتاب! تو ایک ڈھال کی مقدار بادل کی اوٹ میں ایسا چھپ جاتا ہے کہ شعاع کے تیر کو اس میں سے نہیں گزار سکتا، میرے ساتھ جو شریعت کا آفتاب ہُوں اور طبیعت کے حجاب سے آزاد ہُوں کیا مقابلہ کر سکتا ہے، یہ کہا اور سواری کو ایڑ لگا دی۔

پانچویں آسمان پر شانِ رسُول

مریخ کی منزل جو پانچویں محافظ خانہ کی چھت ہے، پر جا کر باگ کھینچی، بہرام کو دیکھا کہ تغلب کا خنجر ہاتھ میں پکڑے ہُوئے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم کو بوسہ دیا، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بہرام! تم کیا کچھ رکھتے ہو؟ اس نے عرض کیا: میں سپہ سالارِ انجم ہوں، پانچویں آسمان کا پہلوان ہُوں۔ سیاہ رات کے درمیان لشکر کشی کرنے والا صف شکن ہوں، آسمانوں میں دشمنوں کی تباہی، تلوار کا دھنی ہُوں۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قاتل، ظلم پیشہ اور اے غدّار ظالم! تُو بیدریغ تلوار کے ساتھ کیوں خون بہاتا ہے اور منصفوں کے ساتھ ظالمانہ رویّہ اختیار کرتا ہے، اگر تجھ میں طاقت ہے تو میری طرح زبان کے نیزے سے کفر و عصیان کے ہزاروں مردہ پژمردہ لوگوں کو میدانِ دعوت میں ہمیشہ کی زندگی عطا کر۔ یہ کہا اور منزل کا خیال کر کے دار الحکم مشتری کی طرف رُخ کیا جو چھٹا آسمان ہے۔

چھٹے آسمان پر جلوہ فرمائی

وہاں آسمان کے قاضی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ درس و تدریس کے صفحہ پر مسندِ حکومت پر تکیہ لگائے، رضا کے مقام میں قضا کے کاروبار میں مصروف حکمرانی کی خلعت پہنے اور لباس معدلت زیبِ تن کیے بیٹھا ہے۔ جب اس نے خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سُنی، قاضیِ شرع کی رکاب کو بوسہ دیا اور یہ اشعار خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے: ؎

اے ہر دو جہاں طفیل خاکِ قدمت　　وے معجزۂ مسیح از فیض دمت

ملک و ملکوت پر زصیت کرمت — بر کنگرۂ عرش رسید علمت

لحہ بھر کے لیے اپنے شمع رخسار سے ہمارے شبستان کو منور کیجئے، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کچھ تیرے پاس ہے پیش کر کیونکہ باشندگانِ عصمت میری تشریف آوری کے انتظار میں ہیں۔ مشتری نے کہا: میں آسمانی شہروں کا قاضی ہوں، ستاروں میں عادل ہوں، قضائے کا حکم میرے نام ہے، فتوٰی اور تمسکات میرے ہی احکام سے صادر ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو آسمانی شہروں کا قاضی ہے تو میں الرحمٰن علم القرآن کے مدرسے کے معلم کا نائب ہوں، قرآن میرا منشور ہے اور فرقان میرا دستور، علم شریعت میرا شعار ہے اور علم وراثت میرا اثاثہ، فتوٰی کیا ہے؛ میری شریعت، تقوٰی میرے طریقہ کے بغیر کچھ نہیں، دنیا میری عبادت گاہ اور آخرت میری آرامگاہ ہے۔

اس کے بعد ساتویں آسمان کا ارادہ فرمایا جو زحل کا

ساتویں آسمان پر قدم

مقام ہے، کیوان کو آراستہ تاج سر پر رکھے اور زرق برق لباس زیبِ تن کیے دیکھا، بہرام اس کی خدمت میں تلوار پکڑے کھڑا تھا، جب دُور سے خواجہ صلی اللہ علیہ وسلم کے براق کی گرد اُٹھتے دیکھی، استقبال کو بھاگا اور ان اشعار سے ہدیۂ عقیدت پیش کیا: ؎

اے ہفت فلک غلام خاک در تو — وی دیدہ عقل خیرہ در منظر تو

ہر چند کہ شد مسند ہفتم جائم — پستم چو زمیں در قدم چاکر تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس محل کی بلندی کی طرف صعود سے مقصد زحل کی منزل میں داخلہ نہیں تھا، القصہ ساکنانِ افلاک کی درخواست کو رد کرتے ہوئے مرکب ہمت کو ساتوں آسمانوں سے نکال لے گئے۔ چنانچہ شیخ نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کیفیت کو تھوڑا سا بیان کیا ہے: ؎

چوں محمد برقص پائے براق — شد بتقطیع نطع ایں اوراق

می برید از منازل فلکے — شاہ راہی بشہپر ملکی

ماہ را از خط حمایل خویش — داد سرسبزی از شمایل خویش

بر عطارد زنقرہ کاری دست | زنگی از کوزہ رصاصی بست
زہرہ را از فروغ مہتابے | برقعے بر کشیدہ سیمابے
چوں بر آمد بتختگاہ سپہر | تاجِ زرّیں نہاد بر سر مہر
سبز پوشید چوں خلیفۂ شام | سُرخروئی گذاشت با بہرام
مشتری را زقوس سر تا پاتے | دردسر دید گشت صندل سائے
تاج کیواں چو بوسہ زد قدمش | در سوادِ عبیر شد علمش

او خراماں مثالِ بادِ صبا
در گزشت از ریاض نہ خضرا

بہشت قدمِ رسول کو بوسہ دیتی ہے

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سات آسمانوں سے گزر گئے تو بہشت کو حکم پہنچا کہ اے بہشت! خود کو پُوری زیب و زینت سے آراستہ و پیراستہ کر کے آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو تاکہ جس طرح دُوسرے آسمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علوِ ہمت کا مشاہدہ کیا ہے تُو بھی کرے۔ بہشت نے خُوب صورت چادر سر پر ڈالی، عمدہ لباس زیبِ تن کیا، حیا کا سُرمہ آنکھوں میں لگایا، پاکیزہ سُرخی رخساروں پر مَلی اور خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہُوئی، آپ نے جنّت کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اور چشمِ التفات اس پر نہ ڈالی مازاغ البصر وما طغیٰ۔ بہشت نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رضوان باوجود اپنی خوبصورتی اور حُسن کے میرا دربان ہے سندس واستبرق باوجود تمام لطافت و پاکیزگی میرے محل کا فرش ہے، میرے پاس شہر اور محلّات ہیں، شرابِ طہور کے سربھر برتن ہیں، میری آسائش و راحت آپ کو معلوم ہے، عدمِ توجہی کا سبب کیا ہے؟ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بہشت! اپنی زیادہ تعریف نہ کر اور ہمیں اپنی زینت و آرائش نہ دکھا کیونکہ تیری قیمت ایک کلمہ سے زیادہ نہیں، کوئی غمزدہ دردو غم سے ایک مرتبہ زبان سے کہہ دے کیونکہ ثمن الجنۃ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ بہشت نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں آپ کی

خدمت کے لائق نہیں ہُوں تو مجھے اپنے خادم کے سپرد کردیجئے تاکہ میں نا اُمید واپس نہ جاؤں۔

جنّت بلال رضؓ کو بخش دی گئی

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عرش کے نیچے تھا کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے نعلین مبارک کی آواز سُنی جو آدھی رات کے وقت گھر سے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ جنت کو حضرت بلال رضؓ کے حوالے کیا، بہشت فریاد کرنے لگی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اُس شخص کو دے رہے ہیں جو ابوقحافہ کے لڑکے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کا زرخرید ہے اور وُہ جس کی طرف مکّہ کی کوئی عورت دیکھتی نہیں تھی۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تُو یہ کہتی ہے ٹھہرو، دیکھیں بلال رضؓ کیا کہتے ہیں، تو ان کی سیاہی کو کیوں دیکھتی ہے، تجھے علم نہیں کہ دلبروں کے خال اور زلف جس قدر سیاہ ہوں زیادہ خوب صورت ہوتے ہیں، رات کی تاریکی کو جب تک دن کے مروارید کے مقابل نہیں رکھا یکور اللیل علی النہار سے شرفیاب نہیں ہُوا۔ ہر صبح جب بلال رضؓ مراقبہ میں سر جھکائے آہیں بھرتا ہے، اس کی ایک آہِ سحرگاہی صدہا بہشتوں سے قیمتی ہے اور جب درد انگیز نالہ جگر سے کھینچتا ہے کرّوبیان کے خرمنِ امن وسکون کو جلا ڈالتا ہے۔ ے

آہ سوزاں ز دل آں دم کہ فرستم بفلک
گر بسوزد پر وبال ملکی معذورم

القصّہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور بہشت کا شبِ معراج میں عقدِ ازدواج باندھ دیا گیا اور ان من یقرع باب الجنۃ بلادل کے مصداق خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حجت تحریر کردی اور جنت کو اس کے سپرد کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف لاتے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہو کر قدموں میں گر پڑے اور عرض کی: اے ایوانِ رسالت کے مالک اور اے آسمانِ جلالت کے ستارے! آپ اعلیٰ مملکت میں تشریف لے گئے ہر شخص کا رتبہ ترقی پذیر ہُوا، کیا بات ہوئی کہ میرا رتبہ پہلے سے کم ہو گیا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے بلال رضؓ! وُہ کس طرح؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : وہ شخص جس نے آپ کے ایک دیدار کی خاطر تمام دنیا کو ترک کر دیا تھا اور حواس کو معزول کر دیا تھا، سات آسمانوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتا تھا، چار طبق جنت کو کیا خاطر میں لائے گا۔ ؎

نہ جنت جویم و نہ حور و نہ انہار مے خواہم — بتوارزانی اے زاہد کہ من آں یار می خواہم
شہاں مملکت فردوس را باری بدست آرید — کہ من درویش عالی ہمتم دیدار مے خواہم

رات کے وقت معراج میں حکمت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت معراج پر لے جانے میں ایک تو یہ حکمت تھی تاکہ دو آفتاب ایک آسمان پر اکٹھے نہ ہونے پائیں، لامحالہ جب منور آفتاب کو مغرب کے غلاف میں چھپا دیا گیا سیاہ مشکیں لقب والے کے جھنڈے کو تعریف و توصیف کے نورانی اشہب ثاقب کے نیزہ پہ باندھا، عالم کن فیکون کے متحرک السکون باشندوں کو سیاہ لباس پہنایا، ولایت معیشت میں تصرف کرنے والوں نے وجعلنا النھار معاشا کے مطابق قبولیت کے گوشوں میں غیبوبت کا لباس پہنا۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم گوشۂ تنہائی میں خوشحال وجود وشہود کے جواہرات کا مطالعہ فرماتے تھے ایک رات کا۔ نتیجہ، کیسی رات! ؎

شبے دیباچۂ صبح سعادت — زدولتہاتے روز افزوں زیادت۔
زقدر او مثالے لیلۃ القدر — ز نور او براتی لیلۃ البدر
سواد طرہ اش خجلت دہ حور — بیاض غرہ اش نور علیٰ نور
نسیمش جعد سنبل شانہ کردہ — ہوالیش اشک شبنم دانہ کردہ
بسمار ثوابت، چرخ سیّار — بہ بستہ برجہاں درہائے ادبار

طرب را چوں سحر خنداں از دو لب
گریزاں روز محنت زو شبا شب

جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلوت خانہ میں آئے، حیران تھے کہ

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح بیدار کریں کیونکہ جبرائیل علیہ السلام اس بات پر مامور تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لطف و پاکیزگی سے بیدار کریں۔ اس مقام پر دو روایتیں نظر سے گزری ہیں، ایک یہ کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیلؑ! تو دور رہ، میں اپنے بندے کو اس طرح مہربانی سے بیدار کروں گا کہ آپ کے ضمیر منیر پر توہم و ملال کا سایہ نہ پڑے اور آئینہ کی مانند شفاف دل اطہر پر خوف و خشیت طاری نہ ہو۔ اسی وقت خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے، آنکھ کھلی تو دیکھا جبرائیل علیہ السلام کھڑے ہیں۔ دوسری یہ کہ جبرائیل علیہ السلام سے منقول ہے کہ مجھے وحی الٰہی سے معلوم ہوا کہ میرے جسم کی ساخت و ترکیب جنت کے کافور سے ہوئی ہے، مگر مجھے اس کی حکمت کا علم نہیں تھا۔ اس کی حکمت مجھے معراج کی رات معلوم ہوئی، ہوا یوں کہ میں نفاست و لطافت کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جگانے میں متامل تھا سوچتا تھا کہ کس کیفیت سے بیدار کروں، مجھے الہام ہوا کہ اپنے چہرہ کو پائے مبارک کے تلوے پر رکھوں، جب میں نے اپنے چہرہ کو پائے مبارک پر ملا، کافور کی برودت حرارت کے ساتھ ملی جو خواب کا لازمہ ہے، آنحضرت نیند سے بسہولت بیدار ہو گئے، اپنے کافور سے پیدا کیے جانے کی حکمت مجھے اس وقت معلوم ہوئی۔

حکمت دوم رات کو معراج پر لے جانے میں یہ حکمت بھی تھی کہ صدیق اور زندیق میں فرق ہو جائے کیونکہ اگر دن ہوتا تو تمام لوگ دیکھتے اور انہیں معلوم ہو جاتا، شبہ جاتا رہتا اور کوئی امتیاز باقی نہ رہتا، چنانچہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: صدقت، اور عتبہ بن ابی لہب نے کہا: کذبت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نفرین بھیجی اور فرمایا: اللھم سلط علیہ کلبھا من کلابک۔ اس کا قصہ اپنے مقام پر انشاء اللہ العزیز بیان ہوگا۔

حکمت سوم دستور ہے کہ مستورات کو مردوں کے ظہور کے وقت گوشۂ تنہائی میں پردہ کے پیچھے چھپا دیتے ہیں، جب مردانگی و مردمی کے میدان کا جنگجو آسمان کے سبزہ زار پر گزرا تو پردہ داران فلک چہارم گوشۂ تنہائی میں بھاگے،

ہاں وُہ چاند جس کا نور عاریتی تھا نورِ حقیقی اوّل ما خلق اللہ نوری کے ساتھ کیا مقابلہ کر سکتا تھا۔

حکمت چہارم اے درویش! لوگوں کے درمیان دستور و ضابطہ یہ ہے کہ جب دُلہن اور نوشاہ کے درمیان عقد باندھا جاتا ہے اور مل بیٹھنے کے قواعد مستحکم ہو جاتے ہیں تو جب وصال کا وقت آتا ہے تو اس قدر توقف کرتا ہے کہ رات ہو جائے اور دستِ فلک تاریکی کا پردہ مخلوقات کے چہرے پر ڈال دے اور قل من یکلؤ کم باللیل والنہار کے محافظ بساطِ روزگار کے میدان کو اغیار اور نامحرموں سے پاک کر دیں اور دریائے کُن فکان کی پیشانی سے متحرک افواج کی موجیں ساکن ہو جائیں، پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں اور وحشی اپنے اپنے ٹھکانوں میں آرام کریں، مشاطہ وصالِ محبوب میں مدد دیتی ہے، حسین دلہن کو کمال و اقبال کے زیور سے آراستہ کر کے رات کو نوشاہ کے خلوت خانہ میں بھیجتی ہے تاکہ بے تکلف حشمت کا پردہ عزت کے جمال سے اٹھا کر محبت و انس کا ہاتھ ایک دوسرے کی رفاقت کی گردن میں ڈالیں، لاجرم ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم جو حرم سرائے قدس کی دُلہنوں کے تاج کے موتی اور انس و محبت کے طرب خانہ کے نازنینوں کے حبیب تھے اس مبارک رات قدرت کے مشاطگاں نے گھنگھریالے بالوں والی رات کی دُلہن کو مشک و سنبل اور عنبر و قرنفل سے آراستہ کیا اور حکمت کا فرش بچھانے والوں نے قضاء کا سنہری خیمۂ عروسی سرائے عالم سے اٹھا کر شام کا سیاہ شامیانہ اس آبنوسی حجرہ پر تان دیا، اس خلوت نشین نازنین لی مع اللہ کو خلوت خانہ دنیٰ فتدلّیٰ میں انبساط کے بستر اور او ادنیٰ کے بخت و اقبال کے تخت پر بٹھایا اور عالمِ غیب کے گویّے یہ زمزمہ سناتے تھے، لمولفہٖ غفرلہ۔

بیا در بزمِ او ادنیٰ یکے حرفے ز من بشنو
وزاں اسرار ما اوحیٰ عجب طور سخن بشنو

اگر اسرارِ وحدت راز کس باور نمے داری
تو گوشِ ہوش خود بکشا ولے کام و دہن بشنو

برافگن نور و ظلمت راز راہ بردار کثرت را
پس آنگہ سرِّ وحدت را تو ہم از خویشتن بشنو

گہی کز شوق می نالم خبر کے دارم از عالم
رخے در خاک می مالم کہ اے جان راز من بشنو

جوابے میرسد ہر دم ازاں عالم بگوش من
کہ من راز تو بشنودم تو اکنوں راز من بشنو

معین در کش مۓ باقی بنہ لب برلبِ ساقی   پس آنگہ سرِ مشتاقی ازاں خوب ختن بشنو

حکمت پنجم معراج کے لیے رات کو منتخب کرنے میں یہ حکمت بھی تھی کہ رات اسرار کی پردہ دار اور یارانِ غمگسار کی محرم و ساتھی ہے، یہ پردۂ عصمت، جذبۂ رحمت، باغِ یقین، چمنِ اِنّ المتّقین، تخت و تاجِ اولیاء، بخت و معراجِ انبیاء، سجدہ گاہِ عباد اور زاہدوں کی خلوت گاہ ہے ؎

شب خلوت خاص عاشقاں است   شب محرم راز صادقاں است
معراج قلوب اہلِ شوق است   تاراج کروب اہلِ ذوق است

حرفیہ رات کی بہت سی فضیلتیں اور خصوصیات ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

الف۔ رات مضطرب اور بے قرار لوگوں کے لیے آرام و قرار ہے وجعلنا الیل لتسکنوا فیہ ط

ب۔ بہجت صائمان (روزہ داروں کے لیے خوشی و شادمانی)، روزہ کی افطاری رات سے شروع ہوتی ہے۔ ثم اتموا الصیام الی الیل۔

ت۔ تجلّی جمالی و جلالی، رات کے آئینہ میں ہوتی ہے فلمّا جنّ علیہ الیل راٰی کوکبا۔

ث۔ ثواب بے حساب، مبارک رات کو بیداری ایک ماہ کے برابر بلکہ ہزار رات سے بہتر، لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔

ج۔ جود و سخا، اغیار کی نگاہوں سے پوشیدہ بے ریا عطیات رات کو بے شمار ہوتے ہیں، الذین ینفقون اموالھم بالیل سرا و علانیہ۔

ح۔ حلاوتِ طاعت فرمانبردار ابرار کے لیے رات ہی میں میسّر آتی ہے قم الیل الّا قلیلا۔

خ۔ خزانۂ عبادت اہلِ سعادت رات ہی ہے، امن ھو قانت اٰناء الیل۔

د۔ عالی مقام تسبیح پڑھنے والوں کی تسبیح کا دبدبہ رات ہی میں ہے وسبحہ لیلا طویلا۔

ذ - مقربانِ شیریں گفتار کا ذوق وشوق رات ہے، یتلون اٰیات اللّٰہ اٰناء الیل۔

ر - خستہ حال بندوں کی جراحت کی راحت اور سوگوار درماندہ لوگوں کے لیے استراحت رات ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ وھو الذی جعل لکم الیل لباسا والنوم سباتا۔

ز - زینت وتجمل ہمیشگی کے صدق وتوکل کی معیت رات میں ہے وجعلنا الیل سکنا۔

س - احباب کی آنکھوں میں سوداوی عشق کی نیند آرام وقرار کے لیے نہیں بلکہ مطالعہ اسرار اور مشاہدۂ انوار کے لیے رات کو میسّر آتی ہے ومن اٰیاتہ منا مکم بالیل۔

ش - شرفِ نزولِ قرآن گوہربار رات میں حاصل ہوا، انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔

ص - صولت وہیبت طول اسرار رات میں ہے ان ناشئۃ الیل ھی اشد وطأ و اقوم قیلا۔

ض - ضیائے بواطن، شب زندہ دار، تہجد گزار لوگوں کی رہائش گاہوں میں روشنی وضیا رات کو ہوتی ہے، یعلم انک تقوم ادنٰی من ثلثی الیل۔

ط - طرب ونشاط رکوع وسجود کرنے والوں کو رات کو حاصل ہوتا ہے، واٰیۃ لہم الیل۔

ع - کمزور وناتواں روزہ داروں کی عشرت رات ہے، احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الیٰ نسائکم۔

غ -

ف - فتح وظفر موسیٰ علیہ السلام کے لیے، فاسر بعبادی لیلاً۔

ق - قافلۂ مخدوم مہاجرین وانصار بخت واقبال کی طرف رات کو متوجہ ہوتا ہے، ومن الیل فتہجّد بہ نافلۃ لک۔

ک - کفایت کار حضرت لوط علیہ السلام رات ہی کو ہوئی، فاسر باھلک قطعا من الیل۔

ل - لذّتِ مناجات اور ذوقِ طاعت رات میں ہے، اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الیٰ غسق الیل۔

م - معرفتِ حقائق اسرار فاعتبروا یا اولی الابصار رات میں ہے۔

ن - نورِ سرور رات میں ہے، من کثر صلوٰتہ بالیل حسن وجھہ بالنہار۔

۴۔ چاہت قسم باری تعالیٰ (خدا تعالیٰ نے رات کی بار بار قسمیں کھائی ہیں) بر سبیل تکرار رات میں ہے، واللیل وما وسق واللیل اذا عسعس واللیل اذا یغشی واللیل اذا سجی۔

۵۔ ہیئت رخسار اشرارِ سیاہ رات کی تاریکی کی مانند رات میں ہے، کانما اغشیت وجوھھم قطعاً من اللیل مظلما۔

۶۔ لاکی آیات میں تفکر و تدبر کے موقع رات کو حاصل ہوتے ہیں و باللیل افلا تعقلون۔

۷۔ یمن برکت سید ابرار و سند اخیار اعنی محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں رات میں ہے، سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً۔

میرے والد محترمؒ نے فضائل رات میں کہا ہے ؎

خوان نعم بنہادہ ہیں بہرِ صلای نیم شب ۔۔۔ دست کرم بکشادہ ہیں بہرِ دعائے نیم شب

وقتِ وصالِ دوستاں زنیم شب گردد عیاں ۔۔۔ اے جسم و جانِ عاشقاں بادا فدائے نیم شب

ہر نیم شب تیرِ دعا بر چرخِ ہفتم مے زدم ۔۔۔ ہاں کارگر آمد مگر تیرِ دعائے نیم شب

ہر نیم شب آمد ندا از بارگاہِ کبریا ۔۔۔ بکشائے گوشِ ہوش را بشنو ندائے نیم شب

گوید کہ ہل من تائب خواند کہ ہل من مذنب ۔۔۔ جوید کہ ہل مستغفر در انتہائے نیم شب

تا توبہ بپذیرم ازو وین جرم برگیرم ازو ۔۔۔ او داند از من من ازو اندر خلائے نیم شب

ہم عید ہیں ہم قدر ہیں ہم قلب ہیں ہم صدر ہیں ۔۔۔ ہم شمس ہیں ہم بدر ہیں در تنگنائے نیم شب

ہم باج ہیں ہم تاج ہیں ہم جسم و جاں تاراج ہیں ۔۔۔ ہم لیلۃ المعراج ہیں و بر سمائے نیم شب

ہاں اے فراخی کار کن رو نالہ ہائے زار کن

دل مردہ را بیدار کن از نالہ ہائے نیم شب

منکرینِ معراج کے لیے چند اشارات

بعض کوتاہ نظر جو حواس کے قید خانے اور اوہام عقل کی زندان سے باہر نہیں نکل سکے اور ہمیشہ قفسِ خاک کے قیدی اور آسمانی حادثات کی زنجیروں کے مقید ہیں، ہمیشہ اپنے جزومی

اور اکات سے بندھے ہُوئے اور اپنے کوتاہ اندیش دل کے توہمات وتخیلات میں گرفتار ہیں اور جنھوں نے دیدہ دل کو حقائق امور کے لیے جو قدرتِ الٰہی میں داخل ہیں، نہیں کھولا اور نہ ہی واللہ علیٰ کلّ شیٍ قدیر کی حقیقت معلوم کی ہے۔ خوارق عادات کو باور نہیں کرتے اور ابُوجہل کی مانند صدیقوں کی صداقت کی تصدیق سے رُوگردانی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ خاکی ثقیل جسم کا لطیف ہوا میں خلاء کی طرف اُٹھنا ممکن نہیں مگر اہل سنّت وجماعت جنھوں نے معراج کی تصدیق کی ہے کہتے ہیں کہ اگر جسم کثیف کا لطیف فضا پر اٹھنا ممکن نہیں تو لطیف ہوا کا زمین کی طرف نیچے آنا بھی ممکن نہیں، پس جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان کی طرف جانے سے انکار کرتا ہے لازماً جبرائیل علیہ السلام کے زمین پر آنے سے منکر ہوگا اور ایسا اعتقاد کفر صریح ہوگا عیاذاً باللہ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی تصدیق کے وقت ان سے اس کے متعلق دلیل پوچھی گئی تو آپ نے یہی دلیل پیش کی، چنانچہ اپنی جگہ پر انشاء اللہ بیان ہوگا، ہم اس فصل میں صرف دس تمثیلات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کی دلیل ہوسکتی ہیں، بیان کرتے ہیں:

تمثیل اوّل اصحاب ہیئت ونجوم نے ہندسی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آفتاب کا جسم زمین سے ایک سو چونسٹھ گنا اور ایک روایت کے مطابق ایک سو چھیاسٹھ گنا بڑا ہے اور ایک لمحہ میں کئی ہزار سالہ راہ طے کر جاتا ہے اور حرکت آفتاب سے مراد اس کے فلک کی حرکت ہے، جبکہ اس قسم کی سرعت سیر عقل کے نزدیک بعید نہیں ہے کہ آفتاب کا جسم اس قدر سالوں کا راستہ آنکھ جھپکنے میں طے کر جاتے تو خردمندان جہاں کے روشن ضمیر پر یہ بات کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے کہ آسمانِ نبوّت کا آفتاب اور سپہر جلالت کا خورشید صلی اللہ علیہ وسلم جن کے وجود کے نور سے لاکھوں اجرامِ فلکی اور جواہر مجردہ ملکی استفادہ کرتے ہیں، خداوندی امداد وارشاد سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ رات کے بعض حصے میں ساتوں آسمانوں سے آگے نکل جائیں اور سب سے بلند مقام دنیٰ فتدلّیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ پر ترقی فرمائیں۔

تمثیل دوم کشمیر کے جادوگر باوجود خبث باطنی کے مٹکے کی سواری اور جاروب کشی

لکڑی کا چابک تیار کرتے ہیں اور شیطان کی راہبری سے ایک ساعت سے کم مدت میں کشمیر کے انتہائی دور دراز مقامات کوہ دماوند پر جاتے ہیں مٹکے کی سواری، جاروب کی لکڑی کا تازیانہ شیطان کی رہبری میں بہت زیادہ مسافت بہت کم زمانہ میں بعید از عقل نہیں تو راکب سیّد المرسلین ہوں، سواری براق ہو، مرغزار علیّین اور تازیانہ خلد بریں کے یاقوت و زبرجد کا ہو اور راہبر جبرائیل علیہ السلام ہوں، عنان عزیمت اسرافیل کے ہاتھ اور ہونیوالا رب العالمین جل وعلا، منزل مقصود ہو۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم طرفۃ العین میں مسجد حرام سے اجرام علوی تک ہو آئیں تو تعجب کی کونسی بات ہوگی۔

تمثیل سوم ابلیس جو کہ مخلوقات میں بدترین ہستی ہے ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب تک جا پہنچتا ہے اور مغرب سے مشرق کو لوٹ آتا ہے۔ جب بدترین ہستی کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جائے تو اٹھارہ ہزار عالم کے ہادی کا یہ منصب کیوں نہیں کہ وُہ ایک رات میں عالمِ ملکوت کی بلندیوں تک پہنچے۔

تمثیل چہارم حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند جل وعلا کی امداد سے چوتھے آسمان پر گئے اور حضرت ادریس علیہ السلام آسمانوں کی سیر کر کے جنت میں داخل ہوئے، چنانچہ یہ دونوں واقعات نص قرآنی سے ثابت ہیں اور ان دونوں نے جسم و رُوح کے ساتھ عالمِ افلاک کو صعود کیا، پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے (جو مرتبہ میں ان سے بلند تر ہیں) آسمانوں پر جانے اور واپس آنے میں کیا امر مانع ہے۔

تمثیل پنجم گیلی لکڑی کو جو ذاتی نمی کی وجہ سے وزنی ہوتی ہے باز کے پاؤں سے باندھ دیا جائے تو وُہ اُڑ نہیں سکتا، لیکن وُہی لکڑی اگر سُورج کی گرمی میں خشک ہو جائے اور وُہ وزن جو نمی کا لازمہ ہے اس سے زائل ہو جائے تو ہلکی ہو جاتی ہے اور باز اڑنے لگتا ہے، ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم انا من اللہ کے آشیانہ سے اڑے ہُوئے شاہباز تھے اور وما ارسلناك الا رحمة للعلمين میں نزول فرمایا اور وزنی لکڑی انما انا بشر مثلکم اس شہباز بلند پرواز ابیت عند ربی کے قدم پر باندھ دی تاکہ بشریت اور نفسانیت کے وزن سے اُمت کے ساتھ والبستہ رہیں

لیکن جب آفتابِ عنایت کی گرمی سے اپنی لبشریت کے وزن اور نفسانیت کے بوجھ کو مٹا دیا، آب وخاک کی طبیعت وجود باجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل طور پر نکل گئی تو شبِ اسریٰ میں جسم روح وقلب کے ساتھ عروج کرے تو کیا تعجب ہے۔

تمثیل ششم شعبدہ باز بیضۂ مرغ میں سُوئی سے سوراخ کر کے جو کچھ اس میں ہوتا ہے باہر نکال لیتے ہیں۔ پھر وہ اوس جو موسم بہار میں صبح کے وقت سبزے پر پڑتی ہے لے کر اس سوراخ کے ذریعہ بتدریج داخل کرتے ہیں اور اسے بھر دیتے ہیں، پھر اس سوراخ کو موم سے بند کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد اس شبنم سے بھرے ہوئے انڈے کو دھوپ میں رکھتے ہیں، جب وہ شبنم انڈے کے اندر گرم ہو جاتی ہے، وہ انڈا مع اس شبنم کے سورج کی کشش سے ہوا کی رکاب میں قدم رکھ کر عالمِ بالا کا قصد کرتا ہے۔ اے عارف! کچھ جانتے ہو کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں وجود باجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اس عرصۂ عالم میں بیضۂ مرغ لاہوتی تھے، تقدیر ازلی کے صانع نے صنعتِ لم یزلی کے ساتھ تشریح کی۔ الم نشرح لك صدرك کے نشتر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ بے کینہ کو شگاف دیا اور لبشریت کی خصوصیات اور جسمانیت کے اخلاط کو مکمل طور پر آپ سے نکال دیا یہاں تک کہ شوق کے نداکنندگان نے خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے لستُ کاحد کی تمام جہاں میں صدا دی، پھر شبنمِ کرم جو ازل کے آسمان سے سحر گاہ ازلی میں جوئبار قدس کے سبزہ زار پر برسی تھی نجاج شوق میں جمع کر کے بیضۂ سیمرغ کبریا میں بھر دی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کے بیضہ کو تجلی کی گرمی میں اتنا عرصہ رکھا کہ عشق ومحبت کی حرارت سے شوق و محبت جوش مارنے لگے پھر کشاکش سبحان الذی اسریٰ کی مدد سے ہوائے کبریا کا قصد کیا اور ان سات آسمانوں پر اڑ کر دنیٰ فتدلّٰی کی مسند پر قاب قوسین او ادنیٰ کے تخت پر تکیہ لگایا چنانچہ شیخ نظامی گنجوی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

سر برون زد ز عرش روحانی	در نظرگاہ سر سبحانی
حیرتش چوں خطر پذیری کرد	رحمت آمد لگام گیری کرد
قاب قوسین او دران اثنا	در گزشت از دنیٰ باد او ادنیٰ

تمثیل ہفتم شریعت کا اصول ہے کہ جب دو چیزیں اس طرح جمع ہو جائیں کہ ایک غالب او دوسری مغلوب ہو تو حکم غالب شے پر ہی ہوگا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آب آمیختہ دودھ اگر بچے کو پلائیں تو حکم رضاع ثابت ہوگا یا نہیں، علماء کہتے ہیں اگر دُودھ زیادہ ہے تو ہوگا اور پانی دُودھ سے زیادہ ہے تو نہیں ہوگا، اسی طرح کھوٹی نقدی کا حکم ہے کہ اگر چاندی زیادہ ہے تو کھری نقدی کے حکم میں ہوگا اور اگر کھوٹ زیادہ ہے تو نقدی کھوٹی ہوگی، اسی طرح تھوک اگر خون آلود ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر خُون غالب نہیں تو نہیں ٹُوٹے گا۔ شریعت میں اس قسم کے بہت سے مسائل ہیں اس قیاس کے مطابق طائرِ رُوح پُرفتوح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے جسد اطہر پر غالب آجائے تو رُوح کے حکم میں ہوگا اور وہ فضائے ہوائے عالم ملکوت کے جبروتی حرم سرا میں اڑنے لگے تو کیا تعجب ہے۔

تمثیل ہشتم روایت ہے کہ انسان کی رُوح جب بدن سے جُدا ہو جاتی ہے تو بعض ارواح آنکھ جھپکنے سے بھی کم وقفہ میں آسمان کی طرف پرواز کر جاتی ہیں اور آسمانی کرتوں سے گزر کر عرش کے نیچے منازل نور میں متمکن ہو کر استراحت کرتی ہیں، جسم شریف و گوہر لطیف محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو جان سے لاکھوں گنا صاف اور رُوح سے پاکیزہ تر ہے اگر رات کے کسی حصّہ میں آٹھ ہزار سال کا فاصلہ اور اس سے بھی زیادہ طے کرے تو کیا تعجب ہے۔

تمثیل نہم یہ کوتاہ نظر اس حقیقت میں کیوں غور نہیں کرتے کہ ان کا نورِ بصارت آنکھ کھولتے ہی ثوابت و سیار فلک ہشتم سے فلک قمر تک جو کسی نہ کسی فلک میں ہوتے ہیں، احساس کرتا ہے اور اس کا ادراک کرتا ہے اگر جسم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو نور دیدہ فلک اور انس و ملک کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور نجم کی روشنائی سے زیادہ لطیف اور اس کی پتلی سے زیادہ نازک ہے، ایک رات میں قدرتِ الٰہی سے یہ فاصلہ طے کرے تو حیرت کی کون سی بات ہے۔

تمثیل دہم فلک الافلاک جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ تمام جہان کو محیط ہے، جسم کے اس قدر بڑا ہونے کے باوجود کہ تمام اجسام کو گھیرے ہُوئے ہے اور تمام

علویات اجرام کا مدبر ہے۔ ایک شب و روز میں اپنی گردش پوری کرتا ہے جس کی مسافت کا کسی ہندسہ داں کی عقل ادراک نہیں کرسکتی۔ پس اگر وہ آسمانوں کو بلند کرنے والی اور بنانیوالی ذات حکیم جس کی قدرت و حکمت سے آسمان کئی ثواقب سے رنگین اور یہ زنگار رنگ سراپردہ ستاروں کے انوار سے آراستہ اور یہ سرسبز بستر (زمین) پھولوں کے جواہرات سے مرقع ہے اس مٹیالے فرش میں اسی کی قدرت سے نہریں بہتی ہیں اور آسمان کے کُرتے اسی کی تحریک سے متحرک اور فرش خاک اسی کے ٹھہرانے سے ساکن ہے وہ جوہر جسم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک لحظہ میں آسمانوں کی چوٹی کا تاج اوج فلک کی بلندیوں کو طے کرنے والا ہما بنا سکتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ واقعۂ معراج عجیب و غریب حکمتوں کو بیان کرنے اور صنائع قدرت کے اظہار کے لیے ہے۔ اگر کوئی منصف ازراہ انصاف تمام غرائب و عجائب مصنوعات اور مخلوقات پر نظر ڈالے اور تحقیق کی غرض سے غور و فکر کرے تو اسے یقین ہو جائے گا کہ عالم موجودات کے ہر فرد کی کیفیت اور خواص کی مقدار مقررہ صورت اور مخصوص ہیئت کی صورت میں جزئی ادراک کے احاطہ سے باہر ہے بلکہ تمام واقعات عالم کو خرق عادت اور خدا کی ایجادات میں شمار کرے گا۔ لیکن کثرت مشاہدہ کی وجہ سے اس میں ندامت محسوس نہیں کرتا بلکہ یہ تمام چیزیں بدیہات اور ضروریات سے ہو گئی ہیں۔ مثلاً اپنے ہی وجود میں جو عالم صغیر ہے غور کرے کہ یہ بدیع فطرت نقش کس کی قدرت کاملہ نے بنایا ہے اور فیض حراست کے انوار کی شعاعوں سے جسم کی حفاظت و نگہداشت میں کون مصروف ہے، مٹی کا خمیر اٹھانے کے بعد کس طرح اس کی بنیاد کی تعمیر کو مکمل کیا گیا۔ رحم مادر سے خروج اور عالم کبیر (دُنیا) کی معرا فضا میں اُٹھ آنے کا وقت جب قریب پہنچا اس کی طبیعت کے موافق غذا پستانِ مادر میں کس نے بھیجی، لذیذ اور مرغوب اشیاء کس نے پیدا کیں، غیبی تعلقات کے رابطہ سے اجزائے وجود کو آپس میں کس نے مربوط کیا۔ اجزائے جسم کے ہر جز کو نفع اٹھانے کا سبب اور ان لذیذ اور مرغوب اشیائ سے لطف اندوز ہونے کا وسیلہ کس نے بنایا، یہاں تک کہ نگاہ کی تیزی سے رنگوں موجودات اور متخیلات سے نفع حاصل کرتا ہے، سماعت کی قوت کے ذریعہ آوازوں اور نغموں سے باخبر ہوتا ہے، قوتِ ذائقہ انواع واقسام کے کھانوں اور مشروبات سے لذت

اٹھانے کا سبب بنتی ہے۔ قوت ناطقہ کے ذریعہ اسرار سے بحث کرتا ہے اور اپنے دلی جذبات کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح تمام باطنی راستوں اور طبعی قوتوں کو کسی نہ کسی کام اور مہم کی ترتیب کے لیے کس نے مقرر کیا، یہاں تک کہ صاحبِ بصیرت وزیر اور نقصان کو پورا کرنیوالا قہرمان عقل کل کے عالم سے مہمات کی کفایت اور اس کی معاش کی ترتیب کے لیے مشغول ہوا نفع و نقصان کی راہیں اسے بتاتا ہے۔ اچھائی اور بُرائی کی پہچان کا نسخہ غور و فکر کی تختی پر لکھتا ہے۔ ان معارف کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے جو کچھ پردۂ عدم سے عالمِ وجود میں پیدا کیا ہے تمام بے مثل اور بے مثال ہے۔ عقل کسی ایک کی حقیقت تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ بعض کثرت ممارثت اور مسلسل مشاہدے کی وجہ سے عجیب معلوم نہیں ہوتے مستحیلات عقلیہ کی زیب گاہ سے حسی ممکنات کے میدان میں داخل ہو گئے ہیں اور بعض اس کے برعکس ابھی تک نامکمل گوشۂ گمنامی میں چھپے ہوئے ہیں عقل انہیں عدم تعمق کی بنا پر محال شمار کرتی ہے۔ یہ ان کی نقصان عقل اور معرفت کی خرابی ہے۔ ؎

چہ زہرہ خاک مسکیں را کہ توحید خدا گوید
بدیں آلودگی ذات مقدس را ثنا گوید

اگر مردم صفات صنع او گوید بدان ماند
کہ در دریا فتد مور و حدیث آشنا گوید

نبی جائے کہ لا احصی ثناء گوید از حیرت
کہ یارد کو بیان آں کمال کبریا گوید

دراں صحرا کہ انوارِ تجلی میکند جلوہ
تحیرّ عقل را سوی عدم راہ جلا گوید

خیال است ایں کہ در آئینۂ دل نور لاہوتی
در آید تا خیال آنرا ز ناسوت انجلا گوید

ملک ہم نام او داند بس آگہ نبید از وے
چو نابینائے مادر زاد کا وصاف ضیا گوید

ہماں نوری کہ آمد نقطۂ باریک کاف و نون
چو داغ صنع دارد وصف او کے عقل ما گوید

ز حیوان نیز بگذر آں گیا کز خاک مے روید
چو آں او ست نتواند کہ وصف آں گیا گوید

نہ آں کس آگہ است از وے کہ او بیچونش میخواند
نہ آں کس نیز می داند کہ او چون و چرا گوید

ز صنعش قطرۂ عقل و کمال کبریا بحری
بقطرہ بحر در گنجد کسے ایں ماجرا گوید

نگنجد در دماغ عقل ادراکش زباں درکش
کہ ذرہ ہر چہ گوید وصف خورشید از ہوا گوید

ببیند ایں غافلاں آگہ از و آں کس کہ آگہ شد
گزار د حیرتش ہرگز کہ او نام خدا گوید

بعین جہلی کہ من دارم مرا دین عجائز بس ‏ ‏ ‏ ‏ من وتسلیم بر قولے کہ داناے ونا گوید

عروج جان براوج قاب قوسینش بود ہر شب

اگر سالک طریق مصطفیٰ را اقتدا گوید

اے درویش! یہ تمثیلات اور تخیلات عقل کی استعداد کی بنا پر ہیں، وگرنہ اگر سالک عالم حواس کے میدانوں کے راستوں کو بند کر دے اور حق شناس جان کے سامنے سے زمان و مکان کے پردے اٹھا دے، کمند وصول قصر ازل کے کنگرہ پر ڈالے اور ہستی مطلق کی قوت کے ساتھ بساط قدم پر قدمِ ہمت رکھے تو بھی صبح کو اس کے دامنِ ولایت تک نہیں پہنچتا اور نہ ہی اس کے پاؤں رات کو اس طواف گاہ میں طواف کر سکتے ہیں عند ربک صباح و لا مساء اسی حقیقت کو بیان کرتی ہے ؎

آنجا کہ منم نہ بامداد است ونہ شام ‏ ‏ ‏ ‏ نخوف نہ امید نہ جاے ونہ قیام

من سوختہ ام نہ ز آتش ونہ ز شعلۂ نور ‏ ‏ ‏ ‏ مستم نہ زخم ونہ وزاج و نہ جام

جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے ایک نفس میں ہزار ہزار سال کی خدمت و طاعت کر سکتا ہے چنانچہ شیخ علاء الدین سمنانی قدس سرہٗ سے روایت ہے، بہت سے اوقات اس قسم کے ہیں کہ ہم صبح کو نماز ادا کرتے ہیں اور اوراد پڑھتے ہیں، ذکر کے بعد توجہ کی طرف مشغول ہوتے ہیں، چنانچہ اس عالم اور اس کے متعلقات سے باہر نکل جاتے ہیں اور دوسری دنیا میں منتقل ہو جاتے ہیں، سو سال دو سو سال اور ہزار سال مثلاً خدمت و طاعت میں مشغول رہتے ہیں چنانچہ تین سو ساٹھ دن کا سال گزارتے ہیں اور روزانہ پانچ وقت نماز ادا کرتے ہیں، ہر سال میں تیس دن رمضان المبارک کے روزے رکھتے ہیں، سنن اور نوافل ادا کرتے ہیں اور جب توجہ سے سر اٹھاتے ہیں تو سورج طلوع ہونے والا ہوتا ہے۔ اس کا فہم و ادراک بہت گہرا ہے، ارباب باطن پر یہ حقیقت روزِ روشن سے زیادہ واضح ہے، اس سے بھی زیادہ عجیب ایک قصہ ہے چنانچہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب "فصل الخطاب" میں طی زمان و مکاں کے سلسلہ میں درج کیا ہے کہ قصۂ معراج کی تصدیق کے بعد حضرت جنید قدس سرہ العزیز کا ایک مرید

ایک مرتبہ دریائے دجلہ پر نہانے کے لیے گیا، جب کپڑے اتار کر پانی میں داخل ہوا، فی الفور ہندوستان میں پہنچ گیا، وہاں شادی کی، اولاد ہوئی، عرصہ تک وہاں قیام پذیر رہا، دوسری مرتبہ پھر اس نے خود کو دریائے دجلہ کے پانی میں دیکھا، اس کے کپڑے کنارے پر رکھے ہوئے تھے، اس نے نکل کر کپڑے پہنے اور شیخ کی خانقاہ میں آیا، دیکھا کہ اسی نماز کے لیے لوگ وضو کر رہے ہیں، خواجہ محمد پارسا قدس سرہ العزیز کا فرمان بھی ہے کہ جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو ایک سانس میں ہزار سالہ عبادت کر سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ سالک کا ایک لمحہ عامۃ الناس کے ہزار سالوں کے برابر ہے، بہت سے بزرگوں نے ایک لمحہ میں پورا قرآن مجید حرف حرف اور لفظ لفظ پڑھا ہے، یہ حالت سلطان الاولیاء حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب پائے مبارک رکاب پر رکھتے دوسرا پاؤں رکھنے سے پہلے تمام قرآن ختم کر لیتے۔ حاصل کلام یہ کہ جب خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم احاطۂ کون و مکان اور دائرہ دور زماں سے اوپر نکل گئے اور تمام ما سوی اللہ سے علیحدگی اختیار کر لی یہاں تک کہ لباسِ ہستی بھی وجودِ اقدس سے اتار لیا گیا ماکان محمداً ابا احد من رجالکم اور خلعتِ رحمت پہنایا گیا فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم اور جب انہیں بھیجا آپ رحمت تھے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔

مکّہ سے بیت المقدس

راویانِ اخبار اور ناقلانِ آثار نے سیّدِ مختار اور سندِ اخیار صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے سلسلہ میں متعدد اور مختلف روایات بیان کی ہیں، اور اس بات میں بھی اختلاف کیا ہے کہ معراج کب ہوا، اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ معراج بعثت سے بارھویں سال ربیع الاوّل میں ہوا، بعض علماء کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال پانچ ماہ پہلے ہوا تھا، اس قول کے مطابق گیارھویں سال شوال میں ہوا، اور ایک قول کے مطابق ستائیسویں رجب کو ہوا تھا، اکثر محدثین کا یہی مسلک ہے، اور ایک روایت کے مطابق بعثت سے بارھویں سال رمضان المبارک میں ہوا تھا، بعض علماء اس بات کے

قائل ہیں کہ بعثت سے پانچ سال بعد یہ صورت وقوع پذیر ہوئی۔ اکثر اس پر ہیں کہ دوشنبہ کی رات معراج کا واقعہ پیش آیا۔ بیس جلیل القدر صحابہ کرام مثل امیر المومنین علی ابن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، حذیفۃ الیمانی، ابوسعید الخدری، جابر بن عبداللہ انصاری، ابوہریرہ، ابن عباس، انس بن مالک، مالک بن صعصعہ اور ام ہانی رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ نے معراج کی حدیث کو بیان کیا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

واقعۂ معراج معراج کا سفر مبارک کونسے مقام سے شروع ہوا؟ اس میں بھی اختلاف ہے ایک روایت یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھر سے اس سفر کا آغاز ہوا، چھت میں شگاف ہوا اور جبرائیل علیہ السلام نیچے اُترے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حرم شریف میں تھا، کبھی فرماتے مسجد الحرام میں مقامِ حجر میں تھا کہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے ان کے ساتھ میکائیل علیہ السلام تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ میں ام ہانی کے گھر میں مصلّی پر تھا اور سونا چاہتا تھا' بہت سے محدثین کا رجحان اس حدیث کی طرف ہے۔ ان مختلف روایات میں تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر میں تھے، وہ گھر صفا و مروہ کے درمیان واقع ہے اور حرم میں داخل ہے۔ حضرت ابوطالب کی کفالت کے زمانہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر میں رہتے تھے اس لیے اس گھر کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ "میں اپنے گھر میں تھا"۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام میں طواف کرانے کی غرض سے لائے پھر وہاں سے بیت المقدس کا قصد فرمایا اس لیے مسجد حرام اور حجر کی طرف اشارہ فرمایا، واللہ اعلم بالصواب۔

اب ہم واقعۂ معراج مشہور روایت ام ہانی کے مطابق بیان کرتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا فرمالی تھی، آپ کی چشم مبارک خواب میں تھی اور قلب اطہر بارگاہ ربّ العزّت میں متوجّہ تھا اور گوشۂ نظر خاکسارانِ اُمت پر ڈالے ہوئے تھے۔ ؎

بھر در خواب و دل در استقامت   زبانش امتی گو تا قیامت

جبرائیل علیہ السلام کو خطاب مستطاب پہنچا کہ اے جبرائیل! آج رات گوشۂ اطاعت و بندگی کو چھوڑ دے اور اپنے اوراد تسبیح و تہلیل کو ترک کر دے اور طاؤسی پر اور پائیز صبح منور پروں کو جنت الفردوس کے لباس اور زیور سے آراستہ کر اور میرے حبیب کی خدمت کے لیے تیار ہو جا، کلاہِ فرمانبرداری سر پر رکھ لے، میکائیل سے کہو کہ رزق کا پیمانہ ہاتھ سے علیحدہ رکھ دے، اسرافیل سے کہو کہ صور کو کچھ عرصہ کے لیے موقوف کر دے، عزرائیل سے کہو کہ کچھ دیر کے لیے روحوں کو قبض کرنے سے ہاتھ اٹھا لے، فراشانِ نور و ضیا سے کہو کہ آسمانوں کے طبقات کو نور کے جھاڑو اور عیش و سرور کے جاروب سے صاف کریں، صدق و صفا کے نقارچیوں سے کہو کہ جود و عطا کے نقارے کو وادیِ بقا کے اطراف و اکناف میں بجائیں، رضوان سے کہو کہ بہشت بریں کی درجہ بندی کرے، مالک (فرشتہ محافظِ دوزخ) سے کہو کہ منازل دوزخ کو حلم و تسکین کے قفل لگا دے، سمندر موجزنی سے باز رہیں، ہوائیں طوفان نہ اٹھائیں، افلاک سیر و سلوک سے آرام کریں، زبانیہ آمد و رفت کا تردد نہ کرے، خلد بریں کی حوروں سے کہو کہ عود قماری کی انگیٹھیاں نچھاور کرنے کے لئے جواہرات سے بھرے ہوئے تھال ہاتھوں پر رکھے ہوئے جنت کے محلات کی چھتوں پر صف بستہ کھڑی ہو جائیں، حاملانِ عرش سے کہو کہ فلک اطلس کو مقدس لباس پہنائیں، کرسی کے سر پر تاجِ قدسی رکھیں، اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو آواز دو، حضرت ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور تمام انبیاء علیہم السلام کو اطلاع دو ان کی ارواح کو قدسی ہواؤں سے معطر کرو، ستر ہزار مقدس فرشتے اپنے ساتھ جنت میں لے جا اور جنت میں سے ایک براق منتخب کر کے زمین پر لے جا، مشرق سے مغرب تک جس قدر اہلِ قبور ہیں ان سے عذاب اٹھا دیا جائے، تمام دنیا کو عطرِ محبت اور بخور مودت سے معطر کر دیا جائے، پھر زمین پر مغرب کی طرف جا وہاں سے شام اور شام سے یثرب اور یثرب سے کوہِ حرا پر جا، حرا سے قبیلہ قحطان اور قبیلہ قحطان سے قبیلہ کنانہ کو اختیار کر، کنانہ سے قبیلہ مضر اور مضر سے قبیلہ قریش اور قریش سے قبیلہ بنی ہاشم، قبیلہ بنی ہاشم سے بنی عبد المطلب، ان کے درمیان ایک جوان سرو قد، چاند سا نکھرا، حسین و جمیل، آفتابِ علم، حشمت و جلال کا پیکر، خوبرو بلند مرتبہ، زمانہ کے ہاتھوں محنت و بلا

کا جام چکھے ہُوئے، اندوہ و غم میں مستغرق، مودّب ان کے سرہانے جا کر کھڑے ہو جاؤ اور نہایت نرمی سے عرض کرو۔ ؎

امشب شبِ قدر تست بشتاب | قدر شبِ قدر خویش دریاب
آرائش سرمدیست امشب | معراج محمدیست امشب

اے دولت آں شبی کہ چوں روز
گشت از قدم تو عالم افروز

براق کا انتخاب جبرائیل علیہ السلام خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق براق لانے جنت میں آئے، بہشت کے مرغزاروں میں چالیس ہزار براق چر رہے تھے جن کی پیشانی پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی روشن تھا، ان چالیس ہزار براق میں سے ایک براق غمگین اور آزردہ ایک کونے میں سر جھکائے آنسوؤں کے دریا بہا رہا تھا، جبرائیل علیہ السلام اس براق کے پاس گئے اور اس سے اس کا حال پوچھا، اس نے کہا کہ اے جبرائیل (علیہ السلام)! ہزار سال کا عرصہ گزرا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا تھا، اس روز سے آپؐ کی محبت اور عشق میں مبتلا ہوں، جس روز سے میں نے آپؐ کا نامِ نامی اور اسمِ گرامی سُنا ہے کھانے کو جی ہی نہیں چاہتا، جبرائیل علیہ السلام نے چالیس ہزار براق میں سے اس براق کو جو اپنی جان پر اشتیاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا داغ رکھتا تھا، اختیار فرمایا، وہاں سے سلطانِ انس و جاں کی دولت سرا کی طرف توجہ فرمائی، چنانچہ شیخ نظامی گنجوی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے: ؎

رسیدہ جبرئیلؑ از بیت معمور | براق برق سیر آوردہ از نور
نگارے پیکرے چوں صورت باغ | سرش بکراز لگام و رانش از داغ
نہ ابر از ابر نیساں درفشاں تر | نہ باد از باد و آتش خوش عناں تر
چو مرغ از آشیانے بر پریدہ | باقصی الغایۃ اقصا رسیدہ
نمودہ انبیاء را قبلۂ خویش | بہ تفصیل امامت رفتہ در پیش
چو کردہ پیشوائی انبیاء را | گرفتہ پیش راہ کبریا را

بروں رفتہ ز وہم تیز ہوشان زخرگاہ کبود سبز پوشان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سفرِ معراج کا آغاز روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ میں ام ہانی کے گھر میں تھا، ربیع الاوّل دوشنبہ کی رات تھی، عشاء کی نماز پڑھ کر سویا ہوا تھا اور دل بیدار تھا کہ میں نے جبرائیل علیہ السلام کے پروں کی آواز سُنی، بس شب خوابی کے لباس میں ہی اُٹھ بیٹھا، جبرائیل علیہ السلام کو کھڑے دیکھا اس نے کہا: ان اللہ تعالیٰ یقرئك السّلام وھو یدعوك وانا حاملك الی اللہ تعالیٰ این یکرمك بکرامات لم یکرم بھا احد من قبلك ولا یکرم بھا احدا غیرك ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر قط۔

صدر و بدر عالم نفسی مخسپ امشب
کہ براق بر در آمد فاذا فرغت فانصب

میں اٹھا، وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور باہر نکل آیا، اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں نے وضو کرنے کا ارادہ کیا تو جبرائیل علیہ السلام کو حکم پہنچا کہ اس قدسی فطرت کے لیے بہشت کے حوض کوثر سے پانی لاؤ، ابھی میں نے وضو کے لیے دامن نہیں کھولا تھا کہ رضوانِ جنّت آبِ کوثر سے بھرے ہُوئے یاقوت کے دو لوٹے لے کر پیشِ خدمت ہوا اور زبرجد کا ایک طشت جس کے چار کونے تھے ہر گوشہ ایک ایسے موتی سے آراستہ تھا جس کی چمک سے آسمان روشن ہو جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاکیزہ پانی سے غسل فرمایا۔ اس کے بعد نور کا لباس پہنایا اور نور کا عمامہ آپ کے سر مبارک پر رکھا۔ ایک روایت اس طرح ہے کہ رضوان نے وُہ عمامہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے سات ہزار سال پہلے باندھا تھا، چالیس ہزار فرشتے اس کی تعظیم و تکریم کے لیے اس کے گرد کھڑے تھے جو ہر وقت تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے، ہر تسبیح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے یہاں تک کہ اس رات جبرائیل علیہ السلام اس عمامہ کو لائے، چالیس ہزار فرشتے اس عمامہ کے ساتھ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، کہتے ہیں کہ اس عمامہ کے چالیس ہزار نقش و نگار تھے اور ہر نقش پر چار لکیریں تھیں پہلی لکیر پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دوسری پر محمد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تیسری پر

محمد خلیل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چوتھی پر محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا تھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے نور کی ایک چادر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنائی، زمرد کی نعلین مبارک پاؤں میں، یاقوت کا کمر بند باندھا اور زمرد کا تازیانہ جو چار سو مروارید سے آراستہ تھا آپ کے ہاتھ میں دیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑے بیت الحرام میں آئے، ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آبِ زمزم سے وضو کیا اور سات مرتبہ طواف وداع کیا، طواف وداع مکمل کرنے کے بعد حجر میں جو حطیم ہے وہاں تھوڑی دیر آرام فرمانے کے لیے بیٹھے۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ بے کینہ کی صفائی میں مصروف ہوتے، سونے کا ایک طشت جو حکمت و عرفان اور عزت و ایمان سے بھرا ہوا تھا، لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر لٹا کر سینہ مبارک کو شگاف دیا، میکائیل علیہ السلام کو تین طشت آبِ زمزم کے لانے کو کہا، عروق اور سینہ کے اندرونی حصے کو دھویا، آپ کے قلب اطہر میں سے دنیا کے خیالات نکال دیے، دل کو باہر نکال کر دھویا اور اس سونے کے تھال میں رکھ کر جو حکمت و ایمان سے بھرا ہوا تھا، اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور مسجد الحرام سے وادیٔ مکہ میں لے آئے، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے وہاں اسرافیل اور میکائیل علیہما السلام کو دیکھا ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار فرشتے صف باندھے کھڑے تھے، جب انہوں نے مجھے دیکھا تمام نے سلام کیا اور مناسب عزت و احترام کے آداب بجا لائے، میں نے بھی اسی انداز سے جواب دیا۔ پھر مجھے خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور لامتناہی بشارتوں سے نوازا۔

براق کا حلیہ میں نے ایک سواری گدھے سے بڑی خچر سے چھوٹی کھڑی دیکھی جس کا چہرہ آدمی کا سا تھا، کان گوش فیل کی مانند، اس کے پاؤں گھوڑے کے پاؤں جیسے، گردن شیر کی گردن جیسی، سینہ خچر جیسا، جس کی دُم اُونٹ کی دم کے مشابہ تھی، ٹانگیں گائے جیسی اور سُم گائے کے سُموں کی طرح تھے، اس کی ران پر دو پر تھے جن سے اسکی پنڈلیاں ڈھکی ہوئی تھیں، جب وہ ان پروں کو کھولتا مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیتا، جب اکٹھے کرتا تو اس کے پہلو میں برابر آجاتے۔

طرفہ ہماے کہ پر از نور داشت — جوے خوش از غالیہ چوں حور داشت
مژدہ رساں گفت بمژدہ پذیر — کاورد آہنگ بعرش از سریر

سینہ سُرخ یاقوت کی مانند چمک رہا تھا، اس کی پیٹھ سے سفید بجلی کوندتی تھی، ٹانگیں سبز زمرد، دم مرجان، سر اور اس کی گردن سُرخ یاقوت سے پیدا کی گئی تھی، بہشتی زین اُس پر کسی ہوئی تھی جس کے ساتھ سُرخ یاقوت کے دو رکاب آویزاں تھے، اس کی پیشانی پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

یہ براق اس قدر تیز رفتار تھا کہ ایک جست میں حدِ نگاہ تک اس کا قدم پہنچتا تھا، براق، کیسا براق! ملک آسا، فلک پیما، خورشید پیکر، آسمان میدان شہاب کی سی چمکدار آنکھیں، خوب صورت پیشانی، ذہن رسا، خوش خصال، بلند فضائل، ثابت قدم، تیز رفتار، آراستہ بال، منور ایال، عنبریں دم، موتیوں جیسے سُم، سنبل جیسے نرم و نازک بال، قرنفل کی سی مہک والے بال، انسانی چہرہ، فرشتہ خصلت، ریحان جس کا چارہ، جس کی چراگاہ جنت، فصیح زبان، شیریں بیان، سریع السیر، کثیر الخیر، تیز گام، زمردیں لگام، زبرجدی پشت، یاقوتی زین، ستارہ جبین، گردوں رکاب، بادپیما، آب رفتار، موتیوں سے دانت، ابریشم کی سی رگیں، گاؤدم سرین، سیدھی اور پتلی ٹانگیں، نظر قدم پر اور قدم نظر پر پڑتا تھا

براقی شتابندہ مانند برق — شتامش چو خورشید در نور غرق
سہیلی بر اوج فلک تافتہ — ادیم یمن رنگ از و یافتہ
بریشم پیے بلکہ لؤلؤ سمے — روندہ چو لؤلؤ بر ابریشمی
ازاں خوش عناں تر کہ آید گماں — وزاں تیز رو تر کہ تیر از کماں
چناں شد کہ از تیزی گام او — سبق بردہ بر جنبش آرام او
قدم بر قیاس نظر مے کشاد
بگر خود قدم بر نظر می نہاد

جس چیز کو اس براق کی خوشبو پہنچ جاتی، زندہ ہو جاتی۔ یہ مرتبہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے وقت حاصل ہُوا۔ یہاں تک کہ بعض اہل فصاحت ظرفا نے اس کی تعریف

اس طرح کی ہے ؛ ؎

جہندہ بر زمین خوش باد پائے　　پرندہ در ہوا فرخ ہمائے
نہ دست کس عناق او بسودہ　　نہ از پائے رکابش گشتہ سودہ
چوآں دل کز بتاں دارد فراغے　　ندیدہ ران او آسیب داغے ،
نہ زیں بیرنج پشت نازنینش　　ندیدہ رنج کس از پشت زینش
گرش بالیستی آخور بہر خوردن
گرفتی شغل او گردوں بہ گردن

جبرائیل علیہ السلام نے رکاب تھامی، میکائیل علیہ السلام نے باگ پکڑی اور کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سواری فرمائیے، تشریف لے چلیے کہ ملاءِ اعلیٰ اور مقربان عالمِ بالا آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ ؎

مہد بر چرخ راں کہ ماہ توئی　　برکواکب دواں کہ شاہ توئی
آسماں را پذیر سایۂ خویش　　طرہ شوکن زجعد سایۂ خویش
عطر سایاں شب بکار تواند　　سبز پوشان در انتظار تواند
تازہ ترکن فرشتگاں را فرش　　خیمہ زن برسریر پایۂ عرش
عرش را دید بر فروزنہ بہ نور
فرش را شقہ در نورد از دور

براق اور خیال امت

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر براق پر پڑی، فکرمند ہو کر سر جھکا لیا، جبرائیل علیہ السلام کو خطاب ہوا کہ اے جبرائیلؑ! میرے حبیب سے پوچھو کہ کیا پریشانی لاحق ہے اور کس وجہ سے توقف ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں گھر سے نکلا ہوں، مجھے خلعت واعزاز حاصل ہوا ہے، میرے اعزاز و اکرام کے لیے تمام ملائکہ مقربین حاضر ہوئے ہیں اور برق رفتار براق میرے لیے لائے ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ کل قیامت کو جب میری امت قبروں سے اٹھے گی، برہنہ، خالی پیٹ، بھوکی پیاسی، گناہوں کا بوجھ گردن پر رکھے، بے شمار مظلوموں کے ہاتھ ان کے دامن میں

ہوں گے، پچاس ہزار سالہ راہ ان کے سامنے ہوگا، تیس ہزار سالہ باریک اور تاریک راہ دوزخ پر سے گزرنا ہوگا، وہ بے بضاعت فقرا اس مسافت کو کس طرح اور کن پیروں سے طے کر سکیں گے؟ فرمان آیا: اے میرے حبیب! غم نہ کیجئے، میں نے جس کسی کو اپنی نظرِ عنایت کے ساتھ مخصوص کر لیا ہے جس طرح آج رات عزت و بزرگی کا براق آپ کے دروازے پر بھیجا ہے اسی طرح آپ کی بلند ہمت اُمت کی ہر قبر پہ ایک براق بھیجوں گا اور تمام کو سوار کر کے سلامتی کے ساتھ ہنستے کھیلتے پُل صراط سے گزار دوں گا، قیامت کا پچاس ہزار سالہ راستہ پلک جھپکنے میں طے کروا کر بہشتِ عنبریں میں پہنچا دُوں گا، جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ویوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہونے لگے تو براق نے شوخی اور تندی دکھائی اور کہا: وعزۃ ربی لا یرکبنی الا النبی التہامی الابطحی القرشی محمد بن عبداللہ صاحب القرآن۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اے براق! مجھے اس خدا کی قسم جس کی صفت وحدانیت ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ گرامی تجھ پر کوئی پیغمبر سوار نہیں ہُوا۔ براق کانپنے لگا اور اس کی پیشانی حیا سے عرق آلود ہوگئی، خود کو زمین کے ساتھ لگا دیا، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہُوئے اور جبرائیل علیہ السلام آپ کے ہم رکاب مسجد اقصٰی کو روانہ ہُوئے۔ ؎

گرد شہ مکہ وداع حرم دیدۂ زمزم شدہ ازاں پُر نم
برحرم مکہ چو دامن فشاند تا حرم قدس مقدس براند

براق کی آرزو

ایک روایت میں ہے کہ جب اس رات براق نے شوخی کی، جبرائیل علیہ السلام نے اسے ڈانٹا اور کہا: اے براق! یہ کیسی گستاخی ہے؟ کیا تو نہیں جانتا کہ تجھ پر کون سوار ہو رہا ہے؟ اٹھارہ ہزار عالم کے سردار اور سُبحان الذی اسریٰ کے مطلعِ انوار کے مورد ہیں، فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ کے مہبطِ اسرار، دنیٰ فتدلّیٰ کے بلند علم اور فکان قاب قوسین اوادنیٰ کے حرم کے

والی ہیں، مریضانِ معصیت کے طبیب، علی الصباح جاگنے والوں کے مونس وجلیس، مؤدبان بارگاہِ رب العزت کے ادیب، حبیب مقربان لی مع اللہ اور تعلیم فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ کے معلّم اور وکفیٰ باللہ شہیداً محمّد رسول اللہ کی تکریم کے ساتھ مکرم ہے۔

شاہی است کز احوال گدا آگاہ است
در روزِ قیامت اوشفاعت خواہ است

در وصف کمال اوچہ گویم کو را
این بس کہ محمد رسول اللہ است

براق نے کہا: اے وحی الٰہی کے امین اور جناب قدس کے ایلچی میرے ساتھ درشتی نہ کر کیونکہ میں ضرورت مند ہوں اور اس برگزیدہ نبی سے میری ایک التماس ہے۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بتاؤ تاکہ اسے پورا کروں۔ براق نے عرض کیا: آج رات میں سعادت وصال سے مشرف ہوں، آنجناب کی روح افزا روح اور جاں بخش رائحہ سے آسودہ اور مطمئن ہوں۔ کل قیامت کو جب فلک پیما، عالم آرام، برق آسا بے شمار براق آپ کی خدمت میں ہوں گے، ایسا نہ ہو کہ آپ مجھ سے صرف نظر کر کے ان کی طرف ملتفت ہوں اور مجھے بیکار چھوڑ دیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ میں اس بات کی طاقت نہیں ہے، میری درخواست قبول فرمائیے بعد ازاں میری رکاب میں قدم رکھیے۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور فرمایا کہ کل قیامت کے روز تجھ پر ہی سواری کروں گا۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہو گیا اور براق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آداب بجا لایا۔ روایت ہے کہ اس رات اسّی ہزار فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف اور اسّی ہزار بائیں طرف کھڑے تھے اور ہر ایک اپنے ہاتھ میں نورِ عرش سے تاباں شمع لیے ہوئے تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ایک قندیل روشن تھی جس کی روشنی سے وادیِ بطحا نورِ جمال کی طرح منوّر تھی اور ان ہواؤں سے قدسیوں کے مشامِ جاں معطّر تھے، وادیِ بطحا اس قدر منور تھی کہ لاکھوں ستارے، چاند اور سورج بھی اس قدر روشنی نہیں کر سکتے تھے۔ حکم پہنچا کہ ستّر ہزار پردے جو نورِ حبیب کے سامنے میں نے ڈال رکھے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ ہزار پردوں میں سے ایک پردہ اٹھا دو، جب پردہ اُٹھا تو ایک ایسا نور ظاہر ہوا جو ایک لاکھ ساٹھ ہزار مشعلیں جو نورِ عرش سے جلائی گئی تھیں ان سے بڑھ گیا۔ اس سلسلہ میں ایک لطیفہ برسبیلِ تفصیل ذکر کیا گیا ہے۔

اسرافیلؑ غاشیہ برداری کرتے ہیں

اے درویش! جب نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا ہزارواں حصہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار نورِ عرش کی مشعلوں کو باوجودیکہ وہ مخلوق حادث ہے مضمحل اور نابود کر دیتا ہے، اگر اسم الٰہی کی ایک ہزار ایک تجلیات ہمارے گنے چنے محدود گناہوں کی لامتناہی تاریکیوں کو نابود کر دے تو کرم الٰہی سے کچھ بعید نہیں، اب ہم پھر اصل قصے کی طرف لوٹتے ہیں۔ جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہوتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے براق کی لگام کھینچ رکھی تھی۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اس کی لگام کو ڈھیلا چھوڑ دیں، کیونکہ وہ مامور ہے اور اسے معلوم ہے کہ کہاں جانا ہے۔ القصہ وہ روانہ ہوا۔ اس قدر تیز چلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کہا: ان ترکتہا سادت وان حرکتہا طارت۔ نظامی گنجویؒ نے فرمایا: ؎

برق کردار بر براق نشست
تازیش زیرہ و تازیانہ بدست

پھر جبرائیل علیہ السّلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وصیت فرمائی کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر راستہ میں آپ کوئی آواز سنیں تو اس کی طرف متوجہ نہ ہوں اور اگر کوئی آواز دے تو جواب نہ دیں، مجھے آپ بیت المقدس میں دیکھیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام اور فرشتوں کی ایک جماعت میرے پیچھے اور بعض دائیں طرف اور ایک جماعت بائیں طرف بیت المقدس پہنچنے تک ساتھ رہی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں نے بیت المقدس کا عزم کیا، جبرائیل میری رکاب تھامے ہوئے تھا، اسرافیل زین پوش اور پالان کندھے پر رکھے ہوئے تھا، مجھے اس کی بزرگی کی وجہ سے شرم آتی تھی میں معذرت کرتا تھا، اس نے کہا: اے اللہ کے حبیب! میں نے آج رات کی غاشیہ برداری کو کئی ہزار سال کی عبادت کے بدلے خریدا ہے اور دونوں جہانوں کے بدلے حاصل کیا ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ کئی سال میں نے عرش کے نیچے خدمت میں گزارے

یہاں تک کہ مجھے خطاب ہوا کہ میں نے تمہاری خدمت کو پسند کیا ہے، تمہیں کس قسم کی خلعت چاہیے؟
میں نے عرض کیا، خدایا! میں اس خلعت کو اس صاحبِ دولت و اقبال (جس کے نام کو تُو نے اپنے نام کے ساتھ عرش کے ستون پر لکھ رکھا ہے) کی ملت کے پیروکاروں اور اس امت کے خاکساروں کے سپرد کرتا ہوں، آپ کی بارگاہ سے یہ تمنا رکھتا ہوں کہ جب یہ پسندیدہ ذات کتمِ عدم سے عالمِ وجود میں آئے، مجھے ایک ساعت اُن کی خدمت کرنے کا موقع عنایت فرمائیے، ارشاد ہُوا کہ اے اسرافیل! ان کو ایک رات قرب اور کرامت کی حاصل ہو گی۔ اس رات زمین سے آسمانوں تک سیر کریں گے، جُود کے خزانوں کے دروازے شہود کی چابی سے کھولیں گے، ان کو مکّہ سے مسجد اقصیٰ لے جاؤں گا اور وہاں سے آسمانوں کے اُوپر لاؤں گا، تجھے مکّہ سے بیت المقدس تک غاشیہ برداری کی اجازت ہے۔ ؎

شاہ ملک حبیشی و آدم سپاہ جملہ شہاں سایہ تو نور الٰہ
آں ملکے کز سر شاہنشہے غاشیہ بر دوش ملائک نہے
توشہ ما جملہ بفرمان تو خواجہ توئی ما چو غلامان تو
چوں تو زنا داری ما آگہے
آمدہ پیشت ہمہ دست تہی

القصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں نے کچھ راستہ طے کر لیا دائیں طرف سے کسی شخص کی آواز سُنی جو کہتا تھا: لا تعجل فانك اختاءت الطريق، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تیز مت چلیے کیونکہ آپ سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں۔ مَیں ذرّہ بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا کیونکہ جبرائیل علیہ السلام کی وصیت میرے مدِّ نظر تھی، پھر بائیں طرف سے بعینہٖ اسی طرح کی آواز سُنی، میں نے کوئی توجہ نہ کی، اس کے بعد ایک عورت جس نے مختلف قسم کے زیورات سے خود کو آراستہ کیا ہوا تھا براق کے سامنے کھڑی ہو گئی اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تھوڑی دیر ٹھہریئے تاکہ ایک راز آپ کو بتاؤں۔ مَیں نے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، اُس کے سامنے سے مَیں تیزی سے سواری کو بھگا لے گیا، پھر مَیں نے جبرائیل علیہ السلام سے پُوچھا: یہ کون تھے؟

فرمایا: پہلا پکارنے والا یہود تھا، اگر آپ اسے جواب دیتے تو آپ کے بعد آپ کی اُمت یہودیت کی طرف راغب ہوجاتی، دُوسرا نداکنندہ نصرانی تھا اگر آپ اس کی بات قبول کرلیتے تو آپ کی اُمت عیسائیت قبول کرلیتی۔ ایک اور روایت ہے کہ آگے اور پیچھے سے بھی اسی طرح آواز سُنی لیکن جواب نہ دیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اگر سامنے والے منادی کا جواب دیتے تو آپ کی اُمت مشرک ہوجاتی اور اگر پیچھے مڑکر دیکھتے تو تمام گبر و آتش پرست ہوجاتے، پھر فرمایا کہ وُہ عورت جس نے خود کو آراستہ کیا ہوا تھا دُنیا تھی، اگر اُس کی طرف دیکھتے آپ کی اُمت حریص ہوکر دُنیا اختیار کرتی الحمد للہ علیٰ نعمائہٖ

اُن نداکنندگان کے پکارنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب نہ دینے میں یہ حکمت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آزردہ اور متفکر رہتے کہ میرے بعد امت کس حال میں ہوگی اور دین میں اُن کا ثبات و استقلال کس قسم کا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر کو اس قسم کے تفکرات سے تسلّی دی گئی تاکہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے کمال سے تمام اُمت کو دینِ اسلام پر قائم رکھے گا۔ یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا فرمانِ خداوندی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بعدازاں مَیں ایک بڑے پتّھر پر پہنچا جس کے درمیان ایک چھوٹا سا سوراخ تھا جس میں سے پانی باہر نکلا، پھر بہت چاہا کہ وہ پانی واپس سوراخ میں داخل ہو، نہ ہوسکا، مَیں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس کی حقیقت دریافت کی۔ فرمایا: وہ سوراخ اس پتھر میں منہ کی مانند ہے، یہ ایک تمثیل ہے جو آپ کی تعلیم پر مبنی ہے یعنی جب بات منہ سے باہر نکل جاتی ہے تو پھر واپس منہ میں نہیں آتی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تین آدمی بوڑھا، ادھیڑ اور جوان ملے، مَیں نے بُوڑھے اور ادھیڑ کی طرف نہیں دیکھا اور جوان کی طرف متوجہ ہُوا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اصبت یا محمد اما الشیخ فھو الدولۃ واما الکھل فھو الجد و اما الشاب فھو العافیۃ، آپ نے دولت اور بخت کی طرف نظر نہیں کی اور عافیت کو اختیار فرمایا، یہ پسندیدہ بات تھی کیونکہ دولتِ دنیا آنی جانی ہے اور بخت بھی

ناپائدار اور گزر جانے والی شے ہے، عافیت فائدہ بخش چیز ہے جو کہ دونوں جہانوں کی نعمت ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ اور آپ کی اُمت کی دونوں جہانوں میں عافیت ساتھی ہے، بعد ازاں دو پیالے پیش کیے گئے جو موتی سے ڈھانپے ہوئے تھے، ایک دودھ اور دوسرا خمر (شراب) سے بھرا ہوا تھا۔ میرے دائیں ہاتھ پر دودھ اور بائیں پر شراب رکھی گئی، میں نے دودھ کو اختیار کیا اور اس میں سے پیا اور دودھ سے شکم سیر ہو گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اهديت لامتك الطريق المستقيم وحرمة الخمر على امتك، آپ نے طعام بھی تناول فرمایا اور دُودھ بھی۔ یہ جہان بھی حاصل کر لیا اور آخرت بھی۔ اس کے بعد دو اور پیالے میرے سامنے پیش کیے گئے، ایک میں پانی، دوسرے میں شہد تھا، میں نے دونوں میں سے پیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے اچھا کیا کیونکہ شہد قیامت تک آپ کی امت کی بقا ہے اور پانی آپ کی اُمت کے بُرے اعمال دھونے کا سبب ہے۔ جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو جبرائیل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سواری سے اتر کر نماز ادا کیجئے کیونکہ یہ شہر طیبہ (مدینہ) ہے جو آپ کی ہجرت گاہ ہو گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور نماز ادا کی۔ پھر براق پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ جب طورِ سینا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش پر پہنچے ان دو مقامات پر بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اشارے پر نیچے اُترے اور نماز ادا کی۔ اس کے بعد مجھے انہوں نے ایک شخص کو دکھایا، جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا گٹھا باندھ رکھا تھا، اتنا بڑا کہ اسے اٹھانے کی طاقت اس میں نہیں تھی وہ پھر جا کر اور لکڑیاں لے آتا اور اس ڈھیر پر رکھتا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے اس کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے بتایا کہ یہ ایک حریص شخص ہے کہ اس نے اس قدر مال جمع کر لیا جو اس کے خرچ اور ضرورت سے زیادہ ہے وہ پھر بھی حرص کی وجہ سے اسے اور زیادہ بڑھاتا ہے، اس کے بعد میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ڈول کنویں میں ڈالتا ہے جب باہر کھینچتا ہے اسے خالی پاتا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ اہل ریاست و حکومت کے عمّال کی مثال ہے۔ جو محنت و مشقت برداشت کرتے ہیں آخر کار خالی ہاتھ مفلسوں کی مانند قیامت کو اٹھیں گے۔

بیت المقدس کے واقعات

بیت المقدس میں تشریف آوری

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں مسجد اقصیٰ میں پہنچا، میں نے فرشتوں کی ایک جماعت کو دیکھا جو میرے استقبال کے لیے آئی ہوئی تھی، مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بزرگی اور کرامت کی خوشخبری دی اور مجھے اس طرح السلام علیك یا اول و یا آخر و یا حاشر کہہ کر سلام کیا۔ میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کس قسم کا سلام ہے اور ان اسماء کا مجھ پر کس طرح اطلاق کرتے ہیں؟ فرمایا: آپ سب سے پہلے شخص ہوں گے جو شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی کیونکہ آپ اول شافع اور مشفع ہیں اور یقیناً آپ سب سے آخری نبی ہیں، قیامت کے روز حشر آپ ہی کے قدموں میں ہوگا فانك آخر الانبیاء وان الحشر بك و بامتك، چونکہ روایت اسی عنوان سے وارد ہوئی ہے، اسی معنی پر محمول ہوئی ورنہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام موجودات پر اولیت وجود کے اعتبار سے ہو، اور آخریت بعثت کے اعتبار سے کیونکہ تمام انبیاءؑ کے بعد مبعوث ہوئے۔

امامت انبیاءِ سابقین

پھر جبرائیل علیہ السلام نے مجھے براق سے اتارا اور مسجد کے پچھواڑے ایک حلقہ میں میری سواری کو جہاں گزشتہ انبیاء کی سواریاں باندھی جاتی تھیں بہشتی ریشم کے رستے سے باندھ دیا اس کے بعد میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا، انبیاء مرسل اور پیغمبران اکمل کی ایک جماعت میرے استقبال کے لیے آئی ہوئی تھی جو عزت و احترام سے پیش آئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کی ارواح کو وہاں جمع کر دیا گیا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا۔ اس نے کہا: یہ آپ کے بھائی پیغمبر ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تقدم وصل رکعتین باخوانك من المرسلین۔ آگے بڑھیے اور دو رکعت نماز ادا کیجئے تاکہ تمام بھائی یعنی پیغمبران علیہم السلام آپ کی اقتداء کریں، تمام انبیاءؑ نے صفیں باندھ لیں، میں آگے بڑھا، تمام انبیاء اور فرشتوں نے میری اقتداء کی، جب نماز سے فارغ ہوئے بعض جلیل القدر پیغمبروں نے پروردگار جل وعلا کی حمد وثنا بیان کرنا

شروع کی اور وہ فضائل اور خصوصیات جو ان کے ساتھ مخصوص تھیں بیان فرمائیں، سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آغاز کیا، فرمایا: الحمد للہ الذی اتخذنی خلیلا، حمد وسپاس اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور عظیم ملک بخشا اور تنہا مجھے امت کہا ابراھیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا، اور لوگوں کا مقتدا بنایا اور آتش نمرود سے نجات دی، اسے میرے لیے ٹھنڈا اور سلامتی بنایا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا: الحمد للہ الذی کلمنی تکلیما، حمد وثنا اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے اپنا کلیم بنایا اور مجھے سات نشانات دیے جو تمام کے تمام زبردست معجزے تھے، اور حقیر پتھر سے پانی کے بارہ چشمے میرے لیے نکالے میرے امتیوں کے لیے من وسلویٰ اتارا، بادل کو ہمارے سروں پر سایہ فگن فرمایا۔ مجھے توریت عطا فرمائی، مجھے ایسی اُمت دی جن کی تعریف یوں فرمایا، یہدون بالحق و بہ یعدلون۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: الحمد للہ الذی علمنی الزبور الیٰ آخرہ، حمد وثنا اس خدا کے لیے جس نے مجھے زبور کی تعلیم بخشی اور مجھے زیر بار احسان کیا اور خوش الحانی عطا فرمائی، سخت لوہے کو میرے ہاتھ میں موم کر دیا، پہاڑوں اور پرندوں کو میرا مسخر کر دیا، جالوت کو میرے ہاتھوں ہلاک کیا، مجھے حکومت وخلافت اور فصل الخطاب مرحمت فرمایا، اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: الحمد للہ الذی سخرلی الریاح والجن والشیاطین الیٰ اٰخرہ، حمد وسپاس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہواؤں کو میرے لیے مسخر کر دیا اور پریوں اور جنوں کے لشکروں کو میرا زیر فرمان کیا، جو کچھ میں اُن سے چاہتا کرواتا، محاریب وتماثیل، حوضوں کی مانند بڑے بڑے پیالے، اونچی اونچی دیگیں، دیگوں کے نیچے مضبوط دیواریں میرے لیے تیار کرتے، پرندوں کی زبان مجھے سکھائی اور مجھے بہت بڑی سلطنت جس کی تعریف ان الفاظ میں کی: لا ینبغی لاحد من بعدی، عطا کی اور ملک ومال کو اس حد تک پاکیزہ بنایا کہ (جعل ما کی ملکا طیبا لیس فیہ حساب۔ خصائص کبریٰ) اس پر وارد ہوا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: الحمد للہ الذی جعلنی کلمۃ منہ وروح منہ، حمد وسپاس اس خدا تعالیٰ کیلئے ہے

کہ مجھے اپنا کلمہ بنایا اور مجھے رُوح کہہ کر پکارا، مجھے آدم علیہ السلام کی مانند قرار دیا، مجھے شکم مادر میں اپنی کتاب کی تعلیم دی، حکمت کا وُہ خزانہ جو توریت، انجیل اور زبور کے اسرار و رموز جو پردۂ اخفا میں چھپے ہُوئے تھے، مجھے بخشے، مٹی سے پرندہ کی صورت بنا کر اس میں پھونکتا تو وُہ اپنی قدرتِ کاملہ سے اسے زندہ کر دیتا، کوڑھیوں، بہروں اور مادر زاد اندھوں کو میرے سپرد کیا، مجھے زندہ آسمان پر اٹھایا اور تمام آلائشوں سے پاک و صاف کیا، مجھے اور میری والدہ کو شیطان کے شر سے اس طرح محفوظ رکھا کہ کسی بھی حیثیت سے وُہ ہم پر اثر انداز نہ ہو سکا۔

خصائصِ مصطفیٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ انبیاء کی جماعت اپنی خصوصیات بیان کرنے سے فارغ ہو چکی تو میں نے بھی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، میں نے کہا: حمد و سپاس اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے تمام جہانوں کیلیے رحمت بنایا اور تمام لوگوں، گروہوں اور جماعتوں کی طرف مبعوث فرمایا اور مجھے اُن کے لیے بشیر اور نذیر مقرر کیا، مجھے فرقان یعنی قرآن مجید بخشا گیا، جس میں تمام چیزوں کا بیان ہے۔ میری اُمت کو تمام اُمتوں سے بہتر قرار دیا گیا اور ان کو وسط اعدل کہا گیا، اول و آخر کہا گیا، میرا سینہ کھول دیا گیا، مجھ سے وِزر اٹھا لیا گیا، میرا نام بلند کیا گیا، مجھے فاتح اور خاتم کہا گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کلمات پر وہ صفات کمال اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے جاہ و جلال کے عطیات (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت الٰہی جل ذکرہٗ نے مخصوص فرمائے) کو بھی بیان فرمایا اور وُہ یہ ہیں الحمد للہ الذی جعلنی فایقا الیٰ اخرہ حمد و ستائش اس خداوند کے لیے ہے جس نے مجھے فایق بنایا۔ اس سے مراد روز بدر کی کشائش ہے، اور واثق اور راتق بنایا، فاتح کی تفسیر یُوں بیان کی گئی ہے کہ سب سے پہلے میری قبر کُھلے گی اور مجھے خاتم بنایا یعنی انبیاء کی آمد مجھ پر ختم ہُوئی، میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہو گا۔ مجھے اوّل، آخر، شاہد، مزکّی، مبشّر اور نذیر بنایا داعیا الی اللہ باذنہٖ و سراجا منیرا، مجھے قرآن مجید میں محمّد اور انجیل میں احمد کہہ کر پکارا اور پہلی کتابوں میں حامد اور زبور میں محمود کہا، اس کے علاوہ حاشر، متقی، عاقب اور رحمتِ عالمیاں بنایا۔

تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے تمام رُوئے زمین کو میرے لیے مسجد بنا دیا،

مٹی کو پانی کے حکم میں کر دیا، مجھے غنائم اور ہدایا سے فتوحات بخشیں، مجھے سورۂ بقر کی آخری آیات عنایت فرمائیں، قرآن مجید سے سبع مثانی مجھے بخشا گیا، مجھے تمام اُمتوں سے بہترین اُمت دی، توحید و قرآن کا علم بیان ہماری زبانوں پر آسان کر دیا، اپنے فرشتوں کو میری امداد کے لیے بھیجا اور میری اُمت کے لیے قیامت تک کے لیے توبہ کا دروازہ کھول دیا۔ حوضِ کوثر مجھے عطا فرمایا۔ ہر پیغمبر کو ایک مستجاب دعا عنایت ہوئی تھی، میری دعائے مستجاب کو اُمت کے اہل کبائر کے لیے آخرت کا ذخیرہ بنا دیا، جب میں نے یہ محامد و مفاخرہ بیان کیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گروہِ انبیاء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا بھذا فضلکم محمد ا، اس کے بعد تمام انبیاء میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! خدا تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی اُمت کو ایسے اعزازات سے معزز و مختص فرمایا کہ اوّلین و آخرین میں سے کسی کو بھی مفتخر نہ فرمایا اور نہ فرمائیگا، اُمت کے لیے جہاں تک ہو سکے تخفیف کا سوال کیجئے۔ واللہ المصیر

بیت المقدس سے آسمان تک

اس کے بعد خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور صخرہ (پتھر) پر لے آئے، جب میں صخرہ پر آیا، میں نے صخرہ سے آسمان تک ایسی خوب صورت سیڑھی دیکھی کہ اس سے پہلے ایسی حسین چیز کبھی اور کہیں نہیں دیکھی تھی، روایت میں اس سیڑھی کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے اس کے دونوں پہلو دو پنجروں کے مانند تھے ایک سرا زمین پر اور دوسرا آسمان پر تھا، ایک یاقوت سُرخ کا بنا ہوا تھا اور دوسرا سبز زمرد سے، اس کے پائیدان ایک سونے اور ایک چاندی کے جو موتیوں اور جواہرات سے آراستہ تھے بعض روایات میں ہے کہ اس کرسی کے زمرد کے دو پر تھے اگر ایک پر کو ان میں سے کھولتا تمام دنیا کو گھیر لیتا، اس سیڑھی پر پچاس منزلیں تھیں، ایک منزل سے دوسری منزل تک ستر ہزار سال کا راستہ تھا، ہر منزل پر ایک مقرب فرشتہ متعین تھا جس کے ماتحت پچاس ہزار فرشتے تھے، تمام نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی، میری طرف اشارہ کرتے تھے، یہ زینہ فرشتوں کی گزرگاہ بن گیا جو آسمان سے زمین پر اور زمین سے آسمان پر آتے جاتے تھے کہتے ہیں کہ ملک الموت قبضِ ارواح کے لیے اس سیڑھی سے نیچے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

موت کے وقت جب آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں تو وہ سیڑھی دکھائی دیتی ہے۔ القصّہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح ترین روایات کے مطابق براق پر سوار ہوئے اور اس سیڑھی کے ذریعہ آسمان پر پہنچے، ایک روایت یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے فرمایا: آنکھیں بند کیجئے، جب کھولیں تو مَیں پہلے آسمان پر تھا، ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مَیں سیڑھی سے آگے گزر گیا تو اس سیڑھی کے کونے پر ایک بزرگ فرشتہ بیٹھا ہُوا دیکھا، ہاتھ کھولے ہُوئے اور ساتوں آسمانوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑے ہُوئے، مجھے سلام کیا اور خوشی کا اظہار کیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پچیس ہزار سال پہلے مجھے سیڑھی کے اس سرے پر متعین کیا گیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس روز سے آپ کی محبت قلب کی گہرائی میں پاتا ہُوں اور ہمیشہ آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتا رہتا ہُوں، یہاں آپ کی تشریف آوری کا منتظر ہوں، آج رات اس سعادت سے بہرہ ور ہُوا ہُوں، جب میں اس فرشتہ سے آگے بڑھ گیا تو میں نے ایک دریا دیکھا جس کی کشادگی بیس ہزار سالہ راہ تھی، اس میں ہر قسم کے آبی جانور موجود تھے، اس دریا کا نام قاصبہ ہے، ہوا میں معلق ہونے کے باوجود پانی کا ایک قطرہ بھی نیچے نہیں ٹپکتا، اس دریا کا رنگ انتہائی صفائی کی وجہ سے نیلا ہے، آسمان کی نیلاہٹ اس دریا کے رنگ کی وجہ سے ہے، واللہ اعلم۔ اس کے بعد مَیں ہوا کے خزانہ پر پہنچا، ہوا کو ستّر ہزار مضبوط و مستحکم زنجیریں تھیں، ہر زنجیر پر ستّر ہزار فرشتے متعین تھے جو اس کی حفاظت کرتے تھے، میں نے ہوا پر قدم رکھا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا، اس کے بعد آسمان پر پہنچا اور وُہ ایک دریا ہے جسے آسمان پر رکھا گیا ہے، جس کا دامن سراپردۂ دہر کی مانند زمین تک پہنچا ہوا ہے آسمان کا بھی ایک ایسا ہی فلک ہے کہ اس دریائے فلک پر ستارے شناوروں کی طرح تیرتے ہیں وکلٌ فی فلك یسبحون، فرمانِ الٰہی جل وعلا فلک کو پہنچا تو وُہ اپنی گردش سے رُک گیا، آداب بجالایا، میں نے اس پر قدم رکھا اور آگے نکل گیا یہاں تک کہ آسمانِ دنیا یعنی پہلے آسمان پر پہنچا، وہاں میں نے بکثرت انوکھی چیزیں دیکھیں۔

عجائباتِ آسمانِ اوّل

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں پہلے آسمان پر پہنچا، جبرائیل علیہ السلام نے ایک دروازہ کھٹکھٹایا، اس دروازے کا نام باب الحفظ ہے، یہ دروازہ یاقوت سرخ کے ایک ہی دانے سے بنا ہُوا ہے، مروارید کا بنا ہُوا قفل لگا ہُوا تھا، اس دروازے پر اسماعیل نامی فرشتہ موکل ہے، جب اس نے جبرائیل علیہ السلام کی آواز سُنی تو اُس نے ایسی آواز میں اس کا جواب دیا کہ اس سے پہلے کبھی میں نے ایسی آواز نہیں سُنی تھی، اس نے کہا: من ذا الذی ناداك، کون پکار رہا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: میں ہوں۔ اس نے پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پُوچھا: کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوگئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ اس نے پوچھا: کیا اُن کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں۔ اسماعیل نے کہا: آپ کو خوشی، کشائش اور جمعیت حاصل ہو، خوش آمدید، مرحبا بہ فنعم المجیٔ جاء اور دروازہ کھول دیا۔ بارہ ہزار فرشتے اس کے تابع تھے اور ایک روایت میں ایک لاکھ، ایک دوسری روایت میں ہے فرمایا کہ میں نے سات لاکھ قائد دیکھے، ہر قائد کے ساتھ سات لاکھ تابع تھے ان کی تسبیح وتہلیل مَیں نے سُنی جو یہ تھی سبحان الملك الاعلیٰ سبحان من لیس کمثلہ شیئ۔ گزشتہ روایات میں فرشتوں کی تعداد کے متعلق ایک لاکھ کا عدد زیادہ قوی ہے کیونکہ ہر دُوسرے آسمان پر پہلے آسمان سے ایک لاکھ فرشتے زیادہ ہیں چنانچہ بالتفصیل انشاء اللہ العزیز بیان ہوگا۔

اس کے بعد مَیں آسمانِ دنیا میں داخل ہُوا، مَیں نے ایک آسمان دیکھا انتہائی صاف گویا کہ جما ہُوا آئینہ ہے اور ایک روایت کے مطابق سبز مروارید کا بنا ہوا تھا، اس کا نام رقیعا تھا اور اس کا عمق پانچسو سالہ راہ تھا۔ اس آسمان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب امور مشاہدہ فرمائے ان میں سے بیس چیزیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ ملائکہ قیام میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے فرشتوں کی ایک جماعت کو دیکھا جو حالتِ قیام میں تھی انتہائی خشوع وخضوع سے سر جھکائے

یہ تسبیح پڑھ رہے تھے: سبوحٌ قدوسٌ ربّ الملٰئکۃ والرّوح۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: "ان فرشتوں کی یہی عبادت ہے؟" جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: جس روز سے آسمانوں کو پیدا کیا گیا ہے قیام قیامت تک ان کی یہی عبادت ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ سے درخواست کیجئے کہ وہ اس کا ثواب آپ کی اُمت کو عطا فرمائے۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست فرمائی تو اللہ جلّ شانہ نے قبول فرمالی، چنانچہ قیام نماز میں فرض ہوا۔ تمہارے لیے ضروری ہے کہ اسے اچھی طرح ادا کرو۔ پھر میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: اے جبرائیل علیہ السلام! ان فرشتوں کی تعداد کس قدر ہو گی؟ فرمایا: ان کی تعداد خدا کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا وما یعلم جنود ربك الا هو۔

۲۔ سیدنا آدمؑ سے ملاقات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آسمان میں میں نے آدم صفی اللہ علیہ السلام کے ساتھ اسی قدوقامت اور صورت میں ملاقات کی جو عالم خلق تھا، سفید مروارید کی تختی پر لباسِ نور زیبِ تن کیے بیٹھے تھے، حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کی ارواح اولاد کو حکم دیا ہُوا تھا کہ ان کے سامنے پیش کریں جب مومن رُوح کو دیکھتے خوش ہوتے اور فرماتے روح طیب من بدن طیب، اس کے لیے رحمت و مغفرت طلب کرتے، اس کے بعد اس رُوح کو اعلیٰ علیّین پر لے جاتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کلّا ان کتاب الابرار لفی علیین، جب کافر یا منافق کی رُوح کو دیکھتے غمگین ہوتے اور اس پر لعنت بھیجتے اور فرماتے روح خبیث من بدن خبیث، اس کے بعد اسے سجّین میں لے جاتے ہیں کلّا ان کتاب الفجار لفی سجّین۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ کے والد آدم علیہ السلام ہیں ان کے پاس جا کر سلام کیجئے۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے پاس گئے اور سلام کیا۔ آدم علیہ السلام نے مسکرا کر اور خوش ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب دیا اور شکر گزاری کی اور کہا، مرحبا یا ابن الصالح و نبی الصالح الحمد للہ الذی اکرمك وجعلك من نسلی، آپ کی تسبیح یہ تھی: سبحان الجلیل الاجل سبحان الواسع الغنی سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العلی العظیم و بحمدہ

استغفر اللہ، آدم علیہ السلام کے دائیں طرف مجھے ایک دروازہ دکھائی دیا جس میں سے عُمدہ خوشبو پھوٹتی تھی اور آپ کے بائیں طرف ایک دوسرا دروازہ دیکھا جس میں سے بدبُو آتی تھی، جب دائیں دروازے کی طرف دیکھتے، مسکراتے، اور جب بائیں طرف دیکھتے روتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیلؑ سے سوال کیا ماھذاالباب، فرمایا: وُہ دروازہ جو ان کے دائیں طرف ہے، جنت کا دروازہ ہے، سعادت مند بنی آدم کی ارواح اس دروازہ سے جنت میں داخل ہوتی ہیں اور وُہ دروازہ جو ان کے بائیں طرف ہے دوزخ کا دروازہ ہے، جو بدبختوں کی روحوں کی گزرگاہ ہے، جب آدم علیہ السلام اس دروازہ کی طرف دیکھتے ہیں، پاکیزہ ارواح کے مشاہدہ سے خوش و خرم ہوتے ہیں اور اس دوسرے دروازہ کی طرف دیکھتے ہیں تو غمگین ہوتے اور روتے ہیں۔

۳۔ نیکیوں کا اجر پانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا گزر ایک گروہ پر ہُوا جو کھیتی باڑی میں مشغول تھے، اسی ساعت فصل کاٹتے تھے ایک سے سات سو پھل حاصل کرتے تھے، میں نے پوچھا: اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ وُہ لوگ ہیں جو عبادت و خدمت اور صدقہ وخیرات خدا تعالیٰ کے لیے کرتے ہیں، آپ نے نہیں سُنا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مأتہ حبۃ تا آخر آیت۔

۴۔ نماز میں کوتاہی کرنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ فرشتے ان کے سروں کو پتھر سے کچلتے ہیں اور وُہ پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں، وُہ پھر کچلتے ہیں، میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ وُہ لوگ ہیں جنہوں نے نمازِ جمعہ اور باجماعت نماز میں سُستی کی ہے اور رکوع اور سجدہ اچھی طرح ادا نہیں کیا اور نمازوں کو وقت پر ادا نہیں کیا قال اللہ تعالیٰ فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون۔

۵۔ زکوٰۃ نہ دینے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک اور جماعت کے پاس پہنچا جو بھوکی، پیاسی اور ننگی تھی، زبانیہ فرشتہ انھیں دوزخ کے طعام و شراب کی طرف ہنکاتا تھا جس طرح چوپایوں کو چراگاہ کی طرف ہنکاتے ہیں، مَیں نے جبرائیل علیہ السلام سے ان کے متعلق پوچھا، فرمایا کہ یہ وُہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دی، اور فقیروں پر رحم نہیں کیا قال اللہ تعالیٰ الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔

۶۔ بدکار لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک دوسری جماعت کے پاس پہنچا، جس کے سامنے تمام نعمتیں رکھی ہُوئی تھیں اور دوسری طرف مردار گوشت رکھا ہوا تھا، وہ لوگ اس مردار گوشت کو کھا رہے تھے اور ان پاکیزہ نعمتوں کی طرف التفات نہیں کرتے تھے، میں نے پوچھا تو فرمایا: یہ وُہ مرد اور عورتیں ہیں جو اپنے حلال ساتھی کو چھوڑ کر حرام کی طرف رغبت کرتے ہیں قال اللہ تعالیٰ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات۔

۷۔ تمسخر اڑانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک دوسری جماعت کے پاس سے گزرا آتشیں جگہوں پر انہیں بٹھایا ہُوا تھا، ان جگہوں کے کانٹوں کی مانند پنجے تھے، جو گزرنے والوں کے اعضاء اور کپڑوں کو کاٹتے تھے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ وُہ جماعت ہے جو گزرگاہوں پر بیٹھ جاتی اور راہ گیروں کو ایذا دیتی، آنکھوں کے اشاروں اور زبان سے لعن طعن اور گالیاں دیتی، اور لوگوں پر ہنستی تھی۔ ویل لکل ھمزۃ اور ولا تقعدوا بکل صراط توعدون وتصدون عن سبیل اللہ اور قال اللہ تعالیٰ واذا مروا بھم یتغامزون۔

۸۔ خیانت کار لوگ فرمایا کہ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جس کی پشت پر اسقدر زیادہ بوجھ تھا کہ اس کے نیچے حرکت نہیں کر سکتا تھا، اس کے باوجود لوگوں کو اور بوجھ کے لیے کہتا جو لا کر اس کی پشت پر رکھ دیتے اور بوجھ کو بڑھاتے رہتے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا، فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس نے امانت میں

خیانت کی اس کے باوجود کہ لوگوں کے حقوق کا بوجھ اس کی گردن پر ہے اور مظالم کرتا رہتا ہے
یاایہا الـذین اٰمنوا لا تخونوا اللّٰہ والرسول ولا تخونوا اماناتکم۔

۹۔ بادشاہوں کے خوشامدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا ایک قوم پر گزر ہوا جس کے منہ اور ہونٹ آتشیں قینچی سے کاٹے جا رہے تھے، اُسی وقت پھر اسی طرح ہو جاتے، دوبارہ کاٹتے پھر اُسی طرح فی الفور ہو جاتے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پُوچھا، فرمایا: یہ وُہ گروہ ہے جو بادشاہوں کے پاس جاتا، انھیں خوش آمدید کہتا، اُن کی جُھوٹی اور محال باتوں کی تصدیق کرتا، ان کو ظلم اور فسق و فجور سے نہیں روکتا تھا اور نہ ہی عدل و انصاف کرنے والوں کو کہتا تھا قال اللہ تبارک و تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔

۱۰۔ چغلخور لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا گزر ایک جماعت پر ہوا، جس کے کانوں کا گوشت کاٹ کر اسے دیا جا رہا تھا، جسے وُہ کھاتی تھی۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ چغلخور لوگ ہیں جو لوگوں کی چغلی کھاتے اور غیبت کیا کرتے تھے قال اللہ تعالیٰ ایحب احدکم ان یأکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ۔

۱۱۔ شراب نوشوں کا حشر فرمایا میں ایسی جماعت کے پاس سے گزرا جن کے چہرے سیاہ، آنکھیں نیلی کی ہُوئی تھیں، ان کے نچلے ہونٹ ان کے پاؤں کے نیچے روندے جاتے اور اُوپر کے ہونٹ سر پر ڈالے ہُوئے تھے، پیپ، خون اور گندگی اُن کے مُنہ سے بہتی تھی، آتشیں پیالوں میں ان کو حمیم، دوزخیوں کا خون اور زرد آبہ پینے کو ملتا تھا، وہ گدھوں کی طرح آواز لگاتے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ آپ کی اُمت کے شرابی ہیں، انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان۔

۱۲۔ جھُوٹی گواہی دینے والے فرمایا: میں ایک گروہ کے پاس سے گزرا جنکی زبانیں گدّی سے کھینچی ہُوئی تھیں انکی شکلیں خنزیر کی مانند

مسخ ہو چکی تھیں، جن کے نیچے سے بھی عذاب اور اُوپر سے بھی عذاب تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وُہ لوگ ہیں جنھوں نے جھوٹی گواہی دی قولہ تعالیٰ الا من شہد بالحق وھم یعلمون۔

۱۳۔ سُود خور عذابِ الٰہی میں میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا، جن کے پیٹ پھُولے ہُوئے تھے، رنگ زرد، ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں اور ان کی گردن میں طوق پڑے ہُوئے تھے، جب وُہ اٹھنا چاہتے پیٹ ان کے نیچے کھینچتے اور منہ کے بل گر پڑتے، عذاب نے انھیں گھیر رکھا تھا، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ سُود خور ہیں، قال اللہ تعالیٰ الذین یأکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔

۱۴۔ قاتلوں کو سزا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں ایک اور گروہ کے پاس سے گزرا جن کو آتشیں چھُریوں سے ذبح کرتے تھے، ان میں سے سیاہ اور گندا خون بہتا تھا، پھر وہ زندہ ہو جاتے تھے، انہیں پھر قتل کرتے، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، یہ وُہ لوگ ہیں جو ناحق خون بہاتے ہیں اور مومنوں کو ہلاک کرتے ہیں ومن یقتل مومنا متعمدا فجزآؤہ جہنم خالدا فیہا۔

۱۵۔ نافرمان عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا جن کے چہروں کو سیاہ اور آنکھوں کو نیلا کیا ہُوا تھا، آگ کے کپڑے ان کو پہناتے ہُوئے تھے، فرشتے ان کو آگ کی گرزوں سے مار رہے تھے، وُہ کُتیوں کی مانند آواز نکالتی تھیں، جبرائیل علیہ السلام سے مَیں نے پوچھا، فرمایا: یہ وُہ عورتیں ہیں جنہوں نے اپنے خاوندوں کو ناراض کیا، قولہ تعالیٰ الرّجال قوامون علی النساء۔

۱۶۔ منافقین کا مقام فرمایا: میں ایک ایسی قوم پر گزرا جو دنیا و آخرت کے درمیان محبوس ہوا میں معلق کھڑی تھی، ہر ایک پر دو ترشرو، غضبناک فرشتے موکل کیے گئے تھے جن کی آنکھوں، ناک اور کان سے آگ برستی تھی ہر ایک

فرشتہ کے ہاتھ میں ایک لٹھ تھی، ہر لٹھ میں سے ستر ہزار شاخیں تھیں، اگر ایک شاخ کو کوہ ابوقبیس پر رکھیں تو وہ پگھل جائے، ان لٹھوں سے فرشتے ان کو مارتے تھے اور فرشتے یہ تسبیح پڑھتے تھے:
سبحان القادر المقدر سبحان المنتقم علی اعدائہ سبحان الملك العظیم۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ منافقین ہیں قال اللہ تعالیٰ ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار اور قال اللہ تعالیٰ یخادعون اللہ وھو خادعھم۔

۱۷۔ والدین کے نافرمان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک بہت بڑا گروہ دیکھا جسے آگ کی وادی میں مقید کیا ہوا تھا، آگ ان کو جلا دیتی وہ پھر تر و تازہ ہو جاتے وہ پھر جلا دیتی، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ اپنے والدین کے نافرمان ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تقل لھما اُفٍ ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریما۔

۱۸۔ گانے والے فنکار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک اور جماعت کو دیکھا، جن کے سینوں پر آگ کے طبق رکھے ہوئے تھے، چہرے سیاہ، آنکھیں نیلی اور سیاہ قطران کا لباس پہنایا ہوا تھا، عذاب کے فرشتے انہیں آگ کی لٹھوں سے مارتے تھے، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ گویتے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مرغ کی مانند ایک فرشتہ دیکھا جس کا سفید سر عرش کے نیچے اور اس کے پاؤں ساتویں زمین کے نیچے تھے۔ بعض اہل سیر نے اس فرشتہ کا ذکر آسمانِ دنیا کے عرائبات میں کیا ہے اور بعض اہل سیر نے اس کا ذکر سدرۃ المنتہیٰ میں کیا ہے ہم بھی سدرۃ المنتہیٰ کے عرائبات میں اس فرشتہ کا ذکر انشاء اللہ العزیز کریں گے کیونکہ آسمان دنیا کے ساتھ اس کا اختصاص مناسب نہیں، کیونکہ عرش سے تحت الثریٰ تک جب اس نے احاطہ کر رکھا ہو تو تمام آسمانوں پر اس کا وجود برابر متمکن ہوگا، واللہ اعلم۔

۱۹۔ رعد اپنے اصلی روپ میں

فرمایا: میں نے ایک فرشتہ آدمیوں کی شکل وصورت کا دیکھا جس کا نصف بالائی حصہ آگ اور نصف زیریں حصہ برف کا بنا ہوا تھا، نہ ہی آگ برف کو پگھلاتی تھی اور نہ برف آگ کو بجھاتی تھی،

اس کی تسبیح یہ تھی: سبحان الذی الّف بین الثلج والنار والف بین قلوب عبادك الصالحین اور ایک دوسری روایت کے مطابق سبحان الذی یؤلف بین عبادہ المومنین، میں نے پوچھا: یہ فرشتہ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اس فرشتہ کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی کمال قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور اسے بادلوں پر موکل کیا ہے، جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کا ارادہ بارش برسانے کا ہوتا ہے بادلوں کو وہاں پہنچا دیتا ہے، اس فرشتہ کا نام رعد ہے، بادلوں میں کڑک اور بجلی پیدا کرنے کا وہ سبب ہوتا ہے، جب وہ بادل کو چلاتا ہے تو اس میں سے کڑک کی آواز نکلتی ہے اور جب بادل کی طرف رغبت کرتا ہے بجلی چمکتی ہے، قال اللہ تعالیٰ الم تران اللہ یزجی سحابا ثم یؤلف بینہ۔

۲۰۔ بحرالحیوان فرمایا: جب میں اس جگہ سے گزر گیا ایک دریا پر پہنچا جس کے بے شمار غرائب وعجائب احاطۂ توصیف سے باہر ہیں، پانی دودھ سے زیادہ سفید، پہاڑوں کی مانند موجیں مارتا، میرے دریافت کرنے پر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بحرالحیوان ہے، جب مُردے اُٹھائے جانے کا وقت ہوگا تو اس دریا سے زمین پر بارش برسائیں گے جس کے پانی سے بوسیدہ اور ریزہ ریزہ شدہ اعضا کو ترکیب دے کر پھر زندہ کریں گے، قال اللہ تعالیٰ اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم۔ اس کے بعد فرمایا: جب میں اس آسمان اور دریا سے گزر گیا، دوسرے آسمان پر پہنچا۔

واقعات وغرائب آسمان دوم

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دوسرے آسمان پر پہنچا، یہ آسمان اس قدر نورانی تھا کہ اسے دیکھنے سے آنکھیں چُندھیا جاتی تھیں، ایک روایت میں ہے، آپ نے فرمایا اسے سُرخ سونے سے بنایا گیا تھا اس کا نام قیدوم ہے، جبرائیل علیہ السلام نے بڑھ کر دروازہ کھٹکھٹایا، دربان نے پوچھا: کون ہے؟ فرمایا: میں جبرائیل علیہ السلام ہُوں، پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا: کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مبعوث ہو گئے ہیں؟ فرمایا: ہاں، اس نے کہا: الحمد للہ اور دروازہ کھول دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ اس نے دروازہ کھول دیا، اس آسمان میں بھی مَیں نے بہت سے عجائب وغرائب دیکھے ان میں سے چار چیزیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ اسرافیلؑ استقبال کرتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دروازہ کھلا، میں نے دیکھا دروازہ مروارید کا بنا ہوا تھا جس پر نور کا قفل لگا ہوا تھا، اس کا خازن اسرافیل نامی ایک فرشتہ تھا، جس کے تابع دو لاکھ فرشتے تھے، پھر ہر ایک فرشتہ کے ساتھ دو دو لاکھ فرشتے تھے، میں نے انہیں سلام کیا تمام نے میرے سلام کا جواب عزت واحترام سے دیا، مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے عزت و احترام اور بزرگی کی خوشخبری دی، دوسرے آسمان کے دربان فرشتے اسرافیلؑ کی تسبیح یہ تھی:

سبحان اللہ کل ما یسبح اللہ مسبح والحمد للہ کل احمد اللہ حامد ولا الٰہ الا اللہ کلما ھلل اللہ واللہ اکبر کلما کبر اللہ مکبر۔

۲۔ رکوع گزار فرشتے

فرمایا: جب میں ان سے گزر گیا، فرشتوں کی ایک جماعت کے پاس پہنچا، تمام صف باندھے رکوع میں جھکے ہوئے یہ تسبیح پڑھتے ہیں: سبحان الوارث الواسع سبحان الذی لا یدرك ابصار سبحان العظیم العلیم، ان فرشتوں پر رکوع میں اس قدر خشوع وخضوع طاری تھا کہ جب سے پیدا ہوئے ہیں سر نہیں اُٹھایا اور تیسرے آسمان کو نہیں دیکھا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: اہلِ آسمان کی عبادت ایسی ہی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، خدا تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ اس عبادت کو آپ اور آپ کی اُمت کو عطا فرمائے۔ میں نے دُعا کی، مجھ پر اور میری اُمت پر نماز میں رکوع فرض ہوا۔

۳۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ سے ملاقات

فرمایا: جب میں ان فرشتوں سے آگے نکل گیا، میں دو جوانوں کے پاس پہنچا، میرے دریافت کرنے پر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں، ایک دُوسرے کے خالہ زاد بھائی۔ جبرائیل علیہ السلام نے

فرمایا: ان کو سلام کیجئے، میں نے سلام کیا، تحیت اور اس کے آداب بجا لایا۔ انہوں نے جواب دیا اور فرمایا: مرحبا یا اخ الصالح والنبی الصالح، عیسٰی علیہ السلام نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور بہت ہی خوشخبری دی، خدا تعالیٰ جل وعلا کے اعزازات اور عواطف اور ان کرامات کا ذکر کیا جو تمام انبیاء و مرسل علیہم السلام میں سے میرے ساتھ مختص ہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی؛ سبحان الحنان المنان سبحان الابد الابد سبحان المبدی المعید۔

۴۔ قاسم الرزق سے ملاقات

میں ایک فرشتہ کے پاس سے گزرا جس کے ستّر سر تھے، ایک روایت میں ستّر ہزار سر تھے، ہر سر کے ستّر ہزار چہرے اور ہر چہرے پر ستّر ہزار منہ تھے، ہر منہ میں ستّر ہزار زبانیں تھیں، ہر زبان کی جدا لغت تھی کوئی لغت بھی دوسری لغت کے ساتھ نہ ملتی تھی، ان کی تسبیح یہ تھی سبحان الخالق العظیم سبحان العظیم الاعظم سبحان اللہ وبحمدہٖ اور دوسری روایت میں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ الخالق العظیم وبحمدہ استغفر اللہ کو بھی پہلی تسبیح کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ روایت میں ہے کہ جس شخص پر روزی تنگ ہو جائے اس تسبیح کو صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان پڑھا کرے اس کی روزی فراخ ہو جائے گی، جبرائیل علیہ السلام سے مَیں نے اس فرشتہ کا حال پُوچھا، فرمایا، یہ وُہ فرشتہ ہے جسے لوگوں کے رزق پر موکل بنایا گیا ہے، ہر انسان کا مقررہ رزق روزانہ کرم الٰہی کے دستر خوان سے بغیر کسی کمی یا زیادتی کے اسے پہنچاتا ہے، اس کا نام قاسم ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تیسرے آسمان پر پہنچا، جبرائیل علیہ السلام نے گزشتہ طریق کے مطابق اس کا دروازہ کھلوایا، ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔

واقعات و عجائبات آسمان سوم

ان میں سے چھ چیزیں بیان ہوتی ہیں:

۱۔ قندیلِ نُور

فرمایا: جب میں آسمان سوم میں داخل ہُوا تو میں نے سفید مروارید سے بنا ہُوا تاباں اور روشن آسمان دیکھا جس میں نور کی

قندیل رکھی ہُوئی تھی، اس آسمان کا نام زیلون ہے، اس کا دربان اس قدر عظیم الشان تھا کہ اس کے تابع تین لاکھ فرشتے تھے، ہر فرشتہ کے ساتھ تین تین لاکھ اور فرشتے تھے، اس فرشتہ کی تسبیح یہ تھی: سبحان معطی الوھاب سبحان الفتاح العلیم سبحان المجیب لمن دعاہ۔

۲۔ سر بسجود فرشتے فرمایا: میں نے بہت سے صف بستہ فرشتے دیکھے یہ تمام فرشتے سجدہ میں تھے، میں نے انہیں سلام کیا، سر اٹھا کر انہوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر سجدہ میں چلے گئے، سجدہ میں وُہ یہ تسبیح پڑھتے تھے: سبحان الخالق العظیم سبحان الذی لا مقر و لا ملجاء الا الیہ سبحان العلی الاعلیٰ، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: آسمانِ سوم کے فرشتوں کی یہ عبادت ہے؟ فرمایا: ہاں، خداتعالیٰ سے دُعا کیجئے یہ عبادت آپ اور آپ کی امت کو عطا فرمائے۔ میں نے دُعا کی تو مجھے یہ عبادت عطا فرمائی ہر رکعت میں دو سجدے فرض قرار دیے کیونکہ فرشتوں نے سر اٹھا کر میرے سلام کا جواب دیا اور پھر سجدہ کیا۔

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے معانقہ فرمایا: میں نے فرشتوں میں اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کو دیکھا، ان کے ساتھ اُمت کے عبادت گزار بندے تھے، جبرائیل علیہ السلام نے مجھے انہیں سلام کرنے کے لیے فرمایا، میں نے سلام کیا، میرے سلام کا انہوں نے جواب دیا اور مجھ سے معانقہ فرمایا، مجھے کرامت الٰہی کی بشارت دی، جو تسبیح وُہ پڑھ رہے تھے، میں نے سُنی، وُہ یہ تھی: سبحان الکریم الاکرم سبحان الجلیل الاجل سبحان الفرد الوتر سبحان الابد الابد۔

۴۔ حضرت داوٗدؑ و حضرت سلیمانؑ سے ملاقات فرمایا: جب میں یوسف علیہ السلام سے آگے بڑھا، حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات کی، سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور مجھے کرامات کی بشارت دی اور فرمایا کہ آج کی رات اُمت کی

شفاعت میں کوتاہی نہ کیجئے، داؤد علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی: سبحان الملك الملوك سبحان القاهر الجبار تصیر الیہ الامور۔

۵۔ متکبروں کا حشر فرمایا: جب میں ان سے آگے گزر گیا، میں نے ایک فرشتہ کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا، جس کے ستر سر، اور ایک روایت کے مطابق ستر ہزار پر اور ہر پَر اس قدر تھا کہ مشرق و مغرب کو گھیرے ہوئے، اس فرشتہ کے گرداگرد عظیم الجثہ فرشتوں کو دیکھا ہر ایک کی لمبائی ایک لاکھ دو سو سالہ راہ تھی یہ فرشتے ایک جماعت کو عذاب دے رہے تھے، انہیں آتشیں لٹھ مارتے تھے، ان لٹھوں کے نیچے وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے اور جل اُٹھتے، پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتے، مَیں نے جبرائیل علیہ السلام سے اس فرشتہ کا نام اور اس قوم کو عذاب دینے کا سبب پوچھا، فرمایا: اس فرشتہ کا نام سرحائیل ہے اور یہ قوم تیری اُمت کے جبار اور متکبر لوگ ہیں، حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اس فرشتہ اور اسکے معاونین کو اس قوم کو عذاب دینے کے لیے مقرر فرمایا، قیامت تک اُسی طرح ان کو عذاب دیتے رہیں گے، اس فرشتہ کی تسبیح کو مَیں نے سُنا، یہ تھی: سبحان من هو فوق الجبارین سبحان من هو المسلطين ممن عصاہ۔

۶۔ بحر النقم فرمایا: اس کے بعد میں ایک بہت بڑے دریا پر پہنچا جس کی توصیف خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اس دریا کا نام بحر النقم ہے۔ اس دریا میں سے پانی کی کچھ مقدار دنیا میں بھیجی تو طوفانِ نوح ظہور پذیر ہُوا، یہ دریا دنیا سے سات گنا بڑا ہے یعنی مشرق سے مغرب اور زمین سے آسمان تک، پھر فرمایا: جب میں اس دریا سے گزر گیا، چوتھے آسمان پر پہنچا۔

عجائباتِ آسمانِ چہارم

۱۔ عزرائیل یا موضیائیل خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چوتھا آسمان خام چاندی کا بنا ہُوا تھا اور ایک روایت کے مطابق سفید مروارید کا تھا، ہفت زمین اور تینوں آسمان اس کے احاطہ میں بیابان کے اندر

ایک حلقہ کی مانند دکھائی دیتے تھے، ایک روایت کے مطابق اس کا نام زیون ہے، اس کا دروازہ نور کا تھا جس پر نور ہی کا قفل تھا، اس قفل پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ اس دروازے کا خازن ایک روایت کے اعتبار سے عزرائیل اور دوسری روایت کے مطابق موضیائیل، اور ایک اور روایت کے مطابق مومیائیل نامی تھا، سابقہ دستور کے مطابق میرے لیے اس نے دروازہ کھولا، جب میں آسمان چہارم میں داخل ہُوا، بہت سے عجائبات دیکھے اور موضیائیل جو اس دروازے کا دربان تھا، امور کلیہ اس کے سپرد تھے۔ کہتے ہیں کہ موضیائیل کے تابع چار لاکھ فرشتے تھے، ہر فرشتہ کے چار چار لاکھ اور فرشتے ملازم تھے، اس کی تسبیح یہ تھی: سبحان الخالق الظلمات و النور سبحان خالق الشمس والقمر المنیر سبحان الرفیق الاعلیٰ۔

۲۔ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام سے اسی آسمان پر ملا اور ایک روایت کے مطابق چھٹے آسمان پر ملاقات کی، واللہ اعلم۔ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے ان کو سلام کرنے کے لیے کہا، میں نے بڑھ کر سلام کیا، وُہ اٹھے اور میرے ساتھ بغل گیر ہُوئے، میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا: الحمد للہ الذی ارانی وجهك، سپاس و ستائش اس خدا کے لیے ہے جس نے مجھے آپ کے دیدار کی سعادت بخشی، مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بہت سی کرامات کی بشارت دینے کے بعد فرمایا: آج وُہ رات ہے کہ آپ کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ خاص اپنے سامنے جگہ دیں گے، ایسی خاص مجلس ہوگی کہ کسی مخلوق کی وہاں گنجائش نہیں ہوگی ؎

بروای جان نامحرم کہ امشب باخیال او
چناں خوش خلوتی دارم کہ من ہم نیستم محرم

آپ جانتے ہی ہیں کہ کیا کچھ طلب کرنا ہے، بہرحال ضعفائے امت کو مت بھولیے، اگر ان پر کچھ فرائض عائد ہوں تو اعمال امت میں تخفیف کی درخواست کیجئے، جہاں تک ہو سکے تخفیف میں مبالغہ سے کام لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آپ کی

نصیحتوں پر عمل کروں گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ تسبیح پڑھ رہے تھے: سبحان هادی من یشاء ومضل من یشاء سبحان الغفور الرحیم، نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگے نکل گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام روئے، رونے کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا: ابکی لان غلاما بعث من بعدی یدخل الجنة من امته اکثر مما یدخلها من اُمتی، یعنی میں اس لیے روتا ہوں کہ ایک جوان کو میری نبوت کے بعد مبعوث کرتے ہیں اس کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہو گی۔ ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل مجھے خدا تعالیٰ کے نزدیک تمام بنی آدم سے بزرگ خیال کرتے ہیں حالانکہ یہ جوان خدا تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ بزرگ ہے۔ اگر محض ان کی ذاتی فضیلت مجھ پر ہوتی تو میرے لیے آسان بات تھی، لیکن آپ کی فضیلت آپ کی اُمت کی میری اُمت پر فضیلت کو مستلزم ہے اور آپ کی امت خدا تعالیٰ کے نزدیک تمام امتوں سے افضل ہے۔

۳۔ دو زانو فرشتے

فرمایا: آسمان چہارم کے تمام فرشتوں کو میں نے دو زانو بیٹھے ہُوئے دیکھا اور یہ تسبیح پڑھتے تھے: سبحان الرؤف الرحیم سبحان الذی لا یخفیٰ علیہ شئ سبحان رب العالمین، میں نے پُوچھا: آسمانِ چہارم کے فرشتوں کی یہ عبادت ہے؟ فرمایا: ہاں، خدا تعالیٰ سے دُعا کیجیے کہ یہ عبادت آپ اور آپ کی امت کو عطا فرمائے۔ میں نے دُعا کی جو منظور ہُوئی، قعدہ اخیر مجھ پر اور میری امت پر فرض ہُوا۔

۴۔ خواتین صالحات سے ملاقات

فرمایا: مریم خاتون موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہن کو میں نے چوتھے آسمان میں دیکھا، میرے استقبال کے لیے تشریف لائیں، حضرت مریم کے سفید مروارید کے ستّر ہزار محل تھے اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ستّر ہزار محل سبز زمرد کے الگ تھے اور فرعون کی بیوی آسیہ کے ستّر ہزار محل سُرخ یاقوت اور ستّر ہزار محل تازہ مرجان کے تھے۔

۵ - عزرائیل استقبال کرتے ہیں

فرمایا: ان عجائبات میں سے جو میں نے آسمانِ چہارم میں دیکھے ایک یہ تھا، میں نے ایک فرشتہ غمگین، منقبض کرسی پر بیٹھا ہوا دیکھا، اس تخت کے چار کونے تھے، ہر کونہ کے سات لاکھ پائے، سرخ سونے، خام چاندی اور مروارید کے بنے ہوئے تھے، اس کے گرداگرد بے شمار فرشتے تھے جن کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کے دائیں طرف نورانی فرشتے تھے تمام سبز پوش، معطّر، روشن، شیریں گفتار، بیدار دل اس حد تک خوب صورت اور نیک سیرت تھے کہ ان کے چہرہ سے نظر اٹھانا دشوار تھا، اس کے بائیں طرف میں نے فرشتے دیکھے، تمام سیاہ رو، جن کے لباس بھی سیاہ تھے، درشت گو، بدخو تسبیح پڑھتے تھے تو ان کے منہ سے شعلے نکلتے تھے، کوئی شخص انہیں دیکھ نہیں سکتا تھا، وہ فرشتہ جو تخت پر بیٹھا ہوا تھا، مجسمۂ چشم تھا، اس کی آنکھ کے انوار مشتری و مریخ کی مانند آسمان میں چمکتے تھے، اس کے بہت سے پر تھے، میں نے اس کے سامنے بہت سے پَر رکھے ہوئے دیکھے، انتہائی بزرگ، تختی ہاتھ میں لیے اسے دیکھے جا رہا تھا ایک لمحہ بھی اس سے نظر نہیں اٹھاتا تھا، ایک بڑا درخت اس کے سامنے کھڑا تھا، اس درخت کے اس قدر پتّے تھے کہ ان کی تعداد صرف خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے، ہر پتّے پر کسی شخص کا نام لکھا ہوا ہے میں نے ایک اور چیز ایک طشت کی مانند اس کے سامنے رکھی ہوئی دیکھی۔ وہ ہر لمحہ ہاتھ بڑھا کر اس میں سے کوئی چیز اٹھا لیتا، کبھی اسے خوبصورت نورانی فرشتوں کو دیتا اور کبھی اسے بدصورت سیاہ فرشتوں کے سپرد کرتا، جب میری نگاہ اس فرشتہ کے چہرہ پر پڑی میرے دل میں اس کا خوف پیدا ہوا اور میں کانپنے لگا، میرے جسم میں ضعف اور سستی پیدا ہوگئی، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ فرشتہ کون ہے اور اس کا کیا نام ہے۔ فرمایا: یہ عزرائیل علیہ السلام ہے، کوئی شخص بھی اسے دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا ھو ھادم اللذات ومفرق الجماعات، پھر جبرائیل علیہ السلام اس کے پاس گئے اور اسے میرے حال سے آگاہ کیا اور کہا: اے عزرائیل علیہ السلام! یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم، حق سبحانہ، و تعالیٰ کے محبوب۔ اس نے سر اٹھایا اور مجھے

دیکھا، مسکرایا، میری تعظیم کے لیے اٹھا اور کہا مرحبا بک۔ حق تعالیٰ نے کوئی پیغمبر آپ سے زیادہ عزیز اور بزرگ نہیں بھیجا اور آپ کی اُمت سے زیادہ کوئی امت حق تعالیٰ کے نزدیک بزرگ نہیں، میں آپ کی امت پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہُوں، میں نے کہا: اے ملک الموت! تُو نے مجھے خوش کر دیا اور مجھے غم سے رہائی دی لیکن مجھے ایک خدشہ ہے، میں چاہتا ہُوں کہ اُسے آپ دُور کر دیں، پوچھا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: آپ بہت غمگین اور منقبض دکھائی دیتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب سے خداتعالیٰ نے یہ کام میرے سپرد کیا ہے اور ارواح کی امیدیں میرے سپرد کی ہیں میں ہمیشہ ڈرتا رہتا ہُوں کہیں مجھ سے کوئی کوتاہی نہ ہو جائے اور میں اس خدمت کو پُورا نہ کر سکوں اور خداتعالیٰ کی گرفت میں آجاؤں۔ میں نے پُوچھا: یہ طشت کیا ہے؟ فرمایا: یہ تمام دنیا کی مثال ہے، تمام دنیا میرے احاطۂ اقتدار میں ہے، اسی طرح ہے جس طرح اب میرا تصرف اس طشت میں ہے۔ میں نے پُوچھا: یہ لوح کیسی ہے؟ فرمایا: اس تختی پر زندوں کی موت کا وقت درج ہے۔ میں نے پوچھا: یہ درخت کیسا ہے؟ فرمایا: یہ نیک بختوں اور بدبختوں کا نشان ہے، ہر انسان کا نام ایک پتّے پر لکھا ہُوا ہے، دوسرے پتّہ پر اس کی نیک بختی یا بدبختی لکھی ہُوئی ہے، جب وہ انسان دنیا میں بیمار ہو جاتا ہے وہ پتّہ جس پر اس کا نام لکھا ہوتا ہے زرد ہو جاتا ہے، جب اس کی موت کا وقت آجاتا ہے تو وہ پتّہ اس سے جُدا ہو کر اس تختی پر آجاتا ہے اور اس کے نام کو لوح سے مٹا دیتا ہے، میں ہاتھ بڑھا کر اس انسان کی رُوح خواہ مشرق میں ہو خواہ مغرب میں قبض کر لیتا ہُوں۔

میں نے پوچھا، یہ فرشتے جو آپ کے دائیں بائیں ہیں یہ کِس لیے ہیں، انہوں نے کہا: یہ فرشتے جو دائیں طرف ہیں، رحمت کے فرشتے ہیں جب میں نیک بختوں کی جان قبض کرتا ہُوں ان کے سپرد کرتا ہوں۔ بائیں طرف عذاب کے فرشتے ہیں، بدبختوں کی جان ان کے سپرد کرتا ہُوں، میں نے ان کی تعداد کے متعلق پُوچھا تو فرمایا مجھے ان کی تعداد کا علم نہیں لیکن ہر انسان کی رُوح قبض کرتے وقت چھ لاکھ فرشتۂ رحمت اور چھ لاکھ فرشتۂ عذاب حاضر ہوتے ہیں، جو جماعت اس پر مقرر ہوتی ہے دوسری مرتبہ قیامت تک اس کی نوبت نہیں آتی۔ میں نے

پوچھا: اے ملک الموت! ہر رُوح کو قبض کرنے کے لیے آپ کو خود تگ و دَو کرنا پڑتی ہے یا دُوسروں کے سپرد بھی یہ کام کر سکتے ہو؟ فرمایا: جس روز سے مجھے اس جگہ بٹھایا گیا ہے، میں اس جگہ سے نہیں اٹھا لیکن میرے ماتحت ستر ہزار قائد ہیں ہر قائد کے زیر فرمان ستر ہزار فرشتہ ہے، جب کسی انسان کی رُوح قبض کرنے کا وقت ہوتا ہے میں ان کو بھیجتا ہُوں، وہ اس کی جان قبض کر کے حلق تک پہنچا دیتے ہیں پھر میں ہاتھ بڑھا کر اس کا کام تمام کر دیتا ہُوں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: اے مقرب فرشتہ! میری آپ سے ایک درخواست ہے مہربانی فرما کر قبول کیجئے۔ اس نے کہا: آپ جو کچھ فرمائیں، بسر وچشم۔ فرمایا: میری درخواست ہے کہ میری امت کے ساتھ رفق وسہولت کے ساتھ معاملہ کریں کیونکہ ان میں کمزور اور نحیف ونزار بھی ہیں۔ ملک الموت نے جواب دیا: آپ خوش ہو جائیں مجھے اس معبود کی قسم ہے جس نے خلعتِ خاتمیت انبیاء و رسل آپ کو پہنایا، روزانہ ستر ہزار مرتبہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ بذاتِ خود مجھے خطاب فرماتا ہے کہ اے عزرائیل! اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نرمی اور سہولت کا سلوک کر اور سہولت سے ان کی جان قبض کر۔ اسی لیے میں ان پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہُوں۔

۶۔ بحر الثلج

فرمایا: اسی چوتھے آسمان میں مَیں نے ایک دریا دیکھا جو برف سے زیادہ سفید تھا، جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ سمندر ہے جس کا نام بحر الثلج ہے، اگر اس دریا میں سے برف کی تھوڑی سی مقدار بھی باہر گرے تو زمین و آسمانوں کے تمام باشندے شدت برودت سے ہلاک ہو جائیں۔

۷۔ فرشتوں نے حضور کی اقتداء کی

کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور کو بھی اسی آسمان میں دیکھا۔ بعض کہتے ہیں کہ ساتویں آسمان کے اوپر سدرۃ المنتہٰی کے نزدیک دیکھا، بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکان کی تعریف اس طرح بیان فرمائی، وُہ ایک مکان ہے جسے ایک ہی سُرخ یاقوت کے دانہ سے بنایا گیا ہے۔ سبز زمرد کے دو دروازے ہیں، سُرخ سونے، جواہرات اور یاقوت کی بنی ہُوئی دس ہزار مشعلیں آویزاں تھیں،

ہر قندیل سورج اور چاند سے زیادہ روشن، سُرخ سونے کا ممبر اس مکان میں رکھا ہُوا تھا، خام چاندی کا ایک منارہ کھڑا کیا گیا تھا جس کی بلندی پانچسو سالہ راہ تھی، جس روز سے وُہ مکان تیار ہُوا ہے قیامت تک ہر روز ستر ہزار فرشتے عرش کے نیچے سے دریائے نور میں آکر غسل کر کے وہاں سے نکلتے ہیں، نور کی چادریں سر پر ڈالے لبیک کہتے ہیں، احرام باندھ کر بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں، قیامت تک پھر ان کے واپس آنے کی باری نہیں آتی، اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور بیت المعمور لے کر داخل ہُوئے اور فرمایا: یارسول اللہ! ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کی امامت کیجئے، جس طرح زمین پر تمام انبیا کی امامت کی آسمان پر تمام فرشتوں کے امام بنیے۔ میں نے وہاں دو رکعت نماز ادا کی، ساتوں آسمانوں کے فرشتوں نے میری اقتداء کی، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں نے یہ جمعیت ملاحظہ کی، میرے دل میں خیال پیدا ہُوا کہ خدا تعالیٰ میری امت کو بھی ایسی ہی جمعیت عطا فرمائے، عالم السر والخفایات نے میرے دلی ارادہ کو بھانپ لیا، فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جس قدر یہ جمعیت آپ نے مشاہدہ کی ہے تیری امت میں پیدا کروں گا، یہ جمعہ کا دن ہے اس مقام میں ان عبادت گزاروں کی عبادت تیری ضعیف امت کے کام میں لاؤں گا، اس فقیر مولف کتاب کی نظر میں اہل تذکیر کی کتابوں میں یُوں آیا ہے کہ جب جمعہ کا روز ہوتا ہے ملاء اعلیٰ کے فرشتے اور عالمِ بالا کے گروہ یہاں بیت المعمور میں جمع ہوتے ہیں، جبرائیل علیہ السلام اس منارہ پر نماز کے لیے اذان کہتے ہیں، اسرافیل علیہ السلام اس منبر پر آکر خطبہ پڑھتے ہیں، میکائیل علیہ السلام امامت کراتے ہیں، ساتوں آسمانوں کے فرشتے ان کی اقتدا کرتے ہیں۔ جب نماز ختم ہو جاتی ہے جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں: اے فرشتو! گواہ رہو کہ مَیں نے اپنی اذان کا ثواب اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے موذنوں کو بخشا۔ میکائیل علیہ السلام بھی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی امامت کا ثواب اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا، تمام فرشتے یک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ ہم نے اس نماز کے ثواب کو امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جمعہ پڑھنے والوں کو بخشا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا فرمان پہنچے گا کہ ہماری خدمت میں اپنی سخاوت کو مت پیش کرو، کیونکہ

سخاوت کا تو ئیں خود خالق ہیں، گواہ رہو کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو بخش دیا اور ان کو عذابِ آخرت سے محفوظ کر دیا۔

۸۔ سورج خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے

کہتے ہیں کہ چوتھے آسمان پر سورج کو دیکھا، ایک روایت کے مطابق زمین سے ایک سو ساٹھ گنا بڑا تھا، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق سورج کا میدان اسی ہزار سالہ راہ ہے، جب حق تعالیٰ نے سورج کو پیدا فرمایا تو اس کے لیے ایک کشتی تیار کی، سُرخ یاقوت کی، ایک تخت جس کے تیس لاکھ اور ساٹھ پائے ہیں، ہر پایہ کو ایک فرشتہ پکڑے ہُوئے ہے، آفتاب کو سنہری کشتی میں رکھا اور کشتی کو اس تخت پر رکھا، اس تخت کو تیس لاکھ ساٹھ فرشتے پکڑ کر دریائے فلک میں جو چوتھے آسمان کے نیچے ہے لے جاتے ہیں، ہر صبح مشرق سے نکالتے ہیں اور شام کے وقت مغرب کی طرف غروب کرتے ہیں، وُہ تمام فرشتے اس آسمان میں عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں، صبح کو پھر تیس لاکھ ساٹھ دُوسرے فرشتے اسے مشرق سے نکالتے ہیں، اسی طرح ہر روز نئے فرشتے آتے رہتے ہیں جو ایک دفعہ آتے ہیں دوبارہ قیامت تک ان کی نوبت نہیں آتی تعال اللہ تعالیٰ والشمس تجری لمستقر لها، بعض تفاسیر میں سُورج کے مستقر کو عرش کے نیچے بیان کیا ہے کہ ہر رات سورج کو ساق عرش میں غروب کرتے ہیں وہاں سورج خدا تعالیٰ جل وعلا کو سجدہ کرتا ہے اور پھر وہیں رہتا ہے تا آنکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے صبح کے وقت مشرق سے اسے نکالا جاتا ہے اسی طریقہ سے وُہ سفر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے مغرب کی طرف سے نکالنے کا حکم ہوتا ہے۔ یہ حدیث پُوری کی پوری عرائس امام ثعلبی میں مذکور ہے وہاں دیکھنی چاہیے، واللہ اعلم۔

اس کے بعد خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پانچویں آسمان پر پہنچا جو سرخ یاقوت سے بنا ہوا تھا اور ابوسعید بن جبیر کی روایت کے مطابق یہ سُرخ سونے کا بنا ہُوا تھا، حسبِ سابق وُہ دروازہ کھلا تو میں آسمان میں داخل ہوا۔

عجائباتِ آسمان پنجم

فرمایا کہ جب میں اس آسمان میں داخل ہُوا، یہ اس قدر بڑا تھا کہ چاروں آسمان اور ساتوں زمین ایک حلقہ کی مانند اس کے احاطہ میں تھے، اس آسمان کا نام البیانیقون ہے ان عجائبات میں سے جو اس آسمان پر مشاہدہ کیے، پانچ باتیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ اوسقطائیل سے ملاقات

اس آسمان کا دربان ایک فرشتہ تھا جو کُرسی پر بیٹھا ہُوا تھا، اس کا نام اوسقطائیل ہے، میں نے اسے سلام کیا، اس نے مجھے سلام کا جواب دیا اور مجھے کرامات کی بشارت دی، پانچ لاکھ فرشتے اس کے تابع تھے پھر ہر ایک کے پانچ پانچ لاکھ فرشتے تابع تھے، اس فرشتہ کی تسبیح یہ تھی: قدوس قدوس رب الارباب سبحان ربنا علی الاعظم قدوس قدوس رب الملئکة والروح۔

۲۔ حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات

فرمایا: جب میں ان فرشتوں سے گزر گیا حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، لوط اور یعقوب علیہم السلام کے پاس پہنچا، یہ ایک دوسرے کے پاس بیٹھے ہُوئے تھے میں اُن کے پاس گیا اور ان کو سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آج رات آپ کی حاضری اللہ وحدہٗ لاشریک کے سامنے ہوگی، جہاں تک ہو سکے اپنی امت کے لیے تخفیف طلب کیجئے۔ میں نے آپ کو مجمع میں یہ تسبیح پڑھتے ہُوئے سُنا: سبحان من لا یصف الواصفین عظمه منتهیه سبحان من خفقت له الرقاب وذلت له الصعاب، اور ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو میں نے ساتویں آسمان میں دیکھا، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وصیتیں فرمائیں، چنانچہ اپنی جگہ پر انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوں گی۔

۳۔ فرشتوں کی نگاہ قدموں پر

فرمایا: جب میں اُن سے آگے گزر گیا تو میں پانچویں آسمان کے عبادت گزار فرشتوں کے پاس پہنچا،

تمام کھڑے تھے اور ان کی نگاہ ہمیشہ اپنے قدموں پر تھی، تمام بلند آواز سے یہ تسبیح پڑھتے تھے:
سبحان القاضی الاکبر سبحان العدلِ الذی لا یجور، میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا: ان فرشتوں کی عبادت یہ ہے؟ فرمایا: ہاں، خدا تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ آپ اور آپکی اُمت کو یہ عبادت عطا فرمائے۔ میں نے دُعا کی تو وہ مجھے بخشی گئی اور وہ نماز میں خشوع ہے۔ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمائی۔ کیا آپ نے ارشادِ خداوندی نہیں سُنا
قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوٰتہم خاشعون۔

۴۔ مشرکین عذاب میں

فرمایا: جب میں ان فرشتوں سے آگے بڑھ گیا تو میرا گزر ایک ایسے فرشتہ پر ہُوا جس کی تعریف کوئی شخص نہیں کر سکتا، وہ اس قدر بڑا تھا کہ تمام مخلوقات اس کے ایک لقمہ کے برابر تھی، اس کے گرداگرد ایسے فرشتے دیکھے جن کے سر عرش کے نیچے اور ان کے پاؤں ساتویں زمین کے نیچے تھے، ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز تھا، ان فرشتوں کے سامنے انسانوں کی ایک جماعت تھی جو آگ کا لباس پہنے ہوئے تھی جو پاؤں تک لٹکا ہوا تھا، انھیں وہ آتشیں تازیانوں سے مارتے تھے جس سے آگ بھڑک اٹھتی تھی اور ران کا گوشت جھڑ جاتا، اعضاء ایکدوسرے سے جُدا ہو جاتے، پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتے تھے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پُوچھا، فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ مشرک ہیں جنہوں نے ثالث ثلاثہ تین میں تیسرا کہا، خدا تعالیٰ نے ان فرشتوں کو ان پر موکل کیا، ہمیشہ ان کو عذاب دیتے رہیں گے۔ پھر میں نے اس فرشتہ اور اس کے متبعین کی تسبیح سُنی جو یہ تھی: سبحان اللہ الواحد الاحد سبحان الصمد الغفار سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ کفواً احد سبحان من لیس بوالد ولا مولود قال ابن عباس رضی اللہ عنہما الم تسمع اللہ تعالیٰ یقول لقد کفرا لذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثہ۔

۵۔ بحر الصعق

فرمایا: اس کے بعد میں ایک آگ کے دریا پر پہنچا جس کے ہر طرف درشت مزاج اور کرخت فرشتے تھے، جبرائیل علیہ السلام سے اس دریا کے متعلق پوچھا، فرمایا: اس دریا کا نام بحر الصعق ہے، جلانے اور کوندنے والی

بجلی اس سے پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے عجائبات جو اس دریا میں ہیں خدا تعالیٰ کے سوا کوئی شخص اس کا بیان نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کی حقیقت کو پا سکتا ہے۔ اس کے بعد میں چھٹے آسمان پر پہنچا جو موتی کا بنا ہوا تھا، اس کا نام عاروس تھا، دروازہ کھلنے پر میں اس میں داخل ہوا۔

عجائبات آسمان ششم

۱۔ روعائیل سے ملاقات فرمایا: جب میں اس آسمان میں داخل ہوا اس آسمان کے دربان جس کا نام روعائیل ہے کو سلام کیا۔

اس نے سلام کا جواب دیا اور مجھے ان الفاظ سے دعا دی: بارك الله فی حسناتك وزادفی کراماتك وبورك فیك۔ میں نے آمین کہی، میں نے دیکھا چھ لاکھ فرشتے اسکے تابع ہیں، پھر ہر ایک کے ساتھ چھ چھ لاکھ فرشتے تھے، ان فرشتوں کی تسبیح یہ تھی: سبحان الله الکریم سبحان النور المبین سبحانه من اله من فی السمٰوٰت واله من فی الارض۔

۲۔ فرشتے قومہ میں فرمایا کہ میں اس آسمان کے عبادت گزاروں اور فرمانبرداروں کے پاس سے گزرا تمام کو قومہ میں خشوع وخضوع سے کھڑا پایا اور یہ تسبیح پڑھتے تھے: سبحان من یسبح له الهوام فی امکنها سبحان من یسبح له الانعام فی صحاریها سبحان من یسبح له الوحوش فی رواسیها سبحان من یسبح له الابدان فی ضیقها وضنکها۔

۳۔ باب الامان فرمایا: جب میں ان فرشتوں سے گزر گیا ایک سفید کافور کے دروازہ کے پاس پہنچا، میں نے دیکھا کہ اس کا آستانہ تو تحت الثریٰ پہنچا ہوا ہے اور اس کے اوپر کا حصہ عرش کے ساتھ ملا ہوا ہے، اس کے دو کواڑ تھے، اس پر زمین و آسمان کے برابر ایک قفل لگا ہوا تھا، میں اس قفل کے اس قدر بڑا ہونے پر بڑا متعجب ہوا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، عرض کی: اس دروازے کا

نام باب الامان ہے، پھر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب خدا تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا، زنجیریں اور طوق پیدا کیے اور طرح طرح کے عذاب اس میں رکھے، دوزخ نے سانس باہر کو پھینکا تمام موجودات معرضِ ہلاکت میں پڑ گئے، ساتوں آسمانوں کے فرشتوں اور تمام زمینوں کے باشندوں نے شور مچایا اور ارحم الراحمین سے امان طلب کی خدا تعالیٰ نے رحم فرمایا اور یہ دروازہ دوزخ اور تمام کائنات کے درمیان بنا دیا اور تمام آسمانوں اور زمینوں کے باشندوں کو امن دیا اسی وجہ سے اسے باب الامان کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جبرائیل علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ اس دروازہ کو کھولیں تاکہ میں اس کو دیکھوں۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اس کے آگے دوزخ ہے اور آپ کو دوزخ اور دوزخیوں سے کیا کام؟ یہ رات کرامت کی رات ہے، آگے نکلیے تاکہ جلد مقامِ کرامت پر پہنچیں، میں نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام! میں اسے ضرور دیکھنا چاہتا ہوں، حکم ہوا کہ میرے حبیب کے ہاتھ کے اشارے سے دروازہ کھل جائے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی سے اشارہ فرمایا، دروازہ کھل گیا، دوزخ کا دھواں اور شعلے نظر آنے لگے۔

۴۔ مالک — دوزخ کا نگران

فرمایا: میں نے دوزخ کے اندر نگاہ ڈالی تو ایک فرشتہ بہت ہی بارعب اور ہیبت ناک نظر آیا، میں نے اس سے بڑا کوئی فرشتہ نہیں دیکھا تھا، یہ ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کے برابر تھا، سیاہ کپڑے پہنے ہوئے، اس کے سامنے ہزاروں درشت اور کرخت، ترش رو سیاہ پوش فرشتے کھڑے تھے، ہر ایک کے ہاتھ میں آگ کا گرز تھا، یہ فرشتہ لوہے کے سیاہ منبر پر بیٹھا ہوا تھا، اس منبر کے آٹھ لاکھ پائے تھے، ہر ایک پایہ زمین سے آسمان تک تھا اور وہ سر جھکائے یہ تسبیح پڑھ رہا تھا: سبحان الذی لا یجوم وھو ملك جبار سبحان المنتقم من اعدائه سبحان المعطی لمن یشاء سبحان من لیس کمثله شیء،

اور اس کے منہ سے آگ برستی تھی، ناک کے دونوں نتھنوں سے بھی آگ کے شعلے لپکتے تھے، یہ فرشتہ بہت ہی ہیبت ناک اور خشمناک تھا، اس کی دو

آنکھیں تھیں ہر آنکھ دنیا کے برابر بڑی تھی، اُس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے بلند ہوتے تھے، میں اس سے بہت ڈرا، اگر خدا میری مدد نہ کرتا تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا، میں نے پوچھا: اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کون ہے جس کے خوف سے میں بدحواس ہو گیا ہوں اور میرا عضو عضو کانپنے لگا ہے، ہوش و حواس زائل ہو گئے ہیں، فرمایا: یہ مالک نامی فرشتہ خازنِ دوزخ ہے۔ جس روز سے خدا تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے آج تک نہیں ہنسا اور خوشی کا اظہار نہیں کیا، میں نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا، مصروفیت کی زیادتی کی وجہ سے اس نے سر نہ اٹھایا، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اے مالک! یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جب اس نے میرا نام سنا تو سر اٹھایا اور میرے سلام کا جواب دیا، میری تعظیم کے لیے کھڑا ہوا اور تواضع سے پیش آیا، میرا ہاتھ پکڑا اور کہا: آپ کو بشارت ہو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! خدا تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کے لیے آپ کے گوشت پوست کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیا ہے اور جو شخص آپ کی فرمانبرداری کرے گا، آپ کی برکت سے اس پر بھی آتشِ دوزخ حرام ہوگی، مجھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں ان گنہگاروں پر رحم کروں جو آپ پر ایمان لائے ہیں اور ان سے انتقام لوں جو آپ پر ایمان نہیں لاتے اور آپ کی اتباع نہیں کی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مالک کے ہاتھ میں ایک گرز تھی جس کے سات سو سر تھے، تمام مخلوقات مل کر بھی اس کے ایک سر کو ایک طرف سے دُوسری طرف نہیں پھیر سکتی۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر دوزخ کے تمام طبقے آپکو دکھائے گئے اور تمام گروہوں کو مختلف عذاب ہوتے دکھایا گیا، ایک روایت میں ہے کہ واپسی کے وقت دوزخیوں کے عذاب کو دکھایا گیا، اپنی جگہ پر انشاء اللہ اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

۵۔ حضرت نوحؑ اور حضرت ادریسؑ سے ملاقات

فرمایا کہ میں جب وہاں سے آگے گزر گیا تو حضرت ادریس اور نوح علیہما السلام کے پاس پہنچا، ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور معانقہ فرمایا، میری ملاقات سے خوش ہوتے اور

کہا: الحمد للہ الذی اراناوجھک، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان میں دیکھا، اور ایک روایت کے مطابق بہشت میں دیکھا، بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ان کو یہ تسبیح پڑھتے ہوئے سنا:
سبحان المجیب السائلین سبحان القابض الجبارہ سبحان الذی علی فلا تعلوہ احد۔ اور میں نے نوح علیہ السلام کی تسبیح سنی جو یہ تھی: سبحان الحی الحلیم سبحان الفرد الکریم سبحان العزیز الرحیم۔

۷۔ میکائیل سے ملاقات

فرمایا: جب میں ان دونوں پیغمبروں سے آگے گزر گیا تو میں حضرت میکائیل علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ ایک بہت بڑی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے سامنے ایک بڑا ترازو رکھا ہوا تھا، چنانچہ اس کا ہر ایک پلڑا زمین و آسمان سے بڑا تھا۔ اس کی ڈنڈی مشرق سے مغرب تک پہنچتی تھی، بیحد وحساب سامان ان کے پاس رکھا ہوا تھا، میں ان کے پاس گیا اور سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور سروقد کھڑے ہو گئے، بغل گیر ہوئے اور مجھے دعا دی اور فرمایا: زادک اللہ تعالیٰ کرامۃ وفرحا۔ پھر فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ کوئی بھی اُمت خیر و برکت اور بزرگی میں آپکی اُمت جیسی نہیں ہے، ان کی نیکیوں کا ترازو تمام دُوسری اُمتوں سے بھاری ہے خوش قسمت ہے وہ شخص جو آپ کی پیروی کرے آپ کے ساتھ محبت رکھے، اور افسوس ہے اس شخص پر جو آپ کی نافرمانی کرے اور آپ سے بغض رکھے۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کے بہت سے متبعین اور کارندے تھے چنانچہ بعض روایات میں آیا ہے کہ میکائیل علیہ السلام کے سات لاکھ سردار تھے ہر ایک کا ایک جھنڈا تھا اور ہر جھنڈے کے نیچے سات سات لاکھ اور فرشتے تھے، تمام صف باندھے ان کے حکم کے منتظر کھڑے رہتے، مجھے انہوں نے کہا: ہم تمام آپ کے خادم ہیں اور آپ پر آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پچیس ہزار سال سے صلوٰۃ و سلام بھیجتے چلے آرہے ہیں۔ بارش کے قطروں، برف اور گھاس کے ہر تنکے پر جو زمین سے اُگتا ہے ایک فرشتہ ان میں سے موکل ہے تاکہ

ان کو ترتیب دے اور درجۂ کمال تک پہنچائے، وہ فرشتہ پھر اپنی جگہ چلا جاتا ہے اور قیامت تک پھر اس کی نوبت نہیں آتی۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی: سبحان رب کل مومن وکافر سبحان من تصنع من ھیئتہ ما فی بطونہا الحوامل۔

۷۔ بحر اخضر
فرمایا: پھر میں ایک دریا پر پہنچا جو سبز اور نورانی تھا اس میں اس قدر فرشتے تھے کہ ان کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان کی تسبیح یہ تھی جسے وہ بلند آواز سے پڑھ رہے تھے: سبحان القادر المقتدر الکریم الاکرم سبحان الجلیل الاعظم، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون سا دریا ہے؟ فرمایا: اسے بحر اخضر کہتے ہیں، یہ تمام سبزیوں کی بنیاد ہے، اس کے بعد ایک اور سیاہ دریا پر پہنچے اس میں بھی بے شمار فرشتے تھے جن کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان کی تسبیح یہ تھی: سبحان من علا فقہرا سبحان المطلع علی من خافت وجہرا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: اس دریا اور اس کے رہنے والوں کو خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کے بعد میں ساتویں آسمان پر پہنچا، ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سالہ راستہ اور ہر آسمان سے دوسرا آسمان پانچسو سالہ راستہ ہے۔ یہ آسمان سفید موتی اور ایک روایت کے مطابق جوہر سفید اور ایک روایت میں نورِ تاباں کا بنا ہوا ہے اس آسمان کا نام قائیل ہے۔

عجائباتِ آسمانِ ہفتم

۱۔ روحائیل سے ملاقات
حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دروازہ کھلوانے کے بعد جب میں ساتویں آسمان میں داخل ہوا میں نے اس کے خازن روحائیل نامی فرشتہ کو دیکھا، اسے سلام کیا، اس نے میرے سلام کا جواب دیا اور میری ملاقات پر خوشی و شادمانی کا اظہار کیا، مجھے حسنات کی قبولیت اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی بشارت دی اور بہت سی کرامات کا وعدہ فرمایا، میں نے اس کے زیرِ حکم سات لاکھ فرشتے دیکھے، ہر ایک کے ساتھ سات سات لاکھ

فرشتے اور تھے، ان فرشتوں کی تسبیح یہ تھی: سبحان الذی بسط السمٰوٰت فرفعها سبحان الذی سطح الارضین ففرشها سبحان الذی اطلع الکواکب وازهرها سبحان الذی ارشی الجبال فهیاها۔

۲۔ عابد فرشتے قیام میں فرمایا کہ میں اس آسمان کے عبادت گزار فرشتوں کے پاس پہنچا، تمام قیام میں تھے اور اونچی آواز سے یہ تسبیح پڑھ رہے تھے: سبحان العلی العظیم سبحان الحلیم الکریم سبحان من لا یصف الواصفون کنه صنعته عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا۔

۳۔ طویل القامت فرشتہ فرمایا: ان فرشتوں کے درمیان ایک بہت بڑا فرشتہ کھڑا تھا جس کا سر ساق عرش کے ساتھ اور پاؤں ساتویں زمین پر تھے، تمام جہان کو ایک لقمہ بنا سکتا تھا، اس کی تسبیح یہ تھی: سبحان المحتجب بنور جلاله سبحان المصور فی الارحام ما یشاء۔

۴۔ فرشتہ کے پَر جھاڑنے کا کمال فرمایا: میں نے فرشتوں میں ایک فرشتہ دیکھا جس کے سات لاکھ سر اور ہر سر پر ستّر ہزار چہرے اور ہر چہرے پر ستّر ہزار منہ اور ہر منہ میں ستّر ہزار زبانیں اور ہر زبان میں ستّر ہزار بولیاں تھیں، گفتگو کرتا تھا ایک بولی سے دُوسری نہیں ملتی تھی، اس فرشتہ کے سات لاکھ پر تھے، روزانہ دریائے نور میں (جو جنّت کے دریاؤں میں سے ایک دریا ہے) سات سو مرتبہ داخل ہو کر غوطہ لگاتا، باہر نکل کر اپنے پروں کو جھاڑتا، ہر قطرہ سے قادر مطلق ایک فرشتہ پیدا فرماتا جو قیامت تک تسبیح پڑھتا، میں نے اس فرشتہ کی تسبیح سُنی جو یہ تھی: سبحانك ما اعظم شانك سبحانك سیدی باعلی مکانك سبحانك سیدی ما ارحم بخلقك۔

۵۔ عجیب الخلقت فرشتہ فرمایا: ان فرشتوں ہی میں مَیں نے ایک فرشتہ کرسی پر بیٹھے ہُوئے دیکھا جس کے چار چہرے تھے، ایک چہرہ آدمیوں کی طرح، ایک چہرہ گائے کی طرح، ایک چہرہ درندہ کی مانند

اور ایک چہرہ پرندہ کی طرح تھا۔ ایک روایت میں درندے کی بجائے شیر کی مانند اور ایک چہرہ پرندہ کی بجائے گدھ کی طرح لکھا ہے، ہر چہرہ کے ساتھ مناسب زبان میں تسبیح پڑھتا تھا، آدمی کے چہرہ سے یہ تسبیح پڑھتا تھا: سبحان من یرزق کیف یشاء سبحان من یری ولا یری، درندے کے منہ سے یہ تسبیح پڑھتا تھا: سبحان من یسبح له الخلائق اجمعین سبحان من یرزق من یشاء سبحان من یرزق السباع یا مفضل۔ اور پرندہ کے چہرے سے یہ تسبیح پڑھتا تھا: سبحان الجواد المفضل سبحان من یسبح له الطیر فی اذکارها سبحان رازق الطیور یا رحیم، اور ایک روایت میں ہے کہ ہر چہرہ سے تسبیح کے بعد اس صنف کے لیے رزق طلب کرتا، حق سبحانہٗ و تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے ان چاروں اصناف کو روزی دیتا ہے۔

۶۔ اسرافیلؑ سے ملاقات

فرمایا: میں ایک فرشتہ کے پاس سے گزرا جو کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، اس کا سر عرش کے نیچے اور پاؤں ساتویں زمین کے نیچے تھے، وہ اس قدر بڑا تھا کہ دنیا و آخرت اس کا ایک لقمہ تھی، اس کے دو پر تھے، ایک پر کا سرا مغرب تک پہنچتا اور دوسرا مشرق تک، اُس کے سامنے سات لاکھ فرمانبردار بزرگ فرشتے تھے، ہر فرشتہ کے زیرِ فرمان سات سات لاکھ فرشتوں کے اور لشکر تھے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: یہ اسرافیل علیہ السلام ہیں، میں ان کے پاس گیا اور سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور آداب بجا لائے، مجھے بہت سی کرامات و بشارات سے خوش و خرم کیا، آپؑ کی تسبیح یہ تھی: سبحان السمیع العلیم سبحان المحتجب من خلقه سبحان ربنا و تعالیٰ۔

۷۔ حضرت ابراہیمؑ کی حضور اکرمؐ کو وصیت

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: میں نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو ساتویں آسمان پر دیکھا، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ آپ کے والد ہیں،

ان کو سلام کیجئے، میں نے سلام کیا اور آداب بجا لایا، آپ نے جواب دیا اور فرمایا: مرحبا بابن الصالح والنبی الصالح، آپ نے وصیت فرمائی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت سے کہیے کہ بہشت کی زمین پاک اور زراعت کی صلاحیت رکھتی ہے، اس میں بہت درخت بوئیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بہشت میں درخت کس طرح بوئے جا سکتے ہیں؟ فرمایا: لا حول ولا قوۃ الاّ باللہ العلی العظیم کہنے سے، اور ایک روایت یہ ہے کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الاّ باللہ العلی العظیم، اس کے بعد ساتویں آسمان سے گزار کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچایا۔

عجائبات سدرۃ المنتہیٰ

۱۔ سدرۃ المنتہیٰ کی تشریح سدرۃ المنتہیٰ کا سدرۃ المنتہیٰ نام رکھنے میں علماء نے مختلف اقوال بیان کیے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تمام علماء کا علم وہاں جا کر ختم ہو جاتا ہے اور وہ اس سے آگے کچھ نہیں جانتے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ بعض دوسرے علماء کہتے ہیں کہ جو کچھ نیچے سے اوپر کو جاتا ہے، سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچتا ہے اور جو کچھ اوپر سے نیچے اترتا ہے سدرۃ المنتہیٰ پر آتا ہے۔ بعض دوسرے کہتے ہیں کہ شہداء کی ارواح وہاں منتہی ہوتی ہیں اسی لیے اس کا نام منتہیٰ ہوا۔ دوسری وجوہات بھی بیان کی گئی ہیں، تفاسیر میں مذکور ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے جس کا تنا سُرخ سونے کا، اس کی بعض شاخیں مروارید اور بعض سبز زمرد اور بعض سُرخ یاقوت کی بنی ہوئی ہیں، اس کی جڑ سے شاخوں تک پچاس ہزار سالہ راستہ ہے، اس کے پتّے ہاتھی کے کانوں کی مانند ہیں، اس کے پھل مٹکے کی مانند، خدا تعالیٰ کے نور نے اسے ڈھانپ رکھا ہے، میں نے اس درخت پر اس قدر فرشتے مشاہدہ کیے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ان کی تعداد کو نہیں جانتا، انہوں نے درخت کے تمام پتّوں کو ڈھانپ رکھا تھا، سنہری مکھیوں کی طرح چمکتے تھے، اور

ستارۂ نور کی مانند فروزاں تھے، قال اللہ تعالیٰ اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ، اور ایک روایت میں ہے کہ اس درخت پر اس کے ہر پتّہ پر آسمان کے ستاروں، بیابان کی ریت کے ذرّوں کی تعداد کے مطابق سنہری پروانوں کی مانند فرشتے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ تمام فرشتے سیّدِ انس و جاں کے نظارہ و زیارت کے لیے آئے ہُوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور خداوند جل وعلا کی رحمت کی بشارت دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خوش ہوتے اور کہتے تھے: ؎

اے بدرت ملک و ملک ملتجی　　جئت الینا و لنعم المجی
آمدی و آمدنت لبس خوش ست　　دیدن روئے تو عجب دلکش ست
خاک رہت بر سر ما تاج باد　　ہر شب عمرت شب معراج باد

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تمام فرشتوں نے اپنی طاعت کے ثواب کو میرے سپرد کیا قیامت تک اس کا ثواب میری اُمت کو پہنچتا رہے گا۔

سدرۃ المنتہیٰ کے عجائبات میں سے

۲۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقام حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقام ہے اور وہ اس طرح ہے فرمایا: سدرہ کی شاخوں میں ایک شاخ سبز مروارید کی بنی ہُوئی ہے جس کی بلندی ایک لاکھ سالہ راستہ ہے، اس شاخ کے اُوپر ایک پتّہ ہے جس کا پھیلاؤ ساتآسمانوں اور زمینوں کو ڈھانپ لیتا ہے، اس پتّے پر نورانی بستر بچھایا گیا ہے اس بستر پر سُرخ یاقوت کا منبر کھڑا کیا گیا ہے جس کی اونچائی اسّی ہزار سالہ راستہ ہے، یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جائے مقام ہے۔

۳۔ سدرۃ المنتہیٰ کے فرشتوں نے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے محراب کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی ایک کرسی رکھی ہُوئی تھی، جس روز سے یہ کرسی بنی آج تک کسی کو اس پر بیٹھنے کی جرأت نہیں ہُوئی اور نہ آئندہ ہو گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے اس پر

بٹھایا، اس کرسی کے چاروں طرف میں نے کرسیاں دیکھیں، اس کرسی کے سامنے دس ہزار کرسیاں تھیں جو مروارید سفید سے بنی ہوئی تھیں ان پر تورات لکھی ہُوئی تھی، ہر کرسی کے گرد چالیس ہزار فرشتے کھڑے تورات پڑھ رہے تھے، میں نے دُوسری طرف دس ہزار کرسیاں رکھی ہوئی دیکھیں ان پر انجیل لکھی ہُوئی تھی اور ہر کرسی کے گرد چالیس ہزار فرشتے کھڑے انجیل پڑھ رہے تھے، اور دُوسری طرف دس ہزار کرسیاں رکھی ہُوئی تھیں ان پر زبور لکھی ہُوئی تھی، ہر کرسی کے گرد چالیس ہزار فرشتے کھڑے زبور پڑھ رہے تھے، چوتھی طرف دس ہزار کرسیاں سُرخ یاقوت کی رکھی ہُوئی تھیں ان پر قرآن مجید لکھا گیا تھا اور ہر کرسی کے گرد چالیس ہزار فرشتے قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھے۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری آپ سے ایک درخواست ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وُہ کیا ہے؟ عرض کیا: میں چاہتا ہُوں کہ آپ یہاں دو رکعت نماز ادا فرمائیں تاکہ آپ کی تشریف آوری سے میری جائے قیام برکت حاصل کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کر لی اور دو رکعت نماز ادا فرمائی اور سدرۃ المنتہیٰ کے تمام فرشتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی جس طرح بیت المقدس میں تمام انبیا کی امامت کی تو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی و فضیلت کا علم ہُوا فرشتوں کو بھی آپ کی بزرگی معلوم ہُوئی۔

۴۔ ظاہر و پوشیدہ دریا فرمایا کہ میں نے اس کی جڑ سے چار دریا نکلتے دیکھے، دو ظاہر ہیں اور دو باطن ہیں۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے بتایا، یہ دونوں پوشیدہ دریا جنت میں بہتے ہیں اور یہ دونوں ظاہر دریا دریائے نیل اور فرات ہیں جو دنیا میں بہتے ہیں۔

۵۔ کوثر بہتی رہی فرمایا: میں نے وہاں ایک دریا دیکھا جس کے کناروں پر یاقوت، موتی اور زبرجد کے برتن تھے اور اس کے کناروں پر سبز پرندے دیکھے جن کی گردنیں بختی اُونٹوں کی طرح تھیں، میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پُوچھا: یہ کیا ہے؟ بتایا: یہ نہر کوثر ہے جسے خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ اِنَّآ

اعطینا ك الكوثر، یہ نہر یاقوت اور زمرد کے سنگریزوں پر بہتی تھی، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا، میں نے کنارے سے ایک برتن اٹھا کر اس کے پانی سے بھرا اور پیا، شہد سے زیادہ میٹھا تھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار۔

۶۔ چشمہ سلسبیل فرمایا: اس درخت کی جڑ سے ایک چشمہ بہتا تھا جسے سلسبیل کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ بیت المعمور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ دیکھا۔

۷۔ فرمایا: میں نے وہاں ایک جماعت دیکھی جن کے چہرے سفید تھے، ایک دوسری جماعت تھی جن کے چہروں کا رنگ بدلا ہوا تھا اس نہر میں آکر غسل کرتے تو پہلے گروہ کی طرح ان کے چہرے بھی سفید ہو جاتے، جبرائیل علیہ السلام سے اس کی کیفیت پوچھی تو کہنے لگے: یہ آپ کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے بُرے اعمال کو اچھے اعمال کے ساتھ مخلوط کر دیا پھر توبہ کر لی، حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔

۸۔ فرمایا: میرے سامنے تین برتن پیش کیے گئے، ایک دودھ، دُوسرا شہد اور تیسرا شراب سے بھرا ہوا تھا، میں نے ان میں سے دودھ کو پسند کیا اور اس میں سے پیا، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: فطرت یعنی دینِ اسلام کو آپ نے قبول کیا ہے اور آپ کی امت اس دین پر قائم رہے گی، اور ایک روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: الحمد لله الذی هداك علی الفطرت لو اخذت الخمر غویت امتك، یعنی حمد و ثنا خدا کے لیے ہے جس نے آپ کو اسلام کا سیدھا راستہ دکھایا، اگر شراب اختیار کرتے آپ کی اُمت گمراہ ہو جاتی، بظاہر دو مرتبہ یہ چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئیں ایک مرتبہ بیت المقدس کے راستہ میں اور دوسری مرتبہ سدرہ میں جیسا کہ بیان ہوا۔

۹۔ مچھلی کی پشت پر کلمہ طیبہ فرمایا: سدرۃ المنتہیٰ میں میں نے ایک بہت بڑا فرشتہ دیکھا، اس قدر لمبا چوڑا فرشتہ آج تک میں نے نہیں دیکھا تھا، اس قدر بلند تھا کہ اس کی بلندی ہزار سالہ راہ تھی، اس کے ستر ہزار سر تھے اور

ہر سر پر ستر ہزار چہرے اور ہر چہرہ پر ستر ہزار منہ، ہر سر پر ستر ہزار گیسو اور بھی ہر گیسو پر ہزار ہزار موتی آویزاں تھے، ہر موتی میں نور کا ایک سمندر تھا، اس سمندر میں مچھلیاں اچھل کود رہی تھیں، ہر مچھلی کی لمبائی بیس سالہ راہ تھی، ہر مچھلی کی پشت پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا، یہ فرشتہ اپنا ایک ہاتھ سر پر اور دوسرا پشت پر رکھے ہوئے تسبیح میں مشغول تھا، اس کی خوش الحانی سے عرش الٰہی وجد اور حرکت میں آجاتا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے اس فرشتہ کا نام پوچھا، فرمایا: یہ وہ فرشتہ ہے جسے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا، میں نے پوچھا: اے جبرائیل علیہ السلام! اس کا ٹھکانا اور قرار گاہ اب تک کہاں تھی؟ فرمایا: بہشت میں عرش کے دائیں طرف ایک مرغزار ہے، یہ فرشتہ وہاں تھا، وہ مرغزار چار ہزار فرسنگ اس فرشتہ کی جائے قیام رہی ہے، وہاں سے اس جگہ پر لائے ہیں اور اسے تسبیح میں مشغول کر دیا گیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسے سلام کیجئے، میں نے اسے سلام کیا اس نے انتہائی مشغولیت کی وجہ سے میرا سلام نہ سنا، جبرائیل علیہ السلام نے اسے اطلاع دی، میری تعظیم میں اس نے اپنے گیسوئے اقبال کھولے چنانچہ زمینوں اور آسمانوں کو اس نے اپنے گیسوؤں سے ڈھانپ دیا، مجھ سے بغل گیر ہوا اور میرے چہرہ پر بوسہ دیا اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو بشارت ہو کہ ماہِ رمضان کی برکت سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی امت کو بخش دیا ہے۔ میں اس بشارت سے بہت خوش ہوا، میں نے اس کے سامنے دو صندوق رکھے ہوئے دیکھے ہر صندوق پر نور کے ایک لاکھ قفل لگے ہوئے تھے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیسے صندوق ہیں؟ فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس سے سوال کیجئے۔ جب میں نے اس سے پوچھا، کہنے لگا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان صندوقوں میں آپ کے روزہ داروں کا ثواب ہے جسے جہنم کی آگ سے آزادی کے لیے رکھا گیا ہے اور میں اس ثواب پر گواہ ہوں طوبیٰ لك ولامتك۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے عرش کے نیچے یاقوت کا سفید قبہ ہے

جو نور کے ستون پر قائم ہے، اس قبہ میں میں نے سفید مرغ کی مانند ایک فرشتہ دیکھا
جس کے سات لاکھ سونے کے، سات لاکھ یاقوت کے، سات لاکھ زمرد کے، سات لاکھ
مروارید کے، سات لاکھ چاندی کے، سات لاکھ کستوری کے اور سات لاکھ زعفران کے
پر تھے، وہ زمین سے سات گنا بڑا تھا، اس کی جسامت عرش سے تحت الثریٰ تک تھی،
اس کے ہر پر پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کل
شیٔ ھالك الا اللہ الواحد القھار لکھا ہوا تھا، ہر نماز کے وقت سر اٹھاتا اور کہتا
بسم اللہ العظیم، پھر اپنے پر و بال جھاڑتا جن سے نہایت عمدہ نغمے پیدا ہوتے جن کی
آواز بہشت میں پہنچتی تو بہشتی ٹہنیاں جھومنے لگتیں، حوریں اس نغمہ اور نوا سے آگاہ ہو جاتیں
فوراً محلات کی چھتوں پر (جو لعل و یاقوت کے بنے ہوئے ہیں) چڑھ جاتیں، ایک دوسری
کو بشارت دیتیں کہ اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا وقت آگیا ہے۔ جب یہ فرشتہ
حرکت کرتا وہ قبہ بھی ہلنے لگتا، عرش الٰہی میں ارتعاش پیدا ہو جاتا حق سبحانہٗ و تعالیٰ
کا خطاب اس فرشتہ کو ہوتا، تو کیوں حرکت کرتا ہے؟ عرض کرتا: خداوندا! تیرے حبیب
کے متبعین نماز کے لیے اُٹھے ہیں تو سب سے زیادہ دانا ہے خدا تعالیٰ کا ارشاد ہوگا
وجبت لھم رحمتی اشھد علیھم قد ترحمت و نظرت علیھم بالرحمۃ، ہم
نے حکم دیا ہے اور ہمارے حکم کو کوئی رد نہیں کر سکتا، اے فرشتے! تو گواہ رہ کہ میں نے
ان پر رحم کیا اور ان کو اپنا منظورِ نظر بنایا، جو ہمارا منظورِ نظر ہو وہ دوزخ سے آزاد اور
جنت الماویٰ کا مستحق ہوتا ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ، جبریلؑ کا مقام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنی
جائے قیام سے سدرۃ المنتہیٰ تک میرے ساتھ آئے اور وہاں سے واپسی کی اجازت
چاہی [illegible] اے جبرائیل علیہ السلام! آپ مجھے تنہا چھوڑے جا رہے ہیں،
فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے اس سے آگے بڑھنا ممکن نہیں [illegible]

ومٰنا الا له مقام معلوم ، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میری رفاقت ختم ہو گئی۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے جبرائیلؑ ! آپ نے خود کہا تھا کہ میں آپ کو وہاں لے جاؤنگا اگر آپ لے جانے والے تھے تو میں تو جا رہا ہوں اور آپ پیچھے کیوں رہ رہے ہیں ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھا کر جبرائیل علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک قدم اپنے ساتھ آگے لے گئے مگر وہ ہیبت الٰہی سے تھر تھر کانپنے لگے اور جسم چڑیا کے برابر رہ گیا ، آنکھوں سے آنسو بہتے تھے اور زاری کرتے تھے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! مجھے اپنے مقام پر واپس بھیج دیجئے ، اگر ایک انگشت برابر بھی آگے بڑھوں گا تو ہیبتِ الٰہی سے جل جاؤں گا لودنوت انملة لاحترقت بالی ، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے جبرائیل علیہ السلام ! مجھے اس کی عزت وجلال کی قسم اگر میں ایک قدم بھی آگے جاتا ہوں تو اس کے شوقِ وصال میں جل جانے کا اندیشہ ہے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام پگھل گئے اور ڈر ہے کہ بالکل فنا ہو جائیں گے تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا ، پانچسو سالہ راہ جو انہوں نے ایک قدم میں طے کی تھی اس پر جبرائیل علیہ السلام کو لوٹا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز آئی : اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ کب تک قیامت کے دور و دراز راہ کی فکر کریں گے ، یہاں آپ نے ہاتھ کے ایک اشارہ سے جبرائیل علیہ السلام کے پانچسو سالہ راہ کو ایک قدم میں طے کرا دیا ہے کل قیامت کو جب آپ شفاعت کے لیے لب کشائی فرمائیں گے اگر پچاس ہزار سالہ راہِ قیامت کو ایک لمحہ میں طے کر لیں تو کیا تعجب ہے ۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ جب میں سدرہ سے گزر گیا مجھے جبرائیل علیہ السلام نے کہا : یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! تقدم ، آگے بڑھیے ۔ میں نے کہا : آپ آگے چلیں ، فرمایا : اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! تقدم فانك اکرم علی الله منی ، آپ آگے چلیے ، خدا تعالیٰ کے نزدیک آپ مجھ سے بزرگ تر ہیں ، پس میں چل پڑا اور جبرائیل علیہ السلام میرے پیچھے چلے یہاں تک کہ مجھے زرلفت کے ایک پردے تک پہنچا دیا پھر پردے کو حرکت دی ، آواز آئی : کون ہے ؟ فرمایا : میں جبرائیل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ، حجاب کے پیچھے سے فرشتے نے کہا : الله اکبر الله اکبر

پردے کے پیچھے سے آواز آئی: صدق عبدی انا اکبر انا اکبر۔ فرشتے نے کہا: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، پردے کے پیچھے سے آواز آئی: انا اللہ لا الٰہ الا انا، فرشتے نے کہا: اشھد ان محمد رسول اللہ، پردے کے پیچھے سے آواز آئی: انا ارسلت محمدا، فرشتے نے کہا: حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح، آواز آئی: صدق عبدی ودعا الی عبادی انا دعوتھم الی بالی بی افلح من اجاب داعی، فرشتہ نے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر، آواز آئی: صدق عبدی انا اکبر انا اکبر، فرشتہ نے کہا: لا الٰہ الا اللہ، آواز آئی: صدق عبدی لا الٰہ الا انا، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز سنی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اکمل اللہ بك الشرف علی الاولین والآخرین، حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی فضیلت و شرف کو اولین و آخرین پر مکمل کیا۔ جبرائیل علیہ السلام سے میں نے اس فرشتہ کے حالات پوچھے، جبرائیلؑ نے کہا: خدا کی قسم جس تمام مخلوقات میں خدا تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوں، میں نے اس فرشتہ کو کبھی نہیں دیکھا آج جب یہاں پہنچا ہوں تو دیکھا ہے، پھر فرشتہ نے پردہ کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر مجھے اٹھا لیا اور جبرائیل علیہ السلام کھڑے رہ گئے، میں نے کہا: ایسی جگہ پر آپ مجھ سے کیوں پیچھے رہتے ہیں، جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وما منا الا له مقام معلوم، ہم میں سے ہر ایک کے لیے ایک مقررہ مقام ہے جس سے ہم آگے نہیں بڑھ سکتے، آج رات آپ کے احترام کی خاطر میں یہاں تک پہنچا ہوں وگرنہ میرا مقام معلوم تو سدرۃ المنتہیٰ ہی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام! میرا گمان تھا کہ آپ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہیں، اب آپ خود اپنے مقام سے پیچھے رہ رہے ہیں من رضی بمقام حجب عن امامه، بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام نے کہا: وما منا الا له مقام معلوم، معلوم ہوا کہ آدمیوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو یہ مقام حاصل ہو تاکہ منا کی تخصیص کا فائدہ ہو اور اگر یہ مقام کسی کو حاصل ہوا تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تنہا چل پڑا، ظلمت و نور کے پردے طے کرتا رہا یہاں تک کہ میں ستر ہزار پردوں

میں سے گزرا، ہر پردہ کی موٹائی پانچسو سالہ راہ تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس جگہ تک براق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں تھا، جب وہاں پہنچے براق عاجز آگیا اور سبز رفرف ظاہر ہوا جو سورج سے بھی زیادہ صاف وشفاف تھا، مجھے اس رفرف پر بٹھا دیا گیا میں چلتا رہا یہاں تک کہ عرش کے نیچے پہنچ گیا۔ ایک روایت یُوں ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام ساتھ چھوڑ گئے تو میکائیل علیہ السلام پیش ہُوئے، سلام کیا اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب میری ڈیوٹی ہے۔ میں نے میکائیل علیہ السلام کے پَر پر قدم رکھا وُہ مجھے اٹھا کر دریائے آتش تک لے گئے، مجھے یُوں محسوس ہوتا تھا کہ تمام ملکوت کو آگ نے گھیر رکھا ہے، میکائیل علیہ السلام نے اپنی پرواز سے مجھے اس آگ کے دریا سے گزار دیا اس کے بعد کئی پردے تھے ہر پردہ پانچسو سالہ راہ کا تھا ان حجابات سے بھی مجھے اپنی پرواز کے ذریعے گزار دیا، اس کے بعد اور حجابات آتے، میں نے دیکھا کہ میکائیل علیہ السلام تھک گئے ہیں اور اڑ نہیں سکتے، مجھے پہلے پردہ پر بٹھا دیا اور معذرت کر کے واپس چلے گئے۔ میں نے اسرافیل علیہ السلام کو دیکھا وہ سامنے آئے، سلام کیا، عزّت واحترام کے آداب بجالاتے، مجھے اپنے پرُوں پر بٹھا لیا اور ان تمام حجابات سے جن میں سے ہر ایک کی موٹائی ہزار سالہ راہ تھی گزار دیا، سامنے بہت بڑے بڑے دریا تھے، میں نے سات دریا دیکھے جو دُنیا سے ستّر گنا بڑے تھے، جن کی گہرائی مشرق سے مغرب تک تھی، ہر ایک زمین سے آسمان تک کے فاصلہ سے ستّر گنا بڑا تھا جب میں اس دریا سے گزر گیا تو پھر میں نے کوئی آواز نہیں سُنی اور نہ ہی کسی فرشتہ کی تسبیح و تہلیل سے میری سماعت آشنا ہُوئی اور میں مخلوق کے سامنے سے اس طرح غائب ہوگیا گویا دونوں جہان عظمتِ خداوندی کے مقابل مضمحل اور فنا ہوگئے ہیں، اس کے بعد میں ایسے حجابات کے پاس پہنچا کہ اگر میں تمام عمر ان کی تعریف وثنا کرتا رہوں تو ختم نہیں ہوگی۔ اسرافیل علیہ السلام جب بھی اپنے پرُوں کو حرکت دیتے ان حجابات سے گزرتے جاتے، یہاں تک کہ حجابِ قدرت ظاہر ہُوا، یہ وہاں سے بھی گزر گئے، جب یہ حجابِ عظمت کے پاس پہنچے تو ان سے بھی ظہورِ عجز ہُوا اور معذرت کی اور مجھے

حجابِ عظمت کے پاس بٹھا کر واپس ہوئے، اچانک رفرف ظاہر ہوا اور مجھے سلام کیا، رفرف نور کا ایک فرش ہے، اور ایک روایت میں سفید مروارید کا ہے، اس کی تسبیح و تہلیل کا غلغلہ ملکوت میں جاری و ساری تھا، میں نے اس پر قدم رکھا اور ایک ہی حرکت میں عرش کے نیچے پہنچ گیا، شیخ نظامی قدس سرہٗ نے فرمایا : ؎

چو بیروں رفت ازیں دہلیز خضرا — رکاب افشاند شد صحرا بصحرا
براں پرندگی طاؤس اخضر — فگند از سر عتش ہم بال و ہم پر
چو جبرائیل از رکابش باز پس گشت — عناں بر زور میکائیل بگذشت
سرافیل آمد و بر پر نشاندش — بہودج خانۂ رفرف رساندش
جریدہ بر جریدہ نفتش می خواند — بیاباں در بیاباں رخش می راند
چو بنوشت آسماں را در زماں فرش — باستقبالش آمد تارک عرش

فرس بیروں جہاند از کل کونین
علم زد بر سرِ تابِ قوسین

عرش کے زیرِ سایہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جب میں عرش کے نیچے پہنچا، بے شمار پردے سامنے آئے، ان میں سے ستر ہزار پردے سنہری تھے اور ستر ہزار روپہلے، ستر ہزار مرواریدی، ستر ہزار زمردی، ستر ہزار یاقوتی اور ستر ہزار نورانی پردے تھے، ستر ہزار پردے تاریکی کے اور ستر ہزار آبی، ستر ہزار آتشی اور ستر ہزار ہوا کے پردے تھے، ہر پردہ ستر لاکھ سالہ راہ کا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : رفرف نے مجھے ان حجابات سے گزار دیا، پھر میں عرش کے پردہ نشینوں کے پاس پہنچا، میں نے ستر ہزار پردے دیکھے، ہر پردہ کی ستر لاکھ زنجیریں تھیں، ہر زنجیر ستر لاکھ فرشتوں کی گردن پر رکھی ہوئی تھی، ہر فرشتہ اس قدر بڑا تھا کہ اس کے ایک شانہ سے دوسرے شانہ تک ستر لاکھ سالہ راستہ تھا، یہ پردے مرواریدی بعض یاقوتی اور بعض دوسرے جواہرات کے بنے ہوئے تھے، ہر پردہ میں ایک فرشتہ متعین تھا جس کے تابع

ستّر ہزار فرشتے تھے۔ رفرف مجھے ان حجابات سے گزار لے گیا یہاں تک کہ میرے اور عرش کے درمیان صرف ایک پردہ رہ گیا، میں نے دیکھا کہ رفرف میرے قدموں کے نیچے سے غائب ہو گیا۔ ایک ہی سفید مروارید سے بنی ہوئی صورت گھوڑے کی شکل میں میرے سامنے آئی، جو تسبیح پڑھ رہی تھی، اس کے منہ سے نور پھوٹا پڑتا تھا، مجھے اٹھا کر چلتی رہی یہانتک کہ اس پردہ سے گزار کر ساق عرش کے ساتھ پہنچا دیا، جب میں حجاب کبریا پر پہنچا وہ غائب ہو گئی، دُوسری کوئی سواری مجھے اٹھانے والی نہ رہی، اس فضا میں میں بغیر کسی سہارے کے رہ گیا، خطاب آیا: اے میرے حبیب! چلے آئیے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حجاب کبریا سے گزر چکا تھا، اس کے بعد میں نے اُدْنُ منی کا خطاب سُنا، جب میں اس خطاب سے مخاطب ہُوا تو جو قدم بھی میں اٹھاتا اتنا فاصلہ طے کر لیتا جتنا زمین سے یہاں تک طے کیا تھا، ہزار مرتبہ اُدْنُ مِنّی کا خطاب سنا، ہر خطاب پر میں قدم اٹھاتا تھا اور اتنا فاصلہ جو زمین سے یہاں تک تھا طے کر لیتا تھا یہاں تک کہ میں قربت کے مقام پر پہنچ گیا، پھر درجۂ فتدلّٰی پر ترقی کی وہاں سے خلوت خانۂ فکان قاب قوسین او ادنیٰ پر پہنچا اور فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ کا محرم اسرار ہُوا، حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے؛ دنیٰ من العرش فتدل نزل علی الوحی فکان بینہ و بین العرش قاب قوسین او ادنیٰ۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کے نزدیک بے کیف ہُوئے فتدلّٰی؛ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاب کو اٹھا دیا اور ان پردوں سے گزر گئے، پھر پردوں کو گرا دیا یہاں تک کہ پھر کسی ملک مقرب نے آپ کو نہ دیکھا یہاں تک کہ ستّر لاکھ تاریکی کے پردوں، ستّر لاکھ آفتاب، ستّر لاکھ چاند، ستّر لاکھ زمرد، ستّر لاکھ موتیوں، ستّر لاکھ یاقوت اور ستّر لاکھ دوسرے جواہرات کے پردوں سے گزر گئے حتی کان بین الحبیب والمحبوب قاب قوسین اگر اسی پر اکتفا کرتے مکان کا گمان ہوتا، لامحالہ فرمایا؛ او ادنی بلك اقرب بلك اقرب، تاکہ کسی شخص کو مکان کا وہم نہ رہے، تاج المذکرین، شرح تعرف میں ہے کہ جب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام سے جُدا ہُوئے تو آپ کو سات مقامات سے گزارا گیا، ہر مقام عرش سے تحت الثریٰ تک ہزار گنا بڑھکر تھا، جبرائیل علیہ السلام جو سیّد المرسلین کے محرم اسرار تھے انہیں تو مقام اوّلین کی بھی خبر نہیں تھی اس مقام تک کیسے بڑھتے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُدن منی کے خطاب سے مشرف ہُوئے، ہر قدم پر آواز آتی: اے دوست! میں مکان میں نہیں ہُوں جو میرے قُرب تک رسائی ہو سکے۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: خداوندا! میرے اختیار میں تو یہی ہے، ویسے قربِ حقیقی کا تعلق آپ سے ہے۔ ؎

از تو تا دوست گر از عرش بود تا بہ ثریٰ

از کم دبیش میندیش کہ یک گام دلست

القصّہ، اس قدر نزدیک پہنچ گئے کہ آپ پر ہیبت جلال وجمال ظاہر ہُوئی عزت ربوبیت نے آواز دی: "اور زیادہ نزدیک آیئے"۔ بساطِ قرب پر اس قدر آگے بڑھ گئے کہ حدوث و قِدَم کے دائرہ میں منہ بداء والیہ یعود کا راز ظاہر ہو گیا اور قوسین (دو کمانیں) کے خطِ امتیازی کو اٹھا دینے سے دائرہ کی شکل میں آ گیا۔

قوسین بصورتِ دائرہ

مقامِ قربت

حاصل کلام یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بساطِ قِدَم پر پہنچے ہُوئے تھے، جسم خدمت میں، دل قرب، جان مشاہدہ اور سر کو وصل حاصل تھا، ظاہری احساس اور سماعت بیکار ہو گئی تھی، مہربانی و عنایت سے غیبی کلام سُنا اللہ جل ذکرہ کا سلام بغیر کسی واسطہ کے سُنا، آنکھوں نے فرمادی مازاغ البصر وماطغیٰ، یعنی وہ تجاوز جو دوسروں نے کیا ہے ہم نے نہیں کیا، ہم تنہا و بے بہرہ کیوں ہیں یہاں تک کہ او ادنیٰ کے مقام پر علم عین ہو گیا، مسافت اور فاصلہ درمیان سے اُٹھ گیا، نورِ ربوبیت نے پردوں کو چاک کر دیا، دل نے دیدۂ جمال بے زوال کے آئینہ میں دیکھا الم تر الی ربک، بصیرت و بصارت کا محل ہُوا، یدرک الابصار

کی خوشخبری سے نظر نے دیکھا، چنانچہ شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ نے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ؎

چو بگذشت از جہت راہ گشت باریک — باخر شد برب العزۃ نزدیک
دراں حضرت چہ گویم او کہ چوں بود — کہ آں دم از وجود خود بروں بود
زحس بگزشت و از جان ہم گزر کرد — چو بیخود شد زحق در حق نظر کرد
ہمی چندانکہ چشمش کار مے کرد — دلش در چشم او دیدار مے کرد

دراں ہیبت محمد ماند بے کار
محمد از محمد گشت بیزار

دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین اَو ادنیٰ کے

لطائف و اشارات

مفسرین نے دنو کی تفسیر جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ کی ہے یعنی دنی جبرائیل من الارض فتدلّٰی ای فاسترسل الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی جبرائیل علیہ السلام زمین سے نزدیک ہوئے اور آسمان سے خود کو نیچے لے آئے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہنچائیں تاکہ آپ کے لیے معراج کے لیے رہنما ہوں، فکان قریب بینھما قاب قوسین ای قدر قوسین قال ابن عباس رضی اللہ عنہما ای قدر ذراعین وسمی الذراع قوسا لانہ یقاس بہ المزروع او بل ادنی من ذلک فلم یکن بالتقریب الملاصق لہ ولا بالتقید المانع من التمکن من النظر الیہ بل ما بقدر۔

یہ آیت کمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے کنایہ ہے، بعض فرماتے ہیں کہ ثمّ دنیٰ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے قرب، منزلت اور کرامت کے نزدیک ہوئے فتدلّٰی، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو سجدہ کیا اور

عرض کیا ہر دولت جو میری سعادت کا باعث ہو میری خدمت کی برکت سے تھی، لا محالہ اس مقام تک پہنچے کہ کسی کو علم نہ ہو سکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم گاہ کہاں ہے اور قدم کو معلوم نہ ہوا کہ نفس کہاں ہے اور نفس کو معلوم نہ ہوا کہ دل کہاں ہے اور دل کو معلوم نہ تھا کہ جان کہاں ہے اور جان کو معلوم نہیں تھا کہ سر کہاں ہے۔ کون آپ کے قدم، قدم آپ کے نفس، نفس دل، دل جان اور جان سر کی طلب میں تھی اور سر حبیب کے وصال میں تھا۔

۲۔ حکمت

عقل از سفر براں عشق است تا چند کند سوال اعلے این
در دائرۂ معاد و مبداء موہوم خطی فتادہ فی البین
ظاہر شدن دنیٰ تدلّےٰ آں دائرہ گشت قاب قوسین
آں خط تو ہمی بر انداخت تا عکس جدا نباشد از عین
سرش ز غبار غیر وار ست
مانندۂ آفتاب از غین

۳۔ فلسفۂ دنیٰ

بعض اہلِ اشارت نے فرمایا ہے کہ دنیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ نفس، فتدلّیٰ آپ کے مقامِ قلب، قَابَ قوسَینِ مقامِ روح اور اَوْ اَدنیٰ مقام سر کی طرف اشارہ ہے، ان چار مقامات میں ہر کوئی نفس، قلب، روح اور سر اپنے مطلوب کو پہنچے ہوئے تھے، مثلاً نفس مقام خدمت میں، دل مقامِ محبّت میں، رُوح مقامِ قربت اور سر مقامِ مشاہدہ میں تھا، حقیقت یہ ہے کہ ان چار میں سے ہر ایک اپنے مطلوب سے واصل تھا حقیقت وہی ہے جو اربابِ تحقیق نے بیان کی ہے، نفس کی حیات خدمت، دل کی بقا محبّت، رُوح کا قیام قربت اور سر کی غذا مشاہدہ میں ہے اور یہ چاروں سعادتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چار مقامات میں میسر تھیں اس طرح کہ اگر ایک نفس بھی آپ کا

نفس انور کون کی طرف نظر ڈالے بے خدمت رہ جائے اور اگر دل نفس کی طرف دیکھے محبت سے بے تعلق رہے اور اگر رُوح دل کی طرف دیکھے تو قربت نہ رہے اور اگر سر روح کی طرف دیکھے بغیر مشاہدہ کے رہ جائے اور کامل کے لیے یہ نقص ہے۔ شیخ رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں : ؎

ہر آنچہ دور کند آں ترا ز دوست بدست ‌‌ ‌ بہر چہ روی نہی جزوی از نکوست بدست
فراق یار اگر اندک ست اندک نیست ‌ ‌ درون دیدہ اگر نیم تار موست بدست

۴۔ شیخ ابو الحسن نوری قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اس معنی کی حقیقت سمجھ سے بالا تر ہے کیونکہ دنیٰ بُعد کے بعد ہوتا ہے وہاں بُعد کہاں ہے تَدَلّٰی مکان میں ہوتا ہے وہاں مکان کا کیا کام اور کان کا معنی زمانہ ہے اور وہاں خود زمانہ کی کیا حقیقت ہے، قاب مقدار کی طرف اشارہ ہے اور مقدار کیا ہے؛ قوسین ایک مثال ہے اور اس کی مثال معدوم ہے اور کلمۂ شک ہے شک ادھر سے محروم ہے اور اَدنیٰ دَنَو میں مبالغہ ہے کون قریب ہونیوالا اور کون مدنو (جس کے قریب ہوا) تمام علماء کے علوم اور تمام عرفاء کے معارف اس کی تقریر سے عاجز ہیں، دنیا کے عقلمندوں کی عقلیں تیرے جلال وجبروت کی معرفت کے بیابان میں بھٹک رہی ہیں اور فصحائے بنی آدم تیری حمد و ثنا کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں ؎

در بادیۂ عشق تو جانہا گمراہ ‌ ‌ در وصف جلال تو زبانہا کوتاہ
ہر کس ز لطف و قہرت آمد آگاہ ‌ ‌ با لطف تو آورد بہر حال پناہ

نوری قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص اس آیت میں کلام کرنا چاہتا ہے تو وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا دنی عبدا فتدلّی فرداً دنی ملکیا فتدلی ملکیا دنی فرشیا فتدلی عرشیا دنی مجاھدا فتدلی مشاھدا دنی طالبا فتدلی مطلوبا دنی افتقارا فتدلی افتخارا دنی منادیا فتدلی مناجیا دنی مادحا فتدلی ممدوحا دنی شاکرا فتدلی مشکورا، اے درویش! یہ تمام قرب و منزلت جو آپ نے سنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کے اعتبار سے

لاکھوں دریاؤں سے ایک قطرہ کی حیثیت بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ اس قدر رفیع الشان تھے کہ افلاک کے بلند کوہان بختی اونٹ اور بادیہ خاک کے سرمست شتر نہیں کھینچ سکتے تھے، عالم ملکوت کے مقربین اور خطائر جبروت کے ادب یافتگان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و کمال کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ ؎

شہباز فضائے لامکانیست　　غواص جواھر معانیست
محجوبہ کشائے پردۂ غیب　　گنجور خزانہائے لاریب
گنجینۂ کیمیائے عالم　　پیش از ہمہ پیشوائے عالم
کلک از صفتش زبان بریدہ　　نہ بحر زکلک او چکیدہ
ذیل کرمش ز فتنہا دور　　خاک قدمش بدیدھا نور
بستہ کمر آسماں بکارش　　انجم ہمہ چاؤشان بارش
بر کنگرۂ کشیدہ فتراک
کا بخانہ رسیدہ وہم و ادراک

قاب قوسین میں حکمت کیا ہے اور اس سے کیا مراد ہے؟

۵ ۔ قاب قوسین اس فلسفہ کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل اشارات ذہن نشیں کریں۔
اہل عرب میں یہ بات مشہور و معروف ہے کہ ان کے رؤسا اور سردار جب آپس میں کوئی معاہدہ کرنا چاہتے ہیں اور دوستی کا عہد کرنا چاہتے ہیں تو اسے عہد و پیمان سے موکد اور بیعت سے مقید کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اسے توڑا نہیں جائے گا، عہد کرنیوالوں میں سے ہر ایک اپنی کمان کو دوسرے کی کمان کے ساتھ ملاتا ہے اور دونوں ایک ہی دفعہ اس کے قبضہ کو پکڑ کر اس میں تیر رکھ کر پھینکتے ہیں۔ یہ ان کے درمیان یگانگی کی دلیل ہے، اس کی رضا اس کی رضا ہوتی ہے اور اس کی ناخوشی اس کی ناراضگی ہوتی ہے۔ پس اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خداوند قدوس جل و علا کی محبت و قربت کا اندازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی بات سے کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقبول خدا کا مقبول ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مردود خدا کا مردود ہے

چنانچہ فرمایا : من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ الیٰ غیر ذلك ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میخانۂ رسالت کے میخواروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطیات کی چاشنی پہنچی ہوئی ہوتی ہے اور ہر طالب نے اسی خرمن عرفان سے خوشہ چینی کی ہوتی ہے لامحالہ لطف ازلی کا تقسیم کنندہ یہ غذا عشاق کو کھلاتا ہے اور شرابِ وحدت سے ایک گھونٹ انہیں پلاتا ہے مانزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی یحبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ، چنانچہ فقیر مولف کتاب کہتا ہے۔ رومی کہتے ہیں ؎

من بجاناں زندہ ام وزجاں نہ ام — من زجاں بگزشتم وجاناں نہ ام
گوش وہوش ودست وپایم او گرفت — من بدر رفتم سرایم او گرفت
حسن خود بیند ازیں مرآت من — چوں تجلی افگند در ذات من
ایں بصر ایں سمع چوں آلات اوست — بلکہ ذرات تنم مرآت اوست
آئینہ چوں صاف وبیرنگ آمدست — باجمال دوست ہمرنگ آمدست
تاتوانی رنگ بے رنگے گزیں — تاشوی ہمرنگ آں یار گزیں

ہر کہ در بحر ہویت غرق شد
آب او را ہم قدم ہم فرق شد

۶۔ قوسین وسہمین کا امتیاز

اس میں کیا حکمت ہے کہ قوسین کا ذکر فرمایا اور سہمین نہیں فرمایا حالانکہ قوسین میں ٹیڑھا پن ہے اور سہمین (دو تیر) میں استقامت اور سیدھا پن ہے۔ اس کے کئی جواب ہیں :

۱۔ قوسین کی قیمت سہم (تیر) سے زیادہ ہے یا ہم یوں کہتے ہیں کہ اگر سہمین کہتے تو اس سے مراد وہ فاصلہ ہوتا جہاں تیر کمان سے نکل کر گرتا ہے ، سہمین سے دو تیروں کی مقدار فاصلہ سمجھا جاتا ، جس طرح کہ لوگوں کے درمیان عرف ہے ، جب

کہتے ہیں کہ دو تیر راستہ ہے یعنی دو تیر کی رفتار کی مقدار، اور جب دو کمان کہتے ہیں تو دو کمانوں کے قد کے مطابق فاصلہ ہوتا ہے۔

۲ - قوس متحد ہے اور تیر جُدا جُدا، ایک کمان ہزار تیر کے لیے کافی ہے لیکن اس کے برعکس نہیں ہے۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ کی مانند ہیں آپ کے لاکھوں غلام ہیں جن پر آپ کا حکم جاری ہے، آپ کا حکم سب پر نافذ ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کی حکومت نہیں اور کسی شخص کی فرمان برداری لازم نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ بات ایک قوس میں متحقق ہے، دو کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ قوسین کا ذکر اس لیے کیا تاکہ یہ بات واضح ہو جائے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے لاکھوں کروڑوں بندے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاکھوں امتی ہیں کہ نہ تو ان بندوں کا اللہ کے سوا کوئی خدا ہے اور نہ ہی اس امت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی پیغمبر ہے۔

۳ - سہم (تیر) جُدا ہو جاتا ہے اور کمان ساتھ رہتی ہے اور ساتھ رہنے والا جُدا ہو جانے والے سے بزرگ ہوتا ہے۔

۴ - اگر قوس ٹیڑھی ہے مگر اس کا چلّہ سیدھا ہوتا ہے، چلّہ کی استقامت کمان کے ٹیڑھے پن کی تلافی کر دیتی ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ بندے کا نفس معاصی کی وجہ سے ٹیڑھا پن رکھتا ہے لیکن اس کا دل توحید سے مستقیم ہے، توقع ہے کہ نفس کی کجی دل کی استقامت سے نقصان نہیں پہنچائے گی۔

دانشمند آدمی کمان کی کجی کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر تیر کی استقامت پر ہوتی ہے جو کمان سے نکلتا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی نظر تمہارے نفس کی کجی اور ٹیڑھے پن کی طرف نہیں بلکہ شہادت کی استقامت پر ہے جو تمہارے منہ سے نکلتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: الیہ یصعد الکلم

الطیب -

۷ - بعض اربابِ اشارت نے فرمایا ہے کہ قاب قوسین ، دنیا اور نفس کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں ٹیڑھے ہیں جب تک تیر کمان کے ساتھ رہتا ہے مراد کو نہیں پہنچتا، لیکن جب کمان سے جدا ہوتا ہے تو نشانہ پر پہنچتا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب تک سر نفس اور دنیا کے ساتھ ہے حق تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا اور جب نفس اور دنیا سے جدا ہو جاتا ہے اس وقت حق تعالیٰ کے ساتھ واصل ہوتا ہے ؎

تا با خودی ارچہ ہمنشینی با من　　　ای بس دوری کہ از تو باشد تا من
خود را بگذار و بس قدم در رہ نہ　　　کاندر رہ عشق با تو گنجی با من

اشارت: تیر چلانے والا جب تک کمان کو استعمال میں نہیں لاتا، کمان اور تیر دونوں کام سے عاری ہیں اور مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب تک حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہو نہ تو نفس خدمت کر سکتا ہے اور نہ دل محبت ، بعض نے کہا ہے کہ قاب قوسین سے ابرو ، او ادنیٰ سے سفیدیٔ چشم کے قریب کی سیاہی سے کنایہ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ سے ایسا قرب حاصل ہے جیسا دو ابرو دونوں کو ایک دوسرے سے بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک جیسے سیاہیٔ چشم اس کی سفیدی سے۔

۸ - بعض اربابِ اشارت نے کہا ہے کہ دنی فتدلّٰی کا یہ معنی ہے کہ جب مقام قرب پر پہنچے تو اس مقام پر اپنے نفس کو لا ڈالا اس طرح کہ میں اس مقام سے کسی صورت بھی نہیں لوٹوں گا ؎

خاک وطن و دیار بر سر پاشم
این خانہ مرا خوش است اینجا باشم

ان سے کہا گیا کہ جس ذات نے آپ کو اس مقام پر پہنچایا ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ اس مقام کو آپ تک پہنچا دے ، اس بات پر اور زیادہ بحث کی جائے گی انشاء اللہ۔ بعض کہتے ہیں کہ فتدلّٰی ، تدلّل کے معنی میں ہے یعنی فتدلل ، فخر کیا کہ خداوندا یہ میں ہی ہوں جسے تو نے اس دولت سے سرفراز فرمایا ہے اور تمام جہاں اور اہل جہاں سے

چنا ہے۔

۹ ۔ دنی ای ترك نفسه فی السماء فتدلی ترك قلبه فی سدرة المنتهی وترك روحه بقاب قوسین فیبقی سرّه وربه قالت النفس این القلب وقال القلب این الروح وقال الروح این السر وقال السر این الحبیب قال الله تعالیٰ یا نفس فلك النعمة والمغفرة ویا قلب لك العشق والمحبة ویا روح لك الکرامة والقربة ویا سر انا لك وانت لی فذلك قوله تعالیٰ او ادنیٰ۔

(دنیٰ سے مراد نفس کو آسمان کی وسعتوں میں چھوڑ دینا۔ فتدلّیٰ دل کو سدرۃ المنتہیٰ پر چھوڑ دینا۔ قابَ قوسَین میں رُوح کو ترک کر دینا، صرف اس کے اسرار ہی باقی رہ جاتے ہیں، نفس کہتا ہے دل کہاں ہے، دل کہتا ہے رُوح کہاں ہے؛ رُوح کہتی ہے کہ سِرّ کہاں ہے؛ اور سِرّ کہتا ہے کہ حبیب کہاں ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نفس نعمت اور مغفرت کا آسمان ہے، قلب عشق و محبت کا آسمان ہے، رُوح کرامت و قربت کا آسمان ہے اور سِرّ یہ ہے کہ میں تیرے لیے ہُوں اور تم میرے لیے ہو) ؎

اگر آں ماہ روی من نقاب از چہرہ بکشاید | دریں آئینۂ رویم جمال خویشش بنماید
بگفتم بلنوایم من زجان و دل جدایم من | بگفتہ چوں ترایم من ترا دیگر چہ مے باید

۱۰ ۔ عربوں میں یہ مشہور ہے کہ جب دو قبیلوں کے درمیان جھگڑا اور کدورت پیدا ہو گئی ہو اور اس آتش افتراق کو بجھانا چاہیں تو اس قبیلہ کا سردار اپنی کمان کا چلّہ کھینچ کر دوسرے قبیلہ کے سردار کی کمان پر باندھ دیتا ہے دُوسرا بھی اسی طرح کرتا ہے، یہ اس کی کمان کو اور وہ اس کی کمان کو چلّہ کے ساتھ ایک دوسرے کے مکان پر لٹکا دیتے ہیں، دونوں قبیلوں سے جنگ ختم ہو جاتی ہے اور یہ بات دونوں گروہوں میں امن و امان کا باعث بن جاتی ہے گویا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے پاس کمانِ شفاعت ہے اور میرے پاس کمانِ رحمت، آپ رحمت کی کمان کے چلّہ کو اپنی شفاعت کی کمان پر باندھیں اور میں آپ کی شفاعت کی کمان کے چلّہ کو اپنی رحمت

کی کمان کے ساتھ باندھتا ہوں اور دونوں کو ساق عرش پر آویزاں کرتا ہوں، جب تک عرش باقی رہے گا آپ کی امّت کی محبّت و صلح کا پیمان باقی رہے گا۔

۱۱۔ گویا خدا تعالیٰ کہتا ہے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ شفاعت کے چلّہ کو میری رحمت کی کمان پر باندھیں اور میں رحمت کے چلّہ کو آپ کی شفاعت کی کمان پر باندھتا ہوں، آپ وہاں سے عنایت کے تیر کبائر امت پر پھینکیں تاکہ میں کرامت کے تیر ان کے صغائر کے لشکروں پر پھینکوں تاکہ ان کے کبائر کے لشکر آپ کی شفاعت کی مدد سے چھٹ جائیں اور ان کے صغیرہ گناہوں کے گروہ میری رحمت کے ہجوم سے مندفع ہو جائیں۔

۱۲۔ دنیٰ جو کچھ اہل دنیا کے آثار تھے مٹا دیئے فتدلّیٰ کی منزل میں انسان کے تمام اشتراک کو ختم کر دیا یہاں تک کہ غیبی تائید سے ستر الٰہی سے ورا پہنچے، ادن منی، اپنے قرب کے مقام میں مت ٹھہریئے، میرے قرب میں پہنچئے، پس ادن منی کے مقام پر بیٹھے درمیان سے شب و روز جاتا رہا، سوزن ایک طرف ہو گیا اس قدر نزدیک پہنچے کہ ہیبت جلال و جمال ظاہر ہوئی، عزت ربوبیت نے پکارا کہ اور آگے آئیے، بساط قرب پر اس قدر بڑھے کہ حدوث و قدم میں مناسبت نہ رہی، تمام پردے درمیان سے اٹھ گئے فکان قاب قوسین دو کمان کی مقدار، ایک صفت قِدم تھی اور ایک صفت حدوث، اگرچہ نزدیک پہنچ گئے لیکن ایک نہ ہوئے کیونکہ اتحاد کی صورت ناممکن ہے جب دنو بدنی پر پہنچے علم عین ہو گیا، مسافت سامنے سے جاتی رہی، خیالی خط جس نے دائرہ کو دو کمانوں میں تقسیم کر رکھا تھا درمیان سے جاتا رہا، ابد ازل کے ساتھ مل گیا اور ازل ابد میں داخل ہو گیا، وجوب امکان کے ساتھ یک رنگ ہو گیا اور قِدم حدوث کے ساتھ ہم آہنگ ہو گیا۔ ؎

ذروۂ علیائے عشقش عروۃ الوثقائے ماست　　جنۃ الماوائے وصلش مقصد الاقصائے ماست
تا بکے در دام آب و گل تو ان محبوس بود　　در فضائے لامکاں چوں منزل و ماوائے ماست
سر مازاغ البصر چوں شد قرین ہمتم　　ہر شبے معراج سبحان الذی اسریٰ ماست

درمیان مجمع البحرین امکان و قدم | قاب قوسینم گزشت و وقت او ادنائے ماست
صد ہزاراں طالب دیدار موسیٰ وار ہیں | رب ارنی گوئی اندر سینۂ سینائے ماست
وہ چہ جائے کوہ طور و عرش و فرش و بر و بحر | زاں تجلیہائے گوناگوں کہ در دلہائے ماست
صورت غیبی است عکس افگندہ در مرآت جاں | تا نہ پنداری کہ حسن صورت از سیمائے ماست
چشم نابینا ندارد بہرہ از دیدار دوست | جلوۂ حسنش برائے دیدۂ بینائے ماست

طوطیان قدس را بطلب بمہمانی معین
کیں زماں وقت نثار کلک شکر خائے ماست

قربِ حضور اکرم

عرش الٰہی کے حجابات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب میں عرش الٰہی کے پردوں کے پاس پہنچا، جبرائیل علیہ السلام پیچھے رہ گئے تھے، اس وقت اسرافیل علیہ السلام میرے ساتھ تھے، میں نے ستر ہزار پردے دیکھے، ہر پردہ کی موٹائی ستر لاکھ سالہ راہ تھی، اور ایک پردہ سے دُوسرے پردہ تک ستر سالہ راہ تھی ان میں سے بعض پردے یاقوتی اور بعض جواہرات کے بنے ہُوئے تھے، بعض زمردی، بعض سنہرے، بعض روپہلے، بعض آہنی تھے، بعض آبگینہ کے، بعض کانسی کے، بعض برف کے تھے، بعض ناری، بعض بادی، بعض ظلمانی، بعض نورانی اور بعض پردے پتھر کے بنے ہُوئے تھے، ہر پردہ پر ایک موکل فرشتہ تھا اور ان فرشتوں میں سے ہر ایک کے زیر فرمان ستر ہزار فرشتے تھے پھر ہر فرشتہ کے ماتحت ستر ہزار فرشتے اور تابع فرماں تھے، جب میں پہلے پردہ پر پہنچا، اسرافیل علیہ السلام نے اس پردہ کو ہلایا، نگران فرشتہ نے پوچھا: کون ہے؟ اس نے کہا: میں اسرافیل ہوں۔ اس نے پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ نگران نے پردہ اٹھا دیا، میرا ہاتھ پکڑا اور کہا: مرحبا امر اللہ تعالیٰ۔ اسرافیل علیہ السلام واپس آئے اور کہا: میری حد یہاں تک تھی۔ حضور فرماتے ہیں:

میں اس نگران فرشتہ کے ساتھ روانہ ہوا، اس نے مجھے دُوسرے پردے تک پہنچا دیا، اس فرشتہ نے پردہ کو ہلایا، دوسرے پردہ کے نگران نے پُوچھا، کون ہے؟ اس فرشتے نے اپنا تعارف کرایا، اس نے پُوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پردہ دار نے پردہ اٹھا دیا اور مجھے تیسرے پردہ تک پہنچایا، اسی طرح ستّر ہزار پردے طے کیے، یہاں تک کہ میں آخری پردہ پر پہنچا، وُہ پردہ نور کا تھا وہاں ایک فرشتہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر موتیوں کی بنی ہُوئی کرسی پر بٹھایا جس کے پائے سُرخ یاقوت کے بنے ہوئے تھے، اچانک اس پردہ کے پیچھے سے میں نے ایک آواز سُنی جس کی دہشت سے میرے ہوش اُڑ گئے اور کرسی سے گرنے لگا، اچانک ایک قطرہ ٹپکا' ایک روایت میں ہے کہ عرش سے ٹپکا، ایک روایت میں آبِ رحمت سے ٹپکا، میں نے اپنا منہ کھولا اور اس قطرہ کو نگل گیا، خدا کی قسم اس سے زیادہ شیریں چیز کسی نے نہ چکھی ہوگی، اس قطرہ سے اوّلین و آخرین کے تمام علوم مجھ پر منکشف ہو گئے، میری زبان جو ہیبت و دہشت سے تتلا گئی تھی، اس میں روانی آ گئی، مجھ پر جو ہیبت و دہشت طاری ہو گئی تھی فرحت و اطمینان میں تبدیل ہو گئی۔ ے

چو حق میدید کو میزد پر و بال	بدلداری سلامش کرد در حال
سلامی و علیکی پیششں آورد	وزاں حالت دمی باخویشش آورد
خطاب آمد کہ دع نفسک دروں آئے	بہ بی یبصر و بی یسمع بروں آئے
چرا بیخود شدی آخر چہ بودت	بخواہ ار آرزوی ہست زودت
بخواہ آنچت بود درخواست کردن	ز تو درخواست و از ما راست کردن

پیغمبر نیز در گفتار آمد
برب العزّۃ در اسرار آمد

بارگاہِ ربّ العزّت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس معنی کا مصداق یہ ہے کہ جب حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے مجھے اس ہیبت اور دہشت سے نجات دی، اس کی حمد و ثنا کرنے کا حکم ہُوا، اور ایک

روایت میں ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا، اور ایک روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آواز دی : اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! اثناء ربك اپنے خدا کی ثناء کہو، مجھے یہ کہنے کا الہام ہوا، التحیات للہ والصلواۃ والطیبات، تمام زبانی مدح و ثناء، بدنی طاعات وعبادات اور خدمات اور مالی خیرات ومبرات اور احسانات کو ان الفاظ میں جمع کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصدیق کروائی، کہتے ہیں کہ یہ تین کلمات جوامع الکلم میں سے ہیں، اعمال خیر قولی ہوں یا بدنی ان سے خارج نہیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ثناء اللہ جل شانہ، کی خدمت میں پیش کی، حق سبحانہ، وتعالیٰ نے اپنے حبیب پر سلام نچھاور کیا، فرمایا : السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب یوں دیا : السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین، جب ملکوت کے فرشتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مرتبہ مشاہدہ کیا، سب نے یک زبان ہو کر ملکوت وجبروت میں غلغلہ انداز ہوتے ہوئے کہا : اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ،

~

چوں ہمہ از خود بدر آمد تمام	یافت بآں لحظہ قبول سلام
پردہ برانداختن ز روئے وصال	از رہ تعظیم سرائے جلال

التحیات میں لطائف واشارات

اہل اشارات نے اس مقام پر چند لطائف بیان کیے ہیں ان میں سے بعض شرائف الاوقات نامی رسالہ میں قلمبند کیے گئے ہیں، یہاں ان میں سے پندرہ لطیفے لکھتا ہوں :

۱ ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تحیات، صلوات اور طیبات تین چیزیں رب العزت کی بارگاہ میں لے گئے ان کے عوض سلام، نبوت، رحمت اور برکت چار چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشی گئیں، پہلی تینوں چیزوں کو صیغۂ واحد اور برکت کو جمع کے صیغہ میں بیان فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابد الآباد تک وہ (کرامت) ترقی پذیر رہے گی کیونکہ لفظ برکت اگرچہ متفرق ہے مگر یہ تزاید پر دلالت کرتا ہے خصوصاً

جب اسے جمع کے لفظ سے ذکر کیا جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ آٹھ سو سال (مولف کا زمانہ) گزرنے پر بھی سید عارفاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی برکت سے اسلام زیور عرفان سے فروغ پا رہا ہے اور مشرق سے مغرب تک تمام عالم کو گھیرے ہوئے ہے، اور اس کی امت کی دولت وسلطنت کا نقارہ چار دانگِ عالم میں بج رہا ہے۔ ؎

تاج نو و تخت تو دارد جہاں　　تخت زمیں آمد و تاج آسماں
سدرہ ز آرایش صدرت رہیست　　عرش ز ایوان تو کرسی گہیست
روزن جانت چو بود نور یاب　　ذرہ بود سایہ دراں آفتاب
گر نہ ز صبح آئینہ بیروں فتاد
نور تو بر خاک زمین چوں فتاد

۲ــــــ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کو قبول کر کے صلحائے امت کو اس جگہ یاد فرمایا السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین تو آواز آئی: یا محمد اخرجت جبرائیل من ان یتشاور وانت تدخل امتك فی سرنا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم جبرائیل علیہ السلام کو بھی اپنی حرم خاص میں داخل نہیں ہونے دیتے اور آپ نے اپنی امت کو شریک فرمالیا۔ ؎

خوردہ شرابے کہ حق آمیختہ　　جرعۂ آں بر دل ما ریختہ
لب بشکر خندہ بیاراستہ　　امت خود را از خدا خواستہ
ہمتش از گنج تونگر شدہ　　جملۂ مقصود میسر شدہ

۳ــــــ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے السلام علینا کہا، آواز آئی کہ اے دوست! تمہارے بغیر یہاں کوئی نہیں ہے یہ علینا کیا ہے؟ عرض کیا: خداوندا! اگرچہ جسمانی حیثیت سے وہ میرے ساتھ نہیں ہیں مگر روحانی حیثیت سے وہ میری جان کے ساتھ پیوستہ ہیں، میری نظر عنایت ان کے ساتھ ہے خواہ وہ غائب ہوں یا حاضر، اب جبکہ تُو نے اپنے سلام سے مجھے تمام مکروہات سے محفوظ کر دیا ہے، اس قسم کی عطا میں ان شکستہ حال، محنت زدوں کو اپنے دامن آخر الزمانی

ہیں، سلامتی، امن اور کشایش میں کیسے شریک نہ کروں، جس طرح میں اس دولت سے شرفیاب ہُوا ہوں ان غریبوں کو بھی وللارض من کاس الکرام نصیب کے مطابق اس خرمن سے کوئی خوشہ اور اس دستر خوان سے کچھ توشہ حاصل ہو۔ ؎

گر گدائے طعمۂ از خوانِ احسانت برد
از سرِ خوان خداوندی چہ کم خواہد شدن

۴ــــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام میں اُمت کو اپنے ساتھ شریک کیا مگر رحمت و برکت میں شریک نہیں کیا کیونکہ رحمت اور برکت سلامتی کے تابع ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین، آواز آئی لو ترکت الینا عن سلمنا علیٰ امتك لکان خیرا لھم، اگر امت کے سلام کو ہم پر چھوڑ دیتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا، جب آپ نے ابتدا کی ہم بھی اسے آپ ہی کے سپرد کرتے ہیں اذا جاءك الذین یؤمنون بآیاتنا فقل سلام، لیکن ہم رحمت و برکت کو آپ کی سلطنت کے لیے ان پر ہی مخصوص رکھتے ہیں۔ کتب علی نفسہ الرحمۃ اور اپنے خزانۂ کرم سے ہم ان کو برکت عطا فرمائیں گے، تبارك الذی بیدہ الملك۔

۵ــــــ چونکہ آپ نے اپنی امت کو ہمارے سلام سے بہرہ مند کیا ہے ہم نے بھی آپ سے عہد کیا ہے کہ آپ کی زندگی میں اور وصال کے بعد بھی ہر سال ایک رات کو آج کی رات کی مانند مقرر و متعین کریں گے اور وہ شب قدر ہے لیلۃ القدر خیر من الف شھر، اس رات آپ کی اُمت کی رعایت کرتے ہُوئے ان کی خوشنودی کے متلاشی ہوں گے اور آپ کی اُمت پر سلام بھیجیں گے سلام ھی حتیٰ مطلع الفجر چنانچہ فقیر مولف نے کہا ہے ؎

چو یافت خواجہ سلام خدا شب معراج	بتخت گاہ سلامت نہادہ بر سر تاج
چہ گونہ برنہ پرد کو ز ذوق ہر شب قدر	کہ حق سلام فرستد بہ بندۂ محتاج
بظلمت ست نہاں آب زندگی امشب	وصال دوست طلب در سواد لیلۃ داج

۶ ــــــــ جس طرح آج رات ہم نے آپ کے ساتھ بلا واسطہ سلام و کلام کیا ہے ، کل قیامت کو اسی طرح آپ کی اُمت کے ساتھ کریں گے سلام قولا من رب الرحیم ، نہیں نہیں بلکہ وہ سلام مسلسل اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے آج آب و گل کی وجہ سے ان کی سماعت پر گراں گزرتا ہے کل قیامت کو جب اس خاک کا پردہ پاک طینت سے اُٹھ جائے گا اس روز ہمارے سلام کو سُنیں گے ، چنانچہ شیخ رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں : ؎

سلام من شنوی در لحد خبر شود ت
کہ ہیچ وقت نبودی ز چشم من مستور

۹ ــــــــ جب خدا تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا کہ لکھ ۔ اس نے کہا : کیا لکھوں ؟ فرمایا : علمی فی خلقی ، عرض کیا : آغاز کس سے کروں ؟ فرمایا : لا الٰہ الا اللہ چار ہزار سال میں قلم نے یہ کلمہ لکھا ، پھر حکم ہوا : لکھ ، عرض کیا : کیا لکھوں ؟ فرمایا : محمد رسول اللہ ، صلی اللہ علیہ وسلم ، یہ کلمہ بھی چار ہزار سال میں لکھا گیا ، پھر قلم نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں زاری کی ؛ پُوچھا خداوندا کون انسان ہے جس کا نام تیرے نام کے ساتھ ملا ہوا ہے ؟ فرمایا : یہ وہ شخص ہے کہ اگر اس کی ذات گرامی نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا ، یہ محمد عربی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت قلم پر غالب آئی اس نے آپ کو سلام کیا اور کہا : السلام علیک ایھا النبیّ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، خدا تعالیٰ نے خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کرتے ہوئے اور آپ کی اُمت کو اُن کے ساتھ ملا کر کہا : السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین ، اس سلام اور اس کے جواب کو امانت کے طور پر محفوظ رکھا یہاں تک کہ معراج کی رات قلم کے سلام کو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا اور اسکے جواب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا کروایا اس لیے سلام سنّت ہُوا اور اس کا جواب فرض ہُوا ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قلم کے روزِ ازل کے سلام کو ضائع نہیں کیا ، ہمیں توقع ہے کہ ہمارے وہ صلوات وسلام

جو آج ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح پُرفتوح پر بھیجتے ہیں ضائع نہیں کرے گا انھیں ہماری خطاؤں کے لیے مغفرت کا باعث اور ہمارے رفعتِ درجات کا سبب بنائیگا واللہ ذوالفضل العظیم۔

۱۰ ـــــــ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عین مراجعت کے وقت پہنچا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو شخص سفر سے لوٹتا ہے، اپنے دوستوں کے لیے کوئی ہدیہ لے آتا ہے، آپ معراج کے سفر سے واپس جا رہے ہیں اپنی اُمت کے لیے کیا لے جا رہے ہیں؟ عرض کیا: جو بھی عنایت فرما دیں۔ فرمایا: جو کچھ آپ نے کہا، جو کچھ میں نے کہا اور جو کچھ فرشتوں نے کہا یہ آپ کی اُمت کے لیے ہدیہ ہے تاکہ وہ ہر نماز میں پڑھیں اور سعادت ابدی سے سرفراز ہوں۔

۱۱ ـــــــ روایت ہے جب بندہ تشہد میں التحیات للہ کہتا ہے تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے تُو نے میری ثناء بیان کی مَیں بھی قیامت کے روز تیری ثنا کروں گا تحیتہم فیہا سلام، اور جب کہتا ہے والصّلوٰۃ حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بھی تجھ پر صلوات بھیجتا ہوں ھُوالذی یصلی علیکم اور جب کہتا ہے والطیبات حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں تجھے پاک کروں گا اور تجھے پاکیزہ جگہ عنایت فرماؤں گا الطیبات للطیبین، ومساکن طیبۃ فی جنات عدن، اور جب السلام علیك کہتا ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے کہ میں بھی تجھے سلام کرتا ہوں سلام قولا من رب الرحیم ، جب ایتھا النبی کہتا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے پیغمبر کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ قیامت کے روز میں اس کے وسیلے سے تجھے ردّ نہیں کروں گا یعنی میں اس کی شفاعت تیرے متعلق قبول کروں گا یوم لا یجزی اللہ النبی ، اور جب ورحمۃ اللہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ، میں تجھ پر رحمت کروں گا کتب علیٰ نفسہ الرحمہ ، اور جب وبرکاتہ کہتا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے میں تجھ پر برکت کروں گا وبرکات علیک وعلیٰ امم من معک ، جب کہتا ہے السلام علینا ، حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے ، میں دنیا میں تجھے سلام کہتا ہوں من کل امر سلام ، اور جب کہتا ہے وعلیٰ عباد اللہ الصالحین تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کے لیے تمام آسمانی فرشتوں کی تعداد ، تمام چیزوں اور تمام نیک لوگوں کی تعداد سے دس گنا نیکیاں لکھ لیتا ہے اور جب اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ تجھے اپنی نرمی سے سکون بخشوں گا وحسن اولٰئک رفیقا ، اور جب اشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ کہتا ہے تو ارشادِ خداوندی ہوتا ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرا شفیع بنانے کا ضامن ہوں لا یشفعون الا من ارتضیٰ۔

۱۲ ــــــ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات دو چیزیں حاصل کیں ، ایک مدح اور دوسری سلامتی ، اور دونوں جگہوں پر تجھے فراموش نہیں کیا۔ سلامتی یہ تھی جس کا بیان گزر چکا لیکن مدح آیہ کریمہ اٰمن الرسول میں بیان ہوگی کہ جب خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کے ایمان کی گواہی دی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الفور کہا والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ الاٰیہ یعنی خداوندا ! جس طرح تُو نے ایمان کی گواہی دی ہے میں بھی اُمتیوں کے ایمان کی گواہی دیتا ہوں۔

۱۳ ــــــ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا پاکیزہ خطاب آیا کہ اے میرے حبیب! آج رات آپ میرے مہمان ہیں اس قسم کے عمدہ دستر خوان پر بیٹھیں گے ، کیا نیک مردوں کے دامن میں کوئی لقمہ نہیں ڈالیں گے اور اُمت کے تہی دستوں کو بھلا دیں گے ، اگر آپ

ان کو چھوڑ دیں گے تو ہم نہیں چھوڑیں گے ، ہمارا پیغام گنہگارانِ امت کو پہنچا دیجئے قل یاعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔

۱۴ ——— شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عیون المجالس میں بیان کیا ہے کہ جب مہتر و بہتر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بساط انبساط پر قدم رکھا اور لب ادب وا فرمائے کہ اے پروردگارِ عالم! مجھ سے تیری ثنا ممکن نہیں۔ خطاب ہوا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو بات آپ سے ممکن نہیں تھی اس کا اس ہنگام قرب و تقدس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کا بیان کریں یعنی اب ہم سے ہماری ثناء بیان فرمائیں۔ فرمایا: التحیات للہ والصلوات والطیبات، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایۂ بشریت میں تھے تو یہ بیان تھا لا احصی ثناء علیک، جب اس سایہ سے گزر گئے اور حق تعالیٰ کی حمایت کے سایہ میں پہنچے آپ کا بیان یہ تھا کہ التحیّات للہ، لیکن حقیقت یہ ہے کہ زبان سے اس کی ثناء اس وقت تک بیان نہیں کی جا سکتی جب تک وہ خود زبان نہ بخشے اور ان آنکھوں سے اس کا جمال نہیں دیکھا جا سکتا جب تک وہ آنکھوں کو بینائی نہ دے، اے یعقوب! اگر تو جمالِ یوسف کی آرزو رکھتا ہے تو ان آنکھوں کو بند کر دے وابیضت عیناہ من الحزن، جب پیراہنِ یوسف آئے گا وہ خود آنکھیں دے دے گا فارتد بصیرا، یہ آنکھیں جو نور رکھتا ہے اس لائق ہیں کہ انہیں اپنے غمکدہ میں روتے روتے سفید کر دے ؎

روے بدیں دیدہ تماشا نتواں کرد
عشق تو بدیں سینہ تمنا نتواں کرد
تا دیدہ نخست از تو نظر دام نگیرد
نظارۂ آں صورت زیبا نتواں کرد

۱۵ ——— اے درویش! جمال وجوب سے حجاب امکان اٹھانے، آئینۂ قدم سے زنگارِ حدوث صاف کرنے اور حبیب ذوالجلال کو جمال لم یزلی دکھانے سے پہلے تمام امت کے عشق کو اس نور دیدہ کی آنکھوں میں چھپا دیا تاکہ جب وصال کے دسترخوان سے بخشش کا نوالہ تناول فرمائیں امتیوں کی حالت کو فراموش نہ کریں السلام علیک ایھا النبی پردوں کے

کھولنے اور السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین سے عشاق کو مشاہدۂ دیدار میں شریک کرنے کی طرف اشارہ ہے ؎

توائے نظارگی کاندر جمال یار می بینی ۔۔۔ زمایاد آوری ہر گہ دراں دیدار می بینی
تو با وصلش ہمیبازی و من در ہجر میسوزم ۔۔۔ تو شربت میخوری وز دور در بیمار می بینی
وہم بر باد چوں سوزم زغم خاکستہ خود را ۔۔۔ کہ در چشمت در آیم چوں دراں رخسار می بینی

بیان آیہ کریمہ اٰمن الرسول

علمائے سیر اور جمہور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ جب خواجۂ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم قرب الٰہی جل وعلا پر پہنچے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا سلام سُنا علم الیقین کے مرتبہ سے عین الیقین کے درجہ پر پہنچے اور ایمان غیبی ایمان شہودی میں تبدیل ہوگیا چنانچہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اس کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ، جب خدا تعالیٰ نے جو کچھ خود بھیجا اور اپنے رسول کے ایمان کی گواہی دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو بھی اپنے ساتھ ایمان میں شریک کیا، فرمایا: والمؤمنون، اور یہ وہ مقام ہے جہاں سچی گواہی ہی دی جا سکتی ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف آپ کے متعلق شہادت کسی اور سبب پر محمول نہیں تھی۔ ایک روایت یہ ہے کہ حق سبحانہٗ نے سوال کیا اٰمن الرسول یعنی وہ ایمان لے آیا؟ میں نے عرض کیا: والمؤمنون کل آمن باللہ تا والیک المصیر۔ خطاب آیا: قد غفرت لک ولامتک۔ میں نے آپ اور آپ کی اُمت کو بخش دیا۔ اس مقام پر یہ نکتہ ہے کہ نہ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کذب میں تبدیل ہو سکتی ہے اور نہ ہی مقبول حق مردود ہوتا ہے، بعض دوسرے علماؒ نے کہا ہے کہ دونوں اقوال خدا تعالیٰ کے ہیں، اسی نے اُمت کے ایمان کی گواہی دی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آمن الرسول پر والمومنون کا عطف ہے، معطوف وجوب و امتناع میں معطوف الیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ یہی دلیل کافی ہے، جس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان زوال پذیر نہیں، مومنوں کا ایمان بھی زائل نہیں ہوگا۔ اس میں ایک دوسرا اشارہ یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ

کسی کی ثناء بیان کرتا ہے پھر اس کی برائی کا بیان نامناسب ہے اور جب شکریہ ادا کیا پھر اس کا شکوہ کرنا جائز نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا: کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ، اس کلمہ سے ایمان والوں کو کفارِ مکہ سے جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، ممتاز کر دیا، پھر وکتبہ ورسلہ فرما کر انہیں یہودیوں اور عیسائیوں سے الگ کر دیا کیونکہ وہ بعض انبیاء پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر نہیں لاتے، بعض کتابوں پر ایمان لائے اور بعض پر نہ لائے، پھر فرمایا: لا نفرق بین احد من رسلہ، حق سبحانہٗ وتعالیٰ اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے کہا ہم انبیاء کے درمیان فرق نہیں کرتے یعنی تمام پر ایمان لاتے ہیں اور کسی پیغمبر کو بھی چھوٹا نہیں سمجھتے پھر فرمایا: وقالوا سمعنا واطعنا یعنی ہم نے اپنے کانوں سے سنا اور دل سے اطاعت کرتے ہیں یا ہم یوں کہتے ہیں کہ اے خدا! تو نے اپنے لطف وکرم سے ہماری مدح کی، ہم نے اپنی عود بلینی کے باوجود اطاعت کر کے تیری عبودیت کا اعتراف کیا یعنی اگرچہ ہم اپنے متعلق تیری تعریف سنتے ہیں لیکن ہم دائرۂ بندگی سے قدم باہر نہیں نکالتے اور تیری اس تعریف وستائش پر مغرور نہیں ہوتے پھر فرمایا: غفرانک ربنا مصدر ہے یعنی اغفر غفرانک، حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے فضل وکرم کو تو دیکھیے کہ اپنے بندوں سے اطاعت کا خواہشمند نہیں تاکہ وہ شکر کریں اور ان کے گناہ کرنے کے بعد شکوہ نہیں کیا اور نہ ہی حرفِ شکایت زبان پر لایا، جب وُہ اپنے گناہوں کی معافی کے طلبگار ہوتے تو ان کی تعریف کی اور ان کے استغفار کو قرآن مجید کی آیات سے ظاہر فرمایا۔ ان کے گناہوں کو پوشیدہ رکھا تاکہ اس امت کے ساتھ اس کی کمال دوستی ومحبت کا اظہار ہو، اگر طاعت کرے تو شکریہ ادا کرتا ہے، جب طاعت میں قصور سرزد ہوتا ہے تو بندہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی شکرگزاری کی دولت حاصل نہیں کر سکتا، اگر گناہ پر گلہ کرتا ہے تو اس کی شان ستاریت پر حرف آتا، تیرے ساتھ اس قدر لطف وکرم کا سلوک کیا کہ اس کا کمالِ کرم بندوں پر ظاہر ہو گیا، خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! مجھے تیری یہی بات پسند ہے کہ تو اپنے تئیں میرا محتاج جانتا ہے اور یہودیوں کی طرح ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء نہیں کیا، انہوں نے خود کو تو انگر کہا میں نے انہیں فقیر کر دیا وضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ تو نے فقر کا دامن تھاما اور میری بارگاہ میں غفرانک ربنا کا

کاسۂ گدائی لیے حاضر ہُوا ہم نے تجھے مملکتِ جنّت کا بادشاہ بنادیا واذا رایت ثمّ رایت نعیماً ملکا کبیرا ۔ پھر فرمایا: والیك المصیر ، ہماری والپسی تیرے ہی پاس ہے ، ہمیں گندگی اور آلودگی کی حالت میں نہیں بلکہ پاک وصاف حیثیت میں اپنے پاس پہنچنے کی توفیق ارزانی فرمائی ، پھر فرمایا: لا یکلّف اللہ نفسا الاّ وسعہا ای طاقتہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا جواب ہے ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ ، پھر فرمایا :لہا ماکسبت ای من طاعتہا وعلیہا مااکتسبت ای من معصیتہا ، حضرت حق سبحانہ، وتعالیٰ نے خود کو بندوں کے فعل سے بے نیاز رکھا ، اگر تو بندگی کرے گا تو تیرا ہی فائدہ ہوگا اور اگر گناہ کرے گا تو تجھے ہی نقصان پہنچے گا، مجھے نہیں ۔ پھر فرمایا :اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! آج بخشش وعطا کی رات ہے مانگیے ، ہیں دُوں گا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : میں نے یہ مراد طلب کی ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ۔ آواز آئی ہم نے خطا ونسیان کو تیری امت سے اٹھا دیا بلکہ اس کے ساتھ ایک اور مہربانی بھی کی کہ ان سے زبردستی جو کچھ کیا یا کروایا جائے گا اس سے بھی میں درگزر کروں گا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ہمیں اطلاع دی ان اللہ یجاوز عن امتی الخطاء والنسیان وما استنکرھو علیہ پھر فرمایا: ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ، یعنی وُہ بوجھ جو تُو نے پہلی اُمتوں پر رکھا ہم پر وُہ بوجھ نہ رکھ اور ہماری شریعت کو ان کی شریعت کی طرح دشوار نہ بنا ، جواب آیا ویضع عنہم اصرھم بعض روایات میں ہے کہ بارگرانی جو پہلی اُمتوں پر ڈالے گئے ایک ایک کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فرماتے اور رب العزّت ان سے تجاوز فرماتا جاتا ، ان میں سے ایک یہ تھا کہ پہلی اُمتوں میں سے جب کوئی گناہ کرتا صبح کے وقت جب اُٹھتے تو بعض کے دروازے اور بعض کی پیشانی پر لکھا ہُوا ہوتا کہ کل تو نے یہ گناہ کیا ، تیرا کفارہ اپنے آپ کو قتل کرنا اور آگ میں جلانا ہے ، دُوسرا یہ تھا کہ جب ان کا کپڑا ناپاک ہوجاتا اُسے کاٹنا ضروری ہوتا ، دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا ، ایک یہ بات تھی کہ جو شخص ماں باپ کو گالی دیتا واجب القتل ہوجاتا ، اگر کوئی شخص جھوٹی گواہی دیتا

تو اسے قتل کر دینا اس کا قصاص ہوتا، اپنی مسجدوں کے علاوہ وہ کسی دُوسری جگہ نماز ادا نہیں کر سکتے تھے، ان کے دین میں تیمم بالکل جائز نہیں تھا، ان کے مال کی زکوٰۃ، مال کا چوتھائی حصہ تھا یعنی دو سو درم سے پچاس درم زکوٰۃ واجب تھی، روزوں کے دنوں میں عشاء کی نماز کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ شب باشی جائز نہیں تھی، عشاء کی نماز کے بعد دوسرے دن کی شام تک افطار جائز نہیں تھا، اگر کوئی شخص بھول کر روزے کے دنوں میں کھا لیتا تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا، حق تعالیٰ سے ان باتوں اور ان جیسی اور باتوں کے متعلق درخواست کی، خدا تعالیٰ نے کرم فرمایا اور ان بھاری بوجھوں کو اس امت سے اٹھا دیا والحمد للہ تعالیٰ وحدہ، اس کے بعد فرمایا: ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به، خدایا! ہم پر وُہ بوجھ نہ رکھ جسے ہم اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے، بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ بوجھ قطع تعلق کا بوجھ ہے محب قطع تعلق کے سوا ہر محنت و بلا کو برداشت کر سکتا ہے، اسی لیے عارفوں کی اکثر و بیشتر دُعا یہ تھی، خدایا! جُدائی نہ دے، اس کے علاوہ جو چاہے کر۔ ؎

بداں خدائے کہ جز وے مرا خدائے نیست
کہ از فراق مرا ور جہاں بلائے نیست

لا يكلف الله نفسًا الا وسعها، جب تمہیں فراق کی طاقت نہیں ہم بھی تمہاری طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالیں گے۔ پھر فرمایا: واعف عنا، ہر وہ چیز معاف کر دے جو تیرے شائستہ نہیں ہے، جواب ملا: و يعفوا عن السيئات، تمام سیئات کو جمع کے لفظ سے یاد فرمایا تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی گناہ بھی احاطۂ عفو سے باہر نہیں، پھر فرمایا: واغفر لنا، جب تُو نے ہمیں معاف فرما دیا، تُو ہماری پردہ پوشی فرما تاکہ تیرے سوا کوئی بھی ہمارے بُرے اعمال پر مطلع نہ ہو، جواب ملا: ان الله يغفر الذنوب جميعا، پھر فرمایا: وارحمنا ہم پر رحم فرما یعنی جس طرح ہمارے گناہوں سے تُو نے درگزر فرمایا اور پردہ پوشی کی اسے ہمارے لیے آرام و آسائش کا سبب بنا نہ کہ رنج و تکلیف کا۔ جواب ملا: وكان بالمؤمنين رحيما، اگر میں اب آپ کی امت پر رحم نہ کرتا تو آپ کی اُمت ہلاک ہو جاتی، یہاں کان کا لفظ بیان فرمانا کہ وہ ہمیشہ ہی سے اس امت پر رحیم تھا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی دعا نے ہی ہمیں رحمت پر

نہیں ابھارا بلکہ ہماری رحمت نے آپ سے دعا کروائی، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری عنایت آپ کی شفقت سے زیادہ ہے، آپؐ کی شفقت وقتی ہے اور ہماری رحمت ازلی، آپ کی وقتی شفقت کا یہ تقاضا ہے تو ہماری ازلی رحمت کا کیا تقاضا ہوگا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ نہیں تھے تو میں ان کے لیے تھا اب جبکہ آپ بھی ہیں مَیں ان کے لیے کیوں نہیں ہُونگا ان کے لیے آپ اس وجہ سے ہیں کہ مَیں نے آپ کو ان کے لیے پیدا کیا ہے، میں ان کے لیے اس وجہ سے نہیں ہُوں کہ آپ نے مجھے ان کے سپرد کیا ہے بلکہ آپ کو انہوں نے میری وجہ سے پایا ہے مجھے آپ کی وجہ سے نہیں۔ وہ ذات جسے انہوں نے مجھ سے لیا ہے غور کیجئے، مجھے ان کے ساتھ کس قدر شفقت و رحمت ملحوظ ہوگی، پھر فرمایا: انت مولٰنا ای حافظنا و ناصرنا، جواب آیا: ذٰلك بان اللہ مولی الذین آمنوا و ان الکافرین لا مولٰی لھم، پھر فرمایا: فانصرنا علی القوم الکفرین۔ جواب ملا کہ دوستوں میں طلب کی ضرورت نہیں بلکہ ہمارے کرم پر ان کی امداد کرنا واجب ہے وکان حقا علینا نصر المؤمنین۔ اہل اشارت نے ان دعاؤں میں لطیفہ بیان فرمایا ہے اور وُہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں اپنی تخصیص نہیں فرمائی، یوں نہیں فرمایا: واغفر لی وارحمنی اور یُوں نہیں فرمایا کہ واغفر لھم وارحمھم ان کا ذکر غائبانہ طور پر نہیں کیا بلکہ خود کو ان کے ساتھ ملایا: یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ باعتبار رجان میں ان کے ساتھ نہیں ہُوں، اگرچہ وُہ اس مقام میں میرے ساتھ نہیں ہیں لیکن میں بلحاظ عنایت ان کے ساتھ ہُوں، جو کرم بھی آپ مجھ پر کریں گے اس میں وہ میرے ساتھ ہوں گے اور جو احسان بھی ان پر کریں گے اس میں ان کے ساتھ ہوں گا۔ پس جو چیز تُو میرے لیے روا نہیں رکھتا ان کے لیے بھی روا نہ رکھ اور ہر دولت و سعادت جو تو مجھے عنایت فرمائے ان کو بھی اس سے متمتع فرمائیے۔ ؎

زہے پیشوائے فرستادگاں | پذیرندۂ عذر افتادگاں
چو تو گر کسے باشد آنہم توئی | گزیں کردۂ ہر دو عالم توئی
توئی قفل گنجینہا را کلید | در نیک و بد کردہ بر ما پدید
ہر آنچہ ایزدت تحفہ پرداختہ | تو آنرا نثار ھمہ ساختہ

زبہر دل خاکساران خویش ۔۔۔ فرو آمدہ ز اوج ایوان خویش
چو بہر دل ما فرود آمدہ ۔۔۔ ہزاران ہزاران درو آمدہ
درود فراواں بیش از حدش
پیاپے رواں باد بر مرقدش

اس دعا میں نہایت عمدہ لطیفہ ہے۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوالات میں اپنی امت کے لیے یہ چند چیزیں طلب فرمائیں۔ عفو و مغفرت، رحمت و ولایت، عیوب کی پردہ پوشی، گناہوں کی مغفرت، معاصی اور خطایا پر رحمت، اسلام دوستی، اور تمام عطایا، دشمنوں پر مدد و اعانت ہر ایک کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق ملا، جیسا کہ بیان ہُوا، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا خطاب آیا: یا محمدؐ! ارفع راسک، آپ نے سر کیوں جھکا لیا، سر اٹھائیے، عرض کیا: خداوندا! میں اس فکر میں ہُوں کہ یہ لطف و کرم میرے اندازہ کے مطابق نہیں ہیں حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا: فعلی ذٰلک الفضل لا بالمکافات، جو کچھ میں نے آپ کے ساتھ سلوک کیا محض اپنے فضل سے کیا آپ کے عمل کا بدلہ نہیں ہے، جس طرح آج رات ہم نے آپ کے ساتھ لطف و کرم کا معاملہ کیا ہے کل میدانِ قیامت میں آپ کی امت کے ساتھ بھی یہی عمل کریں گے۔ ؎

اے کریمی کہ در سرائے وجود ۔۔۔ دست جودت در کرم بکشود
ما گدا و تو بادشاہ ہمہ ۔۔۔ جرم بخشائے عذر خواہ ہمہ
ما جفاکار و تو وفادارے ۔۔۔ ہمہ معیوب تو خریدارے
با جفا پیشگاں جرم اندیش ۔۔۔ جز جفا و کرم نبردی پیش
رحم فرما کہ از تو کیں نسزد ۔۔۔ تو خدائے و غیر ازیں نسزد
بر ضعیفاں قوی ستم نکند ۔۔۔ بر گدا شاہ جز کرم نکند
تو کہ ما را بجود فرمائی
بہ کہ بر حال ما بہ بخشائی

فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ

ای اوحی اللہ تعالیٰ الیٰ عبدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جو کچھ کہا، اس بات کو ظاہر نہیں فرمایا کہ کیا کہا، کیونکہ دوستوں کے درمیان راز پوشیدہ ہی بہتر ہوتا ہے لامحالہ ان کے مقام کو بیان فرمایا، فرمایا: قاب قوسین او ادنیٰ یعنی دو کمانوں کی مقدار یا اس سے بھی کم لیکن معیت کی کیفیت اور کمیت بیان نہیں فرمائی، اسی طرح مبہم چھوڑ دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچنے اور اس کے عجائبات دیکھنے کو بیان فرمایا اذیغشی السدرۃ مایغشیٰ اسی طرح پوشیدہ چھوڑ دیا اور یکسوئی کو بیان نہ کیا، آیات بینات دکھانے میں بھی ابہام کا طریقہ اختیار فرمایا لقد رای من آیات ربہ الکبریٰ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کے متعلق فرمایا فاوحی الی عبدہ ما اوحیٰ، یہاں تک کہ علماء نے احتیاطاً ان کلمات کے تعین میں دخل نہیں دیا اور مُہر زدہ پوشیدہ راز کو اپنے بیان کی چابی سے نہیں کھولا، بعض دُوسرے علمائے جس قدر صحیح احادیث ان کی نظر سے گزریں انکو قید تحریر میں لائے، ان میں سے چالیس اقوال اس کتاب میں اہل دانش کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ اس سے مراد پانچوں نمازوں کی فرضیت ان کے فضائل اور ان پر ثواب ہے۔ چنانچہ انشاء اللہ اس کی شرح آئندہ آئے گی۔

۲۔ اس سے مراد سورۂ بقر کی آخری آیات ہیں چنانچہ ان کی طرف پہلے اشارہ گزر چکا۔

۳۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رایت ربی فی احسن صورۃ ای صفۃ فقال یا محمد فیم یختصم الملئکۃ الملاء الاعلیٰ، یعنی میں نے اپنے پروردگار کو بہترین صورت یعنی صفت میں دیکھا، مجھ سے خدا نے پوچھا: ملاء اعلیٰ اور عالمِ بالا کے باشندے کس گفتگو میں ہیں، میں نے عرض کیا: بارالٰہا! تو بہتر جانتا ہے فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدی،

یعنی خدا تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھی اس سے خوشی و شادمانی کا اثر میں نے اپنے سینے میں محسوس کیا، زمین و آسمان کے تمام مغیبات میرے سامنے منکشف ہوگئے، پھر فرمایا: یا محمد هل تدری بما یختصم الملاء الاعلیٰ، آپ کو کچھ علم ہے کہ فرشتے کیا کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: خداوندا! کفارات کے متعلق باتیں کرتے ہیں یعنی وہ عبادات جو گناہوں کا کفارہ ہیں، پوچھا: کفارات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: اسباغ الوضوفی البردات، و المشی بالاقدام الی الجماعات وانتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ۔ کفارات تین چیزیں ہیں، موسم سرما میں اچھی طرح وضو کرنا اور عضو تک اچھی طرح پانی پہنچانا گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔ دوم باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے پیدل جانا، تیسرا ہر نماز ادا کرلے کے بعد دُوسری نماز کا انتظار کرنا، ہر وُہ شخص جو ان تین باتوں پر عمل کرے گا اس کی زندگی بہترین طریقے سے گزرے گی اور اس دنیا سے نیک نامی حاصل کر کے رخصت ہوگا، اس کے گناہ یوں معاف ہوں گے جیسے وُہ آج ہی پیدا ہُوا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان اپنی ہتھیلی رکھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مغیبات کا علم ہُوا، پوچھا: فیم یختصم الملاء الاعلیٰ، عرض کیا: فی الکفارات والمنجیات والدرجات والمھلکات، حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا: صدق عبدی، پھر حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: اے فرشتو! تمہیں مشکل کشا مل گیا، جو بھی مشکل سوال ہے آپ سے پوچھو، حضرت اسرافیل علیہ السلام حاضر ہُوئے اور پُوچھا: یا محمد ما الکفارات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسباغ الوضوفی البردات ومشی الاقدام فی الجماعات وانتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ، حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا: صدقت یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہُوئے

اور پُوچھا، ما المنجیات یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، وُہ چیزیں جو بندے کو عذاب الٰہی سے نجات دیں کونسی ہیں، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خشیۃ اللہ تعالیٰ فی السر والعلانیہ والقصد فی الفقر والغناء والعدل فی الغضب والرضاء۔ پوشیدہ اور اعلانیہ خدا تعالیٰ سے ڈرنا، فقیری اور تونگری میں میانہ روی اور ناراضگی اور خوشی میں انصاف کرنا حق سبحانہ، و تعالیٰ نے فرمایا: صدقت یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

پھر میکائیل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور پُوچھا ما الدرجات، یعنی وُہ چیز جس کی بدولت بندے کے اعمال بلند ہوں، کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اطعام الطعام واجہار السلام والصلوٰۃ باللیل والناس ینام۔ حضرت حق سبحانہ، وتعالیٰ نے فرمایا: صدقت یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس کے بعد حضرت عزرائیل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہُوئے اور پوچھا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ما المھلکات؟ بندوں کو ہلاک کرنے والی کیا چیزیں ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شح مطاع وھوی متبع واعجاب المرء بنفسہ۔ یعنی وہ بخیل جس کی لوگ اطاعت کریں، جو کچھ بخل انہیں کہے اس پر عمل کریں۔ نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا اور خود کو نیک سمجھنا، حق سبحانہ، وتعالیٰ نے فرمایا: صدقت یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

منقول ہے کہ ان چاروں مسائل میں یہ چار فرشتے چار ہزار سال سے بحث کر رہے تھے اور ان کا جواب نہیں مل رہا تھا اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کی اور ان کی حقیقت سے آگاہ ہُوئے، کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج پر لے جانے کا یہی سبب تھا۔ چنانچہ اس کے متعلق اشعار پہلے گزر چکے۔

۴۔ خطاب ہوا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ نماز پڑھیں یہ دُعا پڑھیں اللھم انی اسألک الطیبات و ترک المنکرات وحب المساکین وان تغفر لی

خطیئتی وترحمنی وتتوب علی واذا اردت فتنۃ فی یوم فتوفنی غیر مفتون۔

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا عبدتنا فی الخلوۃ فاشفع لامتك فی الخلوۃ، آپ نے ہماری عبادت خلوت میں کی ہے، امت کی شفاعت بھی خلوت میں کیجئے۔

۶۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا؛ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا لولا العتاب ماکان معك بامتك الحساب، اگر مجھے آپ کی امت پر عتاب کرنا پسند نہ ہوتا تو میں قیامت کو ان سے ہرگز حساب نہ لیتا۔

۷۔ خطاب آیا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! انا وانت وماسوی ذلك خلقتہا لاجلك یعنی صرف مَیں اور آپ مقصود ہیں باقی تمام مخلوق آپ کی وجہ سے پیدا کی ہے۔ ؎

حکمت از ایجادِ دو عالم چہ بود — تا بہ محمد کند اظہار وجود

گر نہ کہ نورش ز قدم تافتی — زادم و عالم کہ نشاں یافتی

قرص بتاشیر صباح وجود — نور طلوع از افق او نمود

کون و مکان ہر دو زخیل ویند

جان و جہان ہر دو طفیل ویند

۸۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی بھیجی الم یجدك یتیما فاوٰی ووجدك ضالاً فھدی ووجدك عائلا فاغنیٰ الم نشرح لك صدرك ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظھرك ورفعنا لك ذکرك؛

۹۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی بھیجی کہ بہشت تمام انبیاء کے لیے حرام ہے جب تک آپ اس میں داخل نہ ہوجائیں اور تمام اُمتوں کے لیے بھی حرام ہے جب تک آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہوجائے۔

۱۰۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کی اُمت کو مالدار نہیں کیا تاکہ

آپ کی اُمت کا حساب لمبا نہ ہوجائے میں نے ان کی عمر دراز نہیں کی تاکہ وہ دُنیا کی محبت میں مضبوط نہ ہوجائیں، میں انھیں اچانک موت سے ہلاک نہیں کرتا تاکہ وُہ بغیر توبہ کے نہ مریں۔ میں نے انہیں تمام لوگوں کے بعد آخری زمانہ میں پیدا کیا تاکہ قبر میں ان کو زیادہ عرصہ قیام نہ کرنا پڑے۔

۱۱۔ حق سبحانہ، وتعالیٰ نے فرمایا: اھل ذکری فی ضیافتی، مجھے یاد کرنے والے میری مہمانی میں ہیں اور شکر گزار زیادتیِ نعمت میں ہیں۔ اطاعت گزار میری عنایت و مہربانی کے سایہ میں ہیں۔ میں شکر گزاروں کو اپنی رحمت سے ناامید نہیں کرتا، ہاں وُہ بیمار ہیں اور میں طبیب ہُوں یعنی ہماری رحمت ان کے لیے شفا بخش ہے وان تابوا فاناحبیبھم۔ اگر میری بارگاہ میں رجوع کریں میں ان کا دوست ہوں اور اگر توبہ نہ کریں فاذا ولیھم فی المصایب۔ مصیبتوں اور بلاؤں میں ان کی دیکھ بھال کرتا ہُوں تاکہ وُہ تمام عیبوں سے پاک ہوجائیں۔

۱۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آئی کہ جس طرح چاہیں زندگی گزاریں آخرکار مرنا ہے، جس کو چاہیں دوست بنالیں آخرکار اس سے جُدا ہوجائیں گے، جس طرح چاہیں عمل کیجئے، اس کی جزا آپ ہی کو ملے گی اگر نیک کام کریں گے نیک بدلہ ملے گا اور اگر بُرا کام کریں گے تو اس کا بُرا نتیجہ دیکھیں گے۔ تمام مخلوقات سے ناامید ہوجائیے کیونکہ ان کے اختیار میں کچھ نہیں، میرا ہمنشیں بنیے اور میرے ساتھ مجلس رکھیے کیونکہ میرے پاس ہی لوٹنا ہے۔ اپنے دل کو دنیا سے وابستہ نہ رکھیے کیونکہ ہم نے آپ کو دنیا کی خاطر پیدا نہیں فرمایا۔

۱۳۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حق سبحانہ، وتعالیٰ نے معراج کی رات آپ سے کیا کہا، آپ نے فرمایا: قال انی رب العزۃ جل جلالہ نظرت فی ذنوب امتک فلم اری الوجہ الا العفو، میں نے آپ کی امت کے گناہوں کو دیکھا میں نے ہر ایک کو معافی کی نظر سے ہی دیکھا۔

۱۴۔ حق سبحانہ، وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے آپ کیا تحفہ لاتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: میں دو ہاتھ لایا ہوں ایک ہاتھ میں "تقصیر طاعت" اور دوسرے ہاتھ میں "جفا و معصیت"۔ فرمایا آپ کی اُمت کی تقصیر طاعت کو میں نے اپنی رحمت سے معاف کیا اور ان کی جفا و معصیت کو آپ کی شفاعت سے بخش دیا۔

۱۵۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حق سبحانہ، وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مانگیے تاکہ میں عطا کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا، خداوندا! تُو میری مراد اور مقصود کو اچھی طرح جانتا ہے۔ حق سبحانہ، وتعالیٰ نے فرمایا: انت شفیعهم فیما یقصرون فی فرائضی وانا اکون شفیعا لهم فیما یقصرون سنتك، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کے فرائض میں تقصیرات کے شفیع بن جائیے اور میں ان کی سنن میں تقصیرات پر شفیع ہُوں۔

۱۶۔ حق سبحانہ، وتعالیٰ نے فرمایا: آپ کی امت کی دو ہی حالتیں ہیں، فرمانبردار ہیں یا عاصی، ان کی فرمانبرداری میری رضا سے ہے اور ان کی معصیت میری قضا سے، جو کچھ میری رضا سے ہے میں ان سے قبول کروں گا کیونکہ میں کریم ہُوں اور جو کچھ میری قضا سے ہے معاف کروں گا کیونکہ میں رحیم ہُوں۔

۱۷۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حق سبحانہ، وتعالیٰ سے درخواست کی کہ میری تمام امت کو بخش دے، فرمایا: میں نے تیسرا حصہ آپ کی وجہ سے بخش دیا اور دو ثُلث قیامت کے روز آپ کو بخش دونگا۔

۱۸۔ حق سبحانہ، وتعالیٰ کا خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیا چاہتے ہیں؟ عرض کیا: اپنی امت کو، فرمایا: ستر ہزار میں نے آپ کی وجہ سے بخش دیے، فرمایا آپ اور کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا اپنی امت کو۔ فرمایا: ستر ہزار آپ کو بخش دیے، آپ اور کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اپنی امت کو۔ فرمایا: ستر ہزار آپ کو بخش دیے اور کیا چاہتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ سات سو مرتبہ سوال ہوا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اُمت۔

فرمایا، کب تک مانگتے رہو گے؟ عرض کیا، خداوندا! مانگنے والا میں ہوں اور ہر چیز اور ہر شخص کو بخشنے والے آپ ہیں۔ خطاب آیا اگر تمام کو آپ کے سپرد کر دوں تو میری رحمت کا اظہار ہو گا اور آپ کی عزت نہیں رہ جائے گی، امت کا ایک حصہ آپ کو بخشتا ہوں اور دو حصے قیامت کے روز جب آپ خواہش کریں گے بخش دوں گا تاکہ میری رحمت بھی ظاہر ہو اور آپ کی عزت بھی معلوم ہو جائے۔

۱۹۔ وحی آئی، جس روز حضرت مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں ہر شخص ان کو اپنی کفالت میں لینا چاہتا تھا، میں نے کہا آہنی قلمیں پانی میں ڈالیں جس کا قلم پانی کے اوپر تیر جائے وہ اپنی کفالت میں لے لے، حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم پانی پر تیرنے لگا وما کنت لدیھم اذ یختصمون یلقون اقلامھم، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ وہاں موجود ہوتے تو آپ کا قلم پانی کے اوپر لے آتا، اسی طرح جب قیامت کا روز ہو گا، آپ کی امت کے متعلق ہر گروہ باتیں کرے گا اور تمام فرمانبرداران کے متعلق اپنی اولیت کا دعویٰ کریں گے، انبیاء ان کی شفاعت کریں گے مثلاً آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ یہ میرے بیٹے ہیں، نوح علیہ السلام اپنی اولاد بتائیں گے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے میری ملت ہیں، تمام گنہگار اور دوزخ کا محافظ فرشتہ مالک اور زبانیہ اور ابلیس وغیرہ اپنا حق جتلائیں گے، میں جو سب کا مالک و مختار ہوں، انہیں قلمیں ڈالنے کے لیے کہوں گا، ان تمام قلموں میں آپ کے قلمِ شفاعت کو باھر نکالوں گا اور آپ کی امت آپ کے سپرد کر دوں گا۔

۲۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس رات حق سبحانہ و تعالیٰ سے درخواست کی کہ قیامت کے روز امت کے حساب کو میرے سپرد کر دیجئے۔ فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں ان کا حساب اس طرح لوں گا کہ آپ بھی ان کے بُرے اعمال سے واقف نہیں ہو سکیں گے۔ جب میں ان کے گناہوں کو آپ سے جو ان کے شفیق پیغمبر ہیں پوشیدہ رکھوں گا بیگانوں سے بطریق اولیٰ پوشیدہ رکھوں گا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ ان پر شفقت رسالت رکھتے ہیں تو مجھے ان پر رحمت

ربوبیت ہے، اگر آپ ان کے پیغمبر اور رہنما ہیں تو میں ان کا معبود اور خدا ہوں، آپ انہیں آج دیکھتے ہیں اور میری ازل سے ابد تک ان پر نظرِ عنایت ہے اور رکھوں گا۔ ؎

اے بازل بودہ و نابودہ ما — تو باید زندہ و فرسودہ ما
بے طربیم از ہمہ سازندہ — جز تو نداریم نوازندہ
از پے تست ایں ہمہ امید و بیم — ہم تو ببخشائے و ببخش اے کریم
چارۂ ما ساز کہ بے یاوریم — گر تو برانی بکہ رو آوریم
پیش تو گر بے سروپا آمدیم — ہم بامید تو خدا آمدیم
قافلہ شد واپسی ما بہ بیں — اے کس ما بیکسی ما بہ بیں

جز در تو قبلہ نخواہیم ساخت
گر ننوازی تو کہ خواہد نواخت

۲۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور سے فاوحی الیٰ عبدہ ما اوحیٰ میں سے ایک کلمہ بتانے کی درخواست کی من علی بکلمۃ منہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکرؓ! خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا اگر میں نہ چاہتا اور مجھے یہ بات پسند نہ ہوتی کہ آپ کی امت سے بات کروں تو آپ کی امت کا کم یا زیادہ کچھ بھی حساب نہ لیتا۔

۲۲۔ حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کلمات میں سے ایک کلمہ کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے میری امت کی شکایت کی کہ وہ خلوت میں گناہ کرتے ہیں اور جلوت میں اظہار اطاعت کرتے ہیں، میری نظر ان کے باطن اور اسرار پر ہوتی ہے میں اپنی شانِ کریمی سے انہیں بخشتا اور پردہ پوشی کرتا ہوں۔

۲۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ان باتوں میں سے ایک بات پوچھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا: حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مجھے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! پہلی اُمتیں جب گناہ کرتی تھیں میں ان پر عذاب بھیجتا تھا جیسے قومِ نوح و قومِ صالح علیہما السلام، جب وُہ گناہ کرتے ان کے گناہوں کی نحوست سے انہیں زمین میں دھنسا دیتا اور

دوسری امتوں کو گناہوں کی شامت سے مسخ کر دیتا اور ان کی شکلیں بدل ڈالتا جیسے قوم داؤد اور قوم عیسیٰ علیہما السلام، لیکن آپ کی امت جب گناہ کرتی ہے تو ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہوں، پہلی اُمتیں جب گناہ کرتیں تو ان پر پتھر برساتا جیسے قوم لوط علیہ السلام۔ جب آپ کی اُمت گناہ کرتی ہے تو بھی اُن پر میں رحمت کی بارش برساتا ہوں۔

۲۴۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا وُہ سربہر باتیں کیا تھیں؟ فرمایا: میرے امتیوں کی شکایت تھی، فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں خود بندوں کے رزق کا ضامن ہوں اور آپ کی امت میری ضمانت پر اعتماد نہیں کرتی اور نارسیدہ غم کو اپنے دل پر مسلط کر لیتی ہے، جو غم ابھی آیا ہی نہیں اس کا غم کھانا انسان کو غم آنے سے پہلے ہی غمزدہ کر دیتا ہے۔ ع

ہماں بہتر کہ با فردا گزارم کار فردا را

دُوسرا یہ کہ میں نے بہشت کو آپ اور آپ کے دوستوں کے لیے پیدا کیا ہے، لیکن آپ کے امتی بہشت سے رغبت نہیں کرتے یعنی اعمالِ خیر میں کوتاہی کرتے ہیں۔

تیسرا یہ کہ دوزخ کو میں نے آپ کے دشمنوں کے لیے پیدا کیا ہے لیکن آپ کے اُمتی اس میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض میری نافرمانی کی جراُت کر بیٹھتے ہیں۔

چوتھی بات یہ کہ میرے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اور میرے بندوں کے ساتھ صلح یعنی تنہائی میں گناہ کرتے ہیں اور مجھ سے شرم نہیں کرتے اور لوگوں کے سامنے ارتکابِ گناہ سے پرہیز کرتے اور ان کی ملامت سے خوف کھاتے ہیں۔

پانچویں یہ کہ میرا ان سے کل یعنی آئندہ کے اعمال کا مطالبہ نہیں ہوتا مگر وُہ مجھ سے ہفتہ، مہینہ اور سال کی روزی طلب کرتے ہیں۔

چھٹی بات یہ ہے کہ میں ان کی روزی ان کے سوا کسی اور کو نہیں دیتا لیکن وُہ میری عبادت کو دوسروں کے سپرد کرتے ہیں یعنی ان کی عبادت میں ریاکاری ہوتی ہے۔ دوسروں کو اس میں شریک کر لیتے ہیں، عزت و ذلت میرے اختیار میں ہے، وہ غیروں سے

اپنی امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں اور غیر اللہ سے ڈرتے ہیں۔
ساتویں بات یہ ہے کہ میں ان کو نعمت دیتا ہوں لیکن شکریہ وہ غیروں کا ادا کرتے ہیں۔
آٹھویں یہ کہ فرشتے ہر وقت ان کے بُرے اعمال میرے سامنے پیش کرتے ہیں، میں فرشتوں کے سامنے ان کی شکایت نہیں کرتا اور میں اگر کچھ تکلیف یا مصیبت ان کو پہنچادوں تو وہ لوگوں کے سامنے میری شکایت کرتے ہیں اور کفرانِ نعمت اور ناشکری کرتے ہیں۔

نزول بلا عافیت انبیا ست — و آنچہ ترا عافیت آرد بلا ست
زخم بلا مرہم بیدینی است — تلخی مے مایۂ شیرینی است
چرخ نبندد گرہے بر سرت — تا نگشاید گرہ دیگر ست
شاد ندانم کہ دریں دیر تنگ — شاد و غم ہر دو ندارند رنگ
انجم و افلاک بحشتن درست — راحت و محنت بگذشتن درست
ہر چہ یقینش بارادت کشد — خاتم کارش بسعادت کشد
ہر کہ یقین را بتوکل سرشت — بر کرم الرزق و علی اللہ نوشت
روزی تو باز نگردد ز در — کار خدا کن غم روزی مخور
بر در او شو کہ از ینہا بہ اوست — روزی از و جو ی کہ روزی دہ اوست
عمر چو یک روزہ قرارت نداد — روزی دہ سالہ چہ باید نہاد
بر درِ او آ کہ فرستادہ اند — آں خوری آں جا کہ ترا دادہ اند
گر چہ دریں خلق بسی جہد کرد — بیشتر از روزی خود کس نخورد
جہد بدیں کن کہ بدیں است جہد — روزی و دولت نفزاید بجہد

تا شوی از جملۂ عالم عزیز
جہد تو بیاید و توفیق نیز

۲۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری طرف وحی آئی کہ میرے اور آپ کی امت کے درمیان سات شرطیں ہیں اور ایک روایت میں نو شرطیں ہیں جو آپ کے دلی سکون و آسایش کا سبب بن سکتی ہیں:

پہلی یہ کہ آپ کی امت سے جو شخص بھی طاعت کرے گا میں اسے ردّ نہیں کروں گا، ان کی طاقت کے مطابق ان سے طاعت کا مطالبہ کروں گا نہ کہ اپنی شان کے مطابق، لیکن جب انہیں جزا دُوں گا تو ان کی طاعت کے مطابق نہیں دوں گا بلکہ اپنے فضل و کرم کے مطابق جزا دُوں گا۔

دُوسری یہ کہ اگر آپ کی امت میں سے گناہ کر کے کوئی شخص سچّے دل سے توبہ کرے گا میں اس کی توبہ قبول کر دں گا اور اسے گناہوں سے یوں پاک کر دونگا گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

تیسری یہ کہ میں اس کے ساتوں اعضاء پہ نظر ڈالوں گا اگر ایک عضو بھی طاعت میں ہو گا اور باقی چھ معصیت میں، تو میں اس ایک عضو مطیع کے طفیل ساتوں اعضاء کو دوزخ کے ساتوں درجوں سے آزاد کر دوں گا اور جنّت کے آٹھوں درجات کا مستحق بنا دوں گا۔

چوتھی یہ کہ جب میں یہ دیکھوں گا کہ بندہ جب اپنے گناہوں کو یاد کرتا ہے، غمگین اور اندوہناک ہوتا ہے اور ان کے ارتکاب پر پشیمان ہے تو اسے بخش دُوں گا اور اسکے گناہوں پر قلم عفو کھینچ دوں گا۔

پانچویں یہ کہ جب بندہ اپنے گناہ پہ اصرار نہیں کرتا اور پشیمان ہوتا ہے تو میں اسے مصائب و مشکلات میں مبتلا کرتا ہُوں تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔

چھٹی یہ کہ میں سال میں دو مرتبہ حاویہ یعنی دوزخ کے دروازہ کو کھولتا ہُوں، ایک موسم گرما اور دوسرا موسم سرما میں دوزخ کی آتش و زمہریر کا حصّہ ان کو دنیا میں پہنچا دیتا ہُوں تاکہ آخرت میں اس سے محفوظ رہیں۔

ساتویں یہ کہ مَیں آپ کی اُمت کا حساب اپنے فضل سے لوں گا عدل سے نہیں، اگر طاعت زیادہ ہوگی دُگنا بدلہ دُوں گا۔ اگر گناہ زیادہ ہُوئے تو وہ گناہ ان کے ذمّہ لگاؤں گا جنھوں نے اس پہ ظلم کیے ہوں گے اور دُوسری روایت کے مطابق آٹھویں یہ کہ فضیلت کے معمور دن رات اور مہینے ان کو میں نے عطا کیے ہیں اور

ان دنوں ان کی کی ہُوئی نیکیوں کو مَیں دُگنا کر دُوں گا تاکہ قیامت کے روز ان کی نیکیاں زیادہ ہوں اور بُرائیوں پر غالب آئیں ۔

نویں یہ کہ احاسبہم یوم القیٰمۃ بکرمی و اغفرلہم ذنوبہم بفضلی وادخلہم الجنۃ برحمتی یعنی قیامت کے روز ان کا حساب اپنے کرم سے لُوں گا اور اپنے فضل سے ان کے گناہوں کو بخش دوں گا اور اپنی رحمت سے انہیں جنت میں داخل کروں گا ۔ ؎

خدایا چونکہ مارا مے سرشتی — وثیقت نامۂ بر ما نوشتی
بما تو خدمت خود فرض کردی — جزاے آں بجود تو فرض کردی
چو با ما ضعفت خود دربند آنیم — کہ بگذاریم امرت تا توانیم
تو با چندیں عنایتہا کہ داری — ضعیفانرا کجا ضائع گزاری
بدیں امید ہاے شاخ در شاخ — کرمہاے تو مارا کرد گستاخ
وگرنہ ما کدامی خاک باشیم — کہ از دیوار تو زنگی تراشیم
اگر خواہی بما خط در کشیدن — زفرمانت کہ یارد سر کشیدن
اگر گردی زمشت خاک خوشنود — ترا نبود زیاں مارا بود سود
دراں ساعت کہ ما مانیم وہوئے — زبخشایش فرو مگذار موئے

بیامرز از وفاے خویش مارا
کرامت کن بقاے خویش مارا

۲۶ - فرمایا : اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! میری طرف سے اپنی امت کو کچھ پیغام پہنچا دیجئے :

۱ - اگر تم کسی کو اس کے احسان کی وجہ سے دوست رکھتے ہو تو دوست بنائے جانے کا سب سے زیادہ حقدار میں ہُوں کیونکہ میرے احسانات تم پر بہت زیادہ ہیں ۔

۲ - اہلِ زمین و آسمان میں سے اگر تم کسی سے ڈرتے ہو کہ تم اس کی ناراضگی میں گرفتار نہ ہو جاؤ تو تمہیں مجھ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ میں تم پر پُوری قدرت

رکھتا ہوں ۔

۳۔ اگر تم کسی سے اس بات کی توقع رکھتے ہو کہ اس سے تمہاری مراد پوری ہو گی تو مجھ سے امید رکھو کیونکہ میں اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہوں ۔

۴۔ اگر تم کسی پر ظلم کرنے سے شرماتے ہو تو تمہیں مجھ سے شرم کرنی چاہیے کیونکہ تمہاری طرف سے ہر وقت ظلم ہوتا ہے اور میری طرف سے کاملاً عدل و وفا۔

۵۔ اگر تم کسی شخص کو اپنا نفس و مال خرچ کرنے کے لیے منتخب کرتے ہو اور اس کی خدمت میں مصروف ہوتے ہو تو یہ معاملہ تمہیں میرے ساتھ کرنا چاہیے کیونکہ میں تمہارا معبود ہُوں ۔

۶ ۔ اگر تم کسی کو اپنے وعدہ میں سچا جانتے ہو تو تمہیں میری تصدیق کرنا چاہیے کیونکہ میں جُھوٹ اور وعدہ خلافی کرنے سے پاک اور منزّہ ہُوں اور لالچ اور غرض سے بالاتر ہوں ۔

۲۷۔ فرمایا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس بات سے بہت زیادہ اعلیٰ وارفع ہوں کہ میں آپ سے کہوں کہ مجھے پہچانیے اور آپ اس سے بلند و برتر ہیں کہ میں کہوں کہ مخلوقات کو میری طرف بلائیے ۔

۲۸۔ فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کو خاتم الانبیاء کیوں بنایا ہے؟ میں نے عرض کیا: الٰہی! تُو سب سے زیادہ جاننے والا ہے ۔ فرمایا: اپنی امت کو میرا سلام پہنچا دیجئے اور کہئے کہ تمہارا خدا فرماتا ہے کہ مَیں نے تمہیں آخری امت اس لیے بنایا ہے تاکہ تمہیں کسی امت کے سامنے رُسوا نہ کروں بلکہ تمام امتیں تمہارے سامنے رُسوا ہوں ۔

۲۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حق سبحانہ، و تعالیٰ سے اپنی امت کے چالیس سالہ لوگوں کی بخشش کی درخواست کی ۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ان کو بخش دیا ۔ میں نے عرض کیا: پچاس سالہ کو ۔ فرمایا: میں نے بخشا ۔ میں نے عرض کیا: ساٹھ سالہ کو ۔ فرمایا: میں نے بخشا ۔ میں نے عرض کیا: ستّر سالہ کو

بخشش دیجئے ، فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یقین کیجئے مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں نے ستر سال عمر بخشی ہو اور اس دوران اس نے میری پرستش کی ہو اور شرک نہ کیا ہو میں اس کو دوزخ میں جلاؤں ، لیکن ابنائے احقاب یعنی ننانوے سالہ لوگوں کو میں قیامت کے روز کھڑا کروں گا اور کہوں گا " جس بہشت میں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ"

۳۰۔ خطاب آیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آنکھ کھولیے اور اپنے قدموں کے نیچے نگاہ دوڑائیے ، میں نے دیکھا تو مجھے ایک مُشتِ خاک دکھائی دی ، فرمایا: تمام موجودات آپ کے قدموں کی خاک ہیں ، وُہ دوست جو دوست کے گھر آتا ہے اور اس کے قدم غبار آلود ہو جاتے ہیں ، دوست اپنے دوست سے اس کے غبار قدم کو طلب کرتا ہے تو اسے دینے میں کوئی تردد نہیں ہوتا تمام عالم غیب اور عالم شہود جو آپ کے قدموں کی خاک ہیں آپ کی نذر کرنا میرے نزدیک اس غبار سے جو دوست کے قدموں پر پڑتا ہے اور دوست کو بخشش دیتا ہے ، زیادہ آسان ہے ۔ ؎

عالم تمی از رشحۂ بحرِ کرم اوست | آدم کف خاکے ز غبار قدم اوست
عیسیٰ کہ چو خورشید زند خیمہ بر افلاک | در آرزوے سایۂ عالی علم اوست
ہر بندہ کہ دارد خط آزادی دوزخ | آں بندۂ غلام وے آں خط رقم اوست

شادی جہان کرد فدائے غم امت
دانست کہ شادی جہانی لغم اوست

۳۱۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے پاؤں نیچے کیجئے ، میں نے نیچے کیے تو کوئی چیز ان کے ساتھ آ لگی پھر دُور ہو گئی ، پُوچھا: الٰہی! یہ کیا چیز تھی ، جس پر میرے قدم پہنچے پھر دُور ہو گئی ۔ فرمایا: وُہ دُور نہیں ہوئی بلکہ میں نے جو خدا ہوں اس کو دُور کر دیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پُوچھا: کیوں؟ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا خطاب آیا آپ کی عزت وتکریم کی خاطر ، آپ کی عزت و تکریم ہمارے نزدیک اس قدر ہے کہ عرش اس کی عظمت کے باوجود اگر دس گنا

بھی ہو جاتے اور میری بارگاہ میں آتے تو آپ کے قدموں کی خاک میرے نزدیک زیادہ عزیز اور زیادہ محبوب ہوگی۔ ؎

اے کردہ خاک پائے تو با عرش ہمسری
ختم است بر کمال تو ختم پیمبری

در معرض ظہور نکرد از علو قدر
با آفتاب سایۂ شخصت برابری

بر عزم قاب قوسین اندر دم لطیف
چوں تیر برگزشتہ ز افلاک چنبری

بر راہ تو نہادہ فلک صد ہزار چشم
تا جز فراز دیدۂ او کام نسپری

ہر ہفت چرخ بر سر راہ تو آمدہ
در آرزوئے آنکہ درو بود بنگری

تو برگزشتہ فارغ و آزاد از ہمہ
جائے کہ جبرائیلؑ ندانست رہبری

۳۲۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی فضہ نے کہا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس معراج کے اسرار بیان فرما رہے تھے تو میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح آپ نے امت کے آزاد اور بزرگ بندوں کا وہاں ذکر کیا، اُمّت کے غلاموں اور درویشوں کو بھی یاد فرمایا؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان باتوں میں سے ایک اس طاعت سے تہی دامن کنیز کو بھی بتائیے۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوست کے اسرار پوشیدہ ہی اچھے ہوتے ہیں۔ دُوسرے یہ کہ اے فضہ! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے دوستوں کی بخشش کے لیے بہانہ تلاش کرتا ہے اور عاشقان درگاہ سے ایک نکتہ پہ راضی ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اطلبوا العلۃ لی اغفر الذلۃ، وُہ گنہگاروں کو بخشنا چاہتا ہے۔ ؎

سحر گہی درد بادۂ شبانہ دہند
نصیب دردکشاں از می مغانہ دہند

کہ خواست تا کہ نداند جرعۂ زاں می
بجو بشرط ارادت اگر ترا ندہند

بہانہ الیست کہ ایں بادہ بے بہا نبود
ولے بعاشق سرمست بے بہانہ دہند

قدم بلجۂ توحید بہ یگانہ مترس　　　　　　باولیں قدمت گوہر یگانہ دہند

۳۳۔ فرمایا: میں نے حق سبحانہ، و تعالیٰ سے سوال کیا کہ خداوندا! میں بشر ہوں ممکن ہے میں کسی اُمتی پر بددُعا کروں، پھر میں نے دعا کی کہ خداوندا! میرے بعد جو کچھ میری امت میں فتنہ و محن پیدا ہوں اسے ان کے گناہوں کا کفارہ بنادے، فرمایا: میں اسی طرح کروں گا، پھر میں نے عرض کیا: الٰہی! جو تیرا بندہ گناہ کا اقرار کرے مجھے اس کا شفیع بنادے۔ فرمایا: یہ بات میرے متعلق ہے میں اپنے کرم سے ان پر رحمت کروں گا تاکہ آپ کی امت کا کچھ حصہ میرے متعلق ہو اور کچھ آپ کے ساتھ ہو۔

ایکہ ہرگاہ یاد فضلت می کنم لبس دلخوشم　　　　منتی بر جان من نہ وارہاں از آتشم

بارغم بر دل ہوں از حد و من از حد ضعیف　　　　تو مرا دل دہ ببیں ایں بار را چوں می کشم

۳۴۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اسرار میں سے ایک نکتہ کی درخواست کی، فرمایا حق سبحانہ، و تعالیٰ نے مجھے فرمایا: اگر آپ کی اُمت میں سے کوئی اپنے گناہوں کی کثرت کی شامت سے دوزخ کا مستوجب ہو جائے تو وُہ مجھے پہلی امتوں کے جنتیوں سے زیادہ محبوب ہوگا۔

۳۵۔ حق سبحانہ، و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی بھیجی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کب تک اپنی امت کا غم کھاتے رہیں گے اور اپنے خاطر مبارک کو اس غم سے اندوہناک رکھیں گے ہم آپ کو آج رات امّ ہانی کے گھر سے قاب قوسین کے مقام تک لائے ہیں، کل قیامت کے روز جس کی لمبائی پچاس ہزار سالہ راہ ہو گی آپ کی امت کو بغیر کسی محنت و مشقت کے پل صراط سے جس کی لمبائی تیس ہزار سالہ راہ ہے پلک جھپکتے میں گزار دیں گے انہیں محنت و مشقت کی ہوا بھی نہیں لگے گی۔

۳۶۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وُہ کیسی وحی تھی؟ فرمایا: میں نے حق سبحانہ، و تعالیٰ سے چار چیزیں طلب کیں، میں نے

عرض کیا، خداوندا! تُو نے قومِ شعیب پر آگ برسائی اور قومِ لوط کو سنگسار کر دیا، داؤد علیہ السلام کی قوم کی شکلیں مسخ کر دیں، قارون کو اس کی قوم کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا، خداوندا! میری امت کو ان عذابوں سے محفوظ رکھ، فرمایا: قد فعلت ذٰلك بامتك وقد غفرت عنهم، یعنی آپ کی امت کے ساتھ آپ کی حسب خواہش سلوک کروں گا، ان عذابوں کو ان سے دُور رکھوں گا۔

۳۷۔ شیخ ابوبکر واسطی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہمارے خواجہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ خداوندا! میں اس بات کو دوست رکھتا ہُوں کہ میری امت گناہوں سے معصوم ہو تاکہ بغیر کسی گناہ کے تیری بارگاہ میں حاضر ہو۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: میں نے ان کے ساتھ محبت کی وجہ سے ان کو کچھ کام کرنے کا حکم دیا ہے اور کچھ کاموں سے اجتناب کا حکم دیا ہے اس شفقت کی وجہ سے جو مجھے ان کے ساتھ ہے۔ اس کے باوجود ان کی تقدیر میں یہ بات رکھی ہے کہ وُہ گناہ کریں تاکہ رحمت کے خزانوں کے دروازے ان پر کھولوں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ امین ہیں اور جبرائیل علیہ السلام برگزیدہ ہیں، آپ کی اُمت بہشت میں میری مہمان ہوگی وللمضیف ان یکرم ضیفه۔

۳۸۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو ایسے ایسے انعامات سے نوازا ہے کہ گزشتہ کسی پیغمبر کو بھی ان اعزازات سے نہیں نوازا، ان میں سے ایک یہ کہ میں نے آپ کے متعلق کہا ہے ورفعنا لك ذکرك تاکہ روزانہ پانچ مرتبہ منبروں پر مشرق سے مغرب تک آپ کا نام بلند ہوتا رہے اور آپ کے نام کو میرے نام کے ساتھ یاد کیا جائے اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله اور کلمۂ توحید میں بھی آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے تاکہ جو شخص مجھ پر ایمان لائے آپ پر بھی ایمان لائے۔ اگر مجھ پر ایمان لائے اور آپ پر نہ لائے تو میں اس کے ایمان کو قبول نہیں کرتا، حضرت نوح علیہ السلام

نے اپنی قوم کی ہلاکت کی دعا کی، میں نے قبول کی اور اس کی تمام قوم کو ہلاک کر دیا، اسی طرح آج رات جو دعا بھی آپ نے اپنی امت کے لیے کی میں نے ان تمام دعاؤں کو قبول کر لیا اور میں نے ان کو کامیابی، نجات اور رفعتِ درجات سے مشرف کیا اور ان کو سورۂ بقر کی خواتیم عطا فرمائیں، پچاس وقت کی نمازوں کو پانچ وقت کی نمازوں میں تبدیل کر دیا۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔

۳۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پردہ اُٹھ جانے کے بعد جب مشاہدہ رب الارباب سے مشرف ہوئے اور انوارِ حقیقت کا مطالعہ فرمایا نفس و روح سے مجرد ہو گئے اور ایمان و عرفان کی قوت سے باقی رہے۔ حق سبحانہ، وتعالیٰ کا خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ایک مشبہ صورت طائفہ میرے لیے صورت ثابت کرتا ہے اور یہودیوں کا گروہ يد الله مغلولة کہتا ہے، نصرانی ثالث ثلاثہ کہتے ہیں، مجسمیہ جسمیت کے قائل ہیں، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! دیکھئے اور سوچئے، غور و فکر کیجئے تاکہ ان کے مذاہب کا باطل ہونا آپ پر محقق ہو جائے فراہ محمد صلی الله عليه و آله وسلم من غير ادراك و لا احاطة ولا من شئ ولا في شئ ولا على شئ۔

۴۰۔ تفاسیر اور اہل تذکیر کی کتاب میں فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ کی تفسیر میں اور بعض نے والضحیٰ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حق سبحانہ، وتعالیٰ سے چند چیزیں پوچھیں اور ان کا جواب سنا، میں ان کے پوچھنے پر پشیمان ہوا۔ میں نے پوچھا: الٰہی! جبرائیل علیہ السلام کو ایک لاکھ پر دیے ہیں، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا ہے؟ حق سبحانہ، وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے سر مبارک پر میں نے چھ لاکھ بال پیدا کیے ہیں، آپ کے سر کا ایک بال جبرائیل علیہ السلام کے ایک لاکھ پروں سے مجھے عزیز تر ہے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے ہر بال کے بدلے چھ لاکھ گنہگاروں کو قیامت

کے روز آتشِ دوزخ سے آزاد کردوں گا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جبرائیل علیہ السلام جب اپنے پروں کو کھولتے ہیں تو تمام جہان کو گھیر لیتے ہیں، جب آپ اپنے گیسوئے شفاعت کھولیں گے اور ہاتھ پر رکھیں گے قیامت کے روز آپ کی گنہگار امت تمام جہان کو گھیرے ہوئے ہوگی، آپ کے ایک بال کے طفیل تمام کو بخش دوں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: آدم علیہ السلام کو تو نے مسجود ملائکہ کیا، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آدم کو سجدہ آپ کی وجہ سے کرایا گیا تھا، کیونکہ آپ کا نور آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: الٰہی! آدم علیہ السلام کو تُو نے جنت میں داخل کیا۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے داخل کیا اور پھر نکال دیا۔ آپ کو اور آپ کی امت کو داخل کروں گا تو پھر نہیں نکالوں گا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو تُو نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور فرشتوں کو انھیں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ خطاب آیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے ساتھ اس سے بہت زیادہ بہتر سلوک کیا ہے، آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ عرشِ عظیم پر لکھا، آدم علیہ السلام کا ابھی نام ونشان بھی نہیں تھا جب کہ میں نے ملائکہ کو آپ سے شناسا کیا، آپ کے نام کو طبقات جنت کے دروازوں، پردوں اور آسمانوں کے دروازوں پر لکھا جنت کے درختوں کے پتّوں، حور وقصور پر، زیورات، ملبوسات اور ظروف پر آپ کے نام کو ثبت کیا، جنت میں کوئی چیز نہیں جس پر آپ کا نام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہُوا نہ ہو۔ میں نے عرض کیا: الٰہی! میرے بھائی ادریس علیہ السّلام کو تُو نے بلند مکان دیا اور سربرآوردہ کیا، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ خطاب آیا: ہم نے آپ کے ساتھ اس سے بڑھ کر مہربانی کی، آپ کو عرش بلند پر لائے اور قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر پہنچایا، آپ کو عطا کردہ یہ عزت و اکرام اس سے بہتر ہے جو میں نے ادریس علیہ السلام کو بخشا، دُوسرا یہ کہ ادریس

علیہ السلام کے تن کو بلند کیا اور آپ کے ذکر کو بلند کر کے ورفعنا لك ذکرك سے مکرم کیا، حضرت ادریس علیہ السلام اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوئے جب تک موت کا ذائقہ نہیں چکھا اور آپ موت سے پہلے جنت میں داخل ہوئے ہیں۔ پلک جھپکے بغیر دیدار کیا ہے۔ چنانچہ مولفِ کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

چشم بکشاے کہ دیدار خدا جلوہ نمود | دیدہ شو یکسر و در بند در گفت و شنود

عکس رخسارۂ ساقی بنمود از رخ جام | ہوش و آرام زمستاں مئی عشق ربود

ہر دلے کز ظلمات بشری گشت خلاص | عکس انوار خدا بود در و ہر چہ نمود

عشق در دار بقا زد بدلم روزنۂ | تاکہ در تافت بقصر عدمم نور وجود

ذرۂ ہستی من از پئے خورشید ازل | کرد ازیں روزنۂ کن فیکون میل صعود

موج دریاے قدم شبنم امکان برداشت | شد نہاں غیب و شہادت ہمہ در بحر شہود

عشق با پردہ ہمی باخت معینؔ بارخ دوست
پیش ازاں کز من و تو ہیچ نشاں ہیچ نبود

چوتھا سوال یہ تھا کہ نوح علیہ السلام کو تُو نے کشتی ذات الواح و دُسُر دی، مجھے اور میری اُمت کو اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ مجھے الہام ہوا کہ میں نے آپ کو براق دیا جس نے ایک رات میں مشرق سے مغرب، فرش سے عرش، بہشت و کرسی، لوح و قلم اور بیت المعمور سب کا طواف کیا، آپ کی امت کو مساجد عطا کیں، جب قیامت کا دن ہوگا آگ کو اچھے، بُرے سب لوگوں میں گزرنے کا حکم ہوگا، آگ کا دریا موجیں مارنے لگے گا، آپ کے اُمتی ان مسجدوں میں داخل ہو جائیں گے، ان کی ان مسجدوں کو آگ کے اس دریا پر کشتیوں کی مانند آزمایش کے اس تلاطم امواج و بلا کے طوفان میں برق جہندہ کی مانند گزار دوں گا، کوئی تکلیف آپ کی اُمت کو نہیں پہنچے گی۔

پانچواں سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: الٰہی! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتشِ نمرود میں تُو نے سلامت رکھا، آگ کو ان پر گلزار بنا دیا، ان کو اپنا خلیل کہا اور خلعتِ خلت پہنائی اور محبت کا جام ان کو پلایا، مجھے اور میری اُمت کو ان کے

مقابلہ میں کیا دیا؛ خطاب ہُوا کہ آپ اور آپ کی امت کو ان سے زیادہ عزّت بخشی ہے۔ میں نے آپ اور آپ کی امت پر آتشِ دوزخ حرام کر دی، آپ کو اپنا حبیب کہا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام تو عبادت و طاعت کی بلندی پر پہنچے ہُوئے تھے اور مرتبۂ نبوت میں کمال کو پہنچنے کے بعد دولت خلت سے مشرف ہُوئے کما قال جل ذکرہ وابراھیم الذی وفی، لیکن آپ کی اُمت کو معصیت و ذلّت کے ارتکاب کے بعد مرتبۂ خلت پر پہنچایا ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین، ؎

با گنہگاراں بگویم تا نیسند از ند دل
من وفاے دوست را در بیوفائی داشتم

چھٹا: میں نے عرض کیا الٰہی! حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے قربانی بھیجی، تو نے مجھے کیا دیا؛ فرمایا کل قیامت کو یہودیوں اور عیسائیوں کو آپ کی اُمت پر قربان کر کے دوزخ میں بھیجوں گا، جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے؛ انہ یعطی لکل مومن و مومنۃ یھودی و یھودیہ فیقال لہ الفقہ فی الحجیم و مرسالما الی النعیم۔

ساتواں: تُو نے حضرت صالح علیہ السلام کو ناقہ دیا، مجھے کیا دیا؛ فرمایا: آپ کو دارالسکون مدینہ دیا، مالِ غنیمت دیا، قرآن دیا، آپ کے امتیوں کے دل میں آپ کی محبت ڈالی جو آپ کے لیے ناقۂ صالح سے بہتر ہے۔

آٹھواں: عرض کیا: الٰہی! تو نے لُوط علیہ السلام کے بھائی کو اس تاریک رات میں امت کی مشقت سے نجات دی، فرمایا: میں نے آپ کو اس تاریک رات میں فاسق و فاجر قوم سے اس سے بہتر نجات دی۔

نواں: عرض کیا: الٰہی! تُو نے میرے بھائی ہُود علیہ السلام کو ہوا دی جو کافروں کو ہلاک کرتی تھی اور مومنوں کے لیے آرام و راحت کا سبب بنتی تھی، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؛ فرمایا: کل قیامت کو آپ اور آپ کی امت کو اس سے اعلیٰ شئے دوں گا کیونکہ لوگ پلصراط پر ہوں گے، میں قعرِ دوزخ سے ایک ہوا چلاؤں گا جو بیگانوں کو دوزخ کی گہرائی میں پھینکے گی اور آپ کی امت کو پیچھے سے امداد کر کے سرکش دوزخ کی آگ سے جلد گزار دوں گا۔

اور آپ کی امت کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔

دسواں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: الٰہی! میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم کہا۔ فرمایا: کلمت موسیٰ علی الطور وکلمتک علی بساط النور۔ موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر بات کی اور آپ سے فرحت و خوشی کے نورانی فرش پر۔ میں نے عرض کیا: الٰہی! تُو نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ آواز آئی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو میں نے آیت الکرسی دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو تو نے دریا سے اپنی قوم کے ساتھ ایسے گزار دیا کہ ان کے پاؤں بھی تر نہ ہُوئے، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ آواز آئی: آپ کو اور آپ کی اُمت کو ان سے بہتر دُوں گا، آپ کے اُمتیوں کو ہیبت ناک دوزخ سے یُوں گزار دوں گا کہ ان کے تر دامن خشک بھی نہ ہوں گے، میں نے عرض کیا: الٰہی! تُو نے میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو عصا عنایت فرمایا جس نے جادوگروں کے تمام جادو کو نیست و نابُود کر دیا، ایک عصا میں ایک ہزار ایک معجزے رکھے مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کل قیامت کو جب اُمت کے ہزاراں ہزار گنہگار تیرہ و تار خاک سے اپنے اعمال سے حیران و گریاں اُٹھیں گے میں آپ کو عصائے شفاعت دُوں گا، جو آپ کی اُمت کے گناہوں کے بوجھ کو یک دم نابود کر دیگا۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے جادوگروں کے جادو کو نیست و نابود کر دیا، آپ کی شفاعت کا عصا آپ کی اُمت کے گناہوں کو نیست و نابود کر دے گا۔ تمام اُمت تمام گناہوں سے پاک ہو کر جنت میں داخل ہو گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: الٰہی! میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو تُو نے ایک پتھر دے رکھا تھا جس سے ضرورت کے وقت بارہ چشمے پھوٹ نکلتے تھے۔ مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو اس سے بہتر دیا ہے، کل قیامت کو آپ کی اُمت بھُوکی پیاسی تاریک قبر سے اُٹھے گی، سوختہ جگر، خشک لب، ہولِ قیامت سے دہشت زدہ ہو گی، حوضِ کوثر سے زنجبیل و سلسبیل

کے پیالے، شراب طہور اور ماء معین، آپ کی اُمت کے ایک ایک فرد کی خدمت میں ستّر بہشتی پیالے پیش کریں گے تاکہ وہ اس شربت کو پی کر قیامت کی تشنگی سے نجات حاصل کریں۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کو عطا کردہ نعمت سے ہزار گنا بڑھ کر ہے۔

گیارھواں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: الٰہی! برادرم داؤد علیہ السلام کو تُو نے زبور دی، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ الہام ہُوا: میں نے آپکو سورۂ انعام دی جس کی فضیلت زبور سے کہیں زیادہ ہے۔ اگر کوئی ایک مرتبہ سورۂ انعام پڑھے گا تو گویا اس نے دس مرتبہ زبور پڑھ لی۔ اور دُوسری روایت میں یہ ہے: عرض کیا الٰہی! تُو نے داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی مانند نرم کر دیا، تو نے مجھے کیا دیا؟ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگرچہ میں نے داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کر دیا لیکن میں نے لوگوں کے لیے آپ کے دل مبارک کو نرم کر دیا فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم اگرچہ میں نے داؤد علیہ السلام کو خلیفۃ الارض کہا یا داؤد انا جعلناك خلیفۃ فی الارض، آپ کو بھی اس خلعت سے مشرف کیا وجعلکم خلایف الارض۔

بارھواں: میں نے عرض کیا، تُو نے سلیمان علیہ السلام کو ملکِ عظیم دیا، مجھے کیا دیا؟ فرمایا: آپ کو ملکِ جنّت دیا تاکہ آپ جنت میں جنتیوں کے ترجمان ہوں، جب کبھی اہل بہشت کی ایک مراد بر لاؤں گا آپ کی اور آپ کی اُمت کی ستّر حاجتوں کو پُورا کروں گا، میں نے عرض کیا: الٰہی! تُو نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا یہاں تک کہ ایک دن رات میں ایک مہینہ کا راستہ طے کر لیتے، تُو نے مجھے ان کے مقابلہ میں کیا دیا؟ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ملائکہ مقربین کے کندھوں پر پلک جھپکنے سے پہلے آپ کو ایک لاکھ سالہ راستہ طے کرا دیا، میں نے براق اور رفرف کو آپ کے لیے مسخر کیا۔ یہ اس سے بہتر ہے جو میں نے سلیمان علیہ السلام کو دیا، میں نے عرض کیا: تُو نے میرے بھائی یونس علیہ السلام کو تین تاریکیوں سے نجات دی، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا، حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو ان سے بہتر عطا کیا، آپ کی امت کو قبر کی تاریکی، قیامت اور پُل صراط سے نجات دی۔ میں نے

عرض کیا: الٰہی! تُو نے خضر علیہ السلام کو آبِ حیات کا چشمہ عطا کیا، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ فرمایا: میں نے آپ کو اس سے بہتر دیا، جنت میں چشمۂ سلسبیل اور شربت زنجبیل مرحمت فرمایا، جو چشمۂ آبِ حیات سے ہزار گنا بہتر اور لطیف ہے۔ میں نے عرض کیا: خداوندا! تُو نے عیسیٰ علیہ السلام کو نفع بخش دسترخوان مرحمت فرمایا، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ فرمایا: میں نے کرامت و بزرگی کے دسترخوان کو آپ کی امت کیلئے قیامت میں ذخیرہ کر دیا۔ میں نے عرض کیا: تُو نے عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی، مجھے کیا دیا؟ فرمایا: آپ کو سورۂ اخلاص مرحمت فرمائی جو تمام انجیل سے زیادہ بزرگ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: تو عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر لے گیا، مجھے کیا دیا؟ فرمایا: آپ کو اشہاد کے مرتبۂ بلند پر فائز کیا یہاں تک کہ روزانہ پانچ مرتبہ ندا دیتے ہیں، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔ میں نے کہا: تُو نے بنی اسرائیل کو من و سلویٰ دیا، ان کے لیے بادل کو سایہ کرنے کے لیے سائبان بنا دیا مجھے کیا دیا؟ فرمایا: آپ اور آپ کی امت کے لیے دنیا و آخرت کی نعمتیں دیں اور ان کو بہشت میں گھرا سایہ مرحمت فرمایا، بنی اسرائیل میں سے اکثر کی شکلیں بگاڑ دیں، ان کو ریچھ، خنزیر اور بندر بنا دیا، لیکن آپ کی اُمت کو مسخ ہونے سے محفوظ رکھا خواہ آپ کی امت ان جیسے بُرے اعمال قیامت تک کرتی رہے، پھر فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو ایک ایسی سورۃ دے کر مکرم و محترم بنایا ہے کہ اس جیسی سورۃ تورات، انجیل اور کتب سابقہ میں نہیں ہے اور وہ سورہ فاتحۃ الکتاب ہے، جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا میں اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دوں گا اور اس کے والدین سے عذابِ دوزخ کو ہلکا کر دوں گا اگرچہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں ماخلقت خلقا اکرم منك وفی ھذا لمعنی قال فقیر الضعیف لمؤلف الکتاب فی الخطاب الی حضرت المحمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ے

دلبراں ماہ پیکر دیدہ ام — وز جمالت حسن دیگر دیدہ ام
خوبرویان جمالت دلرباست — لیک کس را نیست آں کامی تراست

هست نوری در جبین تو منیر — کاں بصد پرده نمی گردد ستیر
این چه نوراست این که تاباں از تو شد — هفت کوکب نور افشاں از تو شد
نور تو از عرش و ز کرسی بود — نور تو از مطلع قدسی بود
تو مکمل از کمال کیستی — مظهر نور جمال کیستی
دیدهٔ جاں نور می یابد ز تو — نور حق ست اینکه می تابد ز تو
من بتو آوردم ایماں ایں قدر — کادمی را نیست امکان ایں قدر
آفتابے را بگل اندوده اند — وه چه گل آئینه بزدوده اند
خواست تا نورش فروزد مشعله — آئینهٔ ذات ترا از و مصقله
نیست مر هر دیدهٔ نور بصر — تا که بینند حسنت از جاے دگر
تو ز نور پادشاه عالمے — تو کجا و آب و خاکِ آدمے
تو جمالِ دوست را آئینهٔ — لاجرم یک لحظه بے آئینهٔ
نے فلک محرم شد او را نے ملک — با تو گفت اسرار او حیٰ یک بیک
سر پنهانی که جاں محرم نبود — حق همیں گفت و محمدؐ می شنود
وه چه میگویم دریں بحر وصال — قایل و سامع همه غرقند و لال
هر که در بحر هویت غرق شد — آب او را هم قدم هم فرق شد
عرصهٔ گفت و شنیدش تنگ شد — سمع و نطق اینجا همه یک رنگ شد
قید اثنین شما مطلق نماند — قایل و سامع بغیر حق نماند
چونکه احمد گشت بے نام و نشان — میم و همی رخت بربست از میان
میم احمد رفت و باقی ماند احد — چوں دوئی برخاست از رہے عدد
غوص کم کن اندر این بحر عمیق — تا نگردی اندر ایں دریا غریق
هاں معینی تن زن و دیگر مگوے — خود بدست خود هلاک خود مجوے
نغمه از نائیست نی از نی بدان — مستی از ساقیست نی از می بدان
ما چو مست از دیدن ساقی شدیم — درگذشتیم از فنا باقی شدیم

چوں بروں آید جمالش از نقاب
ختم کن واللہ اعلم بالصواب

ایجاب نماز و روزہ

جب فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ کے اسرار بیان ہوئے اور بہت سے کلمات اور حالات بیان ہو چکے تو خطاب آیا:
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اور آپ کی اُمت پر یہاں ایک خدمت مقرر کرتا ہوں، دن رات میں پچاس وقت نماز ادا کریں، ایک سال میں چھ مہینے روزے رکھیں۔ میں نے عرض کیا، خدایا! تخفیف فرمائیے۔ ہر درخواست پر پانچ نمازیں کم کرتا رہا یہاں تک کہ پچیس نمازیں اور تین ماہ کے روزے باقی رہ گئے۔ اُس کے بعد فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے قبول کر لیے؟ میں خاموش رہا اور شرم کے مارے کوئی بات نہ کہہ سکا۔ پھر فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے قبول کر لیا؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا اللہ۔ پھر فرمایا: جو شخص میرے لاشریک اور یگانہ ہونے کا اقرار کرے گا اور کسی کو میرا شریک نہیں ٹھہرائیگا، جنّت اسی کے لیے ہے اور جو شخص میری وحدانیت کا اقرار نہیں کرے گا اور شرک کریگا، دوزخ کی آگ اسی کے لیے ہے اور اس پر جنّت حرام کر دُوں گا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سبقت رحمتی علی غضبی فی امتك، یعنی میری رحمت میرے غضب پر آپ کی اُمت کے متعلق سبقت لے گئی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے نزدیک تمام مخلوقات سے زیادہ بزرگ ہیں، قیامت کے روز میں آپ کو ایسے ایسے اعزازات دوں گا کہ تمام مخلوق تعجب کرے گی، کیا آپ جو کچھ میں نے آپ اور آپ کی امت کے لیے تیار کیا ہے دیکھنا چاہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا، ہاں یا اللہ۔ رب الارباب کا خطاب مستطاب اسرافیل علیہ السلام کو آیا، میرے بندے اور امین سے کہو کہ بہشت میں جو کچھ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے لیے مہیا کیا ہے دکھائے اور آپ کی خاطر مبارک کو غم سے آزاد کرے۔

بہشت کے عجائبات

فن سیر کے علماء اور محدثین (اللہ انہیں ہماری طرف سے جزائے خیر دے) نے اپنی تصنیفات میں یُوں تحریر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حق سبحانہ، و تعالیٰ نے مجھے اسرافیل علیہ السلام کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام کے پاس بھیجا، جب جبرائیل علیہ السلام نے مجھے دیکھا، کہا السلام علیك ایھا النبی و رحمة الله وبرکاتہ، میں نے جواب دیا السلام علینا وعلیٰ عباد الله الصالحین، پھر اسرافیل علیہ السلام نے کہا: اے جبرائیل! حق سبحانہ، و تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہشت میں لے جائیے اور جو کچھ آپ اور آپ کی اُمت کے لیے ہم نے ترتیب دیا ہے آپ کے سامنے پیش کیجئے، جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بہشت میں پہنچا دیا، جو عجائبات میں نے وہاں مشاہدہ کیے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

بہشت کا دروازہ

بہشت کا دروازہ سُرخ سونے کا بنا ہُوا تھا جس کے دو پٹ تھے اس دروازہ کی کشادگی پانچسو سالہ اور اس کی بلندی ہزار سالہ راہ تھی، اس دروازہ کے آگے ایک دالان پچاس ہزار سالہ راہ کا تھا اس دروازہ کو وہاں لگایا گیا تھا، دالان کے ارتفاع اور پچاس ہزار سالہ راہ کی تعیین میں یہ حکمت بیان کی گئی ہے کہ صحرائے قیامت کی وسعت پچاس ہزار سالہ راہ ہے، جس روز اس کو طے کریں گے اس دن کی مقدار بھی پچاس ہزار سالہ راہ ہے کما قال الله تعالیٰ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة پس دالان کو اسی مقدار پر مقرر کرنا اس وجہ سے ہے کہ جب بندہ قبر سے سر اٹھائے گا تو اس کی نظر بہشت کے دالان پر پڑے گی اس بیابان کے پچاس ہزار سالہ راہ کو طے کرنا اس پر آسان ہو جائے گا، جب مومن بندہ قبر سے اُٹھے گا، حوروں کو اس ایوان کے اوپر دیکھے گا، تمام اسے کہہ رہی ہوں گی عجل عجل، وُہ حوروں کے دیدار اور ان کا کلام سُنتے سُنتے اس صحرا کو طے کرنا شروع کریگا، تھوڑے وقت میں منزل مقصود پہ پہنچ جائیگا۔

بہشت کا دربان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر چار سو حلقے اور میخیں گاڑی ہوئی تھیں تمام کی تمام موتیوں، مروارید اور یاقوت کی بنی ہوئی تھیں، ان میخوں کے درمیان ایک حلقہ بہت ہی بڑا سُرخ یاقوت کا تھا جو جو فدار تھا اس حلقہ میں میں نے چار ہزار شہر دیکھے اور ہر شہر میں چار ہزار محل اور ہر محل میں چار ہزار فرشتے دونوں ہاتھوں پر ایک ایک طشت لیے کھڑے تھے ایک طشت میں بہشتی لباس اور دُوسرا طشت نور سے بھرا ہُوا تھا، جبرائیل علیہ السلام سے میں نے ان کے متعلق پُوچھا۔ فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حق سبحانہ، وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پیدائش سے آٹھ ہزار سال پہلے پیدا فرما کر ان کو یہاں ٹھہرایا ہے ان کے ہاتھوں پر یہ طشت آپ اور آپ کی اُمت پر نچھاور کرنے کے لیے رکھے، قیامت کے روز آپ کے اُمتی حق سبحانہ، وتعالیٰ کے حکم سے اس دالان میں داخل ہوں گے۔ یہ فرشتے مبارکباد کہتے ہُوئے یہ طشت ان کے سروں پر نچھاور کریں گے، پھر جبرائیل علیہ السلام نے بہشت کا دروازہ کھٹکھٹایا، رضوان فرشتہ نے جو بہشت کا خازن ہے پوچھا: کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: میں جبرائیلؑ ہوں۔ رضوان نے پُوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ رضوان نے پُوچھا: کیا ان کی نبوّت کا وقت آگیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ رضوان نے الحمد للہ کہا اور دروازہ کھول دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کی دہلیز نقرۂ خام اور اس کا آستانہ لؤلؤ کا بنا ہُوا تھا، اس کے بازو آبدار جواہر سے تھے، میں نے رضوان کو سلام کیا، اس نے میرے سلام کا جواب دیا، مجھے خوشخبری دی کہ بہشت میں سب سے پہلے آپ اور آپ کی امت داخل ہوگی۔

خلفائے رضوان

میں نے رضوان کے خلفاء اور عساکر کو دیکھا، رضوان کے آٹھ خلفاء تھے، ہر دروازہ پر ایک خلیفہ متعین تھا، ہر خلیفہ کے زیرِ فرمان سات سو دُوسرے فرشتے تھے، خاص رضوان کے ستّر ہزار قائد تھے، ہر قائد کے ماتحت ستّر ہزار اور فرشتے تھے، رضوان کی تسبیح یہ تھی: سبحان الخالق

العلیم سبحان الکریم الاکرم سبحان المثیب من طاعت جنات النعیم ، پھر رضوان نے مجھ پر جنت کی نعمتیں پیش کرنا شروع کیں ، میں نے اس قدر نعمتیں دیکھیں کہ اگر تمام زندگی ان کے اوصاف بیان کرتا رہوں تو ختم نہ ہوں۔

بہشت کی دیواریں میں نے جنت کی دیواروں کو دیکھا ، ایک اینٹ سونے ، ایک چاندی ، ایک یاقوت ، ایک لوٹو اور ایک زبرجد کی تھی جو مشک کے گارے سے بنائی گئی تھیں ، دیوار کی چوڑائی ستّر سالہ اور ایک روایت میں پانچسو سالہ راہ تھی ، اور اس کی بلندی ہزار سالہ راہ تھی ، آبگینہ کی مانند اس قدر صاف و شفاف تھی کہ اندر باہر سے ہر چیز صاف دکھائی دیتی ، اس کے آئینہ میں ہفت آسمان عرش سے تحت الثریٰ تک دیوار کی صفائی میں مشاہدہ کیے ، اُس کی خاک مشک ، عنبر اور کافور تھی اس میں روئیدگی زعفران ارغوان تھی ، اس میں سنگریزے یاقوت ، زمرد اور مروارید کے تھے۔

بہشت کے محلّات میں نے بہت سے محلّات دیکھے ، بعض سُرخ یاقوت کے جن کی چھتیں لوٹو بیضا اور بعض جواہر کے جن کی چھتیں سبز زمرد کی تھیں ، بعض چاندی اور بعض سونے کے تھے بعض محلات آفتاب ، بعض چاند اور بعض ستاروں کی مانند تھے ، ہر محل میں ستّر ہزار سرائیں اور ہر سرائے میں ستّر ہزار مکانات اور ہر مکان میں ستّر ہزار حجرے ، ہر حجرے میں ایک سونے کا تخت اور دوسرے میں یاقوت کا تخت اور بیشتر میں لولو کا تخت علی ہذا القیاس ، اسی طرح ہر حجرے میں مختلف تختیاں رکھی ہوئی تھیں ہر تختی پر زربفت کا خیمہ تھا اور سنہری فرش بچھا ہُوا تھا ، ہر تختی پر ستّر ہزار دیباج ستّر ہزار سندس اور ستّر ہزار استبرق کے فرش تھے جو ایک دُوسرے سے نہیں ملتے تھے ، اور ہر تختی پر ایک حور خنداں و شگفتہ بیٹھی ہوئی تھی ہر ایک ستّر لباس عنبر و کستوری سے معطر پہنے ہُوئے تھی ، ستّر ہزار پردوں میں سے ان حوروں کا گوشت پوست اور ہڈیوں کا مغز تک چمک رہا تھا اور ہر حور کے سر پر جواہر سے آراستہ و پیراستہ تاج تھا ، ہر حور کے چالیس ہزار گیسوئے عنبریں اس کے چہرہ کے گرد تھے اور ہر ایک

گیسو کو ستر ہزار قسم کی زیب و زینت دی گئی تھی۔ ان زیورات سے ستر ہزار قسم کی دلکش آوازیں آتی تھیں، ہر آواز کی ایک لذت تھی ہر حور کے سامنے ستر ہزار تخت بچھے ہوئے تھے اور ہر تخت کے گرد کرسیاں رکھی ہوئی تھیں، بعض سونے، بعض جواہر، بعض چاندی، بعض زمرد اور بعض لؤلؤ کی تھیں، ان میں سے کوئی بھی کرسی کسی دوسری کرسی جیسی نہیں تھی۔

بہشت کی نہریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہشت میں مَیں نے نہریں دیکھیں، ایک پانی، ایک دودھ، ایک شہد اور ایک شراب طہور کی نہر تھی۔ ہر محل میں ستر ہزار نہریں بہتی تھیں، تمام کافور سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور کستوری سے زیادہ نرم اور خوشبودار۔ میں نے دیکھا کہ بہشت میں رحیق، سلسبیل، تسنیم اور زنجبیل کے چشمے بہتے ہیں، ان نہروں اور چشموں کے کنارے سونے اور مروارید کے تھے اور ان میں گوناگوں جواہرات کے سنگریزے تھے۔ ان چشموں کی جھاگ تمام کافور کی تھی اور کیچڑ مشک و عنبر کا۔ ان کے گرد گھاس سنبل و زعفران کی تھی۔

بہشت کے درخت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے وہاں اتنے بڑے بڑے درخت دیکھے کہ اگر تیز رفتار سوار ستر سال تک سواری کو بھگائے تو بھی ایک درخت کے سایہ کو عبور نہیں کر سکتا، ان درختوں کی جڑ سُرخ سونے، شاخیں یاقوت، لؤلؤ اور زبرجد کی، پتے سندس اور حریر کے تھے، پتے اس قدر بڑے تھے کہ ایک پتہ دنیا پر رکھا جاتے تو تمام دنیا کو ڈھانپ لے، ان درختوں کے میوے بڑے مٹکے کی مانند تھے جن کا مزہ ستر قسم کا تھا، ہر میوے میں دانہ کی بجائے ایک حُور بیٹھی ہُوئی تھی، ہر میوہ خود کو بہشتیوں کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ جب بہشتی کے دل میں اس کی رغبت پیدا ہو از خود ٹوٹ کر نور کے طشت میں گر کر جنتی کے سامنے پیش ہو جاتے۔ مثلاً اگر وُہ درخت اس بہشتی سے ہزار سالہ راہ دُور ہو بہشتی کے دل میں اس کے میوہ کھانے کی خواہش پیدا ہو تو یقیناً اس کی شاخ بڑھ کر اس کے لبوں کے نزدیک آجائے گی۔ اس کے حسبِ خواہش کھانے کے بعد شاخ اپنی جگہ پر واپس چلی جائے گی۔

بہشت کے پرندے فرمایا: ان درختوں پر اونٹوں کے برابر، ہر رنگ کے پرندے دیکھے، بہشتی کے سامنے سے لاکھوں خوش الحان آوازوں سے نوازتا ہُوا گزرے گا، بہشتی اس سے پُوچھے گا کہ تیری آواز زیادہ اچھی ہے یا تیری صورت، وہ پرندہ کہے گا میرا گوشت تمام چیزوں سے اچھا ہے، یہ کہتے ہی اس پرندہ کا سر کٹ جائے گا، فضا میں کباب ہو کر جنتی کے سامنے پیش ہوگا۔ وُہ خواہش کے مطابق اس میں سے کھائے گا، وُہ پرندہ پھر زندہ ہو کر اڑنے لگے گا اور اس درخت کی شاخوں پر جا بیٹھے گا اور سرود و نغمات سے اسے نوازے گا۔

بہشت کے باغات ہر بہشت کو میرے سامنے پیش کیا گیا، ان میں سے چار بہترین باغات تھے، جنت الفردوس، جنت العدن، جنت الماوٰی اور جنت النعیم، اور چار دوسری بستان سرائیں اور وہ دار السلام، دار الخلد، دار القرار اور دار الحلال ہیں، ہر جنت میں بے شمار درخت ہیں، آسمان کے ستاروں اور بیابانوں کی ریت کے ذرّوں کے مطابق ان میں باغات ہیں اور عرشِ الٰہی ان باغوں کی چھت پر ہے، ایک جنت العدن میں ستاروں کی تعداد سے زیادہ مجھے محلّات وقصور دکھائے گئے، اکثر و بیشتر میرے صحابہ کے تھے، ہر محل زمین و آسمان سے سات گنا بڑا تھا، جبرائیل علیہ السلام ایک ایک کی تعیین فرماتے کہ یہ محل فلاں اور یہ محل فلاں بنت فلاں کا ہے، ان محلات میں سب سے بڑا اور بلند محل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تھا، اس کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، پھر عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا محل تھا، یہ چار محلات بہشت میں سب سے بہترین تھے، نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! میں تمہارے محل میں داخل ہُوا وہ تمام سُرخ سونے کا تھا وہاں جو لطائف وعواطف تھے ملاحظہ کئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! محل اور محل کا مالک آپ پر قربان۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: میں نے تمہارا محل دیکھا، یاقوت کا تھا، اس میں بہت سی

حُوریں تھیں، میں اس میں تمہاری غیرت کے خیال سے داخل نہیں ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا: تمام لوگوں سے غیرت اور آپ سے بھی غیرت! پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے ہر آسمان میں تمہارا نام دیکھا اور تمہارے محل کو بھی جنت میں دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علیؓ! میں نے تمہاری صورت کو چوتھے آسمان پر دیکھا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پُوچھا، فرمایا: یارسول اللہ! فرشتے علی رضی اللہ عنہ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے حضرت علیؓ کی صورت کا فرشتہ پیدا کر کے اسے چوتھے آسمان پر رکھا ہے تاکہ وُہ زیارت کریں اور اس کے دیدار سے برکت حاصل کریں۔ پھر فرمایا: میں تمہارے محل میں داخل ہُوا ایک درخت کے پھل کو سُونگھا، وُہ پھٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا، اس میں سے ایک عورت منہ پر نقاب ڈالے ہُوئے نکلی، میں نے اس سے پُوچھا: تو کس کی ملکیت ہے، اس نے کہا میں آپ کے بھتیجے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ہُوں۔

نہر کوثر میں نے بہشت میں ایک نہر دیکھی جو ساقِ عرش سے رواں تھی، پانی، دودھ، شراب اور شہد چاروں اکٹھے بہہ رہے تھے اور کوئی بھی دُوسرے کے ساتھ نہیں ملتا تھا، اس کے کنارے زبرجد کے اور سنگریزے جواہر کے، اس کے پھول عنبر کے، اس کی گھاس زعفران کی اور چاندی کے برتن اس کے کناروں پر آسمان کے ستاروں کی تعداد میں رکھے ہُوئے تھے، اس کے گرد پرندے تھے جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی گردنوں جیسی تھیں، کہتے تھے جو شخص ان پرندوں کا گوشت کھائے گا یا اس نہر میں سے پانی پئے گا اسے خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ میں نے پُوچھا: یہ نہر کیسی ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ نہر کوثر ہے جسے حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے انا اعطینٰك الکوثر یہی بات بتاتی ہے۔ آٹھوں بہشتوں میں کوئی باغ ایسا نہیں جس میں یہ نہر نہ بہتی ہو، اس نہر کے کنارے پر میں نے یاقوت کے بنے ہُوئے خیمے دیکھے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پُوچھا، فرمایا: یہ جنت میں آپ کی ازواج مطہرات کی رہائش گاہیں ہیں، میں نے ان خیموں میں حُوریں دیکھیں جو دلفریب نغمات میں یہ کلمات گا رہی تھیں: نحن الناعمات فلا نبوس ابدا و نحن

الشاھدات فلا من ابدا و نحن الکاسیات فلا نعری ابدا و نحن الشابات فلا نھرم ابدا و نحن الراضیات فلا نسخط ابدا و نحن الحاورات فلا نموت ابدا طوبیٰ لمن کان لنا و کنا لہ، ان کے نغمات کی آواز جنت کے محلات اور درختوں میں گونج رہی تھی، ان نغمات سے سماعت کو ایسا لطف حاصل ہوتا کہ اگر ان میں سے کوئی زمزمہ دنیا میں پہنچ جاتا تو دنیا کی تمام محنت و مشقت اور موت کا سلسلہ ختم ہو جاتا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کو دیکھنا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ جبرائیل علیہ السلام نے خیمہ کا دروازہ کھولا اور پردہ اٹھا دیا، میں نے ایسی حوریں دیکھیں کہ اگر تمام عمر ان کی تعریف کرتا رہوں تو بیان نہ کر سکوں ان کے چہرے دودھ سے زیادہ سفید، یاقوت سے زیادہ سُرخ اور آفتاب سے زیادہ روشن تھے، ان کا چمڑہ برگِ گل سے زیادہ نازک، ریشم سے زیادہ نرم، چاند سے زیادہ روشن اور کستوری سے زیادہ معطر تھا ان کے تار کول سے زیادہ سیاہ گندھے ہوتے، گھنگھریالے، جو بیٹھی ہوئی تھیں ان کے پہلوؤں کے ساتھ ڈھیر بنے ہوئے اور بعض جو کھڑی تھیں ان کے قدموں کے نیچے حلقہ ڈالے ہوئے تھے ہر ایک کے سامنے ستر ہزار صفیں کھڑی تھیں، میں نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام یہ تمام جنت کی نعمتیں ہیں؟ فرمایا: ہاں، یہ تمام آپ اور آپ کی اُمت کے لیے ہیں۔

جنّت کے چشمے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان عجائبات میں سے جو میں نے جنت میں دیکھے یہ چار نہریں تھیں جن کے متعلق حق سبحانہٗ و تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ومنھا انھار من ماء غیر اسن و انھار من لبن لم یتغیر طعمہ و انھار من خمر لذۃ للشاربین و انھار من عسل مصفی، ہر نہر کی کشادگی اس قدر تھی کہ اگر تمام دنیا کو اس پر قیاس کریں تو دریا کے مقابلہ میں ایک سوئی کی مانند ہوگی۔ میں نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام! یہ نہریں باوجود اس عظمت کے کہاں سے نکلتی ہیں اور کہاں جاتی ہیں؟ فرمایا: میں صرف اس قدر جانتا ہوں کہ ایک حوض میں جا کر گرتی ہیں لیکن مجھے علم نہیں کہ کہاں سے آتی ہیں، آپ خدا کے نزدیک بہت مکرم ہیں، اگر آپ درخواست کریں گے تو آپ پر خدا تعالیٰ ظاہر فرما دے گا، میں اسی فکر میں تھا کہ

اچانک ایک فرشتہ ظاہر ہوا، مجھے سلام کیا، یہ فرشتہ اس قدر بڑا تھا کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی شخص اس کی عظمت کی حقیقت کو نہیں پا سکتا، اس کے بہت سے پر تھے، اس نے کہا: میرے پَر پر قدم رکھیے اور آنکھیں بند کر لیجئے۔ میں نے اس کے پر پر قدم رکھا اور آنکھیں بند کر لیں، اس فرشتہ نے ایک پرواز کی جس کی تعریف کوئی نہیں کر سکتا، پھر فرمایا: اپنی آنکھیں کھولیے، میں نے آنکھیں کھولیں تو ایک درخت کو دیکھا، اس درخت کے نیچے ایک قبہ تھا جو ایک ہی سفید موتی کا بنا ہوا تھا، وہ اس قدر بڑا تھا کہ اگر تمام دنیا کو اس کے سر پر رکھیں تو وہ ایک پرندے کی مانند ہو گی جو پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہو، اس قبہ میں ایک سبز زبرجد کا دروازہ تھا جس پر سرخ سونے کا قفل لگا ہوا تھا، میں نے دیکھا کہ یہ چاروں نہریں اس قبہ سے نکلتی ہیں، میں نے واپس جانا چاہا، اس فرشتہ نے مجھے کہا: آپ اس قبہ میں داخل کیوں نہیں ہوتے؟ تاکہ آپ کو اس کی حقیقت کا علم ہو جائے۔ میں نے کہا: میں اس میں کیسے داخل ہوں اس پر تو قفل لگا ہوا ہے۔ اس نے کہا: درست ہے لیکن اس کی چابی تو آپ کے پاس ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟، کہا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ جب میں اس قفل کے نزدیک پہنچا اور یہ کلمہ زبان سے کہا قفل فی الفور کھل گیا، میں اس قبہ میں داخل ہوا، میں نے چار نہریں دیکھیں جو اس قبہ کے چار ستونوں سے بہہ رہی ہیں۔ پھر میں نے باہر نکلنا چاہا، اس فرشتہ نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے دیکھا؟ میں نے کہا: ہاں دیکھ لیا، اس نے کہا: اچھی طرح دیکھیے، ابھی آپ نے صحیح طور پر نہیں دیکھا، تاکہ قدرتِ الٰہی کا مشاہدہ ہو۔ میں نے قبہ کے چاروں ستونوں کو دیکھا، ان میں سے ایک رکن پر بسم، دوسرے پر اللہ، تیسرے پر الرحمٰن اور چوتھے پر الرحیم لکھا ہوا تھا پانی کی نہر بسم کی م، دودھ کی نہر اللہ کی ہ کے چشمہ، شراب کی نہر الرحمٰن کی م اور شہد کی نہر الرحیم کے چشمۂ میم سے نکلتی تھی، مجھے معلوم ہوا کہ یہ چاروں نہریں اسی کلمۂ متبرکہ سے نکلتی ہیں، پھر حق تعالیٰ نے مجھے خطاب فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!

من ذکرنی بھذا الاسماء من امتك وقال بقلب سلیم وخالص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سقیتہ من ھذا الانھار الاربعۃ یعنی آپ کی امت میں سے جو شخص مجھے

اس کلمہ سے یاد کرے گا میں اسے ان چاروں نہروں سے پلاؤں گا اور اس دولت سے شرف بخشونگا والحمد للہ علیٰ ما انعم ۔

جنّت کا خاص محل

فرمایا: میں نے جنت میں سُرخ یاقوت کا ایک محل دیکھا، اس کا دروازہ کھولا گیا، میں اس میں داخل ہُوا تو اس محل میں میں نے سفید موتی کا بنا ہُوا ایک مکان دیکھا، میں اس مکان میں داخل ہُوا، اس میں نور کا ایک صندوق رکھا تھا جس پر قفل لگا ہُوا تھا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پُوچھا: اس صندوق میں کیا ہے؟ فرمایا، خداوند جل وعلا کے اسرار میں سے ایک راز ہے، اسے اسی شخص پر ظاہر کرتا ہے جس کو وُہ دوست رکھتا ہو، میں نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے دروازہ کھلنے کی درخواست کی، جب دروازہ کھل گیا، میں نے ایک خرقہ دیکھا جو ریشمی کپڑے میں لپٹا ہُوا تھا، میں نے پُوچھا: یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ فقیر کا مرقع ہے، میں نے عرض کیا: خداوندا! یہ دولت مجھے عنایت فرمائیے۔ خطاب ہُوا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے یہ مرقع آپ اور آپ کے امتیوں کے لیے منتخب کیا ہے، جس روز سے میں نے اسے پیدا کیا ہے صرف اپنے دوستوں کو ہی دیتا ہُوں، میں نے اس سے زیادہ پیاری چیز کوئی پیدا نہیں فرمائی، اسی لیے خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الفقر فخری ؎

دست از طلب مدار گرت پائے ایں رہ است　　کاں راکہ توشۂ اش نہ ز فقر است بینواست
نہ فقر صوری کہ بود ہمعناں کفر　　بل فقر معنوی کہ بداں فخر انبیاست

سات محلات

فرمایا: میں نے جنت میں سات محل موتی اور یاقوت کے دیکھے، ہر ایک مشرق سے مغرب تک وسیع، میں نے پوچھا: ان کا مالک کون ہے؟ فرمایا: وہ شخص جو نابینے کا ہاتھ پکڑ کر اسے سات قدم راستہ طے کرائے۔ میں نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام! میں اپنی امت کو یہ خوشخبری سناؤں؟ فرمایا: ہاں، بلکہ اس سے زیادہ بھی ہے جو بندہ صبح بستر خواب سے اٹھ کر لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اور وضو کر کے صبح کی نماز ادا کرتا ہے خدا تعالیٰ اسے مشرق سے مغرب تک تمام دنیا سے سات گنا زیادہ عنایت فرماتا ہے۔

محلّات کی کنجیاں

فرمایا: میں نے رضوان فرشتہ کو مرصّع تخت پر بیٹھے ہُوئے دیکھا، فرشتے اس کے گرد صف باندھے ہُوئے کھڑے تھے، میری خاطر اُٹھا اور عزّت واحترام کے آداب بجالایا، میں نے کہا: مجھے میری اُمت کے انجام کے متعلق کچھ بتائیے، فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا تعالیٰ نے جنت کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا ہے، ان میں سے دُو حصّے آپ کی اُمت کے لیے اور ایک گزشتہ تمام اُمتوں کے لیے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے رضوان کے سامنے بے شمار نورانی کنجیاں دیکھیں، میں پُوچھا: یہ کنجیاں کیسی ہیں؟ فرمایا: جب آپ کی اُمت میں سے کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کے لیے ایک نیا محل جنت میں بناتا ہے، اسے قفل لگاکر اس کی کنجی میرے سپرد کردیتا ہے، جب صبح قیامت طلوع ہوگی، وہ بندہ قبر سے اُٹھے گا تو میں محل کی کنجی اس کے سپرد کر دُوں گا تاکہ اپنے محل میں جاکر قیام کرے۔

حضرت ادریس علیہ السلام باغ جناں میں

فرمایا: میں نے ادریس علیہ السلام کو وہاں دیکھا، میں نے سلام کیا اور کہا مرحبا! آپ اس مبارک مقام پر جانکنی کی تلخی کو دیکھے بغیر پہنچ گئے، فرمایا: کاش! ابتدائے دُنیا سے انتہاء تک تمام مخلوقات کی جانکنی کی تلخیوں کو برداشت کرتا اور اس کی توفیق مل جاتی کہ آپ کی امت کے دیدار سے مشرف ہوجاتا، میں نے پُوچھا: اے میرے بھائی ادریسؑ! اس کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: میں نے جس محل کو بھی دیکھا، جس حور سے ملا، مجھے کہا گیا کہ اس جگہ سے نکل جاؤ کیونکہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا ہے۔ اور حضرت ادریس علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا: میں نے ایک جبل الرحمۃ نامی پہاڑ دیکھا جس کی چوٹی عرشِ الٰہی کو چھُو رہی تھی وُہ پہاڑ مشک وعنبر کا تھا، چاندی خام کے بارہ ہزار دروازے ترتیب سے لگے ہُوئے تھے، ایک دروازہ سے دُوسرے دروازہ تک اتنا فاصلہ تھا کہ اگر کوئی شخص بجلی کی سی سرعت کے ساتھ چلے اور پانچسو سال تک چلتا رہے تو بھی دُوسرے دروازے تک نہیں پہنچ سکتا، میں نے پُوچھا: یہ کس پیغمبر، صدیق یا فرشتہ کے لیے ہے؟ آواز آئی: یہ ان میں سے کسی کا بھی نہیں، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ایک امتی کے لیے ہے جو صبح کی

نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے، اس وقت مجھے آرزو ہوئی کہ کاش! میں آپ کی زیارت کرتا اور آپ کے اتبعوں میں شامل ہو جاتا، واللہ الملہم للرشاد، پھر خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب میں جنت کی چمن سرا اور آٹھوں بہشت رضواں دیکھ چکا تو حق سبحانہ، وتعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹا، پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہُوا، حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: اے میرے حبیب! اپنی امت کی قیام گاہ کو آپ نے تفصیلاً دیکھ لیا اور ہماری مہمان سرا کو کما ینبغی مشاہدہ کر لیا، کیا آپ اس سے خوش ہیں یا نہیں؟ میں نے عرض کیا: خداوندا! میں بندہ ہُوں اور بندہ اپنے مالک سے کیسے ناراض ہو سکتا ہے۔ حضرت حق سبحانہ، و تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم، میں نے بہشت آپ کے دشمنوں پر حرام کر دی ہے، اور آپ کے دوستوں اور متبعین کو بخش دی ہے، اب وقت ہے کہ آپ اپنے دشمنوں کی قیام گاہ کو بھی دیکھ لیں اور جو کچھ میں نے دشمنوں اور اہلِ عصیان کے لیے تیار کیا ہے مشاہدہ فرمالیں، اے اسرافیلؑ! جبرائیلؑ سے کہو کہ میرے دوست کو دار العذاب دکھا دیں، یہ سعید بن جبیرؓ کی روایت ہے اور عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے کہ جب میں جنّت کی نعمتیں دیکھ چکا میرے دل میں گزرا دوزخ اور اس کے شدائد کو بھی دیکھوں، جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور چل پڑے یہاں تک کہ دوزخ کے داروغہ مالک نامی فرشتہ کے پاس پہنچا دیا، فرمایا: اے مالک! محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اس قید خانہ کو جو دشمنوں کا قید خانہ ہے دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ دشمنوں کو علیٰ وجہ البصیرت ڈرا سکیں۔

طبقاتِ جہنّم اور اس کے عجائبات

نقل ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام نے مالکؑ سے سلطان ممالک صلی اللہ علیہ وسلم کو دار المہالک کے مشاہدہ کرانے کی استدعا کی، مالک نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے قدم مبارک تلے دیکھیے، آپ نے دیکھا آسمان پھٹ گئے ہیں اور زمین ظاہر ہو گئی ہے، بیت المقدس ظاہر ہُوا۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک بہت ہی مہیب فرشتہ دیکھا جس کی لمبائی زمین سے آسمان تک تھی، اس کے نتھنوں سے

آگ کے شعلے نکلتے تھے، اس کے دونوں ہاتھوں میں آگ کے انگارے تھے، مالک نے اسے کہا: اے صوحائیل!، اس نے کہا: لبیک، کہا: تیرے ہاتھ میں جو کچھ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا: مالک سے کہیے کہ دوزخ کا دروازہ کھولے، مالک نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! دیکھیے، میں نے دیکھا کہ پہلی زمین پھٹ گئی ہے، ہر قسم کی مخلوق جو اس طبقہ میں تھی مجھ پر ظاہر ہوئی، پھر دوسری زمین پھٹی وہاں میں نے دوزخیوں کے سلاسل اور اغلال دیکھے، پھر تیسری زمین پھٹی وہاں میں نے سیاہ زمین اور سیاہ تارکول کے کپڑے دیکھے، پھر چوتھی زمین پھٹی وہاں میں نے دوزخ کے سانپ اور بچھو دیکھے اس کے بعد پانچویں زمین پھٹی، جس کا نام سجین ہے، اس میں مَیں نے دوزخیوں کے نامہ ہائے اعمال دیکھے جنہیں قیامت کے روز ان کے سامنے پیش کریں گے، پھر چھٹی زمین پھٹی وہاں میں نے پہاڑوں کی مانند پتھر دیکھے جو کافروں کے ساتھ دوزخ میں ان کے ساتھ جلیں گے وقودھا الناس والحجارۃ، پھر ساتویں زمین پھٹی جس کا نام عجیب ہے وہاں میں نے آگ کے دریا دیکھے، اور ایک روایت میں ہے کہ مالک نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میں جہنم کو دیکھنے کی طاقت نہیں ہے، میں نے کہا: اس قدر پردہ ہٹا جس سے میں دیکھ سکوں۔ مالک نے سوئی کے سرے کے برابر کھولا تو آتشِ دوزخ ظاہر ہوئی، رات سے زیادہ تاریک و سیاہ، مجھے دوزخ کے سات دروازے دکھائی دیے بعض بعض سے نیچے، دوزخ میں ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک پانچسو سالہ راستہ تھا، میں نے اس کے پل کو دیکھا، ہر دروازہ پر تحریر تھا، پہلے دروازے پر فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون لکھا ہوا تھا، دوسرے پر فویل للمشرکین، تیسرے پر فویل للمکذبین، چوتھے پر فویل للمطففین، پانچویں پر ویل لکل ھمزۃ، چھٹے پر فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم اور ساتویں دروازہ پر فویل للقاسیۃ قلوبھم عن ذکر اللہ لکھا ہوا تھا۔ ان دروازوں میں سے ہر ایک کا جدا جدا نام تھا۔ اس کی ترتیب اور تعین میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ پہلے دروازہ کا نام جہنم اور اس کا خازن صوحائیل ہے،

دوسرا لظیٰ اور اس کا خازن طوفائیل ہے ، باب سوم حطمہ اور خازن طرفائیل نامی فرشتہ ہے، چوتھا دروازہ مقر جس کا خازن شمطائیل ہے ، چھٹا سقر اور اس کا خازن طوفطائیل ہے، ساتواں دروازہ ہاویہ ہے اور اس کے خازن کا نام ایک روایت میں طمطائیل اور دوسری روایت میں صمطائیل ہے ، ہر خازن کے ساتھ ستر ستر ہزار مددگار تھے جو تمام کے تمام سیاہ رو اور غضب ناک تھے۔

ذکر عذاب ہائے دوزخ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دوزخ کے پہلے طبقہ میں آگ کے ستّر ہزار پہاڑ دیکھے ، ہر پہاڑ پر ستّر ہزار آگ کی وادیاں تھیں اور ہر وادی میں آگ کی ستّر ہزار گھاٹیاں تھیں ، ہر گھاٹی میں آگ کے ستر ہزار شہر تھے ، ہر شہر میں آگ کے ستّر ہزار محل تھے ، ہر محل میں آگ کی ستر ہزار سرائیں تھیں ، ہر سرائے میں ستّر ہزار آگ کے مکانات تھے ، ہر مکان میں آگ کے ستّر ہزار صندوق تھے ، ہر صندوق میں ستّر ہزار قسم کے عذاب تھے کوئی عذاب بھی دوسرے عذاب جیسا نہیں تھا۔

اس کے بعد دوسرے طبقے کا دروازہ کھولا ، اس طبقہ کا عذاب پہلے طبقہ سے دُگنا تھا اس طبقہ میں ہول انگیز اور وحشتناک فرشتے دیکھے۔

تیسرے طبقہ کا دروازہ کھولا تو میں نے اس کے عذاب کو پہلے طبقہ سے تین گنا دیکھا۔

چوتھے طبقہ کا دروازہ کھولا ، وہاں میں نے دیگوں کی مانند جوش مارتے ہُوئے ایسے دریا دیکھے جن کی گہرائی ستّر ہزار سالہ راہ تھی۔

پانچویں طبقہ کا دروازہ کھولا ، میں نے وہاں ایک وادی دیکھی جسے آگ کی چادر سے ڈھانپا گیا تھا ، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا : اس چادر کو ہٹاؤ ، جب انہوں نے اسے اٹھا دیا تو مَیں نے وہاں اتنے سانپ اور بچھّو دیکھے جن کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا ، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا ، فرمایا: اس وادی کو ویل کہتے ہیں اور یہ سانپ اور بچھّوان کے عذاب کو زیادہ کرنے کے لیے ہیں۔

جب اس نے چھٹے طبقہ کو کھولا ، میں نے ایک اور وادی دیکھی جسے آگ کی چادر سے

ڈھانپا ہوا تھا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: یہ وادی سجین ہے، اس وادی کو قیامت تک پوشیدہ رکھیں گے، اس کے ذریعہ کفار اور نافرمانوں سے انتقام لیا جائے گا۔

جب ساتویں طبقہ کا دروازہ کھولا تو میں نے اس میں سخت طبع، ترش رو فرشتے دیکھے جن کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس جگہ میں نے آگ کے تابوت دیکھے اور سخت طبع، ترش رو فرشتے ہر ایک کے ہاتھ میں آگ کی ایک قلینچی تھی، لوگوں کو کنوؤں سے باہر نکالتے تھے اور دوسرے کنوؤں میں پھینکتے تھے، وُہ کہتے یاغیاث المستغیثین اغثنا۔ کوئی شخص ان پر رحم نہیں کرتا تھا، ہر لمحہ ان کا عذاب بڑھتا رہتا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: دوزخ میں کسی کو ان سے زیادہ عذاب ہوتا ہے؟ فرمایا: یہ عذاب دُوسرے عذابوں کی بنسبت آسان ہے، اس کے بعد تابوت دیکھے جن پر آتشیں قفل لگے ہوئے تھے میں نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ کیسے تابُوت ہیں؟ فرمایا: متکبروں اور سرکشوں کو قیامت تک عذاب کریں گے، پھر آگ میں اوندھے پھینک دیں گے ابدالآباد تک اسکی گہرائی تک نہیں پہنچ سکیں گے، ان تابوتوں میں اس قدر سانپ اور بچھو دیکھے جن کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر میں نے بہت سی وادیوں کو دیکھا جن میں آگ کے درخت تھے اور ان پر آگ ہی کے پھل تھے، میں نے ان وادیوں میں سے ایک وادی میں ایک چکی دیکھی جس میں دوزخیوں کو آٹے کی مانند پیستے تھے، اسی وادی میں بختی اُونٹ کی مانند آگ کے سیاہ کتّے دیکھے اور گائے کے برابر آگ کے بھیڑیئے دیکھے، جن کے ذریعہ دوزخیوں کو عذاب کرتے تھے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا؟ فرمایا: یہ زقوم کے درخت ہیں اور یہ کتّے اور بھیڑیئے نافرمانوں کے عذاب کو بڑھانے کے لیے ہیں ان کے گزرنے سے نافرمانوں کا عذاب بڑھتا، اگر دنیا کے تمام وصاف ان کے اوصاف بیان کرنے لگیں تو بھی بیان نہ کرسکیں نعوذ باللہ۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جب مالک نے اطباق جہنّم کو اٹھایا میں نے طبقہ ہفتم کی گہرائی تک دیکھا، اسے طبقہ ہاویہ کہتے ہیں، اس کا عذاب دُوسرے درجات سے

دُگنا چوگنا زیادہ ہے ۔ میں نے مالک سے پُوچھا: یہ کون سے گروہ کا مقام ہے اور کونسے لوگ اس میں عذاب پائیں گے؟ فرمایا: یہ فرعون ، ہامان ، قارون ، نمرود ، شداد ، اصحابِ مائدہ عیسیٰ علیہ السّلام اور آپ کی اُمت کے منافقین کے لیے خاص ہے ۔

طبقہ ششم کے متعلق پوچھا ، جس کا نام جحیم ہے ، فرمایا : اس طبقہ میں مشرکین معذب ہوں گے ۔

طبقہ پنجم کے متعلق پُوچھا جو سقر ہے ، فرمایا : یہود و نصارٰی اس میں عذاب دیے جائیں گے ۔

طبقۂ چہارم جس کا نام لظیٰ ہے کے متعلق بتایا کہ یہ ابلیس اور اس کے متبعین ، آتش پرستوں اور ان کے ساتھیوں کے لیے ہے ۔

میں نے طبقہ سوم جس کا نام حطمہ ہے کے متعلق پُوچھا ، فرمایا : یہ سُود خواروں اور شرابیوں کے لیے ہے ۔

طبقۂ دوم جو سعیر ہے کے متعلق پوچھا ، فرمایا : یہ ظالموں ، متکبروں اور ڈاکوؤں کیلئے ہے وہ اس میں عذاب دیے جائیں گے ۔

جب میں نے طبقۂ اوّل جہنم میں دیکھا ، باوجودیکہ اس کا عذاب نچلے درجات سے بہت ہلکا تھا ، میں نے ستّر ہزار آگ کے دریا دیکھے ہر دریا اس قدر بڑا تھا کہ اگر ساتوں زمینوں و آسمانوں کو اس میں ڈالیں اور فرشتہ کو انہیں تلاش کرنے کا حکم ہو ، وہ ہزار سال تک بھی تلاش کرتا رہے تو تلاش نہ کر سکے ، اس دوزخ میں اتنے بڑے بڑے منہ دیکھے جیسا کہ روایت میں ہے کہ اگر منہ کے ایک طرف ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کو رکھ لے تو دوسری جانب کو خبر نہ ہو ، ان دریاؤں میں آگ کو جوش مارتے اور شور کرتے ہُوئے دیکھا ، اگر اس کی آواز دنیا میں پہنچ جائے تو ایک بھی جاندار زندہ نہ رہے ۔

القصّہ میں نے مالک سے پوچھا : یہ طبقہ کون سے گروہ کے لیے ہے ، اور یہ دریا اور وادیاں کن لوگوں کی قیامگاہ ہے ؟ مالک نے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا ، میں نے دُوسری مرتبہ سوال کیا ، کوئی جواب نہ دیا لیکن جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ خفیہ بات کی ، جبرائیل نے

کہا: مالک کی آپ سے درخواست ہے کہ اس سوال کے جواب سے مجھے معذور رکھیں، ہیں نے مالک سے کہا: جو کچھ بھی ہے اسے بیان کر، ممکن ہے آج اس کا تدارک ہو سکے۔ ع

علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد

مالک نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ جگہ آپ کے گنہگار امتیوں کی ہے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کو نصیحت کیجئے کہ اس مہیب منزل اور مہلک مقام میں آنے سے احتراز کریں اور اپنے آپ کو آگ اور اس قیدخانہ کا مستحق نہ بنائیں کیونکہ اس روز میں گنہگاروں کو نہیں بخشوں گا، اور کسی شخص کی پروا* نہیں کروں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے، سر مبارک سے عمامہ اُتر گیا، شفاعت و نیازمندی میں تیزی کی اور رب العزت کی بارگاہ میں گڑگڑائے، امت کی نجات اور غم کے دُور کرنے کی درخواست کی، ان کی کوتاہیوں اور ضعف کو پیش کرتے تھے، آنکھوں سے آنسو بہاتے، جبرائیل علیہ السلام دوسرے مقرب فرشتوں کے ہمراہ آمین کہتے تھے، ربّ العزّت کا خطاب پہنچا، اے میرے حبیب! آپ کا احترام میرے نزدیک بہت زیادہ ہے، آپ کی دعا قبولیت کو پہنچی، آپ کو بہرصورت خوش کروں گا اور اپنے مقصود و مطلوب تک پہنچاؤں گا آپ نے آج میری خدمت میں اس قدر مجاہدہ کیا کہ مجھے رکنا پڑا، طٰهٰ ما انزلنا الیک القراٰن لتشقی، کل جب آپ مقامِ شفاعت پر آئیں گے تو اس قدر آپ کو عنایت فرماؤں گا کہ آپ بس بس کہہ اٹھیں، ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ، الحمدُ للہ رب العالمین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا

فرمایا: اللھم اعوذ بک بعفوک عن عقابک واعوذ برضاک من سخطک و اعوذ بک منک لا احصٰی ثناء علیک انت کما اثنیت، بزرگوں نے یوں فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت و دوزخ سے گزارا گیا اور جنت کے ثواب اور دوزخ کے عذاب کی آپ کو اطلاع دی گئی آپ نے عفو و درگزر کے تمام اسباب جنت میں اور عذاب کے نتائج دوزخ میں مشاہدہ کیے ان سے گریز کیا اور یہ دعا فرمائی:

اللھم اعوذبك بعفوك عن عقابك او بجنتك من نارك ، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا گیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم نے جنّت اور دوزخ کے ہاتھ سے عنانِ اختیار چھین لی ہے اور دونوں کو نوازش اور عذاب سے الگ کر دیا ہے ، اگر بہشت نوازش کرنے والا ہوتا تو آدم علیہ السلام کو نوازتا اور اگر آگ پگھلانے والی ہوتی تو خلیل علیہ السلام کو پگھلا دیتی ، جلانے والی آگ نہیں ہے بلکہ ہماری ناراضگی ہے اور نوازنے والی بہشت نہیں ہے بلکہ ہماری رضا ہے ، اگر ہم اپنی رضا کا عکس دوزخ پر ڈال دیں تو وہ گلستان و بوستان بن جائے اور اگر اپنی ناراضگی کی ایک گرج ہشت باغ رضوان پر ڈالیں مالک کا دوزخ اور ہلاک کرنے والی جگہ بن جائے جب یہ حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اعوذ برضاك من سخطك ، یعنی میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں ، پھر اس مقام سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے لے گئے اور آپ کو دکھایا گیا کہ رضا اور ناراضگی دو صفتیں ہیں جب تک موصوف اس صفت کا اظہار نہ کرے پیدا نہیں ہوتیں ، صفت سے طلب بھی چھوڑ دی اور فرمایا : اعوذ بك منك ، تیری فریاد تجھ سے ہی چاہتا ہوں ۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ شکایت تین طریقوں سے کی جاتی ہے ، دوست کی شکایت غیر دوست سے ، غیر کی دوست کے پاس یا دوست کی دوست سے شکایت کرنا ، دوست کی شکایت غیر کے پاس کرنا سب سے بُری ہے کیونکہ جب تک دوست سے پورے طور پر منقطع نہیں ہو جاتا غیر دوست کے پاس شکوہ و شکایت نہیں کرتا اور غیر دوست کی شکایت دوست کے پاس کرنا شرک ہے اور دوست کی دوست سے شکایت اور فریاد کرنا عین توحید ہے کیونکہ اگرچہ بظاہر شکایت کرتا ہے مگر فی الحقیقت اس کا شکر ہے ، گویا وہ یہ کہتا ہے کہ تیرے بغیر میرا کون ہے جس سے یہ بات کہوں ، اس کی نظیر حضرت ایوب علیہ السّلام کا قصّہ ہے کہ اس کی شکایت کو باری تعالیٰ نے بیان فرمایا انی مسنی الضر ، اس کی اس شکایت پر اسے صابر کہا انا وجدناہ صابرا ، شکوہ اس وقت ہوتا جب ہماری شکایت دُوسرے کے

پاس کرتا، یوں نہیں کہا یا ایھاالناس انی مسنی الضر، یہ بات اس وقت کہی جاتی ہے جب اپنی عاجزی کو ہماری قدرت کے سامنے اور ذلّت کو دوسروں کے سامنے پیش کیا جائے۔
اہل اشارت نے اس کلمہ میں ایک اور نکتہ بیان کیا ہے کہ اعوذ بك یا حرقتِ یا قتلت، یعنی فضل کی جدائی سے پہلے وصال کی حالت میں فراق کی فریاد کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسے کہا جائے کہ زحمتِ جدائی نہ دیجئے اور اس کے علاوہ جو چاہو کیجئے۔

بیا بیا کہ مرا طاقت جدائی نیست رہا مکن کہ دلم را غم رہائی نیست
دلم ببردی وگر سر جدا کنی از تن بجان تو کہ دلم را سر جدائی نیست
اگر ربودہ زلف تو شد دلم چہ غم ست چہ کار زلف تو الاکہ دلربائی نیست

اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام سے گزار لے گئے ان کو پکارا کہ آپ وصال میں فراق سے پناہ مانگتے ہیں اگر ہم وصال چاہیں گے تو آپ خواہ چاہیں یا نہ چاہیں (وصال ہوگا)، اور اگر ہم فراق چاہیں گے تو آپ ہزار فریاد کیجئے (وصال نہیں ہوگا) جب ہم نے عقدِ محبت وصال باندھا تھا تو وہ قطعی تھا ہم فراق نہیں ڈالیں گے، ہم نابودہ احوال کو دیکھتے اور ناکردہ فریاد کو سُنتے ہیں۔ قصّہ مختصر یہ کہ جو کچھ ہم نے اپنے ازلی ارادہ سے چاہا ہے اسے پورا کریں گے، فریاد کا کیا فائدہ، جب یہ حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف کی گئی تو فرمایا: لا احصی ثناء علیك خداوندا! مجھ سے تیری تعریف و ثناء نہیں ہوسکتی، اے درویش! تعجب ہے تمام مخلوقات حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی ثناء اس سے سیکھتی ہے یہاں ستایش میں لب کشائی نہیں کر سکتے دوسروں کے حمد و ثناء سے کیا ہوتا ہے۔ لمولفہ غفرلہٗ

آں حمد ناقصی کہ بگویند بندگاں کی درخور خدائی حق عز و شاں بود
لا احصٰی ست تحفۂ خاصاں دراں جناب ایں گفتگو چہ لائق آں آستاں بود
در اوج کبریاش فگند ست بال عجز آں شاہباز قدس کہ عرش آشیاں بود
او بے نشاں محض چہ جوئی از و نشاں ہر ذرّہ بر خدائی او صد نشاں بود
چشمت چو نیست پردہ ز رخ کے بر افگند صاحب نظر کجاست کہ او خود عیاں بود

سد وجود شکن اگر مرد ایں رہے ورنہ ہزار سالہ راہ اندر میاں بود

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفت گو تھی اس لیے آپ کے مقابلہ میں تمام لوگوں کا علم جہالت کی حیثیت رکھتا ہے، لامحالہ تمام علماؑ کے لیے آپ کے بجز خاموشی چارہ کار نہیں گفتگو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرما سکتے ہیں میرا علم اور تمام جہان بلکہ اس سے لاکھوں گنا علم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جہالت ہے، اس مقام پر تیرے لیے سکوت ہی بہتر ہے تاکہ کہنے والا کہے سہ

ہمہ چشمیم تا بروں آئی
ہمہ گوشیم تا چہ فرمائی

اس مقام سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گزار لے گئے کیونکہ آپ کی طرف سے لا احصٰی ثناء کہنا عجز کا اقرار ہے جس طرح اعوذ بک منک دعویٰ قدرت ہے جس طرح قدرت میری صفت ہے، یہ عجز آپ کی صفت ہے۔ ابھی آپ کی نظر اپنے آئینۂ صفت میں ہے جب تک آپ دونوں جہانوں سے آنکھیں بند نہیں کر لیتے مجھے نہیں دیکھ سکتے، فرمایا: انت کما اثنیت علیٰ نفسک، یعنی اپنی تعریف تو خود ہی جانتا ہے اور اپنی صفت کو تو خود ہی جانتا ہے، اپنی طرف سے خبر دینے کو بھی تو خود ہی جانتا ہے بزرگوں نے کہا ہے لا احصٰی تجرید ہے اور کما اثنیت تفرید، جب تک بندہ غیر اللہ سے الگ نہیں ہو جاتا خدا کو نہیں دیکھتا۔ چنانچہ شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ نے اس معنیٰ میں ایک رمز بیان کی ہے۔

سہ

برکنارے شو ز ہر نقشے کہ آید پدید | تا ترا نقاش صورت از میاں آید پدید
بگزر از نقش دو عالم خواہ نیک و خواہ بد | تا ز بے نقشیت نقش جاوداں آید پدید
تو ز چشم خویش پنہانی اگر پیدا شوی | در میان جانِ تو گنج نہاں آید پدید
ناپدید از عشق تو و ز ہر کہ پیوستی تو نیز | تا پدید آرندۂ اصل عیاں آید پدید
چو ز اصل کار راہ و رہبر ہر دو یکے ست | اختلاف از بہر چہ در کارواں آید پدید
خار و گل چوں مختلف افتاد حیراں ماندہ اند | تا چرا خار و گل از یک بوستاں آید پدید

باز کن چشم و ببیں کز بے نشان چشم را ‌ ‌ ‌ ‌ نور با آب سیاہ در یک مکاں آید پدید
گر تو نشنودی ز من بشنو کہ شاہی در دو کون ‌ ‌ ‌ ‌ میزبانی کن تو عمری میہماں آید پدید
چوں بزرگاں را دریں، آنچہ باید حل نشد ‌ ‌ ‌ ‌ حل آں کی از فرید نکتہ داں آید پدید
چوں توانم کرد حل ایں داستاں را اندکے
زانکہ در ہر نکتۂ صد داستاں آید پدید

مقامِ قابَ قوسین سے واپسی

بیان کیا گیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت و دوزخ کے عجائبات و غرائب کا مطالعہ فرما لیا، فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام! اتاذن لی ان ارجع الی اللہ تعالیٰ، مجھے اجازت دیجئے کہ میں رب العزت کی بارگاہ میں واپس جاؤں۔ فرمایا: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب میں بارگاہِ ربّ العزّت میں دوبارہ حاضری سے مشرف ہُوا مجھے خطاب فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے شدائد کو آپ نے کیسے پایا؟ عرض کیا: خداوندا! میں نے جنت میں اس قدر نعمتیں دیکھیں جن کی تعداد تیرے سوا کوئی نہیں جانتا اور دوزخ کے اس قدر شدائد تھے کہ تو ہی ان کو بیان کر سکتا ہے۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آگ کی جو مقدار اور اس کے عذاب کے اوصاف جو آپ نے سنے اور دیکھے آپ اور آپ کی اُمت آگ کی سختیوں سے ہمارے امن و امان کے قلعہ اور ہمارے عصمت و امتنان کی پناہ گاہ میں رہے گی، اب واپس جائیے اور مخلوق کو ایمان لانے اور جنت کی نعمتوں کی طرف بلانے میں سعی فرمائیں اور آگ کے عذاب اور سختیوں سے اجتناب فرمائیں، اس کے بعد حق تعالیٰ نے آپ کو کچھ وصیتیں فرمائیں:

۱۔ جب آپ کو کوئی غم و اندوہ لاحق ہو تو مجھے یاد کیجئے کیونکہ اس وقت میں آپ کے نفس سے بھی زیادہ آپ کے قریب ہوں۔

۲۔ مظلوم کی دعا سے ڈریئے کیونکہ میرے اور مظلوم کے درمیان کوئی پردہ نہیں اس کچھ

دعا ضرور قبول ہوتی ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

۳۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سختیوں پر صبر کیجئے، جبر، عناد اور تکبر سے بچئے، دنیا پر مغرور نہ ہوجیے اور اس سے مطمئن نہ ہو جائیے کیونکہ دنیا زوال پذیر ہے اس نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔

میں نے عرض کیا: خداوندا! میں تیری ہی پرستش کرتا ہوں، تجھی سے ڈرتا اور تجھ ہی سے امید رکھتا ہوں اور میں علم الیقین سے جانتا ہوں کہ میرا پروردگار اور مجھے پیدا کرنے والا، عزت دینے والا اور خلعتِ نبوت عطا کرنے والا تو ہی ہے، پھر فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! نماز کو وقت پر ادا کیجئے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیجئے کیونکہ دین اسی سے قائم ہے۔ میں نے عرض کیا: اے میرے اللہ، میرے سردار اور میرے آقا! کیا میری قوم میری تصدیق کرے گی؟ میں نے آج رات جو کچھ دیکھا اور سنا ان کے سامنے پیش کروں تو قبول کرلیں گے؟ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: یصدق ابوبکرن الصدیق رضی اللہ عنہ۔ القصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرائط آداب صحبت بجالاتے ہوئے کئی ہزار پوشیدہ رازوں کے جرعات خمخانۂ وحدت سے نوش جاں فرماکر روانہ ہوئے، اگرچہ اشتیاقِ وصال اور اس محبوب ازل کی ملاقات کی لذت کا تقاضا یہ تھا کہ یہ دولت دوامی ہوتی اور اس سعادت کو ہمیشگی حاصل ہوتی یہ حقیقت واضح ہوتی۔ ؎

امشب از پیشِ من شیفتہ دل دور مرو — نورِ چشمِ من و اے چشمِ مرا نور مرو
دیگرے گر برود از نظرم باکے نیست — تو کہ محبوبی و معشوقی و منظور مرو
خانۂ ما چو بہشت ست بدیدار تو حور — زیں بہشت ار بتوانی مرو اے حور مرو

لیکن وہ شاہباز جسے ہزار دینار میں خریدتے ہیں ایک چڑیا کے شکار کے لیے چھوڑ دیتے ہیں جس کی قیمت ایک جبہ بھی ہوتی ہے یا نہیں اور ہم اسے اپنے شکار کی قید میں لاتے ہیں۔ آہ! میں نہیں جانتا کہ اس حقیقت کو کس طرح بیان کروں۔ اے درویش! اگرچہ یہ شہبانہ شکار کے لیے مطلوب تھے اس چڑیا کے بھی لاکھوں خریدار ہیں، باز شکارگاہ میں اور چڑیا نظر کے

سامنے پرواز کرتی ہے، خطاب آیا کہ اے میرے محبوب ! میں نے ازل میں ایسا ہی حکم دیا ہے
اس مشتِ خاک کے دلوں کے سامنے اور ان کو میری بارگاہ قدس میں حاضر کرنے کے آپ
سبب ہوں گے، آپ ان کے راہِ ضلالت میں چراغِ ہدایت روشن کریں گے آپ جب اس
جگہ لانے سے عاجز آئیں گے ہم آپ کو اس مقام پر پہنچانے سے عاجز نہیں ہیں اب امت
میں واپس جائیے اور ان کو ہماری طرف دعوت دیجئے کیونکہ وہ قادرِ مطلق جس نے آپ کو اس
مقام پر پہنچایا ہے اس مقام کو بھی اس جگہ آپ کے پاس لا سکتا ہے، جب آپ لوگوں کے ساتھ
رہیں اور تبلیغ رسالت کرتے رہیں جب تک صبر کر سکیں، کریں اور جب طاقت جواب دے دے
اور صبر کا چاند گہنا جائے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کر دیجئے تاکہ ہم حجابات اٹھا دیں، اور
جس چیز کو دیکھنے کے لیے آپ کو یہاں آنا چاہیئے اسی جگہ ہم آپ کو دکھا دیں، اپنی
وجہ سے کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفرِ معراج سے واپس آئے آپ کا شوقِ
ملاقات زیادہ سے زیادہ ہوتا رہتا، آپ یک دم بیقرار ہو جاتے، پہلے صرف شوق سر تھا
پھر شوق روح، شوقِ دل اور شوقِ نفس شوقِ سر کے ساتھ مل گیا، جب لوگوں کی صحبت سے
بہت ملول ہو جاتے اور طاقت جواب دے جاتی، فرماتے: ارحنا یا بلال من ھؤلاء
وصحبتھم، ہاں جب ازلی ارادہ اس امر کے متعلق ہوتا آپ مخلوق کے ساتھ مجلس رکھتے
اور احکامِ شریعت کو جاری فرماتے لیکن اپنے دل کو اپنی جگہ پر رکھتے، جب ایک ساعت
گزرتی آپ کو قدرے اضطراب اور بے چینی لاحق ہوتی اور اس پر شوق غالب آجاتا پکار
اُٹھتے، ارحنا یا بلال من ھؤلاء وصحبتھم، بلال رضؓ اقامت کہتے اور آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کر دیتے۔ بزرگوں نے کہا نماز میں اپنے تمام جسم کو حق
کے سپرد کرنا اور دونوں جہانوں سے منہ موڑ لینا ہے، ہاں وہ عبادت جس میں نفس کی خواہش
شامل ہو دنیا کی طلب جائز ہے لیکن نماز میں نہ دنیاوی عقد ہے نہ شہوتِ نفس اور نہ صحبت
خلق، پس نماز کیا ہے، علائق سے مکمل طور پر انقطاع اور اپنے آپ کو مکمل طور پر دوست کے
سپرد کر دینا، جب اس کا سر دونوں جہانوں سے پاک ہو جائے اور محنت درمیان سے
جاتی رہے اس میں مقامِ او ادنیٰ کا اسے مشاہدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اس عالت کی

اس طرح خبر دیتے تھے، وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یوں نہیں فرمایا کہ میری آنکھوں کی روشنی نماز ہے بلکہ یوں فرمایا نماز میں ہے تاکہ تمام کو علم ہو جائے کہ آپ کی آنکھوں کی روشنی نماز نہیں ہے بلکہ نماز میں ہے۔ کیونکہ محبین کا قرۃ العین قربِ حبیب کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ سھونا عن الاعلیٰ بالادنیٰ وسھو المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بالادنیٰ عن الاعلیٰ۔ یعنی جب ہمارا سر کسی چیز کے ساتھ مشغول ہو جائے جو نماز میں سے نہیں ہے ہمیں نماز میں سہو ہو جاتا ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر کسی چیز کے ساتھ مشغول ہو جائے جو نماز سے برتر ہے اور وہ مشاہدہ اور قرب ہے، اس وقت آپ کو سہو ہوتا۔

القصہ فرمایا: جب میں وہاں سے لوٹا عرش نے مجھے سلام کہتے ہوئے طابت لك و رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہہ کر الوداع کہا۔ میں فرشتوں کی ایک جماعت کے پاس پہنچا، جن کی تعداد ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کی مخلوق کے برابر ہے، اس مخلوق میں بارش کے قطرے، آسمان کے تارے، درختوں کے پتے اور بیابانوں کی ریت کے ذرات شامل ہیں، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ فرشتوں کی کون سی جماعت ہے؟ فرمایا: یہ کرّوبیاں ہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ آسمانوں سے گزرتا رہا یہاں تک کہ میں اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو ان کے اپنے مقام پر ملا، انہوں نے مجھے پوچھا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! حق سبحانہ، وتعالیٰ نے آپ اور آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا، دن رات میں پچیس نمازیں اور ایک سال میں تین مہینے کے روزے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ابھی واپس جائیے اور اس میں کمی کرائیے کیونکہ آپ کی امت کمزور ہے، اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی میں اسی وقت واپس آیا اور اپنے مقام پر رجوع کیا، میں نے عرض کیا: خداوندا! میری امت کمزور ہے اس بوجھ کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی، ان کی طاقت کے مطابق ان پر بوجھ رکھیے۔ میں نے یہ خطاب سنا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ اور آپ کی امت پر دن رات میں بیس نمازیں اور سال میں دو ماہ کے روزے فرض کیے ہیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور انھیں بتایا۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی اُمت کمزور ہے واپس جائیے اور تخفیف چاہیے۔

میں واپس گیا اور کمی کی درخواست کی ، پندرہ وقت مقرر ہُوئی ، جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس لَوٹا تو انہوں نے مجھے پھر جانے کے لیے کہا۔ قصّہ مختصر کہ میں جاتا آتا رہا ، یہاں تک کہ دن رات میں پانچ وقت کی نماز اور سال میں ایک ماہ کے روزے مقرر ہُوئے ، جب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھے پھر تخفیف کرانے کے لیے کہا ، اور ایک روایت یہ ہے کہ اس کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام نے واپس جانے پر اصرار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معذرت کی اور فرمایا : مجھے واپس جاتے ہُوئے شرم محسوس ہوتی ہے ، اگرچہ موسیٰ علیہ السلام نے بہت اصرار کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرم وحیا کی وجہ سے نہ گئے یہاں تک کہ منادی نے عالمِ ملک وملکوت میں یہ اعلان کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت پر دن رات میں پانچ نمازیں اور سال میں ایک ماہ کے روزے فرض ہُوئے ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس مرتبہ بھی آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت پر واپس گئے لیکن تخفیف چاہتے ہُوئے انہیں شرم آئی ، حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا : یا محمد من صلی الصلوٰۃ الخمس فی مواقیتہا ، خدا تعالیٰ سے ثواب کی نیت سے جو شخص ان پانچ نمازوں کو وقت پر ادا کریگا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھے گا ، اسے پچاس نمازوں اور چھ ماہ کے روزوں کا ثواب جو ابتداء میں مقرر ہوئے مرحمت فرما دوں گا ۔ اور بعض روایات میں من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا کے مطابق دس ماہ روزوں کا ثواب دوں گا ۔ جب شوال کے چھ روزے ان کے ساتھ ملالیں تو دو ماہ کا اور ثواب عنایت فرماؤں گا ، گویا کہ انہوں نے تمام سال روزے رکھے ہیں ۔

تخفیفِ نماز کے متعلق ایک دُوسری روایت یُوں آئی ہے کہ جب خدا نے پچاس وقت کی نماز فرض کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے اُن کی وصیت کے مطابق واپس گئے دس کم ہوگئیں ، دوسری مرتبہ گئے دس اور کم ہُوئیں ، اسی طرح جاتے رہے اور کمی ہوتی رہی یہاں تک کہ پانچویں مرتبہ پانچ نمازیں مقرر ہوئیں ۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اصرار فرماتے رہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! واپس جائیے اور تخفیف طلب کیجئے کیونکہ میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہُوں ان پانچ اوقات میں بھی سستی کریں گے ۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا، میں اتنی مرتبہ گیا ہوں اور اس قدر تخفیف کا سوال کیا ہے کہ اب مجھے شرم آتی ہے میں اس تعداد پر راضی ہوں، جب میں اس مقام سے آگے بڑھ گیا، آواز آئی: میں نے بندوں پر اپنا فرض نافذ کر دیا اور ان سے بوجھ اٹھالیا، یہ پانچ نمازیں آپ اور آپ کی اُمت پر فرض کیں، ہر نماز کو دس گنا قبول کیا وھی خمس وھی خمسون مایبدل القول لدی، ہاں ازل میں ہماری قلم نے جو کچھ لکھا تبدیل نہیں ہو گا، حال میں پانچ، مآل میں پچاس، حساب میں پانچ، ثواب میں پچاس، تکلیف میں پانچ، تشریف میں پچاس، شمار میں پانچ اور دیکھنے میں پچاس ہیں۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے جب نماز مجھ پر فرض کی مجھے خطاب کرتے ہُوئے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ اور آپ کی امت کی نماز، قیام، قرأت، رکوع، سجود اور قعدہ پر مشتمل بنائی ہے تاکہ آپ اور آپ کی اُمت کی عبادت عرش سے تحت الثریٰ تک کے تمام ملائکہ کی عبادت جیسی ہو آپ کی اُمت کو قیام سے ثواب قائمین، رکوع سے ثواب راکعین، سجود سے ثواب ساجدین، قرأت سے تلاوت کرنے والوں، تسبیح سے تسبیح پڑھنے والوں اور تہلیل سے تہلیل کہنے والوں کا ثواب ملتا رہے۔ ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ درجات عنایت فرماؤں گا۔

بزرگانِ فنِ سیر نے اپنی معتبر کتابوں میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ وہ پچاس نمازیں جو معین کی گئی تھیں وہ یہی معروف نماز تھی جو خواصِ امت کا وظیفہ ہے، اس کی تفصیل اس طرح ہے: اول صبح کی سنتیں، دوم صبح کے فرض، سوم اور چہارم ظہر کے فرضوں کی پہلی چار سنتیں کیونکہ سنتوں اور نوافل کا ایک شفع (دو رکعتیں) نماز ہے۔ پنجم ظہر کے فرض، ششم و ہفتم ظہر کے فرضوں سے بعد کی سنتیں، عن ام حبیبۃ رضی اللہ عنہا قالت سمعت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول من حافظ علی اربع رکعات قبل الظهر و اربع بعدها حرمه الله علی النار۔ آٹھویں اور نویں عصر سے پہلے کی چار سنتیں، دسویں عصر کے فرض، گیارھویں مغرب کے فرض، بارھویں سنت مغرب، تیرھویں فرض عشاء، چودھویں سنتِ عشاء، پندرھویں وتر اپنے نوافل کے ساتھ، سولھویں دوسری نماز، اس کے بعد تہجد کی بارہ رکعتیں جن کی چھ نمازیں بنتی ہیں۔ چھ اور نمازیں نمازِ ضحٰی اور تین مغرب

اور عشاء کی نماز کے درمیان، ہر فرض کی نماز کے لیے تحیۃ المسجد، اذان اور اقامت کے درمیان پانچ نمازیں، اور پانچ تحیۃ وضو اور پانچ صلوٰۃ التسبیح، نماز استخارہ، توبہ اور حاجت، ان تمام نمازوں کا مجموعہ پچاس ہوتا ہے۔ شروع میں یہ نمازیں فرض تھیں، پھر تخفیف فرما دی اور پانچ وقت کی نمازیں فرض رہ گئیں، باقی فرائض مستحب ہو گئے۔ صحیح حدیث شریف میں ہے جس شخص کے فرض میں کمی رہ جائے اس کمی کو قیامت کے روز نوافل سے پورا کریں گے۔ بعض بزرگوں نے دن رات میں سو رکعت نماز ادا کی ہے تاکہ پچاس نمازیں پوری ہو جائیں۔ اسے اپنے آپ پر لازم اور ضروری قرار دیا ہوا تھا تاکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے فرمان کو پورا کر سکیں، اور اظہار رغبت اور بادشاہ علی الاطلاق جل وعلا کو اپنا اشتیاق خدمت پیش کریں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ نورِ دل اور سرورِ جاں اس کی خدمت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ؎

یاد آں کس کن کہ مردہ از جمالش زندہ شد — گریہ ہائے جملہ عالم از وصالش زندہ شد

یک شبے خورشید پائے تخت او را بوسہ داد — لاجرم بر تخت گردوں تا ابد تابندہ شد

بال و پر وہم عاشق ز آتش حیرت بسوخت

ہمچو خورشید و قمر بے بال و پر پرندہ شد

معراج سے واپسی کے بعد کے واقعات

معراج کی رات کو واپسی کا سفر بھی علماء کے نزدیک مختلف طریقوں پر ہے، بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے اپنے پَر پر بٹھا کر آسمانوں کے کئی طبقات سے گزارا پھر زمین پر لائے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہوئے اور آتے ہوئے بھی براق پر سوار تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ جاتے وقت براق پر سوار تھے اور واپسی براق کے بغیر ہوئی۔ براق پر لیجانے میں یہ حکمت تھی کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس آنے کا طریقہ یہ تھا کہ جب اس سلطان بارگاہِ دنیٰ اور محبوب خلوت سرائے اذن منّا نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے یہ تمام لطف وکرم اپنے آپ پر

مشاہدہ کیے۔ ان نعمتوں کی شکر گزاری کے لیے سجدہ میں چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خود کو اپنے بستر میں پایا، میں نے دیکھا کہ میرا البستر ابھی تک گرم تھا۔

زگرمی کہ چوں برق پیمود راہ | نشد گرمی جالیش از جائگاہ
ندانم کہ شب راچہ احوال بود | شبی بود یک شب یا یکی سال بود
چو شاید کہ جانہائے بادر دمے | برآید بپیرامن عالمے
تن او کہ صافی تر از جان ماست | اگر شد بیک لحظہ وآمد رواست

چناں رفتۂ وآمدہ باز پس
کہ ناید در اندیشۂ ہیچ کس

۱۔ جابلقا وجابلسا، یاجوج وماجوج وطوائف وغیرہ

جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یاجوج وماجوج کے پاس لے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان کو دین اسلام کی دعوت دی مگر انھوں نے قبول نہ کیا، وُہ تمام دوزخ کا ایندھن ہیں، پھر میں دو شہروں میں سے گزرا ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں تھا، ہر شہر کے دو ہزار دروازے تھے، ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک ایک فرسنگ کا فاصلہ تھا، وُہ لوگ جو مشرقی شہر میں ہیں قوم عاد کی نسل کے باقی ماندہ لوگ ہیں جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، اس مشرقی شہر کا نام سریانی زبان میں برقیسا ہے اور عربی میں جابلقا اور مغربی شہر کا نام سریانی میں برجبیا اور عربی میں جابلسا ہے۔ ان دروازوں میں سے ہر دروازہ پر دس ہزار مسلح پہرے دار متعین رہتے ہیں دُوسرے روز دوسرے دس ہزار کی ڈیوٹی ہوتی ہے یہاں تک کہ پہلے روز کے پہرے داروں کی نوبت دوبارہ نہیں آتی۔ فرمایا، مَیں نے ان کو بھی دینِ اسلام اور خدا تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی، انہوں نے اسے قبول کیا، وہ ہمارے دینی بھائی ہیں، ان میں سے نیک ہمارے نیکوں کے ساتھ اور بُرے بُروں کے ساتھ ہوں گے، اس کے بعد مجھے تین دوسرے گروہوں کے پاس لے گئے جن کی تعداد صرف خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ایک گروہ کا نام منسک، دوسرے کا

تاویل اور تیسرے کا تارکس ہے۔ میں نے ان تینوں گروہوں کو دین اسلام کی دعوت دی انہوں نے انکار کر دیا اور قبول نہ کیا۔ یہ دوزخ میں دوسرے کفّار کے ساتھی ہوں گے۔

۲۔ رجال الغیب سے ملاقات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج سے واپسی کے وقت ایک قوم کے پاس سے گزارا گیا، یہ وہ قوم ہے جس کی حق سبحانہ، وتعالیٰ نے قرآن میں تعریف کی ہے ومن قوم موسٰی اُمۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون ط میں اس قوم کے پاس گیا اور ان کو سلام کیا، انہوں نے میرے سوال کا جواب دیا، پھر جبرائیل علیہ السلام نے میرا تعارف کرایا، انھیں معلوم ہوا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر آخر الزماں ہوں جس کے جلال کی تعریف اور کمالات کی توصیف پہلی کتابوں میں مطالعہ کی ہے اور پہلے پیغمبروں سے سنی ہے، میری خدمت میں بھاگے اور ایک دوسرے کو بشارت دی اور میرے گرداگرد اکٹھے ہو گئے، میں نے دینِ اسلام پیش کیا، انہوں نے قبول کیا اور میری نبوت ورسالت کی گواہی دی۔ انہوں نے کہا حضرت موسٰی علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے آپ کی بعثت کی خبر دی، انہوں نے ہمیں وصیت فرمائی اور کہا کہ ہم عرصہ سے آپ کی تشریف آوری کے منتظر اور آپ کے دیدار کے مشتاق تھے، الحمدللہ اس نعمت نے پردۂ غیب سے اپنا جمال جہان تاب دکھایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے قوم میں چند چیزیں مشاہدہ کیں:

اوّل یہ کہ کچھ لوگوں کے رنگ زرد دیکھے، وہ سلیم الطبع تھے، ان کے تمام کپڑے اُونی تھے، اور تمام لوگوں کے گھروں کی دیواریں برابر تھیں، ان کے کسی مکان کا کوئی دروازہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی کمرہ بند تھا، ان کی سرائیں قبرستان کے نزدیک اور مسجدوں سے دُور تھیں، وہ مسجدوں میں معتکف تھے، جب ان کے گھر بچہ پیدا ہوتا تو وہ روتے اور اگر کوئی فوت ہو جاتا تو خوشی ومسرت کا اظہار کرتے، میں نے ان سے پُوچھا کہ وہ لوگ کس دین پر ہیں؟ انہوں نے کہا ہم خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، اس کے فرشتوں، کتابوں اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ شریعتوں کو قبول کر رکھا ہے، فرائض ادا کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہیں، اس کی نعمتوں پر

شکر گزار اور مصائب پر صابر ہیں، کسی کے ساتھ دشمنی ہرگز نہیں کرتے، جو کچھ جانتے ہیں اسکے مطابق عمل کرتے ہیں، کسی بھائی کی غیبت نہیں کرتے، فضول بات نہیں کرتے، دن کے وقت روزہ رکھتے اور رات کو نماز پڑھتے ہیں، ہماری کھیتی صوم وصلوٰۃ ہے، ہماری بھوک طاعات وعبادات میں ہے، اعمال سے ہمارا مقصد درجات آخرت اور حق سبحانہ' وتعالیٰ کی رضا ہے جہاں تک ہو سکے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوشش کرتے ہیں، راحت، بھوک، پیاس اور برہنگی ہر حالت میں ہم راضی ہیں۔ آج دنیا میں ہم نے فقر کو غنا کی بجائے اختیار کیا ہوا ہے، ہم نے فانی نعمتوں کو ترک کر دیا ہے تاکہ باقی رہنے والی نعمتوں سے سعادتمند ہو سکیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیت نے ہمیں ان صفات پر قائم رکھا ہے، ہم نے عزم بالجزم کر رکھا ہے کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے ان صفات کے ساتھ متصف رہیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان سے پوچھا تم میں سے کچھ لوگ زرد کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا خدا تعالیٰ کے خوف سے، میں نے کہا: تمہارے تمام گھر برابر ہیں اسکی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نہیں چاہتے کہ بعض کے گھر دوسروں کے گھروں سے اونچے ہوں۔

دُوسری بات یہ ہے کہ جب ہمارے دل برابر تھے اسی کے مطابق ہمارے گھر بھی ایک دُوسرے کے برابر ہونے چاہئیں اور یہ بات بھی ہے تاکہ ہوا اور روشنی کو دُوسرے گھروں سے نہ روکیں، میں نے پُوچھا: تمہارے گھر بے در کیوں ہیں؟ انہوں نے کہا: دروازے چور اور خائن کی رکاوٹ کے لیے ہوتے ہیں اور ہم میں کوئی چور، خائن نہیں ہے۔ میں نے پوچھا: تمہاری دُکانوں کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور ان میں کوئی بھی خرید و فروخت میں مشغول نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا ہم میں سے جب کسی کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے بازار میں جاتا ہے اور دکان سے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ اٹھا لیتا ہے اور اس کی قیمت وہاں رکھ دیتا ہے، ہمارا ایک ہی مال ہے خرید و فروخت کی ضرورت نہیں۔ میں نے پوچھا: تمہارے گھر مسجد سے کیوں دُور ہیں؟ انہوں نے کہا "تاکہ مسجد جاتے ہوئے زیادہ قدم ہوں اور آخرت میں ہمیں زیادہ ثواب ملے۔ میں نے پوچھا تمہارا قبرستان گھروں کے

کیوں نزدیک ہے؛ کہنے لگے: تاکہ موت کو فراموش نہ کریں۔ میں نے پوچھا: بچہ پیدا ہونے پر روتے کیوں ہو؛ اور مردہ پر خوش کیوں ہوتے ہو؛ کہنے لگے: نومولود پر اس لیے روتے ہیں کہ اسے آزاد دنیا سے اس جہان میں جو مومن کے لیے قید خانہ ہے، قید کر دیتے ہیں، ہم نہیں جانتے کہ اس کے بعد کیا ہوگا اور جب مر گیا قید سے آزاد ہوگیا اور ان پابندیوں سے خلاصی پائی اور تکالیف سے آزاد ہوا، میں نے ان میں سے کسی کو بیمار نہیں دیکھا، میں نے ان سے اس کا راز دریافت کیا، انہوں نے کہا بیماری گناہوں کا کفارہ ہے چونکہ ہمارے درمیان کوئی گنہگار نہیں ہے گناہوں کے کفارہ کی بھی ضرورت نہیں، اگر کسی سے بھول کر گناہ سرزد ہو جاتا ہے آسمان سے بجلی کڑکتی ہے اور اسے اسی مکان میں جلا کر راکھ کر دیتی ہے پھر انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں دین کے طریقے بتائیے اور ہمارے لیے جس چیز میں بہتری ہے اس کی ہمیں وصیت فرمائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقے ان کے مناسب حال تھے بیان کیے، ان کو میں نے اس طرح وصیت کی: اے قوم! سختیوں پر صبر کرو اور حق سبحانہ وتعالیٰ سے صبر کی توفیق طلب کرو، خدا تعالیٰ سے ڈرو، اور کسی چیز پر فخر نہ کرو اور اپنے کسی عمل پر بھی مغرور نہ بنو، خدا تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ رکھو، اگر تم چاہتے ہو کہ مجھے اور موسیٰ علیہ السلام سے ملو تو ہمیشہ خوف و امید کے درمیان زندگی بسر کرو، میں انہیں الوداعی سلام کر کے لوٹا، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری آپ سے دو درخواستیں ہیں خدا تعالیٰ سے دعا فرمائیے تاکہ وہ پوری فرمائے ایک یہ کہ ہماری زمین لپیٹ دے تاکہ ہر سال ایک مرتبہ حج بیت اللہ شریف کریں اور زیارت کعبہ معظمہ سے مشرف ہوں کیونکہ ہماری یہ زمین ساتویں زمین کے بھی پیچھے ہے جب تک زمین لپیٹی نہ جائے ہم ہر سال زیارت و حج نہیں کر سکتے، دوسری یہ کہ ہمیں لوگوں کی نظر سے پوشیدہ کر دے تاکہ لوگ ہماری وجہ سے فتنہ میں نہ پڑیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی جو قبول ہوئی۔ وہ ہر سال حج کے لیے پوشیدہ طور پر آتے ہیں کوئی شخص ان کے حال سے واقف نہیں ہوتا۔

۳۔ جنوں سے ملاقات

فرمایا: اس کے بعد میں بہت سے جنوں کے پاس سے گزرا، تمام میرے گرد جمع ہوگئے اور مجھے سلام کیا، میں نے ان کو جواب دیا، وہ کہتے تھے اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده ورسوله۔ اس کے بعد انہوں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے سامنے اپنا دین پیش کیجئے۔ میں نے کہا: مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔

۴ ـــــ جب میں ان کے پاس سے گزر گیا، بیت المقدس پہنچا، براق کو وہاں صفہ پر مسجد میں باندھا ہوا پایا، میں نے وہاں نعمت و کرامت جل وعلا کی دو رکعت نمازِ شکرانہ ادا کی اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام کی صورتیں مجھے دکھائیں۔ میں نے اپنی شکل بھی ان میں دیکھی، ابوبکر صدیق رضی اللہ میرے دائیں اور عمر رضی اللہ عنہ میرے بائیں طرف تھے، جب میں باہر نکلا جبرائیل علیہ السلام نے کہا: براق پر تشریف رکھئے۔ میں براق پر بیٹھ گیا، پلک جھپکنے سے پہلے میں نے اپنے آپ کو مکہ میں پایا، میرا بستر اللہ کی قدرت سے ابھی تک گرم تھا، حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا اور واپس آنا تین ساعت میں تھا۔ اور وہب بن منبہ اور محمد بن اسحٰق سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانۂ معراج چار ساعت تھا، واللہ اعلم۔

۵۔ حضرت ابوبکر واقعہ معراج کی تصدیق کرتے ہیں

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب بیت المقدس سے جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ صحرائے ذی طوی میں جو مکہ کے قریب ہے پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ اس معراج کے واقعہ کی میری کون تصدیق کرے گا، اور میری یہ بات کون تسلیم کرے گا کہ مجھے اس تھوڑے سے وقت میں یہ دولت وسعادت حاصل ہوئی ہے کہ دونوں جہانوں سے باہر لے جاکر پھر واپس اس جہان میں لایا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: پروا مت کیجئے، اگر یہ تصدیق نہ کریں، آپ کی تصدیق سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کریں گے، وہ صدیق ہیں رضی اللہ عنہ۔

ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرمایا: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میرے گھر میں ہُوا، رات وہاں آرام فرمایا، صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے اُم ہانی! آج رات مجھے بیت المقدس لے گئے، وہاں سے آسمانوں پر پہنچایا گیا، صبح سے پہلے واپس لے آئے۔ اے درویش! اس صاحبِ دولت کا حاصلِ کلام یہ تھا جو کہا گیا ہے ؎

گلی بر دند ازیں دہلیزۂ پست — بداں درگاہ والا دست بر دست
مکانے یافت خالی از مکان نیز — کہ تن محرم نبود آنجا و جاں نیز
بدیدہ آنچہ از دیدن بروں بود — مپرس از ما ز کیفیت کہ چوں بود
دریں مشہد ز گویائی مزن دم
سخن را ختم کن و اللہ اعلم

ام ہانیؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میری درخواست ہے کہ اس عجیب بات کو منکروں کے سامنے پیش نہ فرمائیں، وہ یقین نہیں کریں گے اور آپ کو جھُوٹا کہیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم میں اس قصّہ کو کسی سے پوشیدہ نہیں رکھوں گا۔ دوسرے ہی دن صبح کو جب شاہ خورشید کا مقدمۃ الجلیش زبرجدی سراپردہ کے افق سے طلوع ہُوا اور فضائے عالم کو اپنی منوّر شعاعوں سے بھر دیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لائے اور حجرہ میں غمگین و خستہ خاطر بیٹھ گئے کیونکہ قریش کی تکذیب اور کم ظرفوں کے استہزاء کا خدشہ تھا، اسی خیال میں تھے کہ ابُوجہل لعین آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء کے طور پر کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی نئی چیز ظاہر ہُوئی ہے اور عجیب و غریب معانی سے کوئی حقیقت حاصل ہُوئی؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، آج میں نے ایک ایسا سفر کیا ہے جو کسی نے نہیں کیا اور ایسی خبر لایا ہُوں کہ آج تک کوئی نہیں لایا۔ اس نے کہا: کہاں تک کا سفر کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت المقدس، اور پھر وہاں سے آسمانوں کے طبقات تک گیا۔ اس نے کہا: آج رات گئے اور صبح کو مکّہ میں تھے۔

آپ نے فرمایا: ہاں۔ کہنے لگا: ایسی بات کو قوم کے سامنے بیان کریں گے؟ فرمایا: ہاں۔
ابوجہل چیخ اٹھا: اے گروہ بنی کعب اور اے بنی لوی!، لوگ اردگرد جمع ہو گئے۔ ابوجہل نے
کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو کچھ مجھ سے آپ نے کہا ہے ان لوگوں کے سامنے بھی بیان
کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات مجھے بیت المقدس لے گئے، پھر وہاں سے
آسمانوں پر لے گئے۔ حاضرین حیران رہ گئے اور دستِ تاسف ملنے گئے، بعض اس کام میں غلو
کرنے لگے کیونکہ ان کی ناقص عقلوں میں یہ بات ناممکنات میں سے تھی۔ انہوں نے اسے اس قدر
بعید از عقل سمجھا کہ کمزور ایمان مسلمانوں کی ایک جماعت مرتد ہو گئی والعیاذ باللہ من ذٰلك، ابوجہل
منافقین کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: آپ اپنے ساتھی
کے پاس چلیئے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ وُہ کیا کہتا ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے پُوچھا: آپ
کیا فرماتے ہیں؟ اس نے کہا کہتے ہیں رات مجھے بیت المقدس میں لے گئے حالانکہ رات
وہ قوم میں تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا یہ بات آپ نے فرمائی ہے؟ ابوجہل نے
کہا: ہاں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی تعجب کی بات نہیں میں آپ کی آسمانی خبروں کی
تصدیق کرتا ہوں، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ میں ساتوں آسمانوں سے بھی آگے
نکل گیا اور واپس آگیا تو بھی میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ ابوجہل نے کہا: میں نے کسی ساتھی
کو اپنے ساتھی کی اس طرح تصدیق کرنے والا نہیں دیکھا جیسا کہ آپ ہیں، وُہ خود بھی یہی
دعویٰ کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور پُوچھا آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے رات آسمانوں پر لے جایا گیا ہے، آپ نے فرمایا ہے یا
نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، میں نے کہا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے
کہا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیسے ہوا؟ آپ نے شروع
سے آخر تک بیان فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ہر بات ختم کرنے پر کہتے
آپ نے سچ فرمایا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تم میری ہر بات
کی تصدیق کرتے ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیسے تصدیق نہ
کروں؟ وہ خدا جس نے جبرائیل علیہ السلام کو ہزار مرتبہ نیچے اتارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی

زمین سے آسمانوں پر لے جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے ثابت اور مقرر ہو گیا کہ سب سے پہلے جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی تصدیق کی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ کہتے ہیں کہ اس روز آپ صدیق کے لقب سے ملقب ہوئے، آیت آئی والذی جاء بالصدق وصدق بہ، اور سب سے پہلے جس شخص نے جھٹلایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ابو جہل تھا۔ اس کے متعلق آیت اُتری فمن اظلم ممن کذب علی اللہ و کذب بالصدق اذ جاءہ، پس جو شخص معراج کی تصدیق کرتا ہے وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پیروکار ہے اور جو شخص انکار کرتا ہے وہ ابو جہل کی اولاد ہے۔

۶۔ حضور نے بیت المقدس کی آیات و علامات بتادیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کے نشانات اور ان کے قافلوں کے متعلق اطلاع دینا، نقل ہے کہ جب یہ خبر مکہ میں پھیل گئی تو دوستوں کے سر صدیق رض کی مانند فخر سے اونچے ہو گئے اور تکذیب کے مہرے کو سرنگوں کر دیا اور ایک جماعت جن کے ایمان کے درخت نے ان کے باطن میں یقین کی زمین میں ابھی جڑیں مضبوط نہیں کی تھیں، ارتداد کی آندھی نے ان کے بے بنیاد پودے کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکا، آپ کے معراج پر وہ یقین نہ لائے، منکرین کی جماعت جو حجود و انکار میں اصرار کرتی تھی حجرہ میں آئی اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں آسمان کے حالات کی خبر نہیں ان کو موقوف کرتے ہیں لیکن ہم میں سے ایک جماعت نے بیت المقدس کو دیکھا ہے، ہمیں یہ بھی علم ہے کہ آپ اپنی زندگی میں کبھی بھی بیت المقدس میں نہیں گئے، اگر آپ سچ کہتے ہیں تو اس کی نشانیاں بیان کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اُس وقت مجھ پر ملال طاری ہوا کیونکہ تیز رفتاری کی وجہ سے اطراف و جوانب کی تفریح اور بیت المقدس کی آیات و علامات دیکھنے کی فرصت نہیں تھی، فوراً جبرائیل علیہ السلام نے بیت المقدس کو عقیل کے گھر کے پاس میری نظر کے سامنے رکھ دیا، مجھ سے جو کچھ پوچھتے میں اُسے جواب دے دیتا۔ کہنے لگے، مسجد کی توصیف میں کسی قسم کا قصور نہیں، ہمارے قافلے اور قبائل اس راہ میں ہیں ان کے متعلق آپ کو کوئی خبر ہے تو بتائیے۔ آپ نے فرمایا:

میں نے تین قافلے دیکھے، ایک اپنے گم شدہ اونٹ کی طلب میں تھا، میں نے ان کے پیالہ سے پانی پیا، جب وہ آئیں تو ان سے دریافت کریں کہ جب وہ اونٹ کی تلاش سے واپس آئے، پیالے میں پانی تھا یا نہیں۔ ذی مروہ میں اس قافلہ میں سے دو شخص ایک اونٹ پر سوار تھے ان کی سواری میری سواری سے ڈر کر بھاگی ان میں سے ایک گر پڑا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ سوم، خاص تمہارے قافلہ کو میں نے تنعیم میں چھوڑا، فلاں و فلاں دو شخص خاکستری اونٹوں جن پر بوجھ کے دو دھاری دار بورے لدے ہوئے تھے قافلہ کے آگے چل رہے تھے، ان کے یہاں پہنچنے کا وقت طلوع آفتاب ہے۔ قریش سنبہ کی طرف گئے اس امید پر کہ خبر جھوٹی ہوگی طلوعِ آفتاب کا انتظار کرنے لگے، ممکن ہے سورج نکل آئے اور قافلہ نہ آتے تاکہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کریں۔ اچانک ایک کہنے والے نے کہا: قسم بخدا! سورج نکل آیا اور دوسرے کہنے والے نے پکارا: خدا کی قسم اونٹوں کا قافلہ آگیا اور وہ دو شخص خاکستری اونٹوں پر دھاری دار دو بوروں کے ساتھ سوار قافلہ کے آگے آگے آرہے ہیں۔ پھر قافلہ والوں سے ان چند نشانیوں کی انہوں نے تحقیق کی، وہ اسی طرح تھیں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھیں یہاں تک کہ ان کا اونٹ بھاگا اور اس کا ہاتھ ٹوٹا تھا، انہوں نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ فرماتے ہیں، صحرا میں سے آنحضرت برق خاطف کی طرح گزرے، ہمارے ہاتھ سے کمان گر پڑی، آپ نے اسے ہمارے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ القصہ باوجود ان تمام شواہد کے منکرین نے تصدیق و اقرار کے راستہ پر قدم نہ رکھا اور انکار کے زنار کو تکبر کی گردن سے نہ اتارا اور کہا: ماھذا الا سحر مبین ؎

ہزار معجزہ گر پیش منکرے آری | چو جاہل است بسحرش ہمی کند منسوب
بنزد بے بصراں خوب مے نماید زشت | بہ پیش معتقداں زشت می نماید خوب

ایک اور روایت میں ہے کہ قافلہ ابھی دور ہی تھا حق سبحانہ و تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ زمین کو لپیٹ دے تاکہ قافلہ طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی پہنچ جائے، ایسا نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہو۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ فرشتہ جو آفتاب پر موکل تھا اسے حکم ہوا آفتاب پر نگاہ رکھے تاکہ وہ جلد طلوع نہ ہو، اس طرف

فرشتہ سورج پر کنٹرول کیے ہُوئے تھا، دُوسری طرف زمین کو لپیٹا جا رہا تھا تاکہ دوست کی بات جھُوٹی نہ ہو۔

۷۔ اوقاتِ نماز کا تقرر نقل ہے کہ اُسی رات کی صبح کو جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے تشریف لائے تھے، صبح کی نماز سے عشاء تک اوّل وقت میں کعبہ کے دروازہ کے پاس جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھوائی، جبرائیل علیہ السلام نے امامت کروائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی بنے، دوسرے دن آکر آخر وقت میں پانچوں نمازوں کی امامت کرائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوقاتِ نماز کی ابتداء اور انتہاء معلوم ہوگئی، ہماری تمام نمازیں ابتداً میں دُو رکعت فرض ہوئی تھیں سوا مغرب کی نماز کے کہ وہ تین رکعت فرض ہُوئی، اس کے بعد قیام کے شکرانہ میں بعض نمازوں میں دو رکعت نماز بڑھادی، اس لیے سفر میں ان ہی دو رکعتوں پر اکتفا کیا گیا اور مغرب کی نماز تین رکعات رہیں، ہر نماز کے وقت جب جبرائیل علیہ السلام نے امامت کروائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو مکّہ میں موجود تھے بتادیا، انہوں نے بھی نماز وقت پر ادا کی۔ پہلے روز نماز کے لیے اوّل وقت اختیار کرنے میں یہ حکمت تھی تاکہ اصحاب اس نماز کو اس وقت میں گزار سکیں اور ان کی نماز فوت نہ ہو، حبشہ کے مہاجرین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا کہ مقررہ ایام میں نماز پڑھیں اور جو نمازیں قضا ہُوئی ہیں وہ اطلاع ملنے پر ادا کریں۔

معراج کے فوائد واشارات

فوائد معراجیہ اہل قبلہ میں سے واقعۂ معراج کی اصلیت سے کسی کو اختلاف نہیں، اس کا منکر کافر ہے کیونکہ اس سے نص قرآنی کا انکار لازم لاتا ہے، فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ، اور صحیح صریحہ مشہور احادیث سے بھی ثابت ہے جو حد تواتر کے قریب پہنچی ہُوئی ہیں، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے تیس صحابہ نے حدیثِ معراج کو بیان

گیا ہے اور اس کی تصدیق فرمائی ہے، ان کے اسماء مبارکہ یہ ہیں: ابوبکر صدیق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورین، علی المرتضیٰ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، انس بن مالک، ابوہریرہ انصاری، ابوسعید خدری، مالک بن صعصعہ، عمران بن الحصین، عبداللہ بن عمر، ابوسلمہ، حذیفہ الیمانی، عبداللہ بن ابی اوفی، ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بلال حبشی، ابوامامہ باہلی، اسامہ بن زید، عبدالرحمٰن بن عاص، ابودرداء، عائشہ ام ہانی، ابی ذر غفاری، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ہاں، کیفیتِ معراج میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کس طریقہ پر ہُوا، بعض اس مسلک پر ہیں کہ خواب میں ہوا، بعض کہتے ہیں کہ بیداری میں ہُوا، بعض کہتے ہیں کہ آپ کی روح کو لے گئے اور جسم اپنی جگہ پر رہا۔ وہ گروہ جو یہ کہتا ہے کہ خواب میں ہُوا اس آیہ کریمہ سے استدلال کرتا ہے وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس، وہ کہتے ہیں کہ انبیاء کا خواب حق اور سچا ہے اور وہ بیداری کے حکم میں ہے، اور تنام عینای ولا ینام قلبی کی حدیث کو اس کی تائید میں پیش کرتے ہیں، اس مذہب کی روایت حضرت عائشہ، حضرت معاویہ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہم اجمعین کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ما فقد جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ دُوسرا یہ کہ طریق حدیث معراج میں آیا ہے کہ بینہما انا نائم، معتزلی اس خیال پر ہیں، وُہ کہتے ہیں کہ یہ بات ممکن ہی نہیں کہ ایک رات میں ساتوں آسمانوں سے گزار کر واپس لے آئیں، مذکورہ آیت قرآنی سے استدلال کیا ہے لیکن اس کی تاویلات سے غافل ہیں، اس آیت سے استدلال کرنے والے جن کی یہ نقلی دلیل ہے اور اس حکایت کے ساتھ جو ان کی عقلی حجت ہے، وہ ہوائی گھوڑے دوڑانے والے اور لایعنی باتیں کرنے والوں میں ہو گئے ہیں، کیونکہ ان کی عقلی دلیل استخلاف خلاف عادت پر مبنی ہے اور ان کی نقلی دلیل معانی کی گہرائی تک نہ پہنچنے پر مبنی ہے، یہ دونوں ان کی کند ذہنی اور حماقت کی دلیل ہیں۔

جاننا چاہیے کہ علماء نے اس کی تاویل اور ان کے استدلال کی غلطی پر گفتگو کی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ رؤیا کا استعمال رؤیت بصری میں ہُوا ہے یقال رأى رؤيۃ

بالعین ، رؤیا کو خواب پر محمول کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ رؤیا رؤیت بصری کے معنی میں آیا ہے اور دونوں رای کے مصدر ہیں جس کا معنی آنکھ سے دیکھنا ہے قال المتنبی رؤیاك العین احلی من الغمض ۔ علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے بہت سے مفسرین نے اس رؤیا کی تفسیر رؤیۃ بالعین کے ساتھ کی ، کیونکہ خواب فتنہ کا سبب نہیں بنتی ، بفرض محال اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ رؤیا سے مراد رؤیائے خواب ہے تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس خواب سے قصۂ معراج مراد ہے ، بلکہ بعض مفسرین کی یہ رائے ہے کہ یہ آیت واقعہ حدیبیہ میں اُتری اور اس سے مراد رویا خواب ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو عمرہ ادا کرتے ہوئے دیکھا تھا ، اس ارادہ سے آپ روانہ ہوئے اور مدینہ سے حدیبیہ میں تشریف لائے ، وہاں کفار سے صلح کر کے عمرہ ادا کیے بغیر واپس مدینہ منورہ میں آگئے اس وجہ سے بعض مسلمانوں کے دل میں تزلزل پیدا ہوا ، اس لیے حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اسے فتنہ سے تعبیر فرمایا الا فتنۃ للناس ۔

بعض دوسرے مفسرین یہ کہتے ہیں کہ رویا سے مراد وہ خواب تھا کہ بنی غیلان کی ایک جماعت بندروں کی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر پھلانگتی پھر رہی تھی اور اس خواب سے آپ بہت پریشان ہوئے ، یہاں تک کہ اس خواب کی تعبیر وحی کے ذریعہ آپ پر ظاہر کی گئی ، کہ یہ جماعت حکومت و سلطنت کے متعلق ہے ، جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک سے غلجان جاتا رہا ، لیکن عائشہ اور معاویہ رضی اللہ عنہما کا جسمانی معراج سے انکار اس روایت کے صحیح ہونے کی صورت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خورد سال تھیں ، حقیقت معراج سے جیسا کہ چاہیے تھا واقف نہیں ہو سکیں ، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت تک دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے ۔ ایک مرتبہ جسمانی معراج ہوا اور دوسری مرتبہ روحانی ، جمہور اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں معراج ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم اور رُوح کے ساتھ رات کے کچھ حصہ میں مکہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں پر لے گئے ، چنانچہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوچکا ، بیت المقدس تک کے اسریٰ کا منکر کافر ہے ، اور آسمانوں پر جانے سے انکار کرنیوالا

مبتدع ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں پر عروج اخبار احاد سے ثابت ہے اور خبر واحد کا منکر کافر نہیں ہوتا بلکہ مبتدع اور گمراہ ہوتا ہے اور قاب قوسین او ادنیٰ تک کے اسریٰ کا اقرار کرنیوالا پکا اور سچا مومن ہے۔ علماءؒ نے اس مسئلہ پر بہت سے دلائل بیان کیے ہیں:

۱۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسری بعبدہ فرمایا ہے اور عبد روح اور جسم دونوں کا نام ہے اور اگر یہ واقعہ خواب میں ہوتا اور صرف رُوح کو لے جاتے تو اسریٰ بروح عبدہٖ فرماتے۔

۲۔ اگر معراج خواب میں ہوتا تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت نہ ہوتی اور واقعۂ معراج معجزات میں شمار نہ ہوتا، کیونکہ خواب میں بہشت کا دیکھنا یہودی اور عیسائی کے لیے بھی ممکن ہے، وُہ چیز جو کافروں کے لیے بھی ممکن ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس میں کیا فضیلت ہوگی۔

۳۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دوسرے انبیاء پر دو چیزوں سے ہے، ایک دنیا میں معراج، دُوسری آخرت میں شفاعت، وگرنہ جو کچھ آپ کے پاس تھا دوسرے انبیاء کے پاس بھی تھا، اگر آپ کے پاس نبوت تھی تو دوسروں کے پاس بھی تھی، اگر آپ کے پاس کتاب اور شریعت تھی تو دوسروں کے پاس بھی تھی، آپ کی فضیلت معراج اور شفاعت کے ساتھ ہے۔ معتزلی دونوں کے منکر ہیں عصمنا اللہ من الزیغ والضلال، کہتے ہیں کہ یہ دونوں فضیلتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع سے حاصل کیں، حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے تواضع اختیار کی معراج کی دولت نصیب ہُوئی، بندوں کے ساتھ تواضع اختیار فرمائی تو شفاعت کے مرتبہ پر پہنچے۔

۴۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلیت العشاء الاخیرۃ معکم وصلیت رکعتیہا بیت المقدس وصلیت الوتر تحت العرش وفی روایۃ فوق العرش، کوئی سویا ہُوا نماز نہیں پڑھتا، پس اس معنی کے اعتبار سے بیداری

میں معراج کی دلیل ہے۔

۵۔ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کی نشانی طلب کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے جاتے اور بیان کرتے جاتے تھے، اگر خواب میں دیکھا ہُوا ہوتا تو ہرگز آپ سے نشانات طلب نہ کرتے اور نہ ہی کفار انکار کرتے کیونکہ آپ مثلاً فرماتے میں نے خواب میں اس طرح دیکھا ہے کہ مجھے آسمانوں پر لے گئے، اس خواب کو بیان کرنا کسی عقلمند کے نزدیک انکار کا سبب نہیں بن سکتا تھا کیونکہ اس قسم کے خواب عوام الناس سے بھی مستبعد نہیں ہیں، انبیاء علیہم السلام سے کیسے ہوں گے، پھر وہ نشانیاں قافلہ والوں کی بیان فرمائیں ایک یہ کہ ایک آدمی اونٹ پر بیٹھا ہُوا تھا اسے سردی محسوس ہُوئی، اس نے اپنے غلام سے چادر طلب کی تاکہ سردی کو دُور کرے، دُوسرا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پیاسا تھا ان کے پیالہ سے پانی پیا، پھر پیالے والے نے پیاس محسوس کی اس نے پیالے کو پانی سے خالی پایا اور قافلے والوں کے اونٹوں نے جب میرے براق کو دیکھا ڈر کر بھاگے، ایک سوار گر پڑا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ قافلے والوں کی آمد کے بعد ان تمام واقعات کی تصدیق ہُوئی۔ یہ تمام واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ سفر معراج بیداری میں ہوا تھا ؎

دلش بیدار و چشمش در شکر خواب ندیدہ چشم بخت ایں خواب در خواب
در آمد ناگہاں ناموس اکبر سبکرو تر ازیں طاؤس اخضر
بروما لید پرکاے خواجہ برخیز کہ امشب خوابت آمد دولت انگیز
بروں بر یک زماں زیں خوابگہ رخت تو بخت عالمی بیخواب بہ بخت
ازیں دولت سرا چوں شاہ کونین خراماں شد بعزم قاب قوسین
شد از سبوحیاں گردوں صدا دہ
کہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرح صدر دو مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ

واقعہ شرح صدر قبیلہ بنی سعد بن بکر میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دُودھ چھڑانے کے بعد یعنی شیر خوارگی کا زمانہ گزرنے کے بعد، پھر اسی طرح معراج کی رات وقوع پذیر ہُوا۔ آپ دیکھیں گے کہ یہ امر تزکیہ اور پاکیزگی کی بنا پر ہوا کیونکہ روایات یہی چیز بتاتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر کو شگاف دیا اور خون کا سیاہ ٹکڑا وہاں سے باہر نکالا پھر اسے دھویا یہاں تک کہ تخلیہ اور تطہیر آراستگی اور تعمیر بن گئی۔ ~

تا خانۂ دل خالی از اغیار نیابی بام و در این خانہ پر از یار نیابی

اور چونکہ تمام افراد مخلوقات غیب اور شہادت کے دو سلسلوں میں پائے جاتے ہیں، سلوک اور سیرت کا کمال سیرت کی پاکیزگی اور جسم کی صفائی پر ہے، لامحالہ فضائل و کمال کے اجراء کے لیے اس جہان اور اس جہان کی ہر دو شقیں ہیں، اس لیے سلطان انس وجان صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ مبارک دو مرتبہ شق ہوا، پہلی مرتبہ اس دودھ کے چھڑانے کے وقت جس سے اتیوں کے جسم کی بنیاد حاصل ہوتی ہے، یہ خطرناک قدم اٹھایا تاکہ اس جہان کے اعزاز کی سیڑھیوں کی بلندی اور اس جہان کی عظمت وارتقا حاصل ہوسکے۔ اور اس رات جب منازل غیب کی طرف متوجہ تھے، دوسری مرتبہ اس شاہ بے نظیر کی تطہیر کا اہتمام کیا گیا تاکہ نور کے حجابات سے گزر سکیں اور مجازی ہستی کی بساط کو لپیٹ سکیں۔ ~

باندازۂ اینکہ یک دم زنند بیک چشم زخمے کہ برھم زنند
زخرپشتۂ آسمانی گزشت زمین و زماں را ورق در نوشت
زمیں را بدو آسماں تاختہ زمین و زماں را پے انداختہ
مجرد روے را بجائے رساند کہ از بود او ہیچ با او نماند
چو شد در رہ نیستی موجزن بروں آمد از ہستی خویشتن
حجاب سیاست بر انداختند زبیگانگاں حجرہ پرداختند
کلامی کہ بے آلت آمد شنید لقائے کہ آں دیدنی بود دید

چناں دید کز حضرت ذوالجلال
نہ زاں سوجہت بہ نہ زیں سوخیال

انبیاء علیہم السلام کا آسمانوں پر قیام انبیاء علیہم السلام کا آسمانوں میں دیکھا جانا دو طرح کا ہو سکتا ہے، ایک یہ ان کے ارواح اجسام کی صورت میں متشکل ہوئے ہوں یا یہ کہ اس رات خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کیلئے انکی ارواح انکے اجسام میں آئی ہوں اور وہ جو روایات میں آیا ہے وبعث لہ آدم فمن دونہ من الانبیاء فافہم اس قول کی تائید کرتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ آسمانِ چہارم پر شیخ المشائخ عمر سہروردی قدس سرہٗ نے کتاب عوارف المعارف میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھا یہ ان کے آپ کے مرتبہ سے تخلف کی طرف اشارہ ہے یہاں تک کہ جب آپ کی نظر مبارک موسیٰ علیہ السلام پر چوتھے آسمان پہ پڑی، انہیں فرمایا: وہ شخص جو چوتھے آسمان پر ٹھہر گیا وہ بارگاہِ وصال میں رَبِّ اَرِنی کی صدر نشینی کا مطالبہ کیسے کر سکتا ہے، یہاں تک کہ اس تجاوز کی وجہ سے کہ قدم حد قدم اور محلِ نظر سے آگے بڑھایا، لن ترانی کے طمانچہ سے مودّب ہوا اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیاء، تواضع کے بلند ترین درجات کی وجہ سے نظر کی درازدستی کے فریب میں نہ آتے یعنی محل نظر سے قدم آگے نہیں بڑھایا، مازاغ البصر وماطغیٰ، اگر آپ کا قدم محلِ نظر سے تجاوز کر جاتا تو آپ بھی باقی دیگر انبیاء کی طرح آسمان کے طبقات ہی میں محصور رہتے چونکہ آپ محلۂ ادب کے ساکن تھے الم تر الیٰ ربک کے تقاضے کے مطابق آسمانوں کے حجابات کو چاک فرمایا اور برق جہندہ کی طرح اپنے آپ کو محل وصل و لطائف تک پہنچایا، دنیٰ فتدلّیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ ؎

اے رفتہ شبے بکام اسریٰ — از حجرۂ مکہ تا بہ اقصیٰ
از شوق ہوائے پائے بوست — رفتہ دل سنگ صخرہ از جا

بربام سپہر راندہ از شام — تا صبح براق سدرہ پیما
جبرائیل ز سرعت رکابت — وا ماندہ نشستہ پائے بر جا
تو تاج لقد را نہادہ — بر تارک لامکاں ز بطحا
در بزم وصال دوست خوردہ — مے از قدح دنیٰ تدلّٰی
از صحن فضائے قاب قوسین — رفتہ بحرم سرائے ادنیٰ
از شوق وصال و ذوق مستی — ہمدم شدہ با رفیق اعلیٰ
پوشیدہ نظر بحکم ما زاغ — تا آمدہ زاں طرف تقاضا
یعنی کہ حجاب بر گرفت است — وقت است اگر کنی تماشا
مست آمدہ تا بروز محشر — از جام جمال حق تعالیٰ

دیدہ ہمہ رازہائے پنہاں
در جام جہاں نمائے پیدا

پچاس نمازوں کی فرضیت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بار بار آمد و رفت سے پانچ وقت مقرر ہونے میں کئی حکمتیں ہو سکتی ہیں :

۱۔ حق سبحانہ، و تعالیٰ دین میں اس امت پر تخفیف کرنا چاہتے تھے، موسیٰ علیہ السلام کو سبب بنا دیا تاکہ ازلی ارادہ پورا ہو اور اس معنی کی تحقیق یہ ہے کہ فرمایا : یرید اللہ عنکم اور فرمایا یرید اللہ بکم الیسر اور فرمایا ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج۔

۲۔ حق سبحانہ، و تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکرِ خیر اس امت میں رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی امت کی خیر خواہی کا ذخیرہ رہے۔

۳۔ حبیب کے پاس حبیب کی آمد و رفت بتکرار ہو اور پیغامات زیادہ ہوں کیونکہ دوست کے بار بار آنے اور اس کی ضروریات کو پورا کرنا پسند کرتا ہے۔

۴۔ بندوں کو اس بات کی ہدایت ہو کہ دعا میں الحاح کریں، یہ امر خدا تعالیٰ کے نزدیک

پسندیدہ ہے، ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء۔

۵۔ موسیٰ علیہ السلام کی پہلی بات کی معذرت ہو جائے جو وہ روتے ہوئے فرماتے تھے ابکی لان غلاما بعث من بعدی یدخل الجنۃ امتہ اکثر مما یدخلہا امتی، اور یہ رونا کسی حسد یا غرض پر مبنی نہیں تھا بلکہ اس بات پر افسوس تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے بنی اسرائیل اس سعادت سے محروم رہ گئے اور ثواب امت میں نقصان مراتب انبیاء میں نقصان کو مستلزم ہے کیونکہ ہر نبی کا اجر اپنے متبعین کے برابر ہوتا ہے۔ پس وہ شفقت جو موسیٰ علیہ السلام نے اس امت کے ساتھ کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس جانے کی ہدایت کی اور امت سے تخفیف چاہنے کے لیے فرمایا تاکہ بنی اسرائیل کی طرح امتِ محمدیہ محرومِ سعادت نہ رہے، چنانچہ اس بات کا تدارک کیا۔ بعض احادیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کان موسیٰ اشدھم علیٰ حین مررت بہ وخیرھم حین رجعت الیہ۔

دیدارِ الٰہی کی کیفیت علماء کو اس امر میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیکھا، چنانچہ مسروقؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: ھل رای محمد ربہ، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، میرے جواب میں انہوں نے فرمایا: لقد وقف شعری مما قلت یقیناً تمہاری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا: تین چیزیں ہیں جو شخص تمہیں یہ کہے اُنہیں مت ماننا کیونکہ اسنے جھوٹ کہا۔ اوّل یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا کو دیکھا اور بطور دلیل لا تدرکہ الابصار کی آیت پڑھی، اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو آنکھوں سے نہیں بلکہ دل سے دیکھا ہے اور ابن عباس سے مطلق روایت آتی ہے کہ فرمایا آنحضرت نے دیکھا مگر یہ نہیں فرمایا کہ آنکھ سے دیکھا یا دل سے۔ اور شیخ شہاب الدین تورپشتیؒ نے اپنی معتقد میں بیان کیا ہے کہ دو مرتبہ دیکھا۔ اور اس روایت کو ابن عباسؓ سے روایت

کیا ہے اور شیخؒ فرماتے ہیں کہ شبِ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رب کو دیکھنے کے بارے میں کوئی معتبر روایت جس پر اعتماد ہو سکے نہیں آئی، اور جو چیز ثابت کرتی ہے وہ اس طریق پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ بات خاص ہے آپ کے علاوہ دوسروں کو یہ مقام حاصل نہیں، اور جو بات ممنوع ہے وہ اس دنیا میں خدا تعالیٰ کو ظاہری آنکھ سے دیکھنا ہے، لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے باہر نکل گئے اور سدرۃ المنتہیٰ سے گزر کر بہشت میں پہنچ گئے تو ممکن ہے اس دولت سے مشرف ہوئے ہوں اور یہ کہ نہ روایت کی نفی کرتی ہے نہ اثبات، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت رؤیت میں ہے لیکن بغیر تحقیق اور یقین کے ساتھ کوئی بات نہیں کہہ سکتے، ولکل وجھۃ ھو مولیھا ، اور شیخؒ فرماتے ہیں کہ میرا میلان اس میں اثبات کی طرف ہے نفی کی طرف نہیں کیونکہ جب ایک بات کا اثبات دو صحابہ سے معلوم ہو جائے تو اثبات نفی پر مقدم ہوگا لیکن انکار کرنیوالے کو گمراہ نہیں کہتا کیونکہ یہ حکم بحال ہوگا اور یہ جائز نہیں۔ اور بعض ائمہ کرام کا یہ مسلک ہے کہ اس مسئلہ میں توقف بہتر ہے کیونکہ اعتقادیات میں دلیل ظنی پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا، لیکن علماء متاخرین کی اکثریت نے احادیث کی چھان بین اور دلائل واخبار کی دیکھ بھال کے بعد قطعیت کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ چشم دل کے ساتھ دیکھنے سے مراد خدا تعالیٰ کا محض حصول علم نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ہر وقت ثابت اور متحقق تھی بلکہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں دیکھنے کی ایسی صلاحیت پیدا کر دی تھی جیسے چشم سر میں پیدا کی ہے تاکہ آنکھ دل کی مدد سے اور دل آنکھ کی مدد سے دولتِ مشاہدہ سے مشرف ہو۔ ؎

محمدؐ در مکان بے مکانے — بدید آنجا نشانے بے نشانے

کلام سرمدی بے نقل بشنید — خداوند جہاں را بیجہت دید

بہر عضوے تنش رقصے بر آورد — زہر موے دلش چشمے بر آورد

دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود — دلش در چشم و چشم اندر دلش بود

خطاب آمد کہ اے مقصود درگاہ — ہر آں حاجت کہ مقصود است درخواہ

سرائے فضل بود از نخل خاسے — برات گنج رحمت خواست خاسے

گنہگاران امت را دعا کرد

خدا ایش جملہ حاجتہا روا کرد

حضرت انس بن مالک، عکرمہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہم نے بصراحت بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں حق سبحانہ، وتعالیٰ کو چشم سر سے دیکھا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ فرمایا: حق عزّ وجل نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی خلت، موسیٰ علیہ السلام کو مکالمت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت کے ساتھ اعزاز بخشا ہے۔

شیخ سعید گازرونیؒ نے اپنی سیرت کی کتاب میں بیان کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسد و روح کے ساتھ آسمانوں پر لے گئے اور آپ نے حق سبحانہ، و تعالیٰ کو چشم سر سے دیکھا۔

شیخ المتکلمین، قدوۃ المتبحرین شیخ نظامی گنجوی قدس سرہٗ نے اس حقیقت کو اس عبارت سے تعبیر کیا ہے: ؎

کردہ چو رہ رفت ز غایت بروں — سر ز گریباں طبیعت بروں

ہمتش از غایت روشن دلے — آمدہ از منزل بے منزلے

غیرت ازیں پردہ میانش گرفت — حیرت ازاں گوشہ عنانش گرفت

رفت و لے رفتن پائے نداشت — جست و لے رخصت جائے نداشت

پردہ برانداخت ز روئے وصال — دیدہ برومند شدہ زاں جمال

پائے شد آمد بسر انداختہ — جاں بتماشا نظر انداختہ

مطلق ازانجا کہ پسندیدہ نیست — دید خدا را و خدا دیدہ نیست

دیدن آں شاہ مکانے نبود — رفتن آں راہ زمانے نبود

ہر کہ دریں پردہ نظر گاہ یافت — از جہت بے جہتے راہ یافت

دید محمد نہ بچشم دیگر — بلکہ بایں چشم سر آں چشم سر

خورد شرابے کہ حق آمیختہ　　جرعۂ آں بر دل ما ریختہ
لب بشکر خندہ بیا راستہ　　امت خود را از خدا خواستہ
ہمتش از گنج تونگر شدہ
جملہ مقصود میسّر شدہ

امام ائمہ، فقیہ ممالک، حضرت جلال احدیت ابو مالک رحمہ اللہ تاج المذکرین میں جمیع بین الروایات کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت حق سبحانہ، وتعالیٰ نے تمام احساسات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلب کر لیا اور آپ کی چشم مبارک سے اس کا کمزور نور اٹھا لیا، پھر نور کے لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل طاہر پر ظہور فرمایا، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نور دل سے اس نور مطلق کا مشاہدہ فرمایا، وہ نور اگرچہ اطراف وجوانب نظر ڈالتا تھا لیکن اس نور کے سوا کسی چیز کو نہیں دیکھا، اس نور کا مشاہدہ نور دل کے ساتھ قائم تھا لیکن اس نور کے غلبہ کی وجہ سے تمام اعضاء کے ذرّات وجود رُویت میں شریک تھے۔ اور جو روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے پُوچھا، آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا، فرمایا: رأیت نوراً، اس قول کو تقویت پہنچاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جس طرح دل کے ساتھ دیکھا اپنے وجود کے ہر ذرّہ کے ساتھ بھی دیکھا۔ ؎

تن شدہ از صورت ہستی بری　　پاک شدہ خاک ز صورت گری
ہیچ جہت چوں ز ہمہ سو نہ بود　　آنچہ نگنجد بہ جہت رو نمود
گشت خیال دوئی از چشم دور　　بلکہ یکے گشت دو چشمش بنور
ناظر دیدار پسندیدہ گشت　　وز پئے دیدن ہمہ تن دیدہ گشت
او بیقین دید جمالش عزیز
ما ہم امیدست کہ بینیم نیز

مشاہدۂ جمالِ الٰہی کے وقت سجدہ نہ کرنے میں حکمت

اس میں کیا حکمت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمال الٰہی جل وعلا کی دولتِ مشاہدہ حاصل ہونے کے وقت سجدہ نہیں کیا اور صحرائے قیامت میں اُمت کے

گنہگاروں کی مغفرت کے لیے سجدہ کریں گے ؛ اس میں حکمت یہ تھی کہ ہیبت مشاہدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر مستغرق کر دیا کہ سجدہ کا ہوش نہ رہا اور مشاہدۂ جمال وجلال کے استغراق نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی کو اس طرح مضمحل کر دیا تھا کہ جملہ صفات محو ہو گئے اور آپ کا خانۂ وجود دینی اور دنیاوی تقدی سے خالی ہو گیا، لیکن قیامت کا روز روزِ حاجت ہو گا، رفعِ حاجت، تضرع کا سبب ہے لامحالہ وہاں سجدہ کریں گے، بعض دوسرے علماء کہتے ہیں کہ سجدہ میں رویت نفس ہے لیکن جب مقامِ فنا میں اپنے تمام اوصاف کے ساتھ فنا ہو گئے تو آپ کو سجدہ سے فراغت ہوئی اس لیے سجدہ کی طرف التفات نہ فرمایا۔ بعض دوسرے کہتے ہیں کہ حق سبحانہ، وتعالیٰ نے اپنے خطاب سے ان کو کھڑا رکھا یہاں تک کہ دوست کے ساتھ خطاب کی لذت نے تمام طاعات وعنایات کو ڈھانپ دیا۔ آپ کو کسی بھی حیثیت سے اپنا وجود یاد نہ آیا، سجدہ کی وہاں کیا گنجائش تھی ؎

نہ عصیاں ماند و نہ طاعت شدم محو اندراں ساعت
چناں گشتم دراں حالت کہ وی من گشت و من ہم او

فرشتے قرآن کی تلاوت کر رہے تھے

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس رات جب میں تقرب وکرامت کے ساتھ آسمانوں کے مختلف طبقات سے گزرا، ہر آسمان میں اس آسمان کے فرشتے قرآن پاک کی سورتوں میں سے ایک سورت کو اپنا ورد بنائے ہوئے تھے، پہلے آسمان کے فرشتے سورۂ تبارک الذی پڑھ رہے تھے، دوسرے آسمان کے فرشتے سورہ یٰسٓ کی تلاوت میں مشغول تھے آسمان سوم میں سورۂ فاطر، آسمان چہارم میں سورہ والطور، آسمان پنجم میں سورہ الرحمٰن، آسمان ششم میں اذا وقعت الواقعہ، ہفتم میں سورۂ حشر پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد تمام فرشتے حق سبحانہ، وتعالیٰ کی ثناء، مجھ پر درود وسلام اور میری امت کے استغفار میں مشغول تھے، میں نے لوگوں سے پوچھا: اے فرشتو! کب سے تم مجھ پر درود وسلام اور میری امت کے لیے مغفرت طلب کر رہے ہو؛ پہلے آسمان والوں نے کہا: آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پانچ ہزار سال پہلے، دوم دس ہزار سال پہلے، سوم پندرہ ہزار سال، چہارم

بیس ہزار سال، پنجم پچیس ہزار سال، ششم تیس ہزار سال، ہفتم پینتیس ہزار سال پہلے سے آپ پر درود اور سلام اور آپ کی اُمت کے لیے بخشش طلب کر رہے ہیں۔

ایک اور جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، فرمایا: پہلے آسمان پر ستر ہزار فرشتے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دوستوں کے لیے بخشش طلب کر رہے تھے۔ دوسرے آسمان پر ستر ہزار فرشتے حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے دوستوں کے لیے مغفرت طلب کر رہے تھے۔ تیسرے آسمان پر ستر ہزار فرشتے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے تھے اور چوتھے آسمان میں ستر ہزار فرشتے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے تھے، پانچویں آسمان میں ستر ہزار فرشتے میرے صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے تھے، چھٹے آسمان پر ستر ہزار فرشتے دیکھے جو میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دوستوں کے لیے مغفرت طلب کرتے تھے اور ساتویں آسمان میں ستر ہزار فرشتے ان کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے تھے۔

اصحابِ اربعہ آسمانوں پر فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میں نے چوتھے آسمان پر، عمر رضی اللہ عنہ کو تیسرے پر، عثمان رضی اللہ عنہ کو دوسرے پر اور علی رضی اللہ عنہ کو پہلے آسمان پر دیکھا۔ ابوبکرؓ سے پوچھا: آپ کس چیز سے اس مقام پر پہنچے؟ عرض کیا: آپ کی صحبت کی برکت سے۔ عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کو کس عمل نے یہاں پہنچایا؟ عرض کیا: آپ کی امداد نے۔ عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا؛ عرض کیا: قیامِ شب نے اس مقام پر پہنچایا۔ علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کو کس عمل نے یہاں پہنچایا؟ عرض کیا، آپ کی محبت نے یہاں پہنچایا۔

نقل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شکل ساتوں آسمانوں میں رکھی ہوئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی حکمت پوچھی گئی، آپ نے فرمایا: تاکہ تمام آسمانوں کے فرشتوں پر آپ کی تصویر کی برکت سے شرم وحیا طاری رہے۔ تفسیر بحر العلوم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ آسمانِ دنیا میں کس عمل سے پہنچے؟ عرض کیا: رات کے قیام کی وجہ سے۔ فرمایا: آسمانِ دوم پر کس عمل

سے پہنچے؛ عرض کیا: سورہ اخلاص کی تلاوت سے۔ فرمایا: آسمان سوم میں کس عمل سے پہنچے؛ عرض کیا: آپ کی بیٹی کی مصاحبت سے۔ فرمایا: آسمانِ چہارم پر کیسے پہنچے؛ عرض کیا: آپکی صحبت سے۔ فرمایا: پانچویں آسمان میں کیسے پہنچے؛ عرض کیا: مسجد میں قیام کی وجہ سے۔ فرمایا: چھٹے آسمان پر کیسے پہنچے؛ عرض کیا: محنت و مشقت برداشت کرنے کی وجہ سے۔ فرمایا: ساتویں آسمان پر کس وجہ سے پہنچے؛ عرض کیا: حق تعالیٰ سے شرم کرنے کی وجہ سے۔ یہ سات سوال ساتوں آسمانوں میں ان سے پُوچھے اور ہر آسمان میں پہنچنے کا ان الفاظ سے جواب دیا۔

بہشت کی ٹھنڈی ہوائیں

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں طبقات سمٰوات میں ایک وادی میں پہنچا، وہاں میں نے خوشبودار اور ٹھنڈی ہوا محسوس کی، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیا ہے؛ فرمایا: یہ جنّت کی ہوا ہے اسی اثنا میں مَیں نے سُنا بہشت کہہ رہا تھا یا رب اٰتنی بما وعدتنی فقد کثر عبقری واستبرق وحریری وسندسی، اور بہت سی چیزیں اس نے بیان کیں، یعنی خداوندا! جو کچھ تُو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے مجھے عطا کر، عبقری، استبرق، حریر اور سندس وغیرہ کے لاتعداد لباس جمع ہو گئے ہیں۔ یہ بہشت حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اپنے رہنے والوں کی درخواست کرتا تھا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا، فرمایا: لك كل مسلم ومسلمة ومومن ومومنة۔ تمام مسلمان مرد اور عورتیں اور جو شخص مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لایا ہے اور اعمال صالحہ ادا کیے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور میرے بغیر کسی کو کارساز نہیں بنایا اور ہر وُہ شخص جو مجھ سے ڈرا اور میرے عذاب سے خوف زدہ ہوا اسے میں اپنے امن وامان کی دولت اور لطف واحسان کی سعادت سے شرفیاب کروں گا، جو شخص مجھ سے حاجت اور مراد طلب کرے گا میں اسے دُوں گا۔ جو شخص مجھے قرض دے گا میں ادا کروں گا۔ جو شخص مجھ پر بھروسہ کرے گا میں اسکی مہم کے لیے کافی ہوں گا انا اللہ لا الہ الا انا لا اخلف المیعاد، جب یہ خطاب حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے ہوا، بہشت نے جواب دیا: قد رضیت، میں یقیناً خوش ہو گئی۔

اہلِ اشارت نے کہا ہے کہ اس سوال وجواب میں یہ حکمت تھی کہ جنت نے اپنے اشتیاق کو جنتی لوگوں کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ بہشت بہشتیوں سے زیادہ ان کا مشتاق ہے۔

جہنّم کی آواز

پھر فرمایا کہ میں ایک دوسری وادی میں پہنچا، بہت بُری بو میرے نتھنوں میں پہنچی، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ جہنّم کی آواز اور اس کی بدبو ہے جو آتی ہے، میں نے سُنا کہ وُہ کیا کہتی ہے، کہتی تھی: خداوندا! جو کچھ تو نے وعدہ کیا ہے میرے پاس پہنچا کیونکہ میرے سلاسل، طوق، سعیر، حمیم، غساق اور دوسرے عذاب بہت زیادہ ہو گئے ہیں، اسے خطاب ہوا کہ تمام مشرک اور کافر مرد عورتیں اور متکبر جو قیامت پر ایمان نہیں لاتے تیرے سپرد ہیں۔ دوزخ نے کہا: خداوندا! میں راضی ہُوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا کہ دوزخ آپ کے دشمنوں اور ان لوگوں کا ٹھکانا ہے جو آپ کی ملت کو چھوڑ کر دوسری ملتوں پر ہوں گے۔ کہتے ہیں: یہ واقعہ چھٹے آسمان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔

عشّاق جنّت میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے بہشت میں لائے حور وقصور اور وہاں کے فوائد وانعامات کو میری نظر میں آراستہ کیا، میں نے ان پر نگاہ بھی نہ ڈالی تھی کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی تجلی مجھ پر پڑی جس نے مکمل طور پر اپنی ذات میں محو کر لیا کہ نہ بہشت کی خبر رہی نہ دوزخ کی۔

مثلاً لیلیٰ نے ارادہ کیا کہ مجنوں عامری کے سامنے محرمانِ سراپردۂ وصال کو آراستہ کر کے بھیجے، لیلیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف توجہ کرتا ہے یا نہیں، اپنی لونڈیوں کی ایک جماعت کو آراستہ کر کے مجنوں کے پاس بھیجا، پھر اس کے دل میں خوف پیدا ہُوا کہ مبادا بھول کر یا جان بوجھ کر غیر کی طرف نظر ڈالے، دوسرے راستہ سے مجنوں کے پاس پہنچ گئی اور خود کو اس کے سامنے پیش کیا، اسے اپنے مشاہدۂ جمال سے مست کر کے وصیت کی کہ امتحان کے طور پر تیرے سامنے ایک جماعت پیش کریں گے خبردار ہرگز ہمارے بغیر کسی پر نظر نہ ڈالنا، مجنوں نے اس کے جواب میں کہا: ؎

چو من ز بادۂ عشق تو مست و بیخبرم ۔۔۔ ہمہ جمال تو بینم بہر چہ در نگرم
درخت عمر مرا بر اُمید دیدن تست ۔۔۔ اگر بغیر تو بینم ز عمر بر نخورم

ساتویں آسمان کی خاموشی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس رات ہر آسمان میں میں فرشتوں کی تسبیح اور ان کے اوراد و اذکار کی آواز سُنتا تھا، جب ساتویں آسمان سے گزر گیا کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی نہ بلند اور نہ ہی پست۔ میں نے عرض کیا، خداوندا! آسمانوں کے طبقات میں عبادت گزاروں کی عبادت کی آوازیں سُنتا تھا اس جگہ سنائی نہیں دیتی۔ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: اما علمت یا محمد ان طاعات المخلوقین و ذکر الذاکرین متلاشی فی جنب عظمتی، آپ کو علم نہیں کہ فرمانبرداروں کی اطاعت اور ذاکرین کے اذکار میری عظمت کے سامنے ناچیز، مضمحل اور متلاشی ہو جاتے ہیں۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ جب فرمانبرداروں کی طاعات اور ذاکرین کے اذکار اس کی عظمت کے سامنے ناچیز ہیں اگر تمام گنہگاروں کی معصیت اس کی رحمت کے سامنے ناچیز ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔

ساقِ عرش کی تحریریں

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ساق عرش پر سنہری حروف میں لکھے ہُوئے چار خطوط دیکھے، پہلی سطر انا ذاکر من ذکرنی تھی، میں اس شخص کو یاد کرتا ہُوں جو میری یاد میں مشغول ہے، قال اللہ تعالیٰ فاذکرونی اذکرکم، سطر دوم انا یحب من یحبنی جو مجھے دوست رکھتا ہے میں اس کا دوست ہوں، قال اللہ تعالیٰ یحبھم و یحبونہ، سطر سوم انا انا یزید من شکرنی، جو شخص میرا شکر ادا کرتا ہے میں اپنی نعمتوں کو اس کے لیے زیادہ کرتا ہوں، قال اللہ تعالیٰ لئن شکرتم لازیدنکم، سطر چہارم انا اجیب من دعانی، جو مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں، قال اللہ تعالیٰ امن یجیب المضطر اذا دعاہ۔

عرش معلیٰ کے منبر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں قاب قوسین پر پہنچا میں نے تین سو بارہ منبر رکھے ہوئے دیکھے اور عرش کی

بائیں طرف ایک بہت بڑا منبر دیکھا جس کے ایک ہزار برج تھے، ایک برج سے دوسرے برج تک ہزار سالہ راہ تھی جو گوناگوں جواہرات سے آراستہ تھا، میں نے اس کی صورت حال پوچھی، مجھے بتایا گیا کہ جو منبر عرش کی دائیں طرف ہیں انبیاءِ مرسلین علیہم السلام کے منبر ہیں اور یہ منبر جو عرش کی بائیں طرف ہے آپ کا عرش ہے، میں نے کہا: ان کے منبر دائیں طرف اور میرا بائیں طرف! مجھے خطاب ہوا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب قیامت کا روز ہوگا اور اہلِ محشر کے طور طریقے ظاہر ہوجائیں گے یوم تبلی السرائر، جو شخص فرمانبردار ہوگا اسے بہشت میں داخل کروں گا اور بہشت عرش کی دائیں طرف ہے۔ جو گنہگار ہوگا اسے دوزخ کی طرف بھیجوں گا اور دوزخ عرش کی بائیں طرف ہے، جب آپ اس عرش پر بیٹھے ہوئے ہوں گے لازمًا گنہگار آپ کے سامنے سے گزریں گے تاکہ اگر آپ اپنی امت کے فرد کو اس میں دیکھیں تو اس کو ان میں سے نکال لیں، شفاعت کریں اور میں بخش دوں اور کوئی شخص آپ کی امت میں سے آتشِ دوزخ میں گرفتار نہ ہو۔ واللہ العاصم

اُمت کے لیے مغفرت

بیان کرتے ہیں کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اپنی امت کے لیے سوال کیا، کہتے ہیں جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا عرض کرتے: الٰہی! امت، یہاں تک کہ سات سو مرتبہ، اور ایک روایت میں سات ہزار بار اس خطاب سے مشرف ہوئے اور ہر مرتبہ یہی جواب دیتے: الٰہی! میں اپنی امت کو تجھ سے چاہتا ہوں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہر مرتبہ جواب ان کی خواہش کے مطابق دیتے۔

کھجوروں کا ایک خوشہ

اسکے بعد جب آپ واپس آئے تو امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجوروں کا ایک خوشہ لائے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ طائف سے ایک دوست کا تحفہ ایک قاصد لایا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوشہ کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا ایک سائل نے سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ روک لیا اور بمقتضائے لن تنالوا البر حتی تنفقوا ممّا تحبّون وہ انگوروں یا کھجوروں کا خوشہ

اس درویش کو دے دیا، راستہ میں امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سائل سے ملے آپ نے وہ خوشہ اس سے خرید لیا اور آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا دیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمانا چاہا تو پھر اسی سائل نے سوال کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وُہ عطیہ اسے بخش دیا، راستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سائل سے ملے اور وہ خوشہ اس سے خرید کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب آپ نے کھانے کا ارادہ فرمایا اسی درویش نے پھر سوال کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خوشہ اسے بخش دیا، اس مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے خرید کر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا پھر اسی سائل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خوشہ کی درخواست کی سلطان تخت اصطفا ازروے صدق وصفا نے اپنی خواہش کو پسِ پشت ڈال کر اس سائل کو بخش دیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سائل کے بار بار آنے کو مشاہدہ فرمایا چوتھی مرتبہ آپ نے فرمایا: اسائل انت ام تاجر، تُو سائل ہے یا تاجر؟ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فی الفور جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور آیت واما السائل فلا تنہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجی اور اس پیغام کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ معراج کی رات سات سو مرتبہ میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ اور آپ نے کہا: اُمتی، ہر مرتبہ میں نے قبول کیا، میں نے ہرگز درشتی کے ساتھ جواب نہیں دیا، میرے بندے نے صرف چار مرتبہ سوال کیا اور اپنی حاجت طلب کی، آپ نے درشتی سے جواب دیا کہ اسائل ام تاجر، اس کے باوجود آپ چاہتے ہیں کہ اُمت کو قیامت کے روز آپ کے سپرد کر دوں، حقیقی کرم وجود ہمارے پاس ہے کیونکہ وُہ ہمارا ذاتی وصف ہے اور اس وصف کا اطلاق دوسروں پر مستعار اور ناپائدار ہے۔ لمولفہ الکتاب رحمۃ اللہ تعالیٰ ؎

اے کریمے کہ دوسرائے وجود — دستِ جودت در کرم بکشود

ما گدا و تو بادشاہ ھمہ — جرم بخشا و عذر خواہ ہمہ

از کرم بے نظیر و مانندے — ما ہمہ بندہ تو خداوندے
با جفا پیشگاں جرم اندیش — جز وفا و کرم نبردے پیش
از بداں ہر کہ او بتر باشد — رحمتت را باو نظر باشد
رحم فرمائے کز تو کین نسزد — کہ خدا را بغیر ازیں نسزد
بر ضعیفاں قوی ستم نکند — بر گدا شاہ جز کرم نکند
داند آں عارفے کہ رو بر ہست — کہ کرم در مقابل گنہ است
از تقاضائے سبقت رحمت — شدہ مرحوم نام ایں امت
تو کہ ما را بجود فرمائی — بہ کہ بر حال ما بجشائی
زاں عروس کرم کہ در پردہ — رفتہ و صد ہزار دل بردہ
چہ شود گر نقاب برداری — پردہ زاں آفتاب برداری

تا ہمہ ظلمت رسوم وجود
محو گردد در آفتاب وجود

جنت کی پیشانی پر سنہری سطریں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے جنت میں داخل کیا گیا میں نے اس کی پیشانی پر تین سنہری سطریں لکھی ہوئی دیکھیں، سطر اوّل لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ، سطر دوم وَجدنا ما قدمنا وربحنا ما اکلنا وخسرنا ما ترکنا، یعنی ہم نے جو کچھ آگے بھیجا اسے صحیح وسالم پا لیا اور جو کچھ ہم نے خرچ کر لیا اس سے فائدہ اٹھا لیا اور جو کچھ پیچھے چھوڑا نقصان اٹھایا، سطر سوم امۃ مذنبۃ ورب غفور، گنہگار امت ہے اور ان کا پروردگار بخشنے والا ہے۔ اے درویش! آدم علیہ السلام کی پیدائش بلکہ عالم و عالمیاں سے پہلے وہ علم الٰہی جو تیرے احوال پر جیسے کہ وہ ہیں اطلاع پائے ہوئے تھا تیرے دل کے آئینہ کو معاصی کے زنگار سے تیرہ و تار دیکھا گویا تیری دوربین نگاہوں کو انوارِ ربوبیت کے مطالعہ میں خیرہ پایا اور ہماری لغزشوں کو مالھذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ میں سابقہ امتوں کے گناہوں سے دگنا دیکھا، مہربانی کی نظر

جنت کی پیشانی کے صفحہ پر اس امت کے شکستہ خاطروں کی تسلی کے لیے لکھ دی کہ امۃ مذنبۃ ورب غفور، تاکہ جان لیں کہ بہشت صرف فرمانبرداروں کے قیام ہی کی جگہ نہیں ہے بلکہ حقیقت مغفرت گنہگاروں کے لیے ہے۔ ؎

اے خدائے کہ در خدا وندے　　غیر احسان وجود نپسندے

ما جفاکار و تو دفا دارے　　ہمہ معیوب تو خریدارے

گر زما جرم منتفی بودے　　بحر جود تو مختفی بودے

حضرتش چوں غفور و غفار ست　　لاجرم طالب گنہگار ست

گر نباشند مومن و کافر　　فضل و عدلش کجا شود ظاہر

عارفاں رو براہ عرفانند　　محسناں در پناہ احسانند

بردہ آنجا وسیلۂ ہر کس　　مفلساں را امید رحمت و بس

ہمہ کس گر مطیع وے باشد　　رحمتش را ظہور کے باشد

خواجۂ کو زکوٰۃ اندیش است　　چشم بر رہگذار درویش است

کاملاں گر در امتثال ویند
ناقصاں مظہر کمال ویند

مقام جلالِ خداوندی

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نے مقام جلال پر سراپردہ جمال میں دیکھا، جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خطاب فرمایا، روید یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فان ربک عزوجل یصلی، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ذرا ٹھہریئے، حضرت جلال احدیت یصلی ای یتصف بصفۃ الصلوٰۃ، میں نے کہا اے جبرائیل علیہ السلام! حق تعالےٰ بھی صفت صلوٰۃ سے متصف ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں، میں نے کہا اس کی نماز کیا ہے؟ فرمایا: یہ اس کلام سے تکلم فرماتا ہے سبوح قدوس سبقت رحمتی علی غضبی۔

؎

زاں تقاضائے سبقت رحمت　　شدہ مرحوم نام ایں امت

چونکہ دریائے جود موج زند — موجہائے کرم بر اوج زند
گرچہ آلایشی بود بہ کنار — ہمہ را شست وشو دہد یکبار
بہر آلایشی کہ بالاید — صد ہزاراں گنہ ببخشاید
یا الٰہی گنہ بسے دارم — از کرم نا امید مگذارم
تو کہ صد بحر بیکراں دارے — دائم آلودہ ام نہ بگذارے
بے گنہ نیستم کہ من بشرم — از گناہم بشو بہ بحر کرم
شکر آنرا کہ کارساز توئی — ہمہ محتاج بے نیاز توئی
تو خدائے و ما ہمہ بندہ — وز سمومت چو بید لرزندہ
ہمہ در بیم از تو و تو کریم — نسزد تا گزاریم در بیم

وقت آں شد کہ لطف فرمائی
جرم مسکین معین ببخشائی

معصومین امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس رات میں نے معصومین کو دیکھا محمد محمد کہتے تھے آسمانوں میں کوئی شخص ان سے مقدم نہیں تھا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون سی قوم ہے؟ فرمایا: یہ آسمان کے مقدس اشراف میں جس طرح زمین والوں میں آپ کے سادات اہل بیت سب سے بزرگ ہیں یہ فرشتوں اور اہل آسمان میں سب سے بزرگ ہیں میں نے پوچھا: اے جبرائیل! ان کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا: اس وجہ سے کہ ان کا وِرد آپ کا نام نامی اور اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور وُہ لوگ جو آپ کے اسم مبارک کو اپنی زبان پر لاتے ہیں اہل آسمان میں سب سے بزرگ اور مقدم ہوتے ہیں، جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنی جان و دل میں رکھتا ہو خیال کیجئے اس کا کیا مقام ہوگا۔

مقام قربِ خداوندی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقابِ قربِ رب الارباب پر پہنچے تو خطاب آیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے

اس قدر منزلیں طے کیں اور اس قدر راستہ طے کر کے آئے، آپ ہمارے لیے کیا لائے۔ ؎

زہے خجالت اگر پرسد از گدا سلطان — بیا بگو کہ بدرگاہ ما چہ آوردی
چہ آورند گدایانِ مفلس از زنداں — بلطفِ خویش بپرور چنانکہ پروردی

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: خداوندا! حدوث کی بندرگاہ میں ایسا کوئی سامان جو خزانۂ قدم کے شایانِ شان ہو مجھے نہیں ملا، مٹھی بھر نحیف وکمزور کے صغیرہ وکبیرہ گناہ اور ہفوات و لغزشیں لایا ہوں، کیا ممکن ہے کہ یہ ظالم مشتِ خاک آپ مجھے بخش دیں، خطاب آیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! غم نہ کیجئے، کل قیامت کے روز انبیاء علیہم السلام کے قافلہ سالار آپ ہی ہوں گے، ایک لاکھ بیس ہزار نقطۂ نبوت آپ کے زیرِ علم لائیں گے، آپ کی اس مٹھی بھر گنہگار امت کے ساتھ کوئی مضائقہ نہیں ہوگا، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں آپ کی اُمت پر اس قدر انعام واکرام کروں گا اور گنہگاروں کو آپ کے دریائے شفاعت سے اس قدر پاک کروں گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے ولسوف یعطیك ربك فترضىٰ۔

خداوند تعالیٰ سے ہمکلامی

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی کے قدم قاب قوسین کے مقام پر پہنچے اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے گفتگو ہوئی عرض کیا: خداوندا! میری آپ سے درخواست ہے کہ جب تک میری امت کے اعمال مجھ پر پیش نہ کر دیے جائیں کراماً کاتبین کو لکھنے کی اجازت نہ دیں۔ خطاب آیا: اس کا کیا سبب ہے؟ عرض کیا: خداوندا! اگر ان کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ ہو تو میں اسے اپنے نامۂ اعمال میں منتقل کر لوں اور اس بندے کو اس عمل کی سزا سے نجات دلاؤں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی مہربانی عالمِ دنیا سے انتقال کے وقت بھی منقول ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے سوال کیا کہ جانکنی کی سختی اور شدت مجھ پر روا رکھ تاکہ میری اُمت آسانی کے ساتھ جان دے، اور اسی قسم کا معاملہ قیامت کے روز بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور پذیر ہوگا، چنانچہ منقول ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا اُمت کے بُرے اعمال کو ظاہر کریں گے بعض لوگوں کو گناہوں کی کثرت اور حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے دوزخ بھیجنے کا حکم ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنیں گے تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی بارگاہ

میں حاضر ہوں گے عرض کریں گے کہ الٰہی! میرے اور میری امت کے درمیان ایک شرط ہے کہ وہ مجھ سے جدا نہیں ہو گی اور میں اس سے مفارقت نہیں کروں گا۔ اب دو میں سے ایک کام کیجئے، یا مجھے ان کے ساتھ دوزخ میں بھیج دیں یا ان کو میرے ساتھ جنت میں داخل کر دیں۔ حکم پہنچے گا کہ اے میرے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم، میری سنت یہ مقرر ہے کہ اہل عقوبت پر رحم کروں لیکن اہل رحمت کو عذاب نہیں کرتا ان کو آپ کے ساتھ بہشت میں بھیج سکتا ہوں لیکن آپ کو دوزخ میں بھیجنا مناسب نہیں ہے، امتیوں کو بہشت میں لے جائیے میں نے تمام پر رحم فرما دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس آئے دوسرے روز گھر سے باہر آئے، ایک لونڈی کو پشت پر آٹے کا تھیلہ رکھے روتے ہوئے جاتے دیکھا، پوچھا: اے لونڈی! تو کیوں روتی ہے؟ عرض کیا: میں فلاں عیسائی کی لونڈی ہوں، صبح اس نے مجھے چکی پر آٹا پیسنے کے لیے بھیج دیا حالانکہ میں بیمار ہوں، مجھے دیر ہو گئی ہے میں ڈرتی ہوں وہ مجھے تکلیف پہنچائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں میں تمہاری سفارش کروں گا، یہ آٹے کا تھیلہ مجھے دے دو تاکہ میں اسے اٹھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تھیلہ اس سے لے کر اپنی پشت مبارک پر رکھ لیا اور تیز تیز چل دیے۔ لونڈی نے کہا: آپ تیز چلتے ہیں میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتی، نہ ہی مجھ میں تیز چلنے کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا: میری چادر کا کونہ پکڑ لو تاکہ میں تمہاری رفتار کے مطابق چلوں۔ جب عیسائی کے کوچہ میں پہنچے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عیسائی کے دروازہ پر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، نصرانی باہر آیا جب نصرانی کی نگاہ خواجۂ ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے کبھی بھی آپ کو اس محلّہ میں نہیں دیکھا، آپ اس جگہ کیسے تشریف لائے؟ آپ نے فرمایا: میں سفارش کرنے آیا ہوں، اور لونڈی کا قصّہ بتایا۔ نصرانی نے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! رات آپ کو معراج پر لے گئے ہیں؟ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، تمہیں اس کا کیسے علم ہوا؟ نصرانی نے کہا: آپ ذرا یہاں ٹھہریئے، وہ گیا اور اپنی قوم اور قبیلے کو جمع کیا اور تورات ساتھ لے کر آیا، اسے

کھولا اور کہا: یہ دیکھیے تورات میں آپ کی توصیف اس طرح میں نے مطالعہ کی ہے کہ نبی آخر الزماں کی یہ نشانی ہے کہ جس رات آپ کو معراج پر لے جائیں گے اس رات کی صبح کو ایک لونڈی کا آٹے کا تھیلا اپنی پشت کی مہر نبوت پر رکھے ہوئے اس نصرانی کے دروازے پر آئیں گے، اب جبکہ مجھے یقین ہوگیا ہے، توقف کا کیا مقام، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ کہا اور اپنی قوم اور قبیلے کے ساتھ مسلمان ہوگیا اور اس تواضع کی برکت سے جو انہوں نے سلطان دنیا و آخرت سے مشاہدہ کی انہیں دولتِ ایمان نصیب ہوئی۔

اے درویش! خلقِ عظیم کا کمال تو دیکھو کہ باوجود اس جاہ و منزلت کے کمترین لوگوں سے کس تلطف و نرمی سے پیش آتے ہیں۔ امیر خسرو دہلوی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب کہا ہے: ؎

چو اے بر تخت سبحان الذی اسریٰ شدہ سلطان — زمیمِ آمنوا گوی تو وزن والقلم چوگان
ترا خانہ بلند از قاب قوسین و دنی بامش — ز ظلِ روشنائی داں و لیسین کنگرۂ ایوان
چہ پوشی رخنۂ خود را بکنج مسکنت ایں جا — کہ شد از مقعد صدقت بہاں سو صد ہزار اوطان
بسم بوس براقت عرشیاں محتاج و فتراکت — بدست آویز ایں مشت دو الک باز آویزان
کرم با خاکیاں داری وگرنہ کے بگل خسپید — تنی زاں گونہ کش اعلائے او ادنی ست خان و مان
فلک بیضہ است روی گوی خور چوں زردی بیضہ — تو گردیتی پس ای شہباز ازیں بیضہ بروں طیران
تماشای عجب کردی دروں گلشن واجب — ولے تنہا خرامیدی بروں از حجرۂ امکان
نمازِ قرب کردی و سلامِ دوست بشنیدی — چو برخواندی تحیات و دعا در قعدۂ ایقان
چو تنہا خود نبودی ریختی بر صالحان جرعہ — ازاں بادہ کہ دادت ساقیِ وجد از خم وجدان

بشوی از کحل مازاغ البصر آں چشم مست آخر
کہ خون جملہ حوراں آب گشت و زہرۂ غلمان

لطائف معراجیہ

اس میں بیس لطائف کا ذکر کیا گیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱ ——— اے درویش! جب جبرائیل علیہ السلام سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے کے لیے تشریف لائے، عرض کیا: ؎

برخیز و بیا کہ امشبت امشب ماست
شب ہست و شراب ہست و ساقی پیداست

این مستی و جام و بادہ دانی ز کجاست
در مستی جام حسن ساقی پیداست

اے جبرائیل علیہ السلام! کیسے آؤں؟ عرض کیا: چگونگی کی یہاں گنجائش نہیں، سلطان العارفین قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ کو بے کیف دیکھا، میں نے عرض کیا: الٰہی! کیف الطریق الیک فقال دع نفسک و تعال۔

۲ ———

؎

خود را بگذار و در رسیدی پیش آ
گر صحبت شاہ بایدت درویش آ

خواہی کہ بزم وصل محرم گردی
خود را بہ پس در بگذار و پیش آ

اے درویش! جب خواجۂ عالم نے برج معراج پر قدم رکھا جاذبۂ عشق نے آپ کو اپنی کشش میں لے لیا اور کلماتِ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں موجزن ہوئے۔ آپ کے وجود کے اجزاء اس میں تحلیل ہو گئے، قلبی خیالات اور اندرونی رازہائے سربستہ وحی سے آراستہ ہوئے، مرغ روح کے لطائف قلبی کثافت پر غالب آئے، نورِ نبوت نے ہما کی مانند مہتر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سایہ ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن نے وحی کی لطافت میں قصدِ پرواز کیا، اس کے پروں کا پرتو ذات تک پہنچا، قفس مرغ کے ساتھ روانہ ہوا، ذات نے بدن کی حیثیت اختیار کی اور مرتبۂ عقل کو پہنچی۔

؎

مرغ دلش رفت بآرام گاہ
با قفس قالب ازیں دامگاہ

خرقہ در انداختہ یعنی فلک
مرغ پر انداختہ یعنی ملک

مرغ الٰہیش قفس پر شدہ   قالبش از قلب سبکتر شدہ

۳ـــــــ اے درویش! اس مبارک سفر میں شب منزل تھی، قاصد جبرائیل علیہ السلام اور اسرارِ غیب براق کی باگ کھینچنے والے تھے، لیکن وہاں جہاں خلوت گاہِ عشق میں نزول فرمایا سبحان تھے اور عبد تھے اور سبحان عبدہٗ کی عبودیت اپنی فطرت سے مجرد ہوگئی اور سبحانیت بھی علت سے منزہ ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آسمانوں کی چوٹی کو اپنے قدم مبارک کی خاک سے روند دیجئے اور عالم روحانی وجسمانی سے سفر کیجئے، پھر بیخود ہوکر ہم پر نظر ڈالیے التحیات للہ کا ہدیہ پاک ہماری بارگاہ میں پیش کیجئے اور السلام علیك ایہا النبی کے لبریز پیالے سے زمانہ کے ساقی کے ہاتھ سے قبولیت کے ہاتھوں میں پکڑیے اور سخیوں کی مانند اس میں سے ایک گھونٹ اُمت کے دلوں کی سرزمین پر السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین ڈالیے ؎

شربناہ وار قنا علی الارض قسطہا

وللارض من کاس الکرام نصیب

۴ـــــــ اربابِ تحقیق نے لکھا ہے کہ جس وقت جمال وجوب سے امکان کے پردہ کو اٹھا دیا اور حادث ظلمت کو قدیم نور سے جُدا کر دیا، خلوت خانۂ وصال کو اغیار کی مداخلت سے خالی کر دیا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خالی عالم اور صاف ہوا دیکھی، مکان و زماں کا کوئی اثر ونشاں دکھائی نہ دیا، نہ امکان دیکھا نہ اشخاص، نہ رقوم دیکھیں نہ جبرائیل علیہ السلام جو محرم اسرار تھے کے آثار دکھائی دیے۔ تئیس سال کا عرصہ وما منا الا لہ مقام معلوم کے کونے میں لودنوت انملۃ لاحترقت کی قید میں محبوس رہے، روح، جسم کے ساتھ جو آپس میں ترسیٹھ سال یار وغمگسار تھے اس خاص وقت میں نورِ حقیقت کے ظہور میں خلقت کی تنگنا میں مایوس ہوگئے لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملك مقرب ولا نبی مرسل۔

نقل ہے کہ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام قرب میں جبرائیل علیہ السلام سے کہا آپ کہاں چلے گئے اور ہمیں اس مقام میں تنہا چھوڑ دیا، عرض کیا: لودنوت انملۃ

لاحترقت ، اگر ایک انگشت کے برابر بھی آگے بڑھوں تو سوختہ لکڑی کی مانند جل اٹھوں ، اس مقام پر حبیب کی خلیل پر فضیلت روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے ، وہاں خلیل کے گرد پھرتے اور کہتے ھل لك حاجة ، جب حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی انہیں آپ کی دولت سرائے کی خدمت کا یارانہ رہا اور کہا لودنوت انملة لاحترقت یعنی اگر ایک انگشت برابر بھی آگے بڑھوں، حق تعالیٰ کی تجلی میرے بال و پر جلادے ، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مقام بال و پر کی فکر کرنے کا نہیں ہے اور اس قسم کے اندیشے سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ العزیز نے اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا : ؎

توا ے روح القدس پیش جنابے — کہ شد پیغمبراں را زہرہ آبے
چرا چندیں غم شہپر گرفتی — کہ بانگ لودنوت برگرفتی
ہزاراں جاں لبسوزد اندریں راہ — ترا گو پر لبسوز اے پیک درگاہ
نمی دانند غواصاں سر از پائے — غم پر مے خوری آخر دریں جائے
تو اے روح القدس بنشیں بدرگاہ — مشو رنجہ کہ لی وقت مع اللہ
گزشت آں نوبت قولاً ثقیلا — تو از پردہ بروں آ جبرئیلا
ترا اندر دروں پردہ رہ نیست — کہ ہر سرہنگ مرد بارگہ نیست
منم بر نور حق پروانہ کردار — توئی با پر طاؤسی گرفتار
پناہ از حق طلب و ز ہر چہ گوئی
سخن در جاں رود از سر چہ گوئی

۵ ــــــ مفسرین آیت کریمہ ولقد راٰہ نزلة اخری عند سدرة المنتھی کی تفسیر میں یوں فرماتے ہیں کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس آئے جبرائیل علیہ السلام کو اسی جگہ پر برسرِ راہ منتظر دیکھا اور سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے کارنامہ پر غیرت میں سر جھکائے ہوئے تھے ، فرمایا : اے جبرائیل علیہ السلام ! میں تئیس سال آپکی غیرت میں خون کے آنسو روتا رہا ، آپ بھی ایک ساعت میری غیرت میں گزاریئے۔ اس

مدت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کان لگائے بیٹھے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام کیا کہتے ہیں۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام چشم براہ تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں، عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی خبر بتاتیے۔ فرمایا: میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ عرض کیا: تئیس سال تک میں آپ کے پاس خبریں لاتا رہا، آپ اب ایک بات کیوں نہیں فرماتے۔ فرمایا: آپ باتوں کی خبر لاتے رہے، مجھے عقل و نظر کی خبر بتانی ہے، جب تک تمام عقل اور اوہام کو معزول نہیں کر دیا، پردۂ غیب سے کوئی راز نہیں بتایا، جسم مغلوب اور دل قاصر تھا، علاوہ ازیں پردہ خاص اور نورانی نور میں سر در سر دریں اور حضور حضور میں تھا۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی کہوں قصور در قصور ہے۔ ؎

ہرگز نکنم راز تو اے شمع چگل		تو پیدا و اگرچہ ہست کاری مشکل
دردے کہ من از عشق تو دارم حاصل		دل داند و من دانم و من دانم و دل

۶ ——— حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر ایک لاکھ بیس ہزار سر بمہر کلام ربانی بے واسطہ گوش سنیں، ابلیس سے کہا جس نے موسیٰ علیہ السلام کے قدموں کے نیچے سے سر نکالا، خطاب آیا کہ انظر الی الجبل، ان کی قدم گاہ کی طرف اشارہ تھا، اے موسیٰ علیہ السلام! وہ شخص جس کی قدمگاہ سے شیطان باہر نکلے اسے یہ محال تمنا زیب نہیں دیتی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تبت الیک ہاں ہمارے وصال کے لیے اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت ہے ابلیس کا کیا مقام ہے بلکہ جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں لو دنوت انملة لاحترقت، جو یہ شربت پی سکے اور اگر وہ از راہِ ادب آنکھیں بند بھی کرے ما زاغ البصر و ما طغیٰ، میں خود تقاضا کروں الم تر الی ربك۔ ؎

روزے کہ جمال دلبرم دیدہ شود		از فرق سرم تا بقدم دیدہ شود
تا من بہزار دیدہ دروی نگرم		آری بدو دیدہ دوست کی دیدہ شود

۷ ——— جس وقت ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے آگے لے گئے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ جوان کو بوڑھے پر ترجیح دے رہے اور اسے آگے لیے جا رہے ہیں؛ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے مڑکر دیکھا اور فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! جس روز آپ نے لن ترانی کا جواب سنا، اور سبحانك تبت الیك کہہ کر سبحان کی پناہ پکڑی سبحان نے آپ کی حمایت کر کے قہر ربانی سے رہائی دلائی، اب اس جوان کا کام یہاں تک بڑھا ہے کہ وہی سبحان ہمارے ہمت کے براق کی عنان عنایت اپنے پنجۂ ہدایت میں تھامے لیے جا رہا ہے، سبحان الذی اسریٰ بعبدہ۔

ے

حجاب از چشم بکشائی کہ سبحان الذی اسریٰ — ہزاراں عقل بربائی کہ سبحان الذی اسریٰ
نہی برفرق جاں تاجی بری دلرا بمعراجی — چناں در لیلۃ الداجی کہ سبحان الذی اسریٰ

۸۔۔۔۔۔۔ اے درویش! حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنا دیدار موسیٰ علیہ السلام کو کیوں نہیں دکھایا؟ اہل اشارت کہتے ہیں کہ چونکہ دیدار عالم غیب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذخیرہ تھا، اور کسی کا حق کسی دوسرے کو نہیں دیا جا سکتا، یہ بھی مقرر و طے شدہ بات ہے کہ الخلۃ لابراھیم والکلام لموسی والرؤیۃ لمحمد علیھم السلام قال اللہ تعالیٰ ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن، محققین نے کہا ہے کہ اس یتیم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے اور مال دیدار سے کنایہ ہے، اے موسیٰ علیہ السلام! ہمارا ایک ایسا عزیز ہے کہ ہم نے اس عالم کو اسی کے نور سے خلعت ظہور پہنائی ہے حتیٰ کہ ہم نے اپنی دولت وصال اور سلطنت دیدار پورے طور پر اسی صاحبِ دولت کے نام نامزد کر دی ہے کیونکہ بادشاہ اپنی بہترین خلعت اپنے عزیز ترین دوست کو دیتے ہیں تاکہ طفیلی اس کے ذریعہ اس دسترخوان سے لقمہ اور اس پیالہ سے کچھ پئیں، یہی وجہ تھی کہ المر تر الیٰ ربك کے تقاضا کے مطابق دونوں جہانوں کی آنکھ کی ٹھنڈک صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں چشم کشا سرمہ لگایا، پس تمام اُمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں چھپا دیا تاکہ جب وہ دیکھیں تمام مشتاق آپ کی آنکھ سے دیکھیں۔ اسی حقیقت کے متعلق مولفِ کتاب نے کہا: ے

بہر چشمی کہ می بیند در آئینۂ نگار من — باں دیدہ ہمیں دیدہ ہمیں جان فگار من
حجاب جسم میگردد حجاب چہرۂ جانم — تواں بے پردہ اش دیدن چو برخیزد غبار من
دو چشم چار شد در رہ کہ تا کے بینمش واللہ — چو برقع برفتد ناگہ یکے گردد چہار من

ہمو بیند ہمو داند ہمو گوید ہمو خواند بغیر ازوی نمی ماند کسے اندر دیار من

در اول ایں گماں بردم کہ من مہر تومی ورزم در آخر چوں نظر کردم تو بودی دوستدار من

بکامم بادہ خود ریزی انا الحق خود برانگیزی بگیرو دار آویزی خوشا ایں گیرو دار من

انا الحق از خدا آمد ولے بہند آزما آمد صدائے ایں ندا آمد ز کوہ و کوہسار من

معین را کوہ غم بر دل ور اول سخت مے آمد

ولے شد کوہ غم آخر حصار استوار من

۹ ـــــ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: الٰہی جعلت لی کلیما وجعلت حبیبا فما الفرق بین الکلیم والحبیب، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: خداوندا! مجھے تو نے کلیم کہا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب۔ کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا: کلیم وہ ہے کہ وہ، وہ کچھ کرتا ہے جس میں ہماری خوشنودی ہو، اور حبیب وُہ ہے کہ ہم وہ کرتے ہیں جس میں اُس کی رضامندی ہو۔ اے موسیٰ علیہ السلام! کلیم وُہ ہے کہ جو ہمیں دوست رکھے اور حبیب وُہ ہے جسے ہم دوست رکھیں۔ اے موسیٰ علیہ السلام! کلیم وُہ ہے جو چالیس روز تک دن کو روزے رکھے اور رات کو صبح تک قیام کرے پھر طور سینا پر آئے تاکہ ہمارے ساتھ بات کرے، حبیب وہ ہے کہ اپنے بستر پہ فراغت سے سویا ہوا ہو، ہم اپنے قاصد جبرائیل علیہ السلام کو اسے بلانے کے لیے بھیجیں اور اسے پلک جھپکنے میں اپنی بارگاہ میں حاضر کریں اور اسے اس مرتبہ پر پہنچائیں کہ تمام مخلوق کی عقل اس کی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہو۔

۱۰ ـــــ اسی سلسلے میں سنیے، شرح تعریف میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت کے بارے دیکھا ہے۔ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت واکرام کے نام سے یاد فرمایا اور آپؐ کے معراج کی اضافت اپنی ذات اقدس کے ساتھ فرمائی، فرمایا: اسریٰ بعبدہٖ، اور موسیٰ علیہ السلام کے معراج میں ان کو ان کے علامتی نام سے یاد فرمایا ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا، اشارہ فرما دیا کہ وُہ شخص جو اپنی تمام صفات اور معانی سے ہماری بندگی بجالائے وہ ہمارے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے

اس جگہ اسریٰ کی نسبت اپنی طرف اور وہاں موسیٰ علیہ السلام کی طرف جاء موسیٰ ، موسیٰ علیہ السلام کو آنیوالا کہا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا جانے والا فرمایا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی صفت سے پہنچے ، وہ لیجانا اپنی صفت سے نہیں تھا ، اور وہ موسیٰ علیہ السلام اپنی صفت سے آنے والے تھے ، آنیوالا طالب ہے اور مرید اور جسے لایا گیا ہے وہ مراد ہے ، یہ ذاکر ہے وُہ مذکور ، یہ محب ہے وُہ محبوب ، آنے والا جب آتا ہے تو حاضر ہوتا ہے اور لیجایا جانے والا ہرگز غائب نہیں ہوتا ، آنا صفتِ عام ہے اور لانا صفت خاص ، خود مل کر جو آتا ہے شاید راہ رات پائے یا نہ پائے لیکن جسے یہاں لایا گیا یہ ممکن نہیں کہ وُہ راہ نہ پائے ۔

۱۱ ـــــ موسیٰ علیہ السلام کے قرب کو یاد فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام کی تعریف فرمائی ؛ ولمّا جاء موسیٰ لمیقاتنا ، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرمایا تو اپنی توصیف فرمائی ؛ سبحان الذی اسریٰ ، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی صفات میں قایم تھے اور مصطفیٰ علیہ السلام نے اپنی صفات کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی صفات میں فنا کر دیا تھا ، یہی وجہ تھی کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے تجلّی کا اثر پہاڑ پر ملاحظہ فرمایا اپنی صفات کو کھو بیٹھے جس طرح کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا : وخر موسیٰ صعقا ، اور ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کے تمام مقامات دیکھے ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے عجائبات اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ جل جلالہ کی عظمت مشاہدہ فرمائی ، بہشت کو اپنی تمام نعمتوں اور لوح و قلم اور قضا و قسمت کو دیکھا مگر آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہ ہُوئی کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اپنی صفت کے ساتھ قایم تھے لامحالہ پہاڑ پر ایک تجلّی نے انہیں مغلوب کر دیا اور چونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی صفت سے قایم تھے دونوں جہانوں پر غالب آتے ۔

ے

احمدؐ مرسل کہ خرد خاک اوست ... ہر دو جہاں بستۂ فتراک اوست

تازہ ترین سنبل صحرائے تاز ... خاص ترین گوہر دریاے راز

عالم تر دامن خشک از تو یافت ... ناف زمین نافۂ مشک از تو یافت

تاج خود و تخت خود آرد جہاں　　تخت زمیں آمد و تاج آسماں

۱۲ ـــــ نقل ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی درخواست کی جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پروں کو کھول کر ان کے آگے پھیلا دیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام! میں دیدارِ الٰہی چاہتا ہوں اور آپ مجھے اپنا جلوہ دکھاتے ہیں۔ فرمایا: دیکھیے ان پر کیا لکھا ہوا ہے، آپ نے نگاہ ڈالی لکھا ہوا تھا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، فرمایا: اس کلمہ کی برکت سے میں پلک جھپکنے میں سدرۃ المنتہیٰ سے زمین پر آتا ہوں، اس قسم کے بندہ نے ابھی تک دیدار نہیں کیا، آپؑ چاہتے ہیں کہ ان سے پہلے دولتِ دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوں، آپؑ کو یاد ہے کہ ایک روز آپ نے مہمانی کی تھی حضرت ہارون علیہ السلام موجود نہیں تھے تو آپ نے تاخیر کر دی، ہمارا ابھی ایک عزیز آرہا ہے اور ہماری رحمت اسکی منتظر ہے تاکہ دع نفسك و تعال کے ضیافت خانہ میں، وصال کا دسترخوان اس کے نام پر بچھائیں اور لاکھوں طفیلیوں کو ان کی برکت سے احسان کے دسترخوان پر بٹھائیں۔

۱۳ ـــــ اس میں کیا حکمت تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے میقات پر دن کے وقت لے گئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر رات کے وقت لے گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کلیم تھے اور خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حبیب، بادشاہ رعیت کے ساتھ دن کے وقت باتیں کرتے ہیں اور دوست کو رات کے وقت بلاتے ہیں، یا ہم یوں کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی درخواست پر آئے تھے تاکہ صحف اور الواح لیجائیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے لیے آئے تھے تاکہ ارواح کی خوراک لے جائیں، جو شخص اپنی درخواست پر آتا ہے دن کے وقت آتا ہے تاکہ انعامات حاصل کرے اور جو شخص وصال کے لیے آتا ہے رات کو آتا ہے تا جمال کا مشاہدہ کرے، یا ہم یوں کہتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کو رات کے وقت لے جاتے ان کی قوم ہرگز تسلیم نہ کرتی باوجودیکہ دن کے وقت گئے اپنے ساتھ اپنی امت میں سے ستّر بڑے بڑے آدمی لے گئے، وہ کہتے تھے حتی نری اللہ جھرۃ، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت لے گئے صبح کے وقت صحابہ کرام کی مجلس میں تصدیق و تحسین کا غلغلہ اور شور برپا تھا بلکہ اصحابِ صفہ سے

اس قدر پوشیدہ رازوں کے نکات سُنتے جو وہ آپس میں بیان کرتے، یہاں تک کہ اس اعتبار سے بھی اس امت کی فضیلت اس امت پر ظاہر ہوگئی اور کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کے معنی کی حقیقت تحقیق پذیر ہو گئی یا ہم یوں کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو دنیا میں عیش و آرام سے رکھا، موسیٰ علیہ السلام ان سے رخصت ہو رہے تھے اور وہ دیکھتے اور بے صبر ہو جاتے تھے، چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم دنیا دار نہیں تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر دنیا میں نہیں ٹھہرے اور رحمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ تقاضا نہیں تھا کہ قوم کے سامنے قوم سے نکل جائیں اور تمام کو پیاسہ و مشتاق بادیۂ فراق میں چھوڑ دیں، لامحالہ آپ کو رات کے وقت لے گئے تاکہ کسی شخص کو خبر تک نہ ہو کہ کب گئے اور کب واپس آئے، اس سلسلہ میں ایک تمثیل سنیے:

بچوں کا باپ سفر کرتا ہے تاکہ اولاد کے لیے ان کی ضروریات کو فراہم کر کے واپس آئے وُہ جانتا ہے کہ اگر وہ ان کے سامنے باہر جائیگا گریہ وزاری کریں گے اور اس کے ساتھ جانا چاہیں گے ان کا باپ یہ تدبیر کرتا ہے کہ بچوں کو پہلے سلا دیتا ہے اور آہستہ ان میں سے نکل جاتا ہے، ان کی ضروریات اور خواہشات کو مہیا کر کے وہ ابھی سوئے ہوئے ہوتے ہیں کہ واپس آجاتا ہے، انھیں نیند سے بیدار کرتا ہے اور ہر ایک کے لیے جو تحفہ لاتا ہے اس کو دیتا ہے تاکہ اگر ان میں سے کسی نے بیدار ہو کر فراق کا دُکھ برداشت کیا ہو، تحفہ ملنے سے اس کی تلخی یا کوفت دُور ہو جائے، اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو رات سُلا کر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ کا قصد کیا۔ ؎

چو پوشید از کرامت خلعت خاص — بیامد باز پس از گنج اخلاص
گلی شد سرو قدے بود کامد — ہلالی رفت بدری بود کامد
خلائق را برات شادی آورد — ز دوزخ نامۂ آزادی آورد

زما بر جان چوں او نازنینی
پیاپے باد ھد دم آفرینی

۱۴ — جب موسیٰ علیہ السلام طور سے واپس آئے کلام الٰہی کے نور کی اسقدر

شعاعیں آپ کی پیشانی پر چمک رہی تھیں کہ کسی شخص میں انھیں مشاہدہ کرنے کی طاقت نہیں تھی آپ کو اپنے چہرہ پر بُرقع ڈالنا پڑا تاکہ نظر کے لیے رکاوٹ ہو اور دیکھنے والوں کی نظر چندھیا نہ جائے، لعض پُوچھتے ہیں کہ جب کلامِ الٰہی کے نُور نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشانی پر اس قدر ظہور کیا ہوا تھا اس میں کیا حکمت ہے کہ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہُوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برقع اوڑھنے کی ضرورت نہیں پڑی؛ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص پر کبھی کوئی کیفیت طاری ہو اس کا اثر فوراً اس میں ظاہر ہو جاتا ہے، لیکن اگر کوئی ہمیشہ اسی حال میں رہے تو اس میں کوئی خاص تغیّر پیدا نہیں ہوتا۔ اس واقعہ کی نظیر یہ ہے کہ مصر کی ملامت کرنے والی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مشاہدۂ جمال میں ہوش وحواس کھو کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور انہیں خبر تک نہ ہُوئی لیکن زلیخا میں اس سے کوئی تغیّر پیدا نہ ہوا کیونکہ وُہ ہمیشہ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں تھی اور وہ غیبوبت سے حضور میں آئی تھیں، دونوں میں یہی فرق تھا واللہ اعلم۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نور کی دوٗ قسمیں ہیں؛ نور ظاہر اور نور باطن۔ موسیٰ علیہ السلام کو ظاہری نور عطا ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باطنی نور مرحمت فرمایا گیا، یہ امت کے حال کے مطابق تھا فان الظاھر للعوام والباطن للخواص۔

ایک اور جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا نور، نورِ خلعت تھا، مہمان کو خلعت دی جاتی ہے اور خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دوست تھے، دوست سے دوست خود دوست کو چاہتا ہے نہ کہ خلعت کو۔

ایک اور جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے چہرہ پر نقاب اس لیے ڈالا تھا کیونکہ قوم سے آپ کو شرم آتی تھی، کیونکہ وُہ ان کے لیے قتل کا تحفہ لائے تھے فاقتلوا انفسکم، اور تمام کو ہارون کے سپرد کر گئے تھے، جب واپس آئے اکثر وبیشتر کافر ہو چکے تھے عیاذاً باللہ، لامحالہ ان سے پردہ کر لیا، ہمارے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس آئے ہم سب کے لیے مغفرت ورحمت کے لیے تحائف لائے، تمام کو جس طرح چھوڑ گئے تھے اسی طرح مومن موحد پایا۔

ایک اور جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی طبیعت میں درشتی غالب تھی اسی لیے ان کو حکم ہُوا فقولا لہ قولا لینا، ہمارے آقا و مولا مجسمۂ رحمت تھے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ولہذا امر بالغلظۃ واغلظ علیہم، لامحالہ موسیٰ علیہ السلام نے طبعی درشتی کی وجہ سے قوم سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذاتی رحمت و رأفت کی وجہ سے کھلے مُنہ پھرتے، فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم ۔ ص

اے رحمت عالمیں کہ رحمت ہمہ از تست ‌ ‌ ‌ عصیاں از ما چناں کہ رحمت از تست

لطفے بکن و روے نگرداں از ما ‌ ‌ ‌ چوں پشتی عاصیان امت از تست

۱۵ ——— عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر لے گئے تو وہیں رکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بھیج دیا، اس میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے واللہ اعلم، نقل ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط پڑا مصریوں نے دانوں کو خوشوں میں رکھا تاکہ ان میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو فذروہ فی سنبلہ، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ایمان و اسلام کی قحط سالی تھی لامحالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بے مثل دانہ کو خوشۂ امت کے درمیان رکھا تاکہ گمراہی اور کفر کی اس قحط سالی سے سلامتی، تر و تازگی اور لطف و کرم کی وسعت کو پہنچیں۔

دُوسرا جواب تمام امت جسم کی حیثیت رکھتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جان کی مانند تھے، جان کے بغیر جسم کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اور بے روح جسم کو بقا اور ثبات نہیں، اُمت کی دلدہی اور تسلّی کی خاطر آنحضرت کو واپس بھیجا، یا ہم اس مفہوم کو یُوں بیان کرتے ہیں: چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو زندگی میں اپنے اندر نہ دیکھا تاکہ ان کی صحبت سے کسب فیض کریں لیکن یہ اُمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئی تھی اور بعد از وصال آپ کی زیارت سے مشرف ہوتی ہے اور زیارت کی فضیلت حاصل کرتی ہے کما قال عیسیٰ علیہ السلام من زارنی میتا فکانما زارنی حیا وجبت لہ شفاعتی۔

۱۶ ——— ارباب اشارت نے بیان فرمایا ہے کہ چھ پیغمبروں کو چھ معراجیں ہوئی ہیں،

بہشت آدم علیہ السلام کی معراج تھی، ان کی معراج اور ہمارے آقا و مولا

معراجِ اوّل کی معراج میں بہت زیادہ تفاوت تھا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کو عزت کے ساتھ لے گئے لغزش کی وجہ سے واپس کیا، ہمارے آقا و مولیٰ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام تک عزت سے لے گئے اور عزت سے واپس لائے۔

دوسرا یہ کہ جب آدم علیہ السلام کو بہشت سے دنیا میں لائے فرشتے کہتے تھے غضوا ابصارکم اپنی آنکھیں بند کرلو تاکہ تمہاری نظر عاصی پر نہ پڑے، لیکن جب حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس دنیا میں بھیجا فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں کھڑے ہوکر آپ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو منوّر کرتے تھے، اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ۔

تیسرا یہ کہ جب آدم علیہ السلام اپنے معراج سے واپس آئے توان کے ساتھی حوّا، سانپ، مور اور ابلیس تھے، جب ہمارے آقا و مولا واپس آئے آپ کے ساتھی جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام تھے۔

چوتھا یہ کہ آدم علیہ السلام زمین پہ آئے عصیٰ آدم کی آواز دنیا میں ابھری اور جب سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر اُترے، آیت بھیجی ورفعنا مکانا

معراج دوم حضرت ادریس علیہ السلام کا معراج تھا قولہ تعالیٰ ورفعناہ مکانا علیا، حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر لے گئے، ایک روایت میں چھٹے آسمان پر رکھا، یہاں تک کہ فرشتوں کے ساتھ گفت و شنید کرتے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتوں آسمانوں سے گزار کر او ادنیٰ کے مقام پر پہنچایا یہاں تک کہ آپ نے حق تعالیٰ کے ساتھ گفت و شنید کی۔

معراج سوم یہ خلیل اللہ علیہ السلام کا معراج تھا ان کا معراج آسمانِ دنیا تک تھا قولہ تعالیٰ وکذٰلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض، لیکن خلیل علیہ السلام نے وہاں اپنی امت کی ہلاکت کی درخواست کی، روایت میں یوں آیا ہے کہ جب خلیل علیہ السلام مخلوقات کے حالات سے واقف ہوئے ایک شخص کو گناہ میں مبتلا دیکھا اس پر سختی اور ہلاکت کی دعا فرمائی، خدا تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا، دُوسرے کو ایک گناہ میں گرفتار دیکھا اسے بھی بڑا بُرا سمجھ کر ہلاکت کی دعا کی حق تعالیٰ نے اسے بھی ہلاک کر دیا، تیسرے کا بھی یہی انجام ہوا، جب اسی طرح چوتھے کی نوبت

آئی حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہُوا۔ اے ابراہیم جائیے اور اب دعا نہ کیجئے، اے ابراہیم! میرے بہت سے بندے ہیں جو گناہوں میں مبتلا ہیں اور مبتلا ہوں گے، میں حلم برتتا ہُوں اور ان کو ہلاک نہیں کرتا تاکہ بعد میں وُہ توبہ کرلیں توان کو بخش دوں یا ان کی نسل سے نیک اولاد پیدا کروں اور ان کو ان کے لیے مفید بنا دوں، یا محض اپنے کرم سے بخش دوں یا ان کے گناہوں کے مطابق ان کو سزا دوں اور بعد میں بخش دوں اور اگر آپ کی دعا سے میں بندوں کی گرفت کروں تو ایک شخص بھی نجات نہیں پائے گا ولو یواخذ الناس بظلمھم، نقل ہے کہ جب خلیل علیہ السلام کو یہ خطاب آیا، جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہُوا انزل خلیلی قبل ان یھلک عبادنی، اے جبرائیل! جاؤ اور میرے خلیل کو اس سے پہلے کہ میرے بندوں کو ہلاک کرے اپنے مقام پر پہنچا دو۔ انہیں کہو کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں روزانہ اپنے بندوں کو دیکھتا ہُوں کہ وہ گناہ میں مبتلا ہیں لیکن میں ان کو ہلاک نہیں کرتا، آپ کی ایک بار نظر پڑی ان کو ہلاک کر دیا۔ القصّہ خلیل علیہ السلام نے اپنے معراج میں اپنی اُمت کی ہلاکت کی دعا کی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معراج میں مغفرت و رحمت کی دعا مانگی۔ غفرانک ربنا۔

معراج چہارم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معراج تھا اور وہ کوہِ طور پر تھا ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا اگرچہ موسیٰ علیہ السلام کے معراج میں معراج محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے لطائف گزرے ہیں لیکن یہاں ایک اور نکتہ سُن لیجئے، جب مُوسیٰ علیہ السلام اپنے میقات پر آئے اپنی قوم میں سے ستّر سر بر آوردہ لوگوں کو منتخب کیا اور اپنے ساتھ میقات پر لے گئے، انہوں نے کہا لن نؤمن لك حتی نری اللہ جھرۃ، ہم آپ پر قطعاً ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں، اس گستاخی پہ بجلی کڑکی اور ان ستّر آدمیوں کو جلاکر راکھ کر گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے دُعا مانگی: خداوندا! تو نے میری قوم کو جلا دیا۔ خطاب ہوا: اے موسیٰ! جس چیز کو آپ اختیار کریں وہ جلانے کے ہی لائق ہے اور جس کو ہم اختیار کریں وُہ زندگی کی مستحق ہے اور وُہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے قال اللہ تعالیٰ ویخلق اللہ ما یشاء ویختار، بعض بزرگوں نے یوں فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی روز چن لیا جس روز قرآن کو ان کی وراثت میں دے دیا

ثم اورثنا الکتاب الذی اصطفیناه من عبادنا، اس جماعت کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا، فمنهم ظالم لنفسہ الاٰیہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم زاہدوں اور عابدوں میں سے تھی اور موسیٰ علیہ السلام کی چنی ہوئی تھی ان زاہدوں کو حجت بازی پر جلانے کے لائق سمجھا گیا فاخذتہم الصاعقۃ، امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اگرچہ گنہگار و ظالم ہوں گے مگر حق سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے تسلیم ورضا کی وجہ سے چنے ہوں گے تمام مغفرت اور رحمت کے لائق ہونگے ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا

القصہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساتھ لے جانے میں دو چیزیں بیان کی ہیں؛

۱۔ آپ کی امت آپ کی تصدیق بلا دیکھے نہیں کرتی، ستر گواہ ساتھ لے جانے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ یقین کرلیں بلکہ ستر گواہوں سے بھی یقین نہیں کرتے تھے اس کے باوجود کہ ان کے ساتھ تھے، یہاں تک کہ انہوں نے کہا لن نؤمن لك اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نوسو سال (مصنف کی زندگی تک) گزرنے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی تصدیق و توثیق دل و جان سے کرتی ہے اور ان کی زبانوں پر مدح وثنا ہے۔

۲۔ جو اسرار موسیٰ علیہ السلام کو بتائے گئے ان کی قوم ان کے اسرار کی محرم تھی کیونکہ وہ انہیں ساتھ لے گئے تھے یہاں فرشتہ آسمان، جن وانسان کوئی بھی ان کا شریک راز نہیں تھا، لامحالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اسرار نہانی میں منفرد تھے فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔

معراج پنجم یہ عیسیٰ علیہ السلام کا معراج تھا، ان کا یہ معراج چوتھے آسمان تک تھا، چونکہ دنیا میں زاہد تھے، ملائکہ کے ساتھ مل گئے، اور وہاں رہ گئے اور اُمت کو بیکار چھوڑ دیا۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم امت میں واپس آئے اور ان کے لیے مغفرت ورحمت کی خلعت لائے وما ارسلناك الا رحمۃ للعالمین۔

معراج ششم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج قاب قوسین او ادنیٰ تک تھا، حضرت جامی قدس السامی یوں فرماتے ہیں: ؎

گلی برواند زین دہلیزہ پست — بداں درگاہ والا دست بر دست

مکانی یافت خالی از مکان نیز — کہ تن محرم نبود آنجا وجان نیز

قدم زنگ حدوث از جان او شست — وجوب آلایش امکان او شست

یکی ماند آنہم از نعت یکی پاک — ز لبیاری بروں وز اندکی پاک

بدیدہ انچہ از دیدن بروں بود — میرس از ماز کیفیت کہ چوں بود

نہ چندیں گنجد آنجا وبہ چونے — فرو بند از کمی لب وز فزونے

شنید آنگہ کلامی نے بآواز — معانی در معانی راز در راز

نہ آگاہی از وکام وزباں را — نہ ہمراہی بداں نطق وبیاں را

زحرفش دست دلرا کوتہ انگشت — ز ورکش گوش جانرا باد در مشت

لباس فہم بر بالاے او تنگ — سمند عقل در صحرائے او لنگ

زگفتن برترست واز شنیدن — زباں زیں گفتگو باید بریدن

منہ جامی زحد خود بروں پاے — وزیں دریاے جانفرسا بروں آے

دریں مشہد زگویائی مزن دم
سخن را ختم کن واللہ اعلم

۱۷ ــــ اے درویش! آیہ کریمہ ما زاغ البصر وما طغیٰ کے اسرار میں چند باتیں غور سے سُن۔ موسیٰ علیہ السلام جمال کے عاشق وفریفتہ تھے وکلم اللہ کے پیالہ سے انّی انا اللہ کی شراب پی کر پائدار مجلس میں ساقی کے جمال کا مشاہدہ کرنا چاہا، پکارے رب ارنی انظر الیک خطاب آیا ولکن انظر الی الجبل جب موسیٰ علیہ السلام نے پہاڑ کی طرف دیکھا تو لن ترانی کی حقیقت مشاہدہ کی یعنی اے موسیٰ علیہ السلام! اگر آپ ہماری سرحدِ عشق پر پہنچے ہوئے ہوتے تو ہمارے بغیر کسی طرف متوجہ نہ ہوتے، عاشقِ صادق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ ہم نے ان کے سامنے ملک وملکوت کے خزانے اور غیب وشہود کے دفینے پیش کیے، انہوں نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، ما زاغ البصر وما طغیٰ۔ ؎

دیدہ را دیدار وجاں را راغ بس — ورنہ بی او دیدہ را ما زاغ بس

حکایت ایک خوبصورت نوجوان راستہ پر جارہا تھا اتفاقاً ایک درویش کی نظر اس پر پڑی اور وہ دل دے بیٹھا، درویش اس جوان کے پیچھے پیچھے چل دیا، اس کبک رفتار ماہ رخسار محبوب نے پلٹ کر دیکھا، درویش کو اپنے پیچھے آتے ہوئے پایا، اس سے احوال پوچھے، اس نے کہا: تیرے جمال کے عشق نے مجھ پر غلبہ کر لیا ہے اور میرے گنجینۂ دل سے صبر و آرام کی متاع جاتی رہی، معشوق نے اس عاشق کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھنا چاہا اور کہا: میرا ایک خادم میرے پیچھے آرہا ہے، وہ بے پناہ خوبصورت ہے، اگر تمہاری خواہش ہو تو اسے مڑ کر دیکھ لو، درویش نے پلٹ کر دیکھا، محبوب نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا اور اسے کہا تم ابھی خام ہو ہٹ جاؤ۔ لوگوں نے اس سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا اگر وہ ہمارے عشق میں سچا ہوتا تو ہمارے بغیر کسی طرف التفات نہ کرتا۔ ؎

تا دیدہ زغیر دوست برہم ننہی — بر زخم فراق خویش مرہم ننہی
پا در حرم وصال یک دم ننہی — تا جان ندہی در غم و سر ہم ننہی

۱۸ —— نقل ہے کہ شیخ فخر الدین گورستانیؒ نے دیکھا کہ عرش الٰہی کے ساقی میں جام طہور پیتے ہیں، صبح کے وقت اوراد پڑھنے کے بعد شیخ سلمان حدادی روح اللہ روحہ کے دستر خوان پر روٹی اور مویز حاضر کیے گئے، شیخ فخر الدینؒ تناول نہیں فرما رہے تھے، شیخ سلمانؒ نے ان کے کان میں کہا: جس نے ساقِ عرش مجید میں مے طہور پی ہو ہماری روٹی اور مویز کی طرف کیوں التفات کرتا ہے۔ عالم معنی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قاب قوسین کے میکدہ میں ساقی کے ہاتھ سے لاتتخذوا الہین اثنین ذاتی اور صفاتی تجلیات کا جام پیا، دنیا کی روٹی کے ٹکڑوں اور عقبیٰ کے سبزہ زار کی طرف کب التفات کرتے ہیں ما زاغ البصر وما طغیٰ۔ ؎

اے دل ازیں جہاں دل آزار درگزر — وز تنگنائے گنبد دوار در گزر
بر طور ہمت ار ندہندت جواب خوش — ترک سوال گیر ز دیدار در گزر
ایں ہمیں نشیمن قدس ست جائے تو — زیں آشیاں چو جعفر طیار درگزر

ہاں اے درویش باغیب و شہادت میں جو کچھ بھی تھا خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دکھا دیا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اس سے کسی چیز کا بھی دریغ نہیں۔ ع

تو مے دانی کزیں مقصود من چیست

ھ

در کمان ابرویش بنگر نخست　　تا شود زاں قاب قوسینت درست

گر دریں عالم کمانرا زاغ بود　　آں کماں را زاغ از ما زاغ بود

قاب قوسین از عدد آمد پدید　　طاق ابرویش ز حد آمد پدید

جفت طاق او محقق اوفتاد　　جفت با خود طاق با حق اوفتاد

۱۹ ـــــ ما زاغ البصر کی تحقیق میں محققین صوفیہ نے عجیب وغریب اشارے بیان فرمائے ہیں تحریر کا دامن اسے بیان کرنے سے قاصر ہے، مجملاً بیان ہوتا ہے، شیخ المشایخ شہاب الدین قدس سرہٗ نے عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ فیضان انوار شہود کے فیوضات کو حاصل کرنے میں اس سرمایۂ کنوز فتوح صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس، قلب اور روح متفق تھے لیکن جو خصوصی التفات قاب قوسین کے مقام پر ہوئی رُوح نے قلب کے ساتھ اسے قبول کرنے میں سرعت کی، لیکن جب نفس نے اس امر میں ان کے ساتھ شرکت کرنا چاہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کو انکسار کی رہگذار میں احتیاج کی قیود میں مبتلا کر دیا، ما زاغ البصر کا یہی مفہوم ہے تاکہ بساط انبساط پر قدم نہ رکھے وما طغیٰ کا یہی مفہوم ہے۔ ہاں استغنا کے وقت سرکشی نفس کا خاصہ ہے کلاّ انّ الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ، یہی وجہ تھی کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے نفس نے مواہب روحیہ اور مطالب قلبیہ سے کچھ باتیں اخذ کیں، عیش ونشاط کے بستر پر سرکش ہوگیا اور اپنی حد سے بڑھ گیا ربّ ارنی انظر الیك، لامحالہ ولدینا مزید کی فضا میں داخل ہونے سے لن ترانی کے ساتھ روک دیا گیا، جب خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس احتیاج کی قیود سے مقید کر دیا اور بزم انکسار میں باندھ دیا۔ استغنا کے میدان میں جولانی نہیں دکھائی اس لیے اپنے مقام پر ثابت قدم رہا اور ابواب مزید آپ پر کھلے رہے، قل ربّ زدنی علما، اس سے حبیب اور کلیم علیہما السلام میں فرق ظاہر ہوگیا، شیخ سہل بن عبداللہ تستری قدس سرہ العزیز نے فرمایا، لم یرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الی مشاھدۃ نفسہ ولا الی مشاھدتہا وانما کان مشاھدا لکلیہ لربہ

شاھدا ما یظھر علیہ من الصفات التی اوجبت لہ الشوق فی ذٰلک المقام ، ان تحقیقات میں اس سے زیادہ لطائف بھی ہیں ان میں سے کچھ عوارف میں مذکور ہیں اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

۲۰ ——— آیت ما زاغ البصر میں اس معین مسکین کی عنبر آگیں ، مشکیں قلم کی تحریر سے اس بیاض کے صاف وشفاف اوراق پر ان پاکیزہ کوائف کو ملاحظہ فرمایئے اور ان معتبر لطائف ومعارف کے لشکروں کے ہمرکاب ہوں اور اس معین مسکین کے حق میں زبان تحسین کھولیں اے درویش ! اس قرب وکرامت کی شب میں بد فلک نے تاریکی کی چادر زمانے کے چہرے پر ڈالی اور وبیر د تدبیر نے ایک خط سیاہ تارکول کی طرح آسمان کے لاجوردی لوح پر کھینچا المختصر اس رات کے کیا کہنے !

شعر

شبی کا سماں مجلس افروز کرد — شب از روشنی دعویٰ روز کرد

محمد کہ سلطان ایں مہد بود — زچندیں خلیفہ ولی عہد بود

سرنافہ در بیت اقصا کشاد — زناف زمیں سر باقصیٰ نہاد

زبند جہاں داد خود را خلاص — بمعشر گہ عرشیاں گشت خاص

دل از کار نہ حجرہ پرداختہ — بنہ حجرۂ آسماں تاختہ

بروں جستہ از گنبد چار بند — فرس راندہ بر ہفت چرخ بلند

شدہ جان افلاکیاں خاک او

زدہ دست ہر یک بفتراک او

قصہ کوتاہ عالم کون ومکاں کی تمام چیزوں نے خود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور اپنا اپنا مقام ومرتبہ بیان کیا، ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انور میں پسندیدہ ٹھہریں لیکن آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر تجلیات ذاتی وصفاتی کے انوار میں استغراق کی وجہ سے ان پر نہ پڑی اور نظر اٹھا کر بھی ان کی طرف نہ دیکھا ما زاغ البصر وما طغیٰ ، اس اجمال کی تفصیل اور اس مقالہ کی ترتیب رسالہ شرائف الاوقات مجلس معراجیہ میں بیان ہوئی ہے اس جگہ اس میں سے چند مختصر نکتے پیش کیے جاتے ہیں ، اے درویش ! پہلے زمین نے اپنے کمالات ومحاسن کی تحسین وتوصیف میں زبان کھولی اور فخر وغرور سے یوں کہا :

حیوانات کی خوراک کا مخزن، پودوں کے پھولوں اور انوار کا مطلع، پھلوں کے نہال اطفال کو درختوں
کے کالبد میں پرورش میں کرتی ہوں، قیمتی جواہرات کا صدف اور ابرار کا قالب میں ہوں، فراش
لطف نے میرے عیش و نشاط کے بستر پر بہترین فرش بچھایا والارض فرشناھا فنعم الماھدون
خدا کے نقاش عنایت نے موزوں صورتیں اور طرح طرح کے نقوش میری فرحت انگیز لوح پر
بنائے۔ آسمان نے کہا: کواکب ثواقب کے خوبرو میرے پاس ہیں، مناسب مناقب والسماء
بنینٰھا باید میں دکھاتا ہوں، عالم کن فیکون کی عبادت گاہوں میں رہنے والوں کا مسکن میں ہوں،
خوانچۂ نعمت میں ہوں وفی السماء رزقکم وما توعدون، چاند کا بادشاہ اور خورشید کی
دلہن وجمع الشمس والقمر کو میرے تختِ بخت پر جلوہ گر کرتے ہیں، حکمتِ خداوندی کی مشاطہ
نے زینت کا غازہ وزینّٰھا للناظرین میرے اسرار کے حجلہ کی دلہن کے رخساروں پر لگایا۔ کرسی
نے کہا: وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض، وسعت کی چادر میرے منقوش کندھوں پر ڈالی اور
والسماء ذات البروج بلند بُرج میری بے مثال ذات میں پوشیدہ کر دیے ہیں۔ لوح نے
کہا: عشق و محبت کے اسرار کی کشتی میں ہوں، اہلِ معرفت کی ارواح کی آرام وہ جگہ میں ہوں،
علوم غیبی کی مظہر، حکمت لاریبی کا منبع، مطلع انوار قدسی اور شبہات کے تصرف سے محفوظ میں
ہوں، اسرارِ قدسی کی شعاعیں مجھ سے پھوٹتی ہیں۔ قلم بولا: ذاتِ قدیم کا راز دار اور علم بالقلم
صاحبِ اسرار ہوں، ن والقلم کی قسم کا جھنڈا میرے وسیع مقدمۃ الجیش پر لہرا رہا ہے،
اُکتبُ کے دستور کا مامور اور بے حجاب نگاہوں کا منظورِ نظر میں ہوں، میرے رفیع الشان
دیوان کے منشور پر علم بالقلم کی تحریر سے زینت دی گئی۔ عرش نے کہا: حمد و ثنا کا ہار میری گردن
میں ڈالا گیا ہے اور استوٰی کی چادر رحمتِ رحمانی نے میرے سرو قد پر سایہ فگن کی ہے، میں
نیازمندوں کی دعاؤں کا قبلہ، درویشوں کی مناجات کا محراب اور مقربین کی ارواح کے طیور کا
آشیانہ ہوں، ہر وہ چیز جسے دائرۂ پیدائش میں خلعتِ وجود عطا ہوا اور اس مے کی جود و
بخشش کی جرعہ آشامی سے نوازا گیا ہے، تمام میرے قدموں پر سر رکھتے ہیں اور میرے جود و
کرم کے مائدہ اور انعام و اکرام کے دسترخوان پر نیازمندی کے ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ رب
الارباب کا پاکیزہ خطاب آیا: ہمارا ایک منتخب بندہ اور پسندیدہ محبوب ہے کہ تمہاری یہ تمام

عظمت وشان اس کے مقابلہ میں آفتاب عالمتاب کے پرتو میں ایک ذرہ یا بحر بیکراں میں ایک قطرہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ممالک وملکوت کے اراکین نے حق سبحانہ، وتعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ اگر آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی مہربانی کے قدموں سے ہمارے سروں کو مشرف فرمائیں تو کیا مضائقہ ہے۔ حق سبحانہ، وتعالیٰ نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے عز وجلال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ اقبال کو ہفت آسمانوں پر گاڑ دیا، خواجۂ کونین کے دونوں جہانوں سے دامنِ ہمت کھینچا اور دونوں جہانوں کی نقدی سے دامن جھاڑ دیا۔ حظائر قدس کے ساکنین نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ ہمارے اطراف وجوانب سرسری نگاہ ڈالیں تاکہ ایک عالم کا کام ایک نظر سے بن جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ فرمایا: یہ تمام انقطاع میری امت کے ہیں سنریھم اٰیاتنا فی الآفاق و فی انفسھم، نوکروں کی جائداد کا جائزہ لینا عالی ہمتوں کے شایان شان نہیں، انہوں نے کہا: ملکوت عالم بالا اور ملاء اعلیٰ کی عبادت گاہوں کو ایک نظر دیکھ لیجئے۔ فرمایا وہ میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی تماشاگاہ تھی وکذلك نری ابراھیم ملکوت السموات والارض اور وہ جلیل القدر بیوی جو باپ کی منظورِ نظر رہی ہو، بیٹے کو اس سے اپنی نگاہِ الفت پر بندش چاہیے، انہوں نے کہا چاندہی کو دیکھیے کہ نیّرین میں سے ایک ہے، اندھیری رات میں سورج کا قائمقام ہے فذلك لتعلموا عدد السنین والحساب یہی ہے یہ میری امت کے اعمال کا دفتر ہے یسئلونك عن الاھلة قل ھی مواقیت للناس وہ جگہ جہاں جمال دلربا کا مشاہدہ ہو میں اپنی امت کے اعمال کے محاسبے میں مشغول ہو جاؤں، یہ چاند اپنے کمال کے وقت حسینان جہاں کے جمال جہاں آراء کی کہانیاں سناتا ہے اور جب یہ ہلال کی صورت اختیار کرتا ہے تو عشاق کے احوال کا انگشت نما ہوتا ہے اس لیے کہ آسمانِ عرفان پر جب میں چودھویں رات کے چاند کی مانند جلوہ ریزیاں کرتا ہوں میری امت کے خدام میں سے ہر ایک ستاروں کی طرح جنات کی نافرمانی سے راہِ نجات تلاش کرتا ہے اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم اور ایک انگلی کے اشارے سے جو اس پرشوکت چاند کی طرف کرتا ہوں تو اس کی نورانی خلعت کو بارگاہ ظہور میں چاک کر دیتا ہوں اقتربت الساعة وانشق القمر میں کس لیے اپنے عشاق کے حسن وجمال کا مشاہدہ نہ کروں کہ کل روز قیامت ان کے چہروں کا نورانی عکس در و بام جنت کو منور کر دے گا،

سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود قدسیوں نے کہا کہ آفتاب جہانتاب جو مخلوقات آسمانی کے لیے شمع جہانتاب کی حیثیت رکھتا ہے، اس عالیشان ایوان کی قندیل نور، فلک فیروزہ کے طاقوں میں ہر روز ضیا بار ہے اور اس کا عود جو دھوئیں سے پاک ہے جہاں ہر غرور کے شادی خانوں یعنی ظہور کے آتش داں میں فروزاں ہے اس کی طرف نگاہ ڈالیے تو فرمایا ہمارے ایسے غلام ہیں کہ اس دن جب قضا و قدر کے فراش مقراض فنا سے اس سنہری شمع کے فتیلہ کے سرے کو کاٹ دیں گے اور خورشید کی روپہلی بط جو سطح دریائے فلک پر تیر رہی ہے لقمہ نہنگ اجل بنا دی جائے گی اذا الشمس کورت ان کی مشعل اس طرح روشن ہوگی کہ مکینانِ روزِ محشر کے چہرے ان کے نور سے منور ہو جائیں گے یوم تری المومنین والمومنات یسعٰی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم، پھر قدسیانِ فلک کہیں گے کہ آسمان کے مجسمۂ زبرجد اور اس لاجوردی منظر فلک کی طرف نگاہ اٹھائیے جو جواہر نور کا دریا ہے جو ملائکہ کا قلعۂ محکم جو حوروں اور رضوان کا قصر و ایوان اور پناہ گاہ ہے اس کا سیارہ پرکار عالمِ خاک کے بساط کے مخروطی مراکز پر بڑی مستعدی سے گھومتا رہتا ہے اس سیارے کے بالائی حصہ میں ایک لہریں مارنے والے دریا کی سطح پر گوہر باری اور موتی نچھاور ہو رہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ اگرچہ یہ نیلگوں آسمان اور طبق محدود ایک ایسا نامہ ہے کہ منشیِ تقدیر نے اپنے خامۂ تدبیر سے ہزاروں کواکب و نجوم کے نقوش سے اس کو آراستہ فرما دیا انا زینا السماء الدنیا بزینۃن الکواکب مگر اس نامہ کو لپیٹ دیا جائے گا "یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب" جو ہم دل سوختہ نامۂ اعمال رکھتے ہیں اسے روزِ قیامت پھیلا دیا جائے گا ویخرج لھم یوم القیامۃ کتابا یلقہ منشورا پھر ملائکہ بولے کہ بہشت کی طرف نگاہ دوڑائیے کہ دوستوں کا چمن زار ہے اور مشتاقوں کی ملاقات کی وعدہ گاہ روز بازار عاشقاں اور صادقوں کی منزل و قرارگاہ ہے رحیق اور سلسبیل کا سرچشمہ ہے مطلع انوار تحقیق و اسرار حسبی اللہ ہے لعل و درو مروارید کے بے خطا محلات ہیں ونحن اقرب الیہ من حبل الورید کے معانیِ پنہاں کا مشاہدہ کرنے والی ہے اور کھانے ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم کہ نوالۂ مشتاقاں ہے وہاں موجود ہیں وجوہ یومئذ ناعمۃ لسعیھا راضیۃ کا منظر وہاں دیکھا جاتا ہے وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ کا وہاں مشاہدہ ہوتا ہے، فرمایا ہاں ایسا ہی ہے لیکن میں صبر کرتا ہوں،

تاآں وقتیکہ اس بہشت کی زنجیر میری امت کے خاکساروں کے استقبال کے ہنگام ان کی گردن میں
ڈال دی جائے ازلفة الجنة للمتقین غیر بعید کہا گیا عرش رحمانی کی طرف نظر ڈالیے کہ
سقف جنت پر اپنے طائر خاطر عاطر سے ایک لمحہ کو ادھر پرواز فرمائیے کہ رحمت الٰہی کا مقام
عرش ہے ارواح مشتاقاں کی قندیل عرش ہے مست ومدہوش دلوں کا مقبل عرش ہے ،
حق پرستوں کی تماشا گاہ عرش ہے اقرب الاجسام الی الملکوت عرش ہے انسب الاشیاء
الی الجبروت عرش ہے ، فرمایا بیشک۔ مگر عرش بہ ایں ہمہ عظمت میرے ملازمان درگاہ کی وفات
حسرت آیات سے لرزہ براندام ہو جاتا ہے اھتزالعرش لموت سعد بن معاذ وہ طاقت برداشت
کہاں رکھتا ہے میری اُمت کے خاکساروں کے درمیان جب طلاق کی جدائی واقع ہوتی ہے تو
وہ کانپنے لگ جاتا ہے ان الطلاق یھتزبہ العرش الرحمٰن وہ میری ملاقات اور وصال کا
کس طرح متحمل ہو سکتا ہے بلکہ جب کوئی یتیم آہ وزاری پر اتر آتا ہے تو عرش گرامی میں لرزہ پڑجاتا ہے
واھتزازالعرش ببکاء الیتیم کی بزرگ گردن اس درِ یتیم کی برداشت کا قلادہ کس طرح اٹھا
سکتی ہے کہا گیا پھر کس چیز کو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ نے فرمایا اس کی کاریگری کے جمال
کو میں دیکھتا ہوں اور اُس کے کمالاتِ قدرت کا مطالعہ کرتا ہوں کہ میں نطفہ تھا اس کے
اثرِ تربیت سے تحفہ بنا ، علقہ تھا حدقہ بنا ، جنین تھا جنین بن گیا امی ناخواندہ تھا دانا پڑھ تھا)
عارف راز بن گیا پسرِ عبد اللہ تھا محمد رسول اللہ ہو گیا صلی اللہ علیہ وسلم ، آج کا دن عالم فنا اور
اس جہانِ پُرمشقت میں یہ تمام فضل واکرام حق تعالیٰ نے مجھے ارزانی فرمائے کل جب میں عالمِ
جاودانی میں قدم رکھوں گا مقامِ محمود ، حوض کوثر اور شفاعت کا پرچم میرے ہاتھوں میں دیا جائیگا
اور مژدہ وعطا کا وعدہ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ کی توقع کے ساتھ مجھے پیش کیا جائیگا
جس کسی کے جان ودل میں اپنی تتبع وفرماں بری کا داغ پاؤں گا اپنی ظل رافت اور سایہ
شفاعت میں بٹھاؤں گا اور بر زخ دوزخ کی سرکش آگ کے نہنگ کے چنگل سے نجات دلاؤں گا
اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے جوار میں مقررہ بلندیوں اور بلند منازل تک پہنچاؤں گا۔ مصنفِ کتاب
نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے کہا : ؎

اے شمع سراچۂ الٰہی خورشید سپہر بادشاہی

اے مسند تو فراز انجم — در شرع تو طبع کردہ راہ گم
از شرع تو گشتہ بر رخ روح — ابواب مکاشفات مفتوح
ہر ذرہ ز پرتو وجودت — دادہ خبرے ز نور جودت
بیواسطہ ات خدا مربی — برخوان ابیت عند ربی
عشقت چو براق ہمت انگیخت — در راہ ادب رکاب بگسیخت
از نار تو گلرخان این باغ — بر چہرہ نہادہ داغ مازاغ
بر ذروۂ تارک ملایک — قدرت زدہ پایۂ ارایک
در مسند عزۃ قاب قوسین — خاک قدم تو بودہ کونین
بنمود چو برقعت برافگند — ز آئینۂ ذات تو خداوند
در مظہر ہستی تو دیدم — آں حسن کہ ہم ز تو شنیدم
در عرصۂ انکشاف معنیٰ — بکشادہ لبت زبان بدعوے
یک پردۂ عیسوی برافتاد — ترسا بخدائیش نشان داد
ہفتاد ھزار پردہ دارے — ہر پردہ ھزار پردہ دارے
در پردہ نہفتہ بہ جمالی — کورا نبود جز اور مثالی

بیچارہ معین کمین غلامت
از دیدۂ دل کند سلامت

اشارات معراجیہ ان کی تعبیر دو طریقوں سے بیان کی جاتی ہے: طریقۂ اوّل اولیاء کا خاص معراج ہے- دوسرا طریقہ مومنین کا عام معراج ہے، معراج خاص یہ ہے کہ مقامات طریقت میں سلوک کی وجہ سے عالم حقیقت تک پہنچے ہیں، اے درویش! احیب حضرت جلال احدیت جل وعلا نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عروج کی بدولت آسمانوں کے طبقات پر مشرف فرمایا اور اس عزت افزائی سے تمام انبیاء پر فائق و ممتاز کیا اور یہ طے شدہ بات ہے کہ ہر وہ چیز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہوئی آپ کی امّت کو بھی اس سے حصہ عنایت فرمایا گیا، خدا رسیدہ بزرگوں نے معراج اولیاء جو کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا عکس ہے، کی تحقیق میں یُوں فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ کے لیے بھی ایک معراج ہے اور اس سے مراد عقل ہے، اس معراج کے دو بازو خوف اور رجاء ہیں اور درجات ہیں، درجات سے مراد عبادات اور طاعات ہیں، اس معراج کی نچلی سطح دل پر رکھی گئی ہے اور اس کی اعلیٰ سمت عرشِ الٰہی تک پہنچی ہُوئی ہے، لیکن اولیاء کو وہاں تک عروج ممکن نہیں اور کامل ترین انبیاء علیہم السلام کو طہارت کے بعد یہ درجہ میسر آسکتا ہے چنانچہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا جب تک سینہ مبارک چاک کر کے آپ کے دل مبارک کو آب رحمت سے پاک اور نورِ ایمان سے بھر نہیں دیا گیا آسمانوں کے معراج پر نہیں لے گئے، حدیث شریف میں ہے کہ جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ بندہ کو وصال قرب سے مشرف فرماتا ہے اسے تکالیف و مصائب سے آزماتا ہے اگر طلب کے راستہ پر ثابت قدم رہتا ہے، سنن کی پابندی سے انحراف نہیں کرتا، اپنی عبادات و طاعات میں سے کم نہیں کرتا بلکہ ان کو بڑھا دیتا ہے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتو! تم گواہ رہو کہ میں نے اس بندہ کا نام شکر گزاروں میں لکھ دیا ہے، پھر فرماتا ہے کہ اس بندہ کے حالات کی خبر لیتے رہو اور دیکھو کہ کیا یہ اپنی طاعات اور عبادات میں کچھ کمی کرتا ہے، ہماری خدمت سے دل تنگ ہوتا ہے یا نہیں، اگر وہ بندہ ہماری خدمت میں مداومت کرتا ہے تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ھذا عبد یتعرض بالمزید، یہ بندہ مزید دولت اور عطیات طلب کرتا ہے تم گواہ رہو کہ میں اسے اس کی مراد کو پہنچاؤں گا، جب بندہ تحقیق کی راہ پر مستقل مزاجی سے گامزن رہتا ہے اور ایک عرصہ تک ثبات و استقامت اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ توفیق کے رسول کو اس تحقیق کے راستہ کے سالک پر بھیجتا ہے، تاکہ اسے خوابِ غفلت سے بیدار کرے اس کے بعد اس کے دل کو غیر سے قطع تعلق کی چھری سے شگاف دیتا ہے اور اسے آب عنایت سے پاک و مطہر کرتا ہے، اسے ایمان، سکینہ، یقین اور طمانیت سے بھر دیتا ہے پھر اسے رشد کے براق پر بٹھاتا ہے اور تحقیق کے راستہ پر آسانی کی قوت سے چلاتا ہے یہاں تک کہ برق خاطف کی طرح سیر کرتا ہُوا قطع مسافت کرتا ہے لیکن راستہ میں شیطان کی آراستگی اور نفسانی وساوس سے آزماتا ہے چنانچہ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شام کے راستہ میں یہود، نصاریٰ کی دعوت کے ذریعہ آزمایا گیا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ وہ نفسانی وسوسے اور شیطانی

تزئینات جو سالک کے دل میں القا کرتا ہے اس قسم کی ہوتی ہیں کہ ہوا سرد ہے اور گرم خوابگاہ سے اٹھ کر طہارت کرنا اور صبح کی نماز ادا کرنا تجھ پر فرض نہیں ہے، اسے چھوڑنے سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، ان سے درجات جنت حاصل کرنا ممکن نہیں، حق سبحانہ' و تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے آسانی کا خواستگار ہے یرید الله بکم الیسر، اور فرمایا ہے کہ وجعل لکم الیل لتسکنوا فیہ، اس قسم کی تمام باتیں نفسانی وساوس اور شیطانی تخیلات ہیں، جب سالک ان وساوس و تخیلات باطلہ کی طرف التفات نہیں کرتا اور بیت المقدس کی طرف سے توجہ نہیں ہٹاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز، حمد و ثنا اور دُعا میں مشغول رہتا ہے، اس وقت حق سبحانہ' و تعالیٰ کمال کرم نوازی اور بندہ پروری سے فکر کے رسول کو جبرائیل علیہ السلام کی مانند اپنے بندہ کے پاس بھیجتا ہے تاکہ اس کے دل کو نور کے پروں پر بٹھا کر عالم معنیٰ کی فضا میں محوِ پرواز کرے، اس وقت اس کے سامنے حجاب نفس کا آسمان آتا ہے، رسول فکر جو سالک کے دل کا حال ہے، دروازہ کھلواتا ہے اور اس آسمان سے گزار لے جاتا ہے اور عالمِ ملکوت پر لے جاتا ہے اور عوالم جبروت کا مشاہدہ کراتا ہے اس عالم کا حجاب اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، انبیاء و اولیاء کی ارواح اس کے استقبال کو آتی ہیں اور ہر ایک اسے ایک نئی بشارت سناتی ہیں، حق سبحانہ' و تعالیٰ کے اکرام اور تمام مخلوقات پر ممتاز کرنے پر تعجب کرتی ہیں، پھر اسے اس مقام سے آگے لے جاتے ہیں یہاں تک کہ آسمانِ دنیا کا حجاب اس کے سامنے آتا ہے، رسول فکر دروازہ کھلواتا ہے، سالک کے دل کو وہاں سے گزار کر عالمِ ملکوت میں لایا جاتا ہے اور اس ملکوت کے عجائب وغرائب سے چند چیزیں اس کے سامنے پیش کرتا ہے کہ پہلی سب باتیں اسے بھول جاتی ہیں، جب وہاں سے گزارتے ہیں چوتھا آسمان آتا ہے جب وہاں سے بھی حسبِ دستور سابق گزر جاتا ہے تو پانچویں آسمان پر اعمال صالحہ پیش آتے ہیں جیسے نماز، روزہ وغیرہ، جب وہاں سے بھی گزر جاتا ہے تو آسمان ششم حجابِ دوزخ سامنے آتا ہے، جب اس سے گزرتا ہے ساتواں آسمان حجابِ بہشت پیش آتا ہے جس طرح خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام آسمانوں کے طبقات میں ہر ایک مقام میں اپنے مرتبہ کے مطابق مشاہدہ فرمایا، اسی طرح قلوب سالکین کو ان کے مراتب کے تفاوت کے اعتبار سے ان ساتوں حجابات میں جن کا

بیان ہُوا ٹھہراتے ہیں کہ اس مقام سے گزر نہیں سکتے۔ چنانچہ ابراہیم خلیل علیہ السلام ساتویں آسمان پر جو گزشتہ انبیاء علیہم السلام کا اعلیٰ ترین مقام ہے ٹھہرے ہُوئے تھے، باقی حجابات سے ترقی کر گئے، ولی کامل کو چاہیئے کہ لا احب الاٰفلین کی رکاوٹ کا ہاتھ تمام موجودات پر مارے اور یقین کی مدد سے ولیکون من الموقنین، نفس، شیطان اور دینا وغیرہ کے حجابات سے گزر جائے لیکن ایسا عارف، عاشق صادق محقق کہاں ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند تمام آسمانوں کے طبقات سے گزر جائے اور سدرۃ المنتہیٰ جس سے مراد منتہائے فکرت صافی ہے ترقی کر جائے، جہاں تک مخلوق کا فہم وادراک پہنچ سکتا ہے وہاں سے آگے نکل جائے اور رسول فکر جو جبرائیل کے قائم مقام ہے، اسی جگہ رہ جائے اور وہاں سے آگے نہ بڑھ سکے اس وقت سالک کو سلطان حق کا کشف ہوتا ہے وہاں اس کا مشاہدہ سر قوی ہوجاتا ہے، وہاں وہ میدان خاص میں اپنی قوت سر سے اڑنے لگتا ہے اور عرش مجید پر جس سے مراد تجلی صفات ہے پہنچ جاتا ہے اور سلطان ذات کی عظمت مشاہدہ کرتا ہے، بشریت کی ہر متعلقہ چیز کو وہاں لاشئی اور مضمحل دیکھتا ہے اس وقت اس پر سلطان ہیبت ظاہر ہوتا ہے سر بھی اس پرواز سے عاجز آجاتا ہے اور فانی ہوکر فضائے عرش میں گر پڑتا ہے، وہاں یہ ہوتا ہے کہ فیض الٰہی کا منظور نظر ہوکر ادن منی کے خطاب سے وہ زندہ ہوجاتا ہے اور اذن خداوندی سے سرا پردۂ عزت میں باریاب ہوتا ہے اور حقیقت دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی اس پر کھلتی ہے اور مطلع صفات سے جو آئینہ ذات ہے نور تجلی ظاہر ہوتا ہے اور عارف کی جان میں اس حقیقت کا القا ہوتا ہے۔ ؎

صفات وذات چو از ہم جدا نمے بینم — بہر چہ می نگرم جز خدا نمے بینم
ز من مپرس کہ آں ماہ را کجا دیدے — چو من ز جائے برفتم بجا نمے بینم
بہر بلا کہ بخواہی بیاز ماے مرا — کہ در مشاہدۂ تو بلا نمے بینم
ز من بہر چہ کنی یاد را ضیم حقا — کہ ہر چہ از تو رسد جز عطا نمے بینم
بہر طرف کہ مرا می کشی بجمد اللہ — کہ خویش راز تو یکدم جدا نمے بینم

عروج جان معینی بر اوج او ادنیٰ
بجز متابعت مصطفیٰ نمے بینم

اے درویش! جہاں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جسم اطہر کے ساتھ تشریف لے گئے، عارف کا دل اس آستانہ پر زمیں بوس ہوتا ہے، جامِ محبت سے اس قدر شراب انس نوش جاں کرتا ہے کہ اپنے آپ کو کلیۃً فراموش کر دیتا ہے اور اس استغراق میں یہ ترانہ پڑھتا ہے، چنانچہ مولفِ کتاب کہتا ہے: ؎

شراب ساقیِ ما مستی از جاے دگر دارد | کہ از یک قطرہ مستاں را ز عالم بیخبر دارد
نہ از جام است ایں مستی نہ از خم و نہ از بادہ | ولی از چاشنی گوئی براں لبہا گزر دارد
بردہ عقل و دین از سر نہ دل ماندہ نجاں در بر | اگر آں ساقی دلبر نقاب از روے بر دارد
سوے جنت ہمی خواند مرا واعظ چہ پندارد | کہ عاشق جز در معشوق خود جاے دگر دارد

کجا از مقعد صدقش بجنت سر فرود آرد
کسی کاندر مقر عز جاناں مستقر دارد

دولت وصال اور سعادت اتصال سے مشرف ہونے کے بعد ساقی عز وجلال کے ہاتھوں خمخانۂ وحدت سے لبالب جام پینے کے بعد اس خطاب سے مخاطب ہوتا ہے وھل استحق من عبادی عنی ان یغفلوا عنی لو عرفوا بالذی یفوتھم عنی لیقطعت اکبادھم حسرۃ یعنی کیا یہ لائق ہے کہ کوئی بندہ مجھ سے لمحہ بھر کے لیے بھی غافل ہو، اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ ان کی غفلت کی وجہ سے کس قدر عظیم شے فوت ہو گئی تو ان کے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ ؎

در طلب زاں می نمائی کاہلی | کز فروغ حسن آں مہ غافلی
ہر کہ یکبار اندراں رو بنگریست | لذت عیش و طرب داند کہ چیست
چوں تو محرومی ازاں عیش و طرب | واکشیدی پاے از کوے طلب
گر ز دستِ ساقیِ ما مے خوری | روے ساقی بینی و جاں پروری

ور نیابی از وصال او خبر
دل شود بریاں و خوں گردد جگر

اس کے بعد جب عارف کا دل اس معنوی معراج سے واپس آتا ہے تو قبولیت کے انعامات

اور نور وضیا کی خلعت کے ساتھ لوٹتا ہے، شرابِ محبت سے مخمور، صحبت خلق سے متنفر، کھانے پینے سے فارغ اور پروردگار کی مناجات میں مشغول ہوتا ہے رزقنا اللہ بفضلہ وکرمہ ما یحب ویرضی ومن یفعل ویشی۔ شیخ رومی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے: ؎

باز آمدم باز آمدم از پیش آں یار آمدم — شاد آمدم شاد آمدم از جملہ آزاد آمدم
من مرغ لاہوتی بدم دیدی کہ ناسوتی شدم — دامش بدیدم ناگہی در وے گرفتار آمدم
من نور پاکم اے پسر برآب وخاکم مختصر — آنجا بیا با ما بہ بین کاینجا سبکسار آمدم

یارم بہ بازار آمدہ چالاک و عیار آمدہ
ورنہ ببازارم چکار او زاخریدار آمدم

دوسرا طریقہ شریعت کی راہوں کے سالکوں کا معراج ہے کہ الصلوٰۃ معراج المؤمن کے مطابق عالمِ حقیقت تک پہنچے ہیں۔ یہ وہ معراج ہے کہ عوام وخواص اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس راستہ سے خاص بلندی پر پہنچے ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ، امام الائمہ، کاشف الغمہ، حجۃ اللہ فی الخلق، فخرالملۃ والدین الرازی قدس سرہ العزیز نے تفسیر میں اس مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ سے واپس آتے تھے فرمایا: من این نصیب امتی من ھذا الشرف، یہ دولت وسعادت جس سے میں سعادت مند ہوا ہوں، میری امت کی قسمت میں کہاں، خطاب آیا معراج امتك الجماعۃ، نماز جماعت آپ کی اُمت کا معراج ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس دنیا میں نزول فرمایا، دوستوں کو یوں خبر دی کہ الصلوۃ معراج المؤمن۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ نماز روحانی اور جسمانی معراج کی جامع ہے کیونکہ یہ ایسے افعال پر مشتمل ہے جو قالب سے تعلق رکھتے ہیں اور ایسے اذکار سے جو دل سے تعلق رکھتے ہیں، اس معراج کا بیان یوں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک سفر کا پختہ ارادہ فرمالیا پہلے طہارت کی کیونکہ مقام قدس میں داخلہ بغیر طہارت کے ممکن نہیں، لامحالہ جبرائیل علیہ السلام حوض کوثر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی لائے اس طرح کہ جبرائیل علیہ السلام نے رضوان سے کہا دو لوٹے یاقوت سرخ کے آبِ کوثر

بھرے ہُوئے اور ایک سبز زمرد کا چوکور طشت جو ایسے جواہرات سے مرصع ہو جن کی شعاعوں سے
آسمان روشن ہو جائے لے کر آئیں۔ اسی طرح جب بندہ نماز کے ارادہ سے نیاز مندی کا قدم
خدمت میں طاعت الٰہی کے لیے رکھتا ہے، اپنے ظاہر کو پانی سے پاک کرتا ہے، جس طرح شرع میں
بیان ہُوا ہے اور جب طہارت کا ارادہ کرتا ہے حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس بندے کا ساتھی ہو جاتا ہے
خدا تعالیٰ کا رضوان خوف و رجاء کے دو لوٹے ایمان و عرفان کے حوضِ کوثر سے بھر کر اس نماز
پڑھنے والے کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ اس کے بعد علم کا ایک طشت جس کے چار اضلاع
ہیں، ایک افعال، دوسرا علم صفات، تیسرا علم اسماء اور چوتھا علم ذات، اور ان اضلاع
میں سے ہر ضلع مخصوص جواہرات سے آراستہ ہے مثلاً افعال گوہر توحید، صفات جوہر وحدانیت،
اسماء احدیت اور ذات کے ساتھ غیب ہویت کے ساتھ، جب نمازی کو ظاہری اور باطنی
طہارت حاصل ہو جاتی ہے اس کے لیے براقِ محبت مودت کی زین سے آراستہ حاضر
کرتے ہیں۔ اس براق کے دو پر ہوتے ہیں ایک شوق اور دوسرا ذوق کا، پہلے کا قدم
دونوں جہانوں سے آگے نکل جاتا ہے، یہاں تک کہ اسے پلک جھپکنے میں اپنی توجہ کی جناب
میں لے آتا ہے یہاں تک کہ اس کے اندر سے آواز انی وجہت وجہی للذی فطر السموات
والارض آتی ہے، اس کے بعد اس کی توجہ کے مطابق جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے آثار عظمت و قدرت کی اطلاع دی کہ تمام مکونات ملکیات و ملکوتیات اس کی
عظمت و کبریائی کی تجلی میں مضمحل دیکھی۔ بندے کو بھی چاہیے کہ عقل کی نظر سے تمام اشیاء
میں غور و فکر کرے اور طرح طرح کے حیوانات، نباتات معادن انسانوں کے بارے میں
سوچے اور بحر و بر اور اس کے باشندوں کے فنا ہونے پر غور کرے، پھر عالمِ بالا کی طرف
متوجہ ہو، آسمانوں، ملائکہ کے مختلف گروہوں سدرۃ المنتہیٰ تک وہاں کے ساکنین،
لوح و قلم، عرش، کرسی، بہشت، دوزخ، عالم اجسام، عالمِ ارواح دینی اور سماوی،
ملک، ملکوت غیب شہادت کو نظرِ ہمت کے احاطہ میں لائے اور ان تمام پر عظمتِ الٰہی
کے انوار کے پرتو ڈالے یہاں تک کہ تمام آفتاب کے پہلو میں ستارے کی مانند نابود
کر دے، تحقیق و یقین کے ساتھ دونوں جہانوں سے ہاتھ اٹھا لے اور اللہ اکبر کہے پھر

عالم سفلی اور علوی کی سرحد پر اپنے دونوں ہاتھوں سے، عالم صغیر جس سے مراد آدمی ہے، کے دل پر ایک بند باندھ دے تاکہ مشوشات لطائف روحانی اس سے تعرض نہ کر سکیں۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صخرۂ بیت المقدس سے قدم اٹھا کر معراج پر رکھا، نمازی تکبیر تحریمہ کے بعد معراجِ ثنا پر قدم رکھتا ہے اور سبحانك اللهم وبحمدك کا کلمہ زبان سے ادا کرتا ہے کیونکہ آدم صفی اللہ علیہ السلام کی معراج یہی کلمہ تھی کہ فتلقی ادم من ربه کلمات اسی کلمہ کے متعلق وارد ہوئی ہے بلکہ مقدس ملائکہ کی معراج بھی یہی کلمہ تھی فسبح بحمد ربك خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طبقات سموات پر قدم رکھنے کے بعد ساتوں طبقات آسمان میں دل کو شیطان کے تصرف سے محفوظ دیکھا وحفظا من کل شیطان مارد، اسی طرح نمازی معراج ثنا سے آسمان معارف پر قدم رکھتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ دل کے ساتوں مراحل کو جو سات آسمانوں کی مانند ہیں شیطان کے مکر و فریب اور وساوس سے پاک رکھے وہ اعوذ بالله من الشيطان الرجيم زبان سے ادا کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب یہاں سے گزر کر ایک ایک بہشت میں پہنچے، آٹھوں دروازوں میں سے ہر ایک دروازے کی ایک چابی ملاحظہ فرمائی، پہلے دروازہ کی چابی معرفت، دوسرے کی ذکر، تیسرے کی شکر، چوتھے کی رجاء، پانچویں کی خوف، چھٹے کی اخلاص، ساتویں کی دعا اور آٹھویں دروازہ کی چابی اقتدا تھی، اسی طرح نمازی بندہ سموات قلب کے طبقات کو طے کر کے بہشت مکاشفہ میں پہنچتا ہے تو اس کے اسے آٹھ دروازے دکھائی دیتے ہیں، ہر دروازہ کیلئے ایک چابی مقرر ہے پہلا بہشت کا دروازہ جو باب المعرفت ہے، کلید معرفت اور مفتاح ایمان سے دوسرا جو باب الذکر ہے بسم الله الرحمن الرحيم کے کلمہ سے، تیسرا الحمد لله رب العلمين کی کلید سے، چوتھا الرحمن الرحيم سے، پانچواں مالك يوم الدين سے۔ چھٹا کلمۂ اخلاص اياك نعبد و اياك نستعين، ساتواں اهدنا الصراط المستقيم سے اور آٹھواں دروازہ جو کہ باب الاقتدا ہے صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين کی کلید سے کھلتا ہے اور قولہ تعالیٰ جنات عدن مفتحة لهم الابواب سے یہ مراد ہے، پھر نمازی کی جان فاقرؤا ما تيسر من القرآن کے فرمان سے محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح قرآنی سورتوں کے باغات میں سیر کرتی ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے باغوں میں سیر فرمائی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے باغات کی سیر فرمائی حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے نور تجلی میں مشغول کر دیا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کسی چیز کی رغبت پیدا نہ ہو، اسی طرح نمازی کو کلام پاک کی تلاوت کے بعد متکلم کی تجلی ظاہر ہوتی ہے اور پھر وہ اذا تجلی اللہ لشئ خضع لہ کے تقاضا کے مطابق رکوع میں اپنی پشت جھکا دیتا ہے اور عظمتِ الٰہی کا عذر کرتے ہوئے سبحان ربی العظیم کے الفاظ کو ورد بناتا ہے، بزرگوں نے اس تجلی کو تجلی فعلی کہا ہے، اسی تجلی کا ظہور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آثار کو دیکھنے لگے اور فرمایا: اللھم انی اعوذ بعفوك من عقابك، نمازی کے اپنی نماز نیاز کو رکوع کی تواضع سے پیش کرنے کے بعد عظمتِ الٰہی کی بارگاہ سے بموجب من تواضع للہ رفعہ اللہ پھر اسے مقام استقامت پر برقرار رکھتا ہے، یہاں تک کہ ٹیڑھے پن کے بعد استقامت کی نعمت پر حمدِ خداوندی کے شکرانہ سے زبان کھولے اور اپنی حمد کی قبولیت پر فخر کرے کہ سمع اللہ لمن حمدہ، جب حمد محمود کے ساتھ متصل ہو گئی، تجلیات صفاتی میں سے ایک اور تجلی بندہ پر جلوہ فگن ہوتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا قال العبد سمع اللہ لمن حمدہ نظرہ اللہ الیہ بنظر الرحمۃ، اور اس نظر رحمت سے مراد تجلی صفات ہے جو خشوع میں زیادتی کی مستدعی ہوتی ہے، لامحالہ بندہ سجدہ کرتا ہے، جو خشوع و تذلل کی انتہائی صورت ہے، چنانچہ تجلی فعلی کے سامنے رکوع ہوجاتا ہے اور اسی مفہوم کو خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا اعوذ برضاك وسخطك، اور جب سجدہ سے سر اٹھاتا ہے ایک دوسری تجلی، جو تجلی ذات ہے اس پر وارد ہوتی ہے اور یہ تجلی اسی قرب سے کنایہ ہے جو شجرِ خشوع وخضوع وعکنت کا پھل ہے اور پہلے سجدہ پھوٹی ہوئی شاخ ہے، چنانچہ فرمایا: واسجد واقترب، یہ سالکان طریق تحقیق کے بلند ترین مراتب ہیں، یہاں ایک باریک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ تجلی صفاتی اور تجلی ذاتی میں فرق تھا، فعل اور صفت میں امتیاز کی وجہ سے لامحالہ فرق پیدا ہوا یہاں تک کہ ایک نے رکوع کی شکل اختیار کی اور دوسرے نے سجدہ کی، لیکن چونکہ ذات اور صفات کو ایک دوسرے سے امتیاز نہیں تھا بظاہر یہ تجلی ممتاز نہ ہوئی،

دونوں سجدے ایک ہی طرز کے ہُوئے اور دونوں کو ایک ہی قسم کی تواضع تک پہنچایا، لیکن ان دونوں کے درمیان معنی کے اعتبار سے بہت فرق ہے اس کے اسرار کشف وعیاں کے وقت ظاہر ہوتے ہیں، چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد ہیں کہ اعوذ بك منك دونوں خطاب ایک ہی طرز کے ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے کاف خطاب بک میں اور کاف خطاب منک میں زمین وآسمان کا فرق ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج روح اور جسم کا معراج تھا، نماز میں دو رکعت نماز فرض ہُوئی تاکہ پہلی رکعت معراج اجسام ہو اور رکعت دوم معراج ارواح و اجسام، درمیان میں بیٹھنا لازم اور ثنائے الٰہی واجب ٹھہری۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیٰ فتدلیٰ کے مقام پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ثناء بیان کی اور ایسی ثنا پیش کی کہ کسی شخص نے نہیں کہی تھی کہ التحیات للہ والصلوات والطیبات، بندوں کو بھی اسی ثنا کا حکم دیا گیا، چونکہ ان بند دروازوں کی کشادگی اور ان بلند و بالا درجات پر رسائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف قدوم سے میسر ہُوئی تھی لامحالہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح پُر فتوح پر السلام علیك ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ عرض کرنا چاہیے، اس کے بعد سلام کا جواب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین، گویا کوئی سائل اس نمازی سے پُوچھتا ہے کہ ان بلند و بالا درجات اور ان عمدہ ترین مقامات میں نزول کس وسیلہ اور کس عطیہ سے حاصل ہوا، وُہ کہتا ہے بدولت شہادت، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ، پھر یہ سائل کہتا ہے کہ یہ سید بجلی کی مانند پلک جھپکنے میں ام القریٰ (مکہ) سے مقصد اقصیٰ کی بلندیوں پر پہنچا اور صنوبر کی مانند مسجد اقصیٰ کی بنیادوں سے اُٹھ کر آسمانوں کی چوٹیوں تک کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء سرفراز ہُوا، سدرۃ المنتہیٰ کی بیری سے دنیٰ فتدلیٰ کا میوہ چنا، بلبل کی مانند فکان قاب قوسین او ادنیٰ کے اشجار اسرار پر سبحان الذی اسریٰ کے پروں کے ساتھ پرواز کر کے بلبل کی مانند فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ کی شاخسار پر ہزار ہا داستانوں کے ساتھ نالہ و فریاد کی اور معین دیوانہ سے طیبہ میں یہ نیازمندی سُنی: ؎

اے بلبل گلزار معانی کہ توئی   وے محرم اسرار نہانی کہ توئی

ہر کس کہ نشاں ز دوست می جست نیافت ہم از تو بیابد آں نشانی کہ توئی

حاصل یہ کہ اے مسافر معراج الصلوٰۃ معراج المومن، اس پسندیدہ سید اور دونوں آنکھوں کے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیا تحفہ اور ہدیہ بھیجتا ہے، نمازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کے دامن کو پکڑ کر اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد کہتا ہے سائل گویا پھر اسے کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا شرف خلیل علیہ السلام کی برکت سے حاصل ہوا ہے کیونکہ آپ نے نورِ رسالت آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دُعا فرمائی تھی ربنا وابعث فیھم رسولا اس دعا کی جزا اور اس استدعا کی پاداش کیا ہے، نمازی کہتا ہے کما صلیت و سلمت و بارکت علی ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید، جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارگاہِ الٰہی میں تمکنت حاصل کر لی اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے سل یعط واشفع یشفع کے خطاب سے مشرف ہُوئے تو آپ نے جو استدعا کی تمام امت کی بخشش کے لیے تھی، اس جگہ نمازی بھی جب قرب الٰہی حاصل کرتا ہے اسی طریقہ پر ثنا و درود کے بعد مومنین و مومنات کی مغفرت کرتے ہُوئے خصوصی و ستر خوانوں سے خاص دوستوں کے لیے محبت و اخلاص کا لقمہ اٹھاتا ہے تاکہ التعظیم لامر اللہ و شفقۃ علی خلق اللہ کے معنیٰ کی تحقیق ظاہر کرے، لامحالہ یہ دعائے استغفار پڑھتا ہے اللھم اغفر للمومنین والمومنات الیٰ اٰخرہ، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام خدمات پوری کر لیں اور امت کے اہم کاموں سے فارغ ہو گئے، سفر معراج سے واپسی کا حکم ہُوا پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ملائکہ ملکوت پر ہوا۔ اس کے بعد دوستوں اور ساتھیوں کی طرف رجوع ہوا، اسی طرح نمازی کو بھی معراج نماز کے سفر سے واپسی کے وقت پہلے ملائکہ علیہم السلام کی نیت سے، پھر ان تمام لوگوں کی نیت سے سلام کرنے کا حکم ہوتا ہے جو صف میں جماعت کے ساتھ شریک ہیں، چنانچہ فرمایا: تحریمھا التکبیر و تحلیلھا التسلیم۔ ان اشارات کی اس سے زیادہ تحقیق تفسیر بحر الدرر میں بیان ہوتی ہے فلیطالع ثمہ، باقی حکمیات و تمثیلات کے وظائف گزشتہ اوراق میں قصہ معراجیہ کے مقدمہ میں گزر چکے ہیں۔

وھذا آخر الکلام فی معراج النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ـ

بہ پایاں آمد ایں دفتر حکایت ہمچناں باقی بصد دفتر نمی گنجد حدیث درد مشتاقی

قصیدہ امیر خسرو دہلویؒ

ہر کہ از خدائے خواہد فردوس دلکشا را
دین رسول شرط ست از بہر ایں جزا را

آں خواجۂ رسولاں کاندر کفِ کفایت
خط در کشید کلکش امضائے ما مضیٰ را

خورشید دولت او کاول شدہ است طالع
سرمایہ زاں شعاع ست ارواح انبیا را

چوں عزم بر سما شد آں قبلۂ دعا را
سنگ شکوہ گم شد ہم مروہ ہم صفا را

جبرئیلؑ در رسیدہ با مایۂ بشارت
دادہ نوید قربت آں ذاتِ مجتبیٰ را

پیشش کشیدہ رخشی کز حلقۂ لگامش
گردند گرد نامہ و ہم گریز پا را

در شام نیم شب شد نعم الرشید ہم دوش
تا شمع بیت اقصیٰ دریافت آں ضیا را

بر مشہد رسولاں چوں باد بر گذشتہ
بوئیش بہشت کردہ آں روضۂ رضا را

گنبد کناں بر اقش چوں کرد عزم بالا
منجوق گشتہ نعلش نہ گنبد علا را

عیسیٰش گفتہ گرچہ جانست طینت من
با ایں صفائے طینت حاکم رہ شما را

از طیب طرۂ خود دادہ غذائے جانی
در خوان پُر ز نعمت ادریس ناشتا را

نعلین پائے او را بر عرش گو نگہ کن
جاہل کہ در نیابد معنی استویٰ را

طاق از دو قوس بستہ استادِ کبریائش
زیں گونہ باید ایوان زاں گونہ بادشا را

انوار عاریت را از خود بہ بستہ چشمش
وانگاہ گشتہ محرم آں رویت لقا را

از ساقیِ عنایت سیراب در کشیدہ
شربت کہ آں نگنجد جام اولی النہیٰ را

حرفے بخواند روشن در پرتوِ الٰہی
ز اغیار کردہ پنہاں بر محرم آشکارا

زاں نور دادہ بر کف ہر دست را چراغے
وانگہ ستارہ خواند یارانِ رہنما را

تعویذ کردہ خسرو ایں نعمت را کہ باشد
حرز بلائے دوزخ ایں نفس مبتلا را

قلب است نقد ایں دل واں نقد قلبِ خودِ را
بگزارم و نویسم زاں مایہ ایں ثنا را

یارب چو مصطفیٰ را من بہر تو ستودم
تو ہم بمصطفیٰ بخش ایں مصطفیٰ ستا را

اللہم صل علی النبی الرحمۃ و شفیع الامۃ و کاشف النعمۃ محمد و آلہ و اصحابہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا

بعثت کے بارھویں سال کے واقعات

بیعت عقبہ اولیٰ

انصار کے بارہ افراد موسم حج پر سیّد ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے دس اشخاص قبیلۂ خزرج میں سے تھے، اسعد بن زرارہ، عوف بن مالک، رفاعہ اور اسے عوف بن عفراء بھی کہتے ہیں۔ معاذ، معوذ پسران عفراء، اور ایک روایت میں معوذ کی بجائے یزید بن ثعلبہ ہے، رافع بن مالک بن العجلان، سعد بن عبادہ، اور ایک روایت میں اس کی جگہ زکوان بن قیس ہے، منذر بن عمرو، عبادہ بن صامت وعتبہ بن عامر بن بالی، قطبیہ بن عامر بن حدیدہ، دو اور شخص قبیلۂ اوس سے تھے، ابو الہیثم التیہان وعویم بن ساعدہ، یہ جماعت عقبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی اور اس بات پر بیعت کی کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سرتابی نہیں کریں گے اور یہ کہ اگر اس عہد کو پورا کریں گے تو بہشت میں داخل ہوں گے، اور اگر کفر وشرک کے علاوہ دُوسرے امور کی پابندی نہیں کرسکیں گے تو ان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہوگا، چاہے گا تو بخش دے گا نہیں تو عذاب دے گا۔ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیرؓ کو اس جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ میں بھیجا تاکہ ان کو قرآن اور دین کی تعلیم دے۔ منقول ہے کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ایک ناز پروردہ نوجوان تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ان کے والدین نے انھیں بہت اذیت پہنچائی، شعب ابی طالب میں محاصرہ کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، بہت سی ریاضت ومشقت برداشت کی ہوئی تھی اور انہیں وہ آیات بینات جو اُن دنوں نازل ہوئیں، تمام یاد تھیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب الارشاد ان اہل بیعت کے ساتھ مدینہ منورہ جاکر اسعد بن زرارہ کے گھر قیام کیا، انصار کے گھروں میں آمدورفت ہوتی اور انہیں دین قویم اور ملت مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ان میں سے کچھ لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کا ایمان لانا

ایک روز اسعد بن زرارہ اور مصعب بن عمیر، عبدالاشہل اور بنی ظفر (انصار کے قبائل میں سے دو قبیلے ہیں) کے محلہ میں گئے، ان دونوں قبیلوں کے لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے، ان میں سے اکثر مسلمان ہو گئے، جب سعد بن معاذ، جو سعد بن زرارہ کا خالہ زاد بھائی اور قبیلہ کا سردار تھا، کو یہ خبر پہنچی، اسید بن حضیر کہ یہ بھی رئیسِ قوم تھا کو خطاب کیا کہ اسعد بن زرارہ اس غریب آدمی کو لایا ہے اور کم عقل لوگوں کو اپنے پرانے طریقوں اور باپ دادا کے راستہ سے روکتا ہے، خدا کی قسم اگر صلۂ رحمی مانع نہ ہوتی تو میں اس مہم کے لیے کافی تھا، اب آپ کو جانا چاہیے اسے زجر و توبیخ سے منع کریں، اسید اپنے نیزے کے ساتھ جو اس کے ہاتھ میں تھا ان کی طرف چل دیا، جب اسعد نے اسے دیکھا، کہا: اے مصعب! یہ شخص اشراف و اخیارِ قوم میں سے ہے اگر یہ ایمان لے آئے تو ایک بڑی جماعت اس کے ساتھ موافقت کرے گی۔ جب اسید ان کے نزدیک گئے وہ کھڑا ہو گیا اور ہنستے ہوئے انہیں کہا کہ تم ہمارے گھر کیوں آتے اور ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف بناتے ہو۔ اسعد نے کہا اے ابویحییٰ! تم ایسے آدمی ہو جو کمال عقل سے آراستہ ہے اور زیورِ دانش سے مزین، تھوڑی دیر تشریف رکھیے اور میری گفتگو سننے کا شرف بخشیے، اگر آپ کا دل مانے تو قبول فرمائیے ورنہ جو چیز آپ کو ناپسند ہوگی ہم اس کے ازالہ کی کوشش کریں گے، اسید نے کہا: تم نے انصاف کیا، چنانچہ اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور بیٹھ گیا، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے مناسب مقدمات کی تمہید کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کی اور اسید کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، اسید اور مصعب رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قسم بخدا ہم نے اس کے بات کرنے سے پہلے نورِ ایمان کو اس کے چہرہ پر عیاں دیکھا، جب حضرت مصعب رضی اللہ عنہ تلاوتِ قرآن سے فارغ ہوئے اسید نے کہا جب آپ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: غسل کر کے پاک کپڑے پہنتے ہیں اور کلمۂ توحید پڑھ کر دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ اسید نے بتائے ہوئے طریقہ پر فوراً عمل کیا اور حلقۂ اسلام میں داخل ہو گیا، پھر اٹھا اور سعد بن معاذ

کی طرف چل دیا، جب سعد نے اسے دیکھا، کہا خدا کی قسم اسید اس چہرہ کے ساتھ واپس نہیں آیا جس کے ساتھ وہ گیا تھا اس نے پوچھا آپ نے کیا کیا؟ اس نے کہا میں نے انھیں ڈانٹا اور منع کیا، لیکن میں نے یوں سنا ہے کہ بنو حارثہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے خالہ زاد بھائی اسعد کو قتل کر دیں اور آپ کے عہد کو توڑ دیں، اس بات سے اسید یہ چاہتا تھا کہ سعد بن معاذ ان کے پاس جائے تاکہ اپنے خالہ زاد بھائی کی حمایت کرے، وہ غصے میں اٹھ کھڑا ہوا اور کہا تو نے کوئی کام نہیں کیا، نیزہ اس کے ہاتھ سے لے کر ان کی طرف چل دیا، جب اسعد نے سعد کو دور سے دیکھا، مصعب سے کہا: خدا کی قسم یہ شخص قوم کا سردار ہے اگر وہ ایمان لے آئے مدینہ میں کوئی شخص مخالفت نہیں کر سکے گا، سعد ان کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور وہی باتیں اس نے کہیں جو اسید نے کہی تھیں، اسعد نے وہی جواب دیا، سعد بیٹھ گیا، مصعب رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے ایمان پیش کیا اور یہ سورۃ تلاوت فرمائی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تنزیل من الرحمٰن الرحیم، مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم اس کے اسلام لانے سے پہلے ہم نے اس کے چہرہ پر اسلام کے اثرات دیکھے، پھر سعد نے اسعد اور مصعب رضی اللہ عنہما کے اشارے سے ایک شخص کو اپنے گھر بھیجا اور دو پاک کپڑے لے آیا، غسل کر کے کپڑے پہن، زبان سے کلمۂ توحید پڑھ کر دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے قبیلہ میں واپس آیا، منادی کروا کر تمام مردوں اور عورتوں کو جمع کیا، جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو اس نے پوچھا: اے قوم! تم مجھے کیسا سمجھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم آپ کو اپنے میں سب سے بہترین سمجھتے ہیں اور آپ کی رائے کو درست سمجھتے ہیں، آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمائیے ہم آپ کے فرمانبردار ہیں، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا تم میں سے کسی مرد اور عورت کا اس وقت تک میرے ساتھ بات کرنا حرام ہے جب تک تم خدا پر ایمان نہ لاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم اسی روز قبیلہ بنی اشہل کے تمام مرد اور عورتیں ایمان لے آئیں، پھر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کھلم کھلا اہل مدینہ کو اسلام کی دعوت دینے لگے اور لوگ فوج در فوج مسلمان ہوتے تھے، یہاں تک کہ قبیلہ اوس اور خزرج کے اکثر و بیشتر بڑے بڑے لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے، مصعب رضی اللہ عنہ تمام واقعات تفصیلاً

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے رہے، پھر خود بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

بعثت کا تیرھواں سال

بیعت عقبہ ثانیہ اہل سیر رحمہم اللہ کا بیان ہے کہ جب بعثت کا تیرھواں سال شروع ہوا تو ارادۂ ازلی اس بات کے درپے ہوا کہ دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈوں کو بلندوں کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے ہوئے کفر و شرک کی جڑوں کو میدان دنیا سے اکھاڑ پھینکے اور کفار و مشرکین کو ذلیل و رسوا کر دے، اس حقیقت کا آغاز اس طرح ہوا کہ اس سال اہلِ مدینہ کی ایک بہت بڑی جماعت آشنا و بیگانہ، نیک و بد اور زن و مرد، موسم حج میں بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے آئی۔ ایک روایت میں ہے کہ تقریباً پانچسو افراد تھے، اور ایک روایت میں تین سو افراد تھے۔ کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ جب ہم حرم شریف میں پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، طے ہوا کہ ایامِ تشریق کی دوسری رات شعب عقبہ میں جمع ہو کر ایک دوسرے سے بیعت کریں گے، چونکہ ہم اپنے اسلام کو بُت پرستوں سے پوشیدہ رکھتے تھے، جب رات کا تقریباً تیسرا حصہ گزر گیا ایک ایک کر کے منزل سے روانہ ہوتے اور وعدہ گاہ پر پہنچتے رہے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت عباس کے ساتھ تشریف لائے، کعب بن مالک نے فرمایا: عباس اگرچہ ابھی تک قریش کے ہی دین پر تھے، لیکن اپنے بھتیجے کے متعلق اہتمام اور شفقت کی وجہ سے اپنے بھتیجے کے ساتھ متفق تھے، چونکہ دانشمند اور صاحبِ تدبیر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے ساتھ لے آئے تھے تاکہ آپ کے اور انصار کے درمیان عہد و پیمان کے قواعد کو استحکام بخشیں، کعب بن مالک نے کہا ہم ستر افراد مرد اور دو عورتیں ہمارے ہمراہ تھیں جنہوں نے اس رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، سب سے پہلے حضرت عباس نے گفتگو شروع کی، فرمایا اے اہلِ مدینہ! تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ ہم میں کس قدر بلند ہے

آپ ہماری قوم میں سب سے زیادہ عزیز اور سب سے زیادہ محترم ہیں، ہم نے آپ کو دشمنوں کی ایذا رسانی سے اب تک محفوظ رکھا ہوا ہے اور اب بھی ہم اسی عزم و یقین کے ساتھ ان کی حفاظت کا تہیہ کیے ہوئے ہیں لیکن آپ کی خواہش ہے کہ ہم سے الگ ہو کر آپ سے وابستہ ہو جائیں، اگرچہ تم اپنی جس استدعا کے ساتھ آپ کو مدینہ لے جا رہے ہو، پورا کرو گے اور دشمنوں اور منافقین کے شر سے محفوظ رکھو گے، اگر ایسا کر سکو تو چشم ما روشن، آپ لوگوں کے پاس تشریف لیجائیں اور اگر تمہیں اپنے آپ پر اعتماد نہیں ہے تو ابھی سے دستبردار ہو جاؤ کیونکہ وہ اپنی قوم میں عزت و احترام کی حفاظت میں محفوظ رہیں گے، انصار نے کہا: اے عباس! جو کچھ آپ نے کہا ہم نے سُن لیا، لیکن یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ خود ارشاد فرمائیے جو شرط بھی اپنے اور اپنے خدا تعالیٰ کے متعلق چاہتے ہیں فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کا آغاز کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت فرمائیں، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم سے کس قسم کی بیعت لینا چاہتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ساتھ اس بات کی بیعت کرو کہ تم ہر حالت میں راحت ہو یا تنگی، میری اطاعت و فرمانبرداری کرو گے، اپنی دولت خرچ کرنے میں کوتاہی نہیں کرو گے، امر معروف اور نہی منکر کرو گے، کلمۂ حق کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرو گے، جب میں تمہارے پاس آؤں تو میری امداد کرو گے اور اسی طرح میری حفاظت کرو گے جس طرح تم اپنی، اپنی اولاد اور عورتوں کی کرتے ہو تاکہ تم بہشت جاوداں میں داخل ہو سکو۔

روایت ہے کہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہئے۔ اسعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہر دعوت کی ایک صفت ہوتی ہے خواہ نرم خواہ سخت، آپ ہمیں ایسی چیز کا حکم فرماتے ہیں جو آج لوگوں پر سخت اور دشوار ہے کیونکہ آپ نے ہمیں اپنے دین کو چھوڑنے اور ملتِ اسلام کی متابعت کا حکم فرمایا ہے، یہ بہت بڑا کام ہے ہم نے اپنی خواہش سے اسے قبول کیا ہے، اس کے علاوہ ہمارے درمیان پڑوسیوں کے ساتھ میل جول اور صلہ رحمی تھی آپ نے ہمیں اسے

ختم کر دینے کا حکم دیا، ہم نے پُورے اخلاص سے قبول کیا یہ انتہائی دشوار امر تھا، ہم ایک ایسی جماعت تھے جس کا عزت ووقار میں اپنا ایک مقام تھا کہ کوئی شخص بھی ہم پر حکومت وسرداری کا تصور تک نہیں کر سکتا تھا خصوصًا ایسا شخص جسے اس کی قوم نے تنہا چھوڑ دیا ہو اور اس کے چچاؤں نے اس کی حمایت وحفاظت سے ہاتھ کھینچ لیے ہوں ہم نے اپنے حسنِ اعتقاد کی بنا پر اس حقیقت کو اپنے اوپر لازم اور واجب قرار دے لیا ہے۔ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ ان امور کی ذمہ داری لوگوں کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور کوئی شخص اس قسم کے امور کا اقدام نہیں کر سکتا سوا اس شخص کے جس کی رشد وہدایت کا خدا تعالیٰ نے ارادہ کر لیا ہو، جو کچھ بیان ہُوا ہماری زبانیں اور دل اعتراف وتصدیق میں ایک دوسرے کے موافق ہیں اور ان تمام باتوں پر آپ سے بیعت کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ جو آپ کا اور ہمارا پرور دگار ہے، بیعت کرتے ہیں، قدرت الٰہی جل وعلا کا ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے اوپر ہے ہم عہد کرتے ہیں کہ ہماری جانیں آپ کی جان کی حفاظت کے لیے وقف ہوں گی، ہمارے جسم آپ کے لیے ڈھال ہوں گے، ہر وہ چیز جس کے ساتھ ہم اپنی اور اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہیں، آپ کی بھی کریں گے، اگر ہم اس عہد وپیمان کو پُورا کریں گے تو اپنے پرور دگار کے ساتھ عہد کو پورا کیا ہوگا اس طرح ہم سعادت مندوں کے زمرے میں شمار ہوں گے اور اگر اس عہد وپیمان کو توڑا گیا تو گویا خدا تعالیٰ کے عہد کو توڑا اس وجہ سے بدبختوں میں ہوں گے والعیاذ باللّٰہ منہ، ہم اپنی ان باتوں میں سچے ہیں واللّٰہ المستعان، جب سلسلۂ سخن یہاں تک پہنچا، آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے پرور دگار کے لیے یہ شرط لگاتا ہُوں کہ اس کی عبادت کرو گے اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور اپنے لیے یہ کہ جس طرح تم اپنی اور اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہو، میری بھی کرو گے، انصار نے عرض کیا: یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم! جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے قبول کیا رضی اللّٰہ عنہم وعن سائر اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اجمعین۔

مدینے والوں کا اعلان جاں نثاری سب سے پہلے براء ابن معرور نے آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کی

اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے بیعت کرنے والے ابو عمامہ اور اسعد بن زرارہ تھے، اور ایک روایت میں ابوالہیثم بن التیہان تھے، کعب بن مالک نے کہا کہ ابوالہیثم نے بیعت کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً ہمارے اور لوگوں کے درمیان کچھ عہد و پیمان ہیں، ہم ان تمام کو ختم کر رہے ہیں، ایسا نہ ہو کہ جب خدا تعالیٰ آپ کو غلبہ و نصرت عطا فرمائے آپ اپنے قبیلہ اور قوم کے پاس واپس تشریف لے جائیں اور ہمیں مایوس و نامراد چھوڑ جائیں خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا بل الدم الدم والہدم الہدم انتم منی و انا منکم احارب من حاربتم واسالم من سالمتم، یعنی میرا خون تمہارا خون ہے اور میری قبر تمہاری قبر ہے یعنی میری قبر وہاں ہوگی جہاں تمہاری قبریں ہوں گی، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو تمہارے ساتھ جنگ کرے گا اور جس کے ساتھ تم صلح کرو گے میں صلح کروں گا، القصہ جب صلح کے قواعد مستحکم ہو گئے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اشارے سے نو نقیب قبیلۂ خزرج اور تین نقیب قبیلۂ اوس سے مقرر فرمائے، قبیلۂ خزرج کے یہ نقیب تھے: براء ابن معرور، رافع بن مالک بن العجلان، سعد بن عبادہ، سعد بن خیثمہ، سعد بن الربیع، عبادہ بن الصامت، عبداللہ بن رواحہ، عبداللہ بن عمرو بن حزم اور منذر بن عمرو بن خنیس۔ قبیلۂ اوس کے نقباء یہ تھے ابوالہیثم بن مالک بن التیہان، اسید بن حضیر اور اسعد بن زرارہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیب مقرر کرتے وقت فرمایا: اے قوم انصار! تم میں سے کسی شخص کو یہ بات ناپسند نہیں ہونی چاہیے کہ میں نے اس کے علاوہ دوسرے کو مقرر کیا ہے کیونکہ مجھے خود اس میں کچھ اختیار نہیں ہے بلکہ جبرائیل علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم سے مقرر کرتے ہیں، جب نقیب مقرر ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا تم اپنی قوم کے اسی طرح کفیل ہو جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری قوم عیسیٰ علیہ السلام کے کفیل تھے اور میں اپنی تمام امت کا کفیل ہوں، اور ایک روایت میں ہے کہ بیعت کی رات عباس بن عبادہ انصاری نے کہا اے بنی خزرج! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو، انہوں نے کہا آپ خود ہی بیان کریں۔ اس نے کہا تمام دنیا کے ساتھ جنگ اور جان و مال کی مصیبت پر بیعت کرتے ہو، اگر تم سمجھتے ہو کہ جب تمہارے مال تلف ہوئے اور تمہارے سردار قتل ہوئے تو ان سے روگردانی کر لو گے تو ابھی سے دست بردار ہو جاؤ تاکہ دنیا و آخرت میں تم رسوا و ذلیل نہ ہو جاؤ اور اگر تمہیں اپنے مال و دولت کی بربادی اور اپنے سرداروں کی ہلاکت کی کوئی پروا نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کر لو، کیونکہ یہ دنیا و آخرت میں سب سے بہترین چیز ہے۔ انہوں نے کہا ہم آپ کو قتل رؤسا اور مصیبت اموال پر ترجیح دیتے اور اختیار کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم اپنے اس عہد کو پورا کریں تو اس کی جزا کیا ہو گی؟ آپ نے فرمایا: بہشت۔ پھر انہوں نے درخواست کی: اپنا دستِ مبارک بڑھائیے تاکہ ہم بیعت کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھا دیا۔ تمام نے بیعت کی۔

شیطان اہل مدینہ کے ایمان سے کانپ گیا

کہتے ہیں کہ جب بیعت سے فارغ ہو گئے، اس عہد کے بعد شیطان عقبہ کی چوٹی پر آیا اور بلند آواز سے پکارا کہ اے اہلِ منیٰ! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مدینہ کے لوگوں نے اپنے دین سے روگردانی کر کے مذمم یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور تمہارے ساتھ جنگ کرنے پر متفق ہو گئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جوتیوں کی آواز سُن کر فرمایا: عقبہ کا ارب ہے، ارب شیطان کا نام ہے، اے دشمنِ خدا! سُن لے میں اب تیری خبر لوں گا۔ عباس بن عبادہ بن فضلہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم آپ اگر حکم دیں تو کل صبح اہلِ منیٰ کے ساتھ جنگ کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی ہمیں جنگ کرنے کا حکم نہیں ہوا لیکن تم اپنی قیام گاہوں کو واپس چلے جاؤ۔ عباس فرماتے ہیں کہ ہم اپنی خوابگاہ میں چلے گئے، دوسرے روز صبح قریش نے آ کر کہا کہ اے گروہِ خزرج! ہم نے یوں سُنا ہے کہ آپ لوگ ہمارے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہو اور تمہارا ارادہ ہے کہ اسے مدینہ لے جاؤ اور اس کے ساتھ مل کر ہمارے ساتھ جنگ کرو۔ خدا کی قسم ہمیں کسی قبیلہ کے ساتھ جنگ دشوار نہیں ہے جو، اسے

سانحۂ دشوار دکھائی دے ہم میں مشرکین کی ایک جماعت تھی جو ہمارے ساتھ تھی، جس نے ہماری بیعت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے انکار کیا اور قسم کھائی کہ ہمیں اس واقعہ کی خبر نہیں ہے، اسکے بعد قریش عبداللہ ابی سلول کے پاس گئے، بیعت کا قصہ اس کے سامنے بیان کیا، اس نے کہا یہ بہت خطرناک کام ہے قوم میرے مشورہ کے بغیر ایسا کام نہیں کر سکے گی، قریش عبداللہ سے یہ بات سن کر واپس چلے گئے، کعب بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے ایک جوان کے پاؤں میں نہایت عمدہ جوتا دیکھا میں نے ابوجابر سے کہا باوجودیکہ آپ قوم کے سردار ہیں اس قسم کا جوتا پہننے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ جوان نے جب یہ بات سنی تو اس نے جوتا اتار کر میرے سامنے ڈال دیا اور مجھے خدا کی قسم دی کہ اس کو پہن لیجئے۔ ابوجابر نے کہا: تو نے اس جوان کو شرمندہ کر دیا، جوتا اسے واپس دے دے۔ میں نے کہا: خدا کی قسم میں اسے جوتا واپس نہیں دوں گا۔ یہ عمدہ فال ہے جب لوگ منیٰ سے منتشر ہو گئے تو قریش نے بیعت کی خبر کی تحقیق کی تو انہیں تصدیق ہو گئی، انہیں معلوم ہو گیا کہ شیطانوں کے قاصد کی خبر درست تھی، فوراً انصار کے پیچھے روانہ ہو گئے، سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو کو انہوں نے جا لیا، جنگ کی، بعض بھاگ کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے، ناپاک مشرکین نے سعد کو قابو کر لیا اور ہاتھ اور گردن باندھ کر مکہ میں واپس لے آئے، ان میں سے بعض دانشوروں مثلاً جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ نے کہا کہ ہماری تجارت کی گزرگاہ مدینہ ہے بہتری اسی میں ہے کہ ہم اسے قید سے نکال دیں اور اسے آزاد کر دیں تاکہ وہ اپنے گھر چلا جائے اس بات کو معقول سمجھتے ہوئے انہوں نے سعد سے ہاتھ اٹھا لیا یہاں تک کہ سعد مدینہ چلے گئے، اہل مدینہ مسلح ہو کر سعد کو چھڑانے کے لیے مکہ کی طرف چل دیے کہ راستہ میں ہی انہیں سعد مل گئے۔

ہجرت کی اجازت

جب قریش پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل مدینہ کے عہد و پیمان ظاہر ہو گئے تو انہوں نے از سر نو مسلمانوں پر دست تعدی دراز کر دیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے مکہ میں ٹھہرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہ گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستوں سے فرمایا کہ مدینہ منورہ کو ہجرت کر جائیں، وہ یکے بعد دیگرے ہجرت کرنے لگے، جس نے سب سے پہلے بادیہ ہجرت میں قدم رکھا ایک روایت

کے مطابق مصعب بن عمیر اور ایک دوسرے قول کے مطابق ابوسلمہ بن عبداللہ بن عبدالاسد المخزومی تھے جو حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے تھے، ان کے ہجرت کرنے کی کیفیت یُوں تھی کہ وُہ اپنی بیوی ام سلمہ اور بیٹی سلمہ کو اُونٹ پر بٹھا کر اس کی مہار پکڑے مدینہ کے ارادہ سے باہر نکلے، اس کی اطلاع بنی مغیرہ اور ابوجہل کو ہُوئی، ام سلمہ اسی قوم کی تھی، انہوں نے ابوسلمہ کے ہاتھ سے مہار پکڑ لی اور اسے بیوی اور بیٹی کے پاس سے سختی سے بھگا دیا اور کہا تجھے اپنی ذات پر اختیار ہے اگر تو نے ہماری مخالفت کی اور ہمارے دین کو چھوڑ دیا ہے تو تو جانے تیرا کام، لیکن ام سلمہ کو جو ہماری رشتہ دار ہے اٹھا کر کیوں اطراف و جوانب میں لیے پھرتا ہے، کبھی حبشہ کی طرف لے جاتا ہے اور کبھی یثرب کی جانب، القصہ بنی مغیرہ نے ام سلمہ کو اس کی بیٹی سلمہ کے ساتھ ابوسلمہ کے ساتھ جانے سے باز رکھا، ابوسلمہ کو صحرا میں تنہا چھوڑ دیا، ابوسلمہ جب بیوی اور بیٹی سے جدا ہو کر مدینہ منورہ پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت مفارقت، لختِ جگر بیٹی اور انیس مہربان بیوی کی جدائی کے رنج اور مسافرت کی مشکلات کی بنا پر جان بلب اور کانٹوں پر لوٹنے لگے۔ ؎

دل در میان محنت و یارا ز کنار دور — دستم بخوں فگار وز دستم نگار دُور
یاراں ہمہ مراد دل آوردہ در کنار — واں یار کو مراد من ست از کنار دُور
یاراں اگر برسم تفقد عنایتی — درکار من کنند نباشد ز کار دُور

ہرگز مباد ہیچ کس اندر جہاں چو من
با درد و غم قرین و زیار و دیار دُور

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ مجھے بنی مغیرہ اور میری بیٹی کو عبدالاسد جو میرے شوہر کے رشتہ دار تھے لے گئے مجھے اپنے شوہر اور بیٹی سے جُدا کر دیا اور مجھے جگر سوز آتش فراق میں جلنے دیا، لامحالہ میں روزانہ بطحا مکہ میں نکل جاتی شام تک زار و قطار روتی رہتی، لطف و رحمت اور شفقت کی خاطر ہر طرف امید لگائے بیٹھی دیکھتی رہتی اور کہتی، ؎

غم زمانہ خورم یا فراقِ یار کشم
بطاقتے کہ ندارم کدام بار کشم

بنی مغیرہ میں سے ایک شخص نے مجھے دیکھا، میرے متعلق اس کے دل میں شفقت و رحمت پیدا ہُوئی

اس نے بنی مغیرہ سے کہا اس بیچاری کے حال زار کو کیوں نہیں دیکھتے، کب تک اسے ہجر کی کٹھالی میں پگھلاتے رہو گے، پس انھوں نے میری بیٹی میرے سپرد کر دی اور مجھ سے دست بردار ہو گئے اور مجھے قیام کرنے یا چلے جانے کا اختیار دے دیا، میں اپنی بیٹی کو لے کر اپنے اونٹ پر بیٹھی اور مدینہ منورہ کو چل دی، جب ہم تنعیم میں پہنچے، عثمان بن ابی طلحہ بن عبدالعزیٰ راستہ میں آتا ہوا ملا جو ابھی تک مشرک تھا، اس نے پوچھا اے ابوامیہ کی بیٹی! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا اپنے شوہر کی طلب میں مدینہ جاتی ہوں اور خدا پر بھروسہ ہے، اس نے کہا تیرے ساتھ کوئی شخص نہیں، میں نے کہا، میری اس بیٹی کے سوا کوئی نہیں، اس نے میرے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور چل پڑا، خدا جانتا ہے کہ میں نے کسی بھی شخص کی مصاحبت کو اس سے زیادہ پاکیزہ نہیں پایا، ہم چلتے رہے یہاں تک کہ ہم قبیلۂ بنی عمر بن عوف کی بستی میں پہنچے۔ اس نے کہا اس بستی میں تیرا خاوند ہے، خدا تعالیٰ کی امان میں اس بستی میں چلی جا اور وہ واپس چلا گیا۔

مہاجرین کے قافلے

ابوسلمہ کے بعد عامر بن ربیعہ، اس کی بیوی لیلیٰ بنت خثیمہ، قدامہ، عبداللہ بن مظعون اور خباب بن الارت نے ہجرت کی اور مصعب بن عمیر کے گھر اُترے، ابوسلمہ بھی ان سے پہلے وہاں آچکا تھا یہ تمام وہاں قیام پذیر ہوئے، اس کے بعد مکہ سے شماس بن عثمان، ارقم بن ارقم بن معداد بن عمرو، حاتم بن ابی بلتعہ، مسعود بن ربیعہ، سعد بن ابی سرح روانہ ہوئے، ان کے بعد عثمان بن عفان، ابوحلیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور اس کے غلام سالم نے ہجرت کی، ان کے بعد حمزہ، زید بن حارثہ، ابومرثد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابوکبیشہ نے ہجرت کی، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان کے بعد عمرو بن ام مکتوم، اس کے بعد عمار بن یاسر، عبداللہ بن مسعود اور بلال رضی اللہ عنہم نے اکٹھے ہجرت کی۔ ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب نے بیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ مدینہ منورہ کا رُخ کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کرتے ہیں

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تمام صحابہ نے چھپ کر ہجرت کی تھی، آپ نے اعلانیہ ہجرت کی، ہوا یوں کہ آپ نے میان میں تلوار ڈالی اور کمان ہاتھ میں

پکڑلی، تیر لیے اور کعبہ کا رُخ کیا، قریش کعبہ کے پچھلی طرف بیٹھے ہوئے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ شریف کا سات مرتبہ طواف کرکے آرام کیا، پھر مقامِ ابراہیم میں دو رکعت نماز تعدیل ارکان اور اطمینان سے ادا کی، پھر سردارانِ قریش کے پاس آکر کھڑے ہو گئے وہ گروہ جس نے ان پتھروں کو اپنا خدا تصور کر رکھا تھا اسے ناخوش باد کہا۔ پھر فرمایا تم میں سے جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی ماں اپنے بیٹے کو گم کرے، اپنے بیٹے کو یتیم چھوڑ جائے یا بیوی کو بیوہ بنا دے اسے کہو کہ ہمارے پیچھے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں موجود تھا، تمام سردارانِ قریش حیران رہ گئے اور کسی کو حرکت کی طاقت نہیں تھی اور کوئی بھی ان کے پیچھے نہ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح کھلم کھلا روز روشن میں مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پندرہ روز پہلے ہوئی، پھر مسلسل ہجرت ہوتی رہی۔

سیدِ ابرار ﷺ کے خلاف اشرار کے مشورے اور ہجرت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری ہجرت دو پہاڑوں کے درمیان نخلستان میں یعنی مدینہ میں ہو گی تمام دوستوں نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، چنانچہ کہتے ہیں کہ مکہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی دوسرا شخص نہ رہ گیا، جب مشرکین قریش نے دیکھا کہ مسلمانوں کے لیے ایک دوسری امن گاہ پیدا ہو گئی ہے انہیں فکر دامن گیر ہوئی کہ مبادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جا ملیں، دار الندوہ جسے قصی بن کلاب نے بنا رکھا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مشورہ کیا، شیطان نے ایک باوقار بوڑھے کی شکل میں عصا ہاتھ میں لیے اس گھر کے دروازہ پر آکر دستک دی، اس سے انہوں نے استفسار کیا، اس نے کہا میں قبیلۂ نجد سے ہوں، تمہارے حالات کا مجھے علم ہوا ہے، میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہاری کوئی مدد کروں اور اپنی رائے کی درستی اور زمانہ کے تجربہ سے تمہاری مشکلات کو حل کروں، مشرکین نے کہا چونکہ یہ مکہ کا باشندہ نہیں ہے اگر یہ ہمارے مشورہ میں شریک ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، القصہ اس نابکار بڈھے نے اپنے آپ کو اس طرح ان کا محرم راز اور مستشار بنایا کہ انہوں نے

اس کی موجودگی کو غنیمت تھا، مشرکین اس کے احسان مند ہُوئے، وُہ اس مجلس کا سربراہ بن گیا، جس شخص کے دل میں کوئی تجویز گزرتی اس کے سامنے پیش کرتا، پھر ایک بات کو بنیاد بنا کر انہوں نے آپس میں کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام یہاں تک پہنچا ہے جسے تم دیکھ رہے ہو، خدا کی قسم وہ وقت دُور نہیں جب اس کے متبعین پیدا ہو جائیں گے ہمارے ساتھ جنگ کا ارادہ کرے گا، اور میدان مقابلہ و مقاتلہ میں اتر آئے گا، ابھی سے ہمیں کوئی درست فیصلہ کر لینا چاہیے، ان میں سے ہشام بن عمرو نے کہا اسے ایک مکان میں مقید کر دینا چاہیے اور سوراخ میں سے اسے کھانا پانی دیتے رہنا چاہیے تاکہ زبیر اور نابغہ کی طرح اسی قید خانہ میں ہلاک ہو جائے، شیخ نجدی نے کہا یہ رائے بری ہے، کیونکہ اس کے وُہ ساتھی جو متفرق ہیں یہ خبر سن کر جمع ہو جائیں گے بنو ہاشم ان کے ساتھ مل کر اسے قید خانہ سے نکال لیں گے اور تمہارے درمیان جنگ شروع ہو جائے گی۔ ابوالبختری نے کہا اسے مکّہ سے نکال دینا چاہیے، جہاں چاہے چلا جائے۔ شیخ نجدی نے کہا یہ بھی کمزوری ہے، کیونکہ مشہور ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شیریں گفتار ہیں، ان کے بیان میں لطافت ہے، ہو سکتا ہے وہ کسی ایسی قوم کے پاس چلا جائے جو اس کی باتوں پر فریفتہ و شیفتہ ہو کر اس کی متابعت کریں اور تمہارے ساتھ جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوں اور تمہیں تباہ و برباد کر دیں، قریش اس کی باتوں کو مستحسن سمجھتے ہُوئے اس کی عزت و احترام کے شرائط بجا لائے، اس کے بعد ابوجہل بن ہشام نے کہا: صحیح رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ اپنے میں سے چند جوان اس کام کے لیے منتخب کرے تاکہ ہر ایک نوجوان تلوار پکڑ کر یکدم مل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ماریں اور انہیں قتل کر دیں، چونکہ ان کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہوگا بنو عبد مناف کو تمام قبائل سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہوگی، لامحالہ وُہ خون بہا پر راضی ہو جائیں گے، ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہا دے دیں گے اور اس دغدغہ سے چھوٹ جائیں گے، شیخ نجدی نے کہا: نیک رائے اور درست تدبیر یہی ہے جو ابوالحکم نے بیان کی ہے، اس پر متفق ہو کر مجلس برخاست کر دی اور اس کی تیاری میں مشغول ہو گئے، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس عہد و پیمان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا، جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لائے: واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون و

یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔

تمت الرکن الثالث بحمد اللہ وحسن توفیقہ وسیتلون الرکن الرابع حامدًا ومصلیا ومسلما کثیرا کثیرا اللھم اغفر لکاتبہ ولبانیہ ولمصححہ ولقاریہ ولمن نظر فیہ بحق سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ اجمعین۔

شواہد النبوۃ

لتقویۃ یقین اہل الفتوۃ
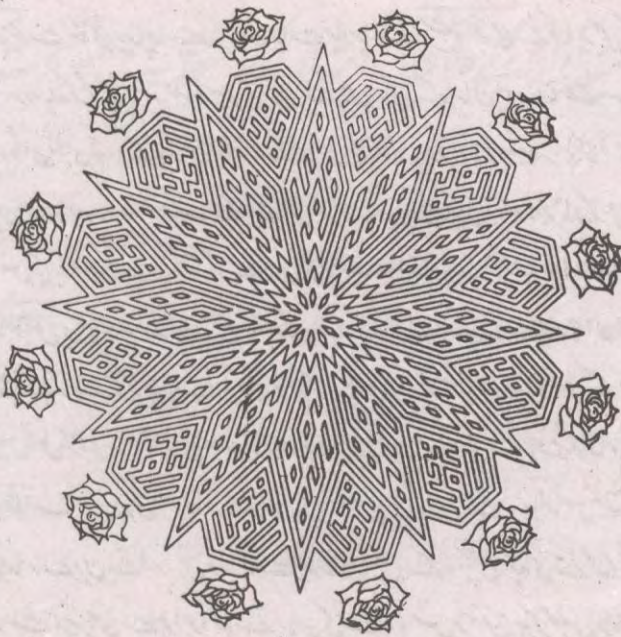
حضرت العلام نور الدین عبد الرحمن جامی قدس سرہ السامی

ترجمہ

بشیر حسین ناظم۔ ایم اے

مقدمہ

علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، ایم۔ اے

ناشر

مکتبہ نبویہ ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

تفسیرِ نبوی

مولفہ

فاضلِ اجل عارفِ کامل حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

○ ایک بے مثال تفسیر

○ اعتقادی اور نظریاتی نشوونما کا مُرقع

○ ایک سو دس (۱۱۰) تفاسیر کا نچوڑ

○ عقائدِ باطلہ کا مسکت رَد

○ شریعت و طریقت کے اسرار و رموز کا جامع ذخیرہ

○ صوفیانہ اشارات و تنقیحات کا چشمہ

آپ اِس تفسیر کو خود پڑھیں۔

احباب کو پڑھنے کی ترغیب دیں۔

اپنے کُتب خانہ کی زینت بنائیں۔

یہ تفسیر آپ کو بہت سی تفاسیر کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے گی